

پہلی مرتبہ عنوانات وچیرا گراف وایڈیٹنگ کے ساتھ

الإقتباس في علوم القرآن

تالیف

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ

۸۰۔ انوار پر مشتمل علوم و معارف قرآنی کا بیشش بہادر فیرو
قرآن فہمی کے لیے نہایت علمی تحقیقی اور بنیادی کتاب

دارالافتاء

اردو بازار لاہور

دستورالعمل های آموزشی و تربیتی

الاعتناء
بعلوم القرآن

٦٥

تفہم

غُلَاظِهِ هَلَّا لَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَنِي . . .

۶۰۔ زح چہ خیر یوم و مروت قمری کہ تیس سابع
قرآن فیہ کے ہے نہایت مہم سمجھنی اور پڑھنی چاہیے

روايات

ماہنامہ : عظیم الشرف طاقی

طہارت اگر تہہ علیہ راغی

نظامت : 430 صفحات

ہندوؤں سے گز رہا

ایلیٰ علیٰ مروج و شجر کی جانی ہے کہ ہمارے ہر چھک سہارا ہی اندر المودت ہے۔ یا علیٰ مگرانی
سے ملے اندر میں مستحق کیا ہے عالم جبرور۔ ہے جی۔ ہر چھک مگرانی تسلیٰ غلا ہے جو اندر و نرم
محلہ فرم کہوں لیا ہر چھک ہر اندر و ہر مروت ہر دست ہر سیکہ ہر چھک ہے۔

— ୨୮୭ —

[illegible]

سیدنا ابراہیم علیہ السلام

کے سید و امیر شیعہ راہبوں کا نام اور

فَكَرِهَ الْمَرْءُ أَنْ يَنْفَرَهُ

۱۰۰

کتابخانه ملی افغانستان

ادارة طبع و نشر، دار الكتب والادب، بيروت

تَحْمِيْلُ رَفِيقَةٍ بِرَبِّهَا وَالْحِلْمُ كَرَامَةٌ

مجلسه ۱۰۰: ۱۳۹۸/۰۵/۰۵

مجلس شورای اسلامی

سنة ١٢٠٠ هـ

1994-1995

◀ واشینگٹن میں ملے کے بچے ▶

Island House Centre

119-123, H&H, 4620 4624

Beside the line

Arthur Andersen Ltd.

4. 2011 10th 11th and 12th

Monter Part. 6 on Sm. 1 2 4/5

LA 5208411 12/20/07

☆ امریکہ کے بچے ☆

DANIEL GLOOM & SYLVANIA

2256 VILLAGE STREET, E.

U.S. AIR FORCE

MOHAMMAD ISLAMIC BOOK STORE

[illegible]

7.054.04.4

— 200 —

فہرست مضامین "الاتقان فی علوم القرآن"

(نور و حسرت اول)

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۱۵	۱۔ قرآن مجید کی نزول کا خلفیہ اور باطنی کی.....	۱۵	قرآن اور صحابہ کرام.....
۲۵	۲۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۲	تفسیر.....
۳۰	۳۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۳۰	طریقہ قرآن مجید کی تفسیر کا تعارف.....
۴۰	۴۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۴۰	جوانی و بزرگی کی موانع و مہلکات.....
۵۰	۵۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۵۰	موانع و مہلکات کے مہلکات کی فہرست.....
۶۰	۶۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۶۰	مہلکات کی فہرست.....
۷۰	۷۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۷۰	قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....
۸۰	۸۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۸۰	قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....
۹۰	۹۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۹۰	قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....
۱۰۰	۱۰۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۱۰۰	قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....
۱۱۰	۱۱۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۱۱۰	قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....
۱۲۰	۱۲۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۱۲۰	قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....
۱۳۰	۱۳۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۱۳۰	قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....
۱۴۰	۱۴۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۱۴۰	قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....
۱۵۰	۱۵۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۱۵۰	قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....
۱۶۰	۱۶۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۱۶۰	قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....
۱۷۰	۱۷۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۱۷۰	قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....
۱۸۰	۱۸۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۱۸۰	قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....
۱۹۰	۱۹۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۱۹۰	قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....
۲۰۰	۲۰۔ قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....	۲۰۰	قرآن مجید کی تاریخ و تفسیر.....

٥٢	سورة الليل	٥٠	٢٩- سورة الفجر	٥٠	سورة الفجر
٥٣	سورة النجم	٥١	٣٠- سورة القدر	٥١	سورة القدر
٥٤	سورة التين	٥٢	٣١- سورة العلق	٥٢	سورة العلق
٥٥	سورة الفلق	٥٣	٣٢- سورة الشرح	٥٣	سورة الشرح
٥٦	سورة الكافرون	٥٤	٣٣- سورة النازعات	٥٤	سورة النازعات
٥٧	سورة الفاتحة	٥٥	٣٤- سورة البقره	٥٥	سورة البقره
٥٨	سورة المائدة	٥٦	٣٥- سورة آل عمران	٥٦	سورة آل عمران
٥٩	سورة الأنعام	٥٧	٣٦- سورة الأعراس	٥٧	سورة الأعراس
٦٠	سورة القصص	٥٨	٣٧- سورة الحديد	٥٨	سورة الحديد
٦١	سورة المؤمنون	٥٩	٣٨- سورة المجده	٥٩	سورة المجده
٦٢	سورة الحج	٦٠	٣٩- سورة الاحزاب	٦٠	سورة الاحزاب
٦٣	سورة المؤمن	٦١	٤٠- سورة التوبة	٦١	سورة التوبة
٦٤	سورة الزمر	٦٢	٤١- سورة البقره	٦٢	سورة البقره
٦٥	سورة الممتحنه	٦٣	٤٢- سورة النور	٦٣	سورة النور
٦٦	سورة الفتح	٦٤	٤٣- سورة الاحزاب	٦٤	سورة الاحزاب
٦٧	سورة الانشراح	٦٥	٤٤- سورة البقره	٦٥	سورة البقره
٦٨	سورة التين	٦٦	٤٥- سورة النور	٦٦	سورة النور
٦٩	سورة الفجر	٦٧	٤٦- سورة البقره	٦٧	سورة البقره
٧٠	سورة البقره	٦٨	٤٧- سورة النور	٦٨	سورة النور
٧١	سورة آل عمران	٦٩	٤٨- سورة البقره	٦٩	سورة البقره
٧٢	سورة النور	٧٠	٤٩- سورة البقره	٧٠	سورة البقره
٧٣	سورة البقره	٧١	٥٠- سورة البقره	٧١	سورة البقره
٧٤	سورة آل عمران	٧٢	٥١- سورة البقره	٧٢	سورة البقره
٧٥	سورة النور	٧٣	٥٢- سورة البقره	٧٣	سورة البقره
٧٦	سورة البقره	٧٤	٥٣- سورة البقره	٧٤	سورة البقره
٧٧	سورة آل عمران	٧٥	٥٤- سورة البقره	٧٥	سورة البقره
٧٨	سورة النور	٧٦	٥٥- سورة البقره	٧٦	سورة البقره
٧٩	سورة البقره	٧٧	٥٦- سورة البقره	٧٧	سورة البقره
٨٠	سورة آل عمران	٧٨	٥٧- سورة البقره	٧٨	سورة البقره
٨١	سورة النور	٧٩	٥٨- سورة البقره	٧٩	سورة البقره
٨٢	سورة البقره	٨٠	٥٩- سورة البقره	٨٠	سورة البقره
٨٣	سورة آل عمران	٨١	٦٠- سورة البقره	٨١	سورة البقره
٨٤	سورة النور	٨٢	٦١- سورة البقره	٨٢	سورة البقره
٨٥	سورة البقره	٨٣	٦٢- سورة البقره	٨٣	سورة البقره
٨٦	سورة آل عمران	٨٤	٦٣- سورة البقره	٨٤	سورة البقره
٨٧	سورة النور	٨٥	٦٤- سورة البقره	٨٥	سورة البقره
٨٨	سورة البقره	٨٦	٦٥- سورة البقره	٨٦	سورة البقره
٨٩	سورة آل عمران	٨٧	٦٦- سورة البقره	٨٧	سورة البقره
٩٠	سورة النور	٨٨	٦٧- سورة البقره	٨٨	سورة البقره
٩١	سورة البقره	٨٩	٦٨- سورة البقره	٨٩	سورة البقره
٩٢	سورة آل عمران	٩٠	٦٩- سورة البقره	٩٠	سورة البقره
٩٣	سورة النور	٩١	٧٠- سورة البقره	٩١	سورة البقره
٩٤	سورة البقره	٩٢	٧١- سورة البقره	٩٢	سورة البقره
٩٥	سورة آل عمران	٩٣	٧٢- سورة البقره	٩٣	سورة البقره
٩٦	سورة النور	٩٤	٧٣- سورة البقره	٩٤	سورة البقره
٩٧	سورة البقره	٩٥	٧٤- سورة البقره	٩٥	سورة البقره
٩٨	سورة آل عمران	٩٦	٧٥- سورة البقره	٩٦	سورة البقره
٩٩	سورة النور	٩٧	٧٦- سورة البقره	٩٧	سورة البقره
١٠٠	سورة البقره	٩٨	٧٧- سورة البقره	٩٨	سورة البقره

۵۰	سورۃ الفجر	۵۰	پانچویں نوع (۵)	۵۰
۵۱	سورۃ طہ	۵۱	فرائی اور نوبی آیات کا بیان	۵۱
۵۲	سورۃ اراہت (الراحم)	۵۲	فرائی اور نوبی آیات کی تشریف	۵۲
۵۳	شاہلے کی مدنی سورتوں اور آیات کی تقسیم کے اصول	۵۳	فرائی آیات کی چند مثالیں	۵۳
۵۴	دو اہم کیے	۵۴	نوبی آیات کی مثال اور اس کی توجہ	۵۴
۵۵	نکی مدنی کی شناخت کے طریقے و قیاس و مساوی	۵۵	قرآن صرف پیداری میں آخر	۵۵
۵۶	تیسرے	۵۶	پچھلی نوع (۶)	۵۶
۵۷	نکی آیتیں جن کا حکم مدنی ہے اور ان میں	۵۷	ارضی اور سماوی آیات کا بیان	۵۷
۵۸	قرآن کا مدنی حصہ جس کا کھڑکی ہے	۵۸	چوتھی جنہ زمین پر نازل ہوئی نہ آسمان میں	۵۸
۵۹	قرآن کا وہ حصہ جو حدیث سے کھلا گیا	۵۹	نیز زمین خد میں اور آسمان پر نازل ہونے والی	۵۹
۶۰	ملک جس اور دوسرے مقامات پر قرآن کا حصہ	۶۰	آیات	۶۰
۶۱	دوسری نوع (۲)	۶۱	ساقیوں اور (۷)	۶۱
۶۲	طہری اور نوبی کی شناخت	۶۲	سب سے پہلے قرآن میں کیا نازل ہوا	۶۲
۶۳	طہری اور نوبی کی تشریف	۶۳	سب سے پہلے نوبی آیات یا سورۃ نازل ہوئی	۶۳
۶۴	نوبی آیات کی کھڑکی	۶۴	سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت اور سورت کے	۶۴
۶۵	آیت ختم بھی طہری ہے	۶۵	بار میں اختلاف اور کج تفسیر قول	۶۵
۶۶	نوبی آیات کی تفصیل	۶۶	اور قول: سورۃ الفجر	۶۶
۶۷	تیسری نوع (۳)	۶۷	تیسرا قول: سورۃ الفجر	۶۷
۶۸	نہادی اور نوبی کی شناخت	۶۸	چوتھی قول: ہم نہ فانیں اور ہم	۶۸
۶۹	نہادی اور نوبی کی تشریف	۶۹	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث کی توجہ	۶۹
۷۰	قرآن کا اکثر حصہ دن میں نازل ہوا	۷۰	فصل: نزول وحی کے اشیاء سے سورتوں کی	۷۰
۷۱	نکے وقت نازل ہونے والی آیات کی	۷۱	ترتیب	۷۱
۷۲	شاہلے جو عرش کے بعد معلوم ہو سکیں	۷۲	نکی مدنی اور ان کی ترتیب	۷۲
۷۳	فصل: دن رات کے درمیان فجر کے وقت نازل ہونے	۷۳	مدنی سورتیں اور ان کی ترتیب	۷۳
۷۴	والی آیات کی تفصیل	۷۴	فصل: مخصوص حالات میں نازل ہونے والی سورتیں	۷۴
۷۵	میں صرف دن کے وقت ہی نازل ہونے کی توجہ	۷۵	آٹھویں نوع (۸)	۷۵
۷۶	پانچویں نوع (۵)	۷۶	قرآن مجید کا کون سا حصہ سب سے آخر میں نازل ہوا	۷۶
۷۷	قرآن کے سنی اور مدنی حصوں کا بیان	۷۷	اس بار سے مختلف اقوال اور روایات	۷۷
۷۸	سورۃ ہا میں نازل ہونے والی آیات	۷۸	تساوی روایات کے درمیان توفیق دینے کے سلسلہ میں	۷۸
۷۹	موسم ہا میں نازل ہونے والی آیات	۷۹	اہم تفسیری رائے	۷۹
		۸۰	آخر نزول کے بارے میں توجہ و روایات	۸۰

۸۴	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات	۸۳	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۹۹	اسکال اور حجاب	۸۳	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۹۹	نویس نور (۱۱)	۸۵	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۹۹	سبب نزول	۸۵	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۹۹	اسباب نزول پر بھیجے گئے الیٰ کریں کا تذکرہ	۸۵	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۹۹	نزول قرآن کی وجوہیں	۸۵	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۰	مسئلہ اولیٰ (۱)	۸۵	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۱	اسباب نزول کو جان لینے کے فوائد	۸۵	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۱	مسئلہ دوم (۲)	۸۷	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۱	نویس نور کا اعتبار ہے یا نسوی سبب؟	۸۷	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۲	عمید کسی خاص شخص کے بارے میں نازل ہونے والی	۸۸	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	آیت میں عموم لفظ مستثنیٰ	۸۸	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	مسئلہ سوم (۳)	۸۹	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	بعض آیتوں کا نزول خاص سبب سے ہوتا ہے مگر انہیں	۸۹	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	ظہر قرآن کی رعایت سے تمام آیتوں کے ظہر میں لکھ	۸۹	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	ہوتا ہے۔	۹۰	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	مسئلہ چہارم (۴)	۹۰	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	اسباب نزول کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں	۹۰	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	جبریا: حقیقی کی روایت مسئلہ کے تمام میں	۹۱	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	مسئلہ پنجم (۵)	۹۱	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	ایک آیت کے کئی اسباب نزول ذکر ہوں تو فرج یا تخفیف	۹۱	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	الطریق	۹۱	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	مختلف آیات اور سبب نزول واحد	۹۵	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	دوسری نور (۱)	۹۷	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	قرآن کے ان حصوں یا جملوں میں جو بعض معانی پر نازل ہوئے	۹۷	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	ہوئی ہوئے	۹۷	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	حضرت کائنات موصفات	۹۷	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	وکیل کا پ کے موصفات	۹۸	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	تذہیب: قرآن کے کلام سے جو غیر خشک زبان پر نازل	۹۸	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۱۰۳	ہوئے	۹۸	تعبیر: انھوں نے مختلف حکم و ہدایت کے نزول کی بات
۸۴	گیارہویں نور (۱۱)		
۹۹	تکرار نزول کے بیان میں		
۹۹	نصیحت کی غرض سے تکرار نزول		
۹۹	مکان و عظمت کے ملانے کے لئے تکرار نزول		
۹۹	اختلاف قرأت بھی تکرار نزول کی مثال ہے۔		
۱۰۰	تکرار نزول کے تذکرہ کے بارے میں بعض حضرات نے		
۱۰۱	بارہویں نور (۱۲)		
۱۰۱	وہ آیات جن کا حکم ان کے نزول سے دین کا نزول		
۱۰۱	ان کے حکم سے منسوخ ہوا ہے		
۱۰۱	نزول آیت پہلے یا بعد میں؟ اس کی مثال		
۱۰۲	ظہر پہلے نزول آیت بعد میں؟ اس کی مثال		
۱۰۳	تیسری نور (۱۳)		
۱۰۳	قرآن کے دہشتہ نیاں کا نزول غلطیہ و غلطیہ ہوا اور وہ		
۱۰۳	جسے ان کا نزول لکھا ہوا		
۱۰۳	اول قسم: غلطیہ و غلطیہ ہونے والی آیات کی مثال		
۱۰۳	دوسری قسم: غلطیہ نازل ہونے والی آیتوں کی مثال		
۱۰۳	چوتھی نور (۱۴)		
۱۰۳	قرآن کی روایتیں اور آیات جن کے ساتھ قریشیوں کا		
۱۰۳	نزول ہوا جو وہی صرف حامل وہی کے صرف تشریح		
۱۰۳	تخف سوہوں کے نزول کے وقت قریشیوں کی اہم		
۱۰۳	تقدیر اور ادارے کی روایات		
۱۰۳	تخف روایات میں تغلیب کی مثال		
۱۰۳	فائدہ: عام عرض کے خلاف سے ہاں ہونے والی آیات		
۱۰۳	پندرہویں نور (۱۵)		
۱۰۳	قرآن کے کلام سے جو سبب بنیا پر بھی نازل ہوئے		
۱۰۳	اور وہ جسے ان کا نزول آپ جتنے سے پہلے کسی بھی		
۱۰۳	نہیں ہوا		
۱۰۳	قرآن کے کلام سے جو صرف آپ جتنے سے پہلے ہوا		
۱۰۳	قرآن کے کلام سے جو انبیاء سابقین پر بھی نازل ہوئے		
۱۰۳	فائدہ: حضرت یوسفؑ کو بھی نازل ہوا ہے		

[illegible]

۱۳۸	۲۳۔ سورۃ النحل	۱۳۱	قرآن کو قرآن کیوں کہا جاتا ہے؟
۱۳۸	۲۴۔ سورۃ النحل	۱۳۲	فائدہ: مصحف کی ہر تیسرہ
۱۳۸	۲۵۔ سورۃ النحل	۱۳۲	فائدہ: قرآن کا نام نورانیت اور انجیل رکھنا جائز نہیں ہے
۱۳۸	۲۶۔ سورۃ النحل	۱۳۲	فصل: سورۃوں کے نام
۱۳۸	۲۷۔ سورۃ النحل	۱۳۳	سورۃ کی ہر تیسرہ
۱۳۸	۲۸۔ سورۃ النحل	۱۳۳	فصل: سورۃوں کے ناموں کی تفصیل
۱۳۸	۲۹۔ سورۃ النحل	۱۳۴	ان سورۃوں کی تفصیل جس کا ایک سے زائد نام آئے ہیں
۱۳۸	۳۰۔ سورۃ النحل	۱۳۴	ان کا ایک الگ ہے
۱۳۸	۳۱۔ سورۃ النحل	۱۳۴	۱۔ سورۃ البقرہ
۱۳۸	۳۲۔ سورۃ النحل	۱۳۴	۲۔ سورۃ آل عمران
۱۳۸	۳۳۔ سورۃ النحل	۱۳۴	۳۔ سورۃ المائدہ
۱۳۸	۳۴۔ سورۃ النحل	۱۳۴	۴۔ سورۃ الانعام
۱۳۸	۳۵۔ سورۃ النحل	۱۳۴	۵۔ سورۃ الانعام
۱۳۸	۳۶۔ سورۃ النحل	۱۳۴	۶۔ سورۃ البقرہ (توبہ)
۱۳۸	۳۷۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۷۔ سورۃ النحل
۱۳۸	۳۸۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۸۔ سورۃ الانعام (فی سفر علی)
۱۳۸	۳۹۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۹۔ سورۃ النحل
۱۳۸	۴۰۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۱۰۔ سورۃ النحل
۱۳۸	۴۱۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۱۱۔ سورۃ النحل
۱۳۸	۴۲۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۱۲۔ سورۃ النحل
۱۳۸	۴۳۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۱۳۔ سورۃ النحل
۱۳۸	۴۴۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۱۴۔ سورۃ النحل
۱۳۸	۴۵۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۱۵۔ سورۃ النحل
۱۳۸	۴۶۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۱۶۔ سورۃ النحل
۱۳۸	۴۷۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۱۷۔ سورۃ النحل
۱۳۸	۴۸۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۱۸۔ سورۃ النحل
۱۳۸	۴۹۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۱۹۔ سورۃ النحل
۱۳۸	۵۰۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۲۰۔ سورۃ النحل
۱۳۸	۵۱۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۲۱۔ سورۃ النحل
۱۳۸	۵۲۔ سورۃ النحل	۱۳۸	۲۲۔ سورۃ النحل

۱۶۰	آیت کو معلوم کرنے کا طریقہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق ہے	۱۶۸	حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عثمان غنی کے شیخ قرآن
۱۶۱	تفسیر کی تعداد میں اختلاف کا سبب قرآن کی جمل	۱۶۹	پیش فرم
۱۶۲	پسے اور زکوٰۃ کی تعداد	۱۷۰	فائدہ: حضرت عثمان غنی کے چار سرورہ صحابہ کی
۱۶۳	تفسیر تعداد میں علم کا اختلاف	۱۷۱	تعداد
۱۶۴	تعداد آیات کے لحاظ سے قرآنی عورتوں کی تین قسمیں	۱۷۲	فصل: اہل ایمان اور ایمان کا پانچ حصے سے ثابت ہوا ہے کہ
۱۶۵	تفسیر میں چالیس سو تیس ہیں	۱۷۳	آیات کی ترتیب یا شانہ نقلی اور ناقصہ سے ثابت ہے
۱۶۶	دوسری قسم کی چار سو تیس ہیں	۱۷۴	فصل: سورہ کی ترتیب فرضی ہے، چھ سو
۱۶۷	تیسری قسم میں چار سو تیس ہیں	۱۷۵	خاتمہ: قرآن کے اصول نے سب کا طریقہ کے
۱۶۸	سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے طریقہ تعداد اور مضامین	۱۷۶	(۱) صحیح الفاظ
۱۶۹	تاریخ قرآن کی اور عورت کی بات لقم	۱۷۷	(۲) اضافی
۱۷۰	فائدہ: اہل بیت کی تفسیر میں قرآن کی تعداد دو اصل	۱۷۸	(۳) متصل
۱۷۱	کی شائدت پر بہت سے فقہی احکام بھی مرتب	۱۷۹	فائدہ: متصل میں غرض اور اسباب اور تعداد میں شامل
۱۷۲	ہوتے ہیں	۱۸۰	ہیں
۱۷۳	فائدہ: اہل بیت میں اربعہ اور اربعہ میں تیس کا ذکر	۱۸۱	تیس سورہت مختلف اور چھ سو کی کیا جائز ہے
۱۷۴	فصل: قرآن کے حکمت کی تعداد	۱۸۲	فائدہ: اہل بیت میں کتب حدیث کے مختلف کیا ترتیب
۱۷۵	فصل: قرآن کے حرف کی تعداد	۱۸۳	حضرت عبداللہ بن مسعود کے مصحف کی ترتیب
۱۷۶	قرآن کے حرف کی تعداد معلوم کرنے کا فائدہ	۱۸۴	انجیل میں نوام (۱۹)
۱۷۷	فائدہ: حرفت، آیات، سورتوں اور آیتوں کی	۱۸۵	قرآن کی سورتوں میں آیتوں کی تعداد اور حرفت کی تعداد
۱۷۸	تعداد کے لحاظ سے قرآن کا مفسر	۱۸۶	قرآن کی سورتوں کی تعداد
۱۷۹	نیلوسی نوام (۲۰)	۱۸۷	سورۃ المائد اور سورۃ المائد میں آیات کی سورت
۱۸۰	قرآن کے لحاظ اور مانی	۱۸۸	سورۃ المائد کے شروع میں آیات کی تعداد
۱۸۱	رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ چار معنی قرآن	۱۸۹	ان میں سے پہلی سورت، سورۃ المائد، سورۃ المائد، سورۃ المائد
۱۸۲	تفسیر: آیات میں پانچ سو تیس قرآن میں کیا تھا	۱۹۰	سورۃ المائد کی سورتوں کی تعداد
۱۸۳	تفسیر: روایت قبول، زوری نہ لے	۱۹۱	سورۃ المائد اور سورۃ المائد کی تعداد
۱۸۴	تفسیر: آیات کی، آیات پر قرآنی اور فائدہ	۱۹۲	تفسیر: سورۃ المائد اور سورۃ المائد میں آیات کی تعداد
۱۸۵	تفسیر: آیات کی، آیات پر قرآنی اور فائدہ	۱۹۳	تفسیر: سورۃ المائد اور سورۃ المائد میں آیات کی تعداد
۱۸۶	تفسیر: آیات کی، آیات پر قرآنی اور فائدہ	۱۹۴	تفسیر: سورۃ المائد اور سورۃ المائد میں آیات کی تعداد
۱۸۷	تفسیر: آیات کی، آیات پر قرآنی اور فائدہ	۱۹۵	تفسیر: سورۃ المائد اور سورۃ المائد میں آیات کی تعداد
۱۸۸	تفسیر: آیات کی، آیات پر قرآنی اور فائدہ	۱۹۶	تفسیر: سورۃ المائد اور سورۃ المائد میں آیات کی تعداد
۱۸۹	تفسیر: آیات کی، آیات پر قرآنی اور فائدہ	۱۹۷	تفسیر: سورۃ المائد اور سورۃ المائد میں آیات کی تعداد
۱۹۰	تفسیر: آیات کی، آیات پر قرآنی اور فائدہ	۱۹۸	تفسیر: سورۃ المائد اور سورۃ المائد میں آیات کی تعداد
۱۹۱	تفسیر: آیات کی، آیات پر قرآنی اور فائدہ	۱۹۹	تفسیر: سورۃ المائد اور سورۃ المائد میں آیات کی تعداد

۱۸۱ فصل: سات قرآن مجید پر	۱۷۳	(۱) سرائے
۱۸۱ حدیث: مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے قراءات بعین	۱۷۳	(۲) مشہور
۱۸۲ سات صدقہ: آخر قراءت	۱۷۳	(۳) آداب
۱۸۲ سات قرآن کے دوسرے قراءت	۱۷۴	(۴) شاذ
۱۸۲ قرآن قراءت کے صاحب تصنیف علماء	۱۷۴	(۵) مہم
۱۸۲ ایک سو نو (۲۱)	۱۷۵	ایک اور قسم: راجع ہوا اس کی کتابیں
۱۸۲ قرآن کی عالمی اور تاریخی سندیں	۱۷۵	منہج: اہل
۱۸۳ علماء اسلامی: پنج قسمیں	۱۷۵	خبر واحد سے کسی عبادت کا قرآن ہونا چاہیے
۱۸۳ قسم اول	۱۷۵	قسم: اللہ طرح سے رحیم: قرآن ہے یا نہیں؟
۱۸۵ قسم دوم	۱۷۵	سورۃ النہاۃ و سورۃ النہر: قرآن میں مشابہتیں یا نہیں؟
۱۸۶ قسم سوم	۱۷۵	حیدر: قرآن اور قرآنوں میں فرق
۱۸۶ مواضع	۱۷۵	حیدر: سورہ سورہ سات قرآنوں سے دو مواضع
۱۸۷ اجازت	۱۷۵	مراہم: قرآن کا ذکر حدیث شریف میں آتا ہے
۱۸۷ مساوات	۱۷۶	حیدر: قرآنوں کے اختلاف سے احکام میں کمی
۱۸۹ مواضع	۱۷۶	اختلاف: راجع ہوتا ہے
۱۸۹ قرآن: ادب اور طریقہ تفسیر	۱۷۶	علماء: خود کو قرآن قراءت اختیار کرتے ہیں؟
۱۸۹ قسم چہارم	۱۷۶	اختلاف: قراءت کے قواعد
۱۹۰ قسم پنجم	۱۷۶	تفسیر: قرآن قراءت پر عمل کرنے کی بات اختلاف
۱۹۱ قرآن: بائیس تا ستر	۱۷۸	حیدر: قرآنوں کی توجیہات پر کتب
۱۹۱ متواتر: مشہور احادیث و موضوعات اور حدیث قراءت	۱۷۸	قرآنوں کی توجیہ معلوم کرنے کے قواعد
۱۹۱ علماء: قرآن کی تفسیر قراءت	۱۷۸	ایک قراءت کو دوسری پر ترجیح دینا
۱۹۱ علامہ ابن العربی کے مطابق صحیح و باطل قراءت: اگر	۱۷۸	خانہ: عبد اللہ کی قراءت یا "سالم" قراءت "کہا گیا ہے"
۱۹۲ سید: کہ قراءت کا طبعی قول نہیں ہے	۱۷۸	الحمد: ایک سو نو (۲۸)
۱۹۳ قولی قراءت: اس روایت کی محنت: علماء کا اعتبار ہے	۱۷۸	وقف: علامہ کی شرافت
۱۹۳ کہ بخوبی قراءت کا	۱۷۸	اس کی اہمیت
۱۹۳ قراءت میں محض کلام اللہ کی موافقت کے معنی	۱۷۹	منہج: اہل قاف کی تعلیم اسی طرح حاصل کرتے تھے جس
۱۹۳ قراءت کے علماء کی محنت: کیا مراد ہے؟	۱۸۰	طریق: قرآن کو سمجھتے تھے
۱۹۳ آخر: سید کی منزل: اللہ قراءتیں	۱۸۰	علم: اللہ و علامہ کی ضرورت: علامہ کی قراءت
۱۹۳ قرآن کی تین قسمیں	۱۸۰	فصل: احکام وقف
۱۹۳ اقسام قراءت:	۱۸۱	وقف: م

۱۹۲	دفعہ حسن	۲۰۰	تعمید چشم	دفعہ کے ہاں اوقاف تمام جو پر کرنا بدعت ہے
۱۹۳	دفعہ قبیح	۲۰۱	تعمید نظم	دفعہ اور ابتدا کی تعریف میں علماء کا
۱۹۴	دفعہ کی چار قسمیں	۲۰۲	اختلاف
۱۹۵	دفعہ نام شمار	۲۰۳	تعمید ششم	دفعہ قطع اور منقطع بیان
۱۹۶	دفعہ کافی جائز	۲۰۴	تعمید سابع
۱۹۷	دفعہ حسن مفہوم	۲۰۵	البدی	در تفسیر کے مقام پر وصل اور دفع کا
۱۹۸	دفعہ قبیح متروک	۲۰۶	قاعدہ
۱۹۹	دفعہ کے پانچ مرتبے	۲۰۷	مشقی و مجہوز کر نفس مشقی	پر دفع کرنا جبکہ مشقی
۲۰۰	دفعہ لازم	۲۰۸	مشقی	مستطیع ہو
۲۰۱	دفعہ مطلق	۲۰۹	جملہ ادائیہ	مفعول اقوال پر دفع کرنا
۲۰۲	دفعہ جائز	۲۱۰	کلمہ پر دفع کرنے کی بحث
۲۰۳	دفعہ مجہوز لید	۲۱۱	اہلی پر دفع کرنے کے قاعدے
۲۰۴	مرفوع مفعول	۲۱۲	نعم پر دفع کرنا
۲۰۵	قرآن میں دفع کی آٹھ قسمیں	۲۱۳	فعل بحکات کے اخیر میں دفع کرنے کی کیفیت
۲۰۶	دفع کی صرف دو ہی قسمیں نہ سب ہیں	۲۱۴	دفع کرنے کی نو (۹) وجوہات
۲۰۷	دفع استیاری، دفع استغری	۲۱۵	(۱) سکون
۲۰۸	زبداء ہر حالت میں اختیار ہی ہوتی ہے	۲۱۶	(۲) روم
۲۰۹	زبداء کی چار قسمیں	۲۱۷	(۳) انعام
۲۱۰	تعمیدات	۲۱۸	(۴) ایساں
۲۱۱	تعمید ازال: معارف پر بغیر مضامین لایہ کو لائے دے	۲۱۹	(۵) دفع نقل
۲۱۲	دفع کرنا	۲۲۰	(۶) دفع افع
۲۱۳	تعمید دوم: بدائی در مفعول دفع و ابتدا	۲۲۱	(۷) دفع مضاعف
۲۱۴	تعمید سوم: طویل آئندہ وغیرہ کے موقع پر دفع	۲۲۲	(۸) دفع ثابت
۲۱۵	ابتداء کی بدعت و اجازت	۲۲۳	(۹) الحاقی
۲۱۶	تعمید چہارم: جگہ دونوں طرف پر دفع کرنا جائز ہو تو	۲۲۴	قندہ: ان اوقاف کے لحاظ سے دفعہ کرنے میں
۲۱۷	کی کیا وجہ ہے؟	۲۲۵	مستحق ممانعت کے رسم ایسا کی ضرورت پر
۲۱۸	تعمید پنجم: کلام نام پر دفع کرنے کے لئے علم و تقوٰۃ	۲۲۶	علمائے فرات کا اتفاق و اختلاف
۲۱۹	فصل و نحو اور فقہ جاننے کی ضرورت ہے	۲۲۷	انہیوں کا بیان جو لفظ موصول مگر معنی کے لحاظ سے
		۲۲۸	مفعول ہیں

[illegible]

۳۳۲	پند و ناس	۳۳۸	حق کے زور و قزاقی کرنے کا مطلب اور قرآن پر حق
۳۳۳	پند و ناس	۳۳۹	کی گئی
۳۳۴	پند و ناس	۳۴۰	حق کے سامنے قزاقی کرنے کا مطلب
۳۳۵	پند و ناس	۳۴۱	اسلامی یا مسیحی۔ حق و قزاقی
۳۳۶	پند و ناس	۳۴۲	اصل قزاقی کی تین کیفیتیں
۳۳۷	پند و ناس	۳۴۳	اول۔ حقیقت
۳۳۸	پند و ناس	۳۴۴	دوم۔ آزادی و خود
۳۳۹	پند و ناس	۳۴۵	سوم۔ آزادی و خود
۳۴۰	پند و ناس	۳۴۶	مسیحیت۔ قرآن و حقیقت کے مابین فرق
۳۴۱	پند و ناس	۳۴۷	فصل۔ تجویز کی ضرورت و اہمیت
۳۴۲	پند و ناس	۳۴۸	تجویز کی تحریف
۳۴۳	پند و ناس	۳۴۹	قرآن کی تحریف
۳۴۴	پند و ناس	۳۵۰	تجویز کی تحریف
۳۴۵	پند و ناس	۳۵۱	قرآن کی تحریف
۳۴۶	پند و ناس	۳۵۲	قرآن کی تحریف
۳۴۷	پند و ناس	۳۵۳	قرآن کی تحریف
۳۴۸	پند و ناس	۳۵۴	قرآن کی تحریف
۳۴۹	پند و ناس	۳۵۵	قرآن کی تحریف
۳۵۰	پند و ناس	۳۵۶	قرآن کی تحریف
۳۵۱	پند و ناس	۳۵۷	قرآن کی تحریف
۳۵۲	پند و ناس	۳۵۸	قرآن کی تحریف
۳۵۳	پند و ناس	۳۵۹	قرآن کی تحریف
۳۵۴	پند و ناس	۳۶۰	قرآن کی تحریف
۳۵۵	پند و ناس	۳۶۱	قرآن کی تحریف
۳۵۶	پند و ناس	۳۶۲	قرآن کی تحریف
۳۵۷	پند و ناس	۳۶۳	قرآن کی تحریف
۳۵۸	پند و ناس	۳۶۴	قرآن کی تحریف
۳۵۹	پند و ناس	۳۶۵	قرآن کی تحریف
۳۶۰	پند و ناس	۳۶۶	قرآن کی تحریف
۳۶۱	پند و ناس	۳۶۷	قرآن کی تحریف
۳۶۲	پند و ناس	۳۶۸	قرآن کی تحریف
۳۶۳	پند و ناس	۳۶۹	قرآن کی تحریف
۳۶۴	پند و ناس	۳۷۰	قرآن کی تحریف
۳۶۵	پند و ناس	۳۷۱	قرآن کی تحریف
۳۶۶	پند و ناس	۳۷۲	قرآن کی تحریف
۳۶۷	پند و ناس	۳۷۳	قرآن کی تحریف
۳۶۸	پند و ناس	۳۷۴	قرآن کی تحریف
۳۶۹	پند و ناس	۳۷۵	قرآن کی تحریف
۳۷۰	پند و ناس	۳۷۶	قرآن کی تحریف
۳۷۱	پند و ناس	۳۷۷	قرآن کی تحریف
۳۷۲	پند و ناس	۳۷۸	قرآن کی تحریف
۳۷۳	پند و ناس	۳۷۹	قرآن کی تحریف
۳۷۴	پند و ناس	۳۸۰	قرآن کی تحریف
۳۷۵	پند و ناس	۳۸۱	قرآن کی تحریف
۳۷۶	پند و ناس	۳۸۲	قرآن کی تحریف
۳۷۷	پند و ناس	۳۸۳	قرآن کی تحریف
۳۷۸	پند و ناس	۳۸۴	قرآن کی تحریف
۳۷۹	پند و ناس	۳۸۵	قرآن کی تحریف
۳۸۰	پند و ناس	۳۸۶	قرآن کی تحریف
۳۸۱	پند و ناس	۳۸۷	قرآن کی تحریف
۳۸۲	پند و ناس	۳۸۸	قرآن کی تحریف
۳۸۳	پند و ناس	۳۸۹	قرآن کی تحریف
۳۸۴	پند و ناس	۳۹۰	قرآن کی تحریف
۳۸۵	پند و ناس	۳۹۱	قرآن کی تحریف
۳۸۶	پند و ناس	۳۹۲	قرآن کی تحریف
۳۸۷	پند و ناس	۳۹۳	قرآن کی تحریف
۳۸۸	پند و ناس	۳۹۴	قرآن کی تحریف
۳۸۹	پند و ناس	۳۹۵	قرآن کی تحریف
۳۹۰	پند و ناس	۳۹۶	قرآن کی تحریف
۳۹۱	پند و ناس	۳۹۷	قرآن کی تحریف
۳۹۲	پند و ناس	۳۹۸	قرآن کی تحریف
۳۹۳	پند و ناس	۳۹۹	قرآن کی تحریف
۳۹۴	پند و ناس	۴۰۰	قرآن کی تحریف

۳۳۸ اصل کے استوائی کے پانچ حصے	۳۳۳ ان کے دو حصے سات لکھنیاں تھیں
۳۳۹ ازل سے اور صفی کا قلم و قلم	۳۳۴ اقبال : مستقبل کے انقلاب کے لئے آئے ہیں
۳۴۰ دوم "انسانی" کے حصے	۳۳۵ یہ نہ خود کے لئے آئے ہیں
۳۴۱ سوم : ایک بڑے سے دو درجہ کو یک کر کے "ق" میں	۳۳۶ ان کے اسلوب کا اظہار ہے
۳۴۲ چہارم : ایک نئے کو ایک حالت سے دوسری حالت	۳۳۷ "ن" اس کے شد و مد کا
۳۴۳ میں تبدیل کے عمل میں	۳۳۸ ان کے افعال
۳۴۴ ششم : ایک نئے سے دوسری نئے پر تھکانے میں	۳۳۹ وہ مقصد
۳۴۵ تحت : یہ تھکانے کے عمل میں آتا ہے	۳۴۰ وہ استقامت
۳۴۶ اس کے حرف ہر دو کے لئے ایک	۳۴۱ چہرہ و ہیبت
۳۴۷ اس کو توڑ دینے کے لئے	۳۴۲ قلم و مدد
۳۴۸ بعض کوئی اس کو ادا کرنا نہیں دیتے	۳۴۳ شہر و طرقت
۳۴۹ "خ" اور "غ" کے مابین فرق	۳۴۴ بننے و ستارہ
۳۵۰ بعض حالت میں "خ" کے تکرار	۳۴۵ بننے و ستارہ
۳۵۱ "ا" "آ" کا تکرار	۳۴۶ بننے و ستارہ
۳۵۲ "ب" "پ" کا تکرار	۳۴۷ بننے و ستارہ
۳۵۳ "ت" "پ" کا تکرار	۳۴۸ بننے و ستارہ
۳۵۴ "ث" "ث" کا تکرار	۳۴۹ بننے و ستارہ
۳۵۵ "ج" "ج" کا تکرار	۳۵۰ بننے و ستارہ
۳۵۶ "ح" "ح" کا تکرار	۳۵۱ بننے و ستارہ
۳۵۷ "خ" "خ" کا تکرار	۳۵۲ بننے و ستارہ
۳۵۸ "د" "د" کا تکرار	۳۵۳ بننے و ستارہ
۳۵۹ "ذ" "ذ" کا تکرار	۳۵۴ بننے و ستارہ
۳۶۰ "ر" "ر" کا تکرار	۳۵۵ بننے و ستارہ
۳۶۱ "ز" "ز" کا تکرار	۳۵۶ بننے و ستارہ
۳۶۲ "س" "س" کا تکرار	۳۵۷ بننے و ستارہ
۳۶۳ "ش" "ش" کا تکرار	۳۵۸ بننے و ستارہ
۳۶۴ "ص" "ص" کا تکرار	۳۵۹ بننے و ستارہ
۳۶۵ "ض" "ض" کا تکرار	۳۶۰ بننے و ستارہ
۳۶۶ "ط" "ط" کا تکرار	۳۶۱ بننے و ستارہ
۳۶۷ "ق" "ق" کا تکرار	۳۶۲ بننے و ستارہ
۳۶۸ "ک" "ک" کا تکرار	۳۶۳ بننے و ستارہ
۳۶۹ "گ" "گ" کا تکرار	۳۶۴ بننے و ستارہ
۳۷۰ "ن" "ن" کا تکرار	۳۶۵ بننے و ستارہ
۳۷۱ "ی" "ی" کا تکرار	۳۶۶ بننے و ستارہ
۳۷۲ "و" "و" کا تکرار	۳۶۷ بننے و ستارہ
۳۷۳ "ہ" "ہ" کا تکرار	۳۶۸ بننے و ستارہ
۳۷۴ "ز" "ز" کا تکرار	۳۶۹ بننے و ستارہ
۳۷۵ "ح" "ح" کا تکرار	۳۷۰ بننے و ستارہ
۳۷۶ "خ" "خ" کا تکرار	۳۷۱ بننے و ستارہ
۳۷۷ "د" "د" کا تکرار	۳۷۲ بننے و ستارہ
۳۷۸ "ذ" "ذ" کا تکرار	۳۷۳ بننے و ستارہ
۳۷۹ "ر" "ر" کا تکرار	۳۷۴ بننے و ستارہ
۳۸۰ "ز" "ز" کا تکرار	۳۷۵ بننے و ستارہ
۳۸۱ "س" "س" کا تکرار	۳۷۶ بننے و ستارہ
۳۸۲ "ش" "ش" کا تکرار	۳۷۷ بننے و ستارہ
۳۸۳ "ص" "ص" کا تکرار	۳۷۸ بننے و ستارہ
۳۸۴ "ض" "ض" کا تکرار	۳۷۹ بننے و ستارہ
۳۸۵ "ط" "ط" کا تکرار	۳۸۰ بننے و ستارہ
۳۸۶ "ق" "ق" کا تکرار	۳۸۱ بننے و ستارہ
۳۸۷ "ک" "ک" کا تکرار	۳۸۲ بننے و ستارہ
۳۸۸ "گ" "گ" کا تکرار	۳۸۳ بننے و ستارہ
۳۸۹ "ن" "ن" کا تکرار	۳۸۴ بننے و ستارہ
۳۹۰ "ی" "ی" کا تکرار	۳۸۵ بننے و ستارہ
۳۹۱ "و" "و" کا تکرار	۳۸۶ بننے و ستارہ
۳۹۲ "ہ" "ہ" کا تکرار	۳۸۷ بننے و ستارہ
۳۹۳ "ز" "ز" کا تکرار	۳۸۸ بننے و ستارہ
۳۹۴ "ح" "ح" کا تکرار	۳۸۹ بننے و ستارہ
۳۹۵ "خ" "خ" کا تکرار	۳۹۰ بننے و ستارہ
۳۹۶ "د" "د" کا تکرار	۳۹۱ بننے و ستارہ
۳۹۷ "ذ" "ذ" کا تکرار	۳۹۲ بننے و ستارہ
۳۹۸ "ر" "ر" کا تکرار	۳۹۳ بننے و ستارہ
۳۹۹ "ز" "ز" کا تکرار	۳۹۴ بننے و ستارہ
۴۰۰ "س" "س" کا تکرار	۳۹۵ بننے و ستارہ

۳۵۹	۳۶۰	۳۶۱	۳۶۲	۳۶۳	۳۶۴	۳۶۵	۳۶۶	۳۶۷	۳۶۸	۳۶۹	۳۷۰	۳۷۱	۳۷۲	۳۷۳	۳۷۴	۳۷۵	۳۷۶	۳۷۷	۳۷۸	۳۷۹	۳۸۰	۳۸۱	۳۸۲	۳۸۳	۳۸۴	۳۸۵	۳۸۶	۳۸۷	۳۸۸	۳۸۹	۳۹۰	۳۹۱	۳۹۲	۳۹۳	۳۹۴	۳۹۵	۳۹۶	۳۹۷	۳۹۸	۳۹۹	۴۰۰	۴۰۱	۴۰۲	۴۰۳	۴۰۴	۴۰۵	۴۰۶	۴۰۷	۴۰۸	۴۰۹	۴۱۰	۴۱۱	۴۱۲	۴۱۳	۴۱۴	۴۱۵	۴۱۶	۴۱۷	۴۱۸	۴۱۹	۴۲۰	۴۲۱	۴۲۲	۴۲۳	۴۲۴	۴۲۵	۴۲۶	۴۲۷	۴۲۸	۴۲۹	۴۳۰	۴۳۱	۴۳۲	۴۳۳	۴۳۴	۴۳۵	۴۳۶	۴۳۷	۴۳۸	۴۳۹	۴۴۰	۴۴۱	۴۴۲	۴۴۳	۴۴۴	۴۴۵	۴۴۶	۴۴۷	۴۴۸	۴۴۹	۴۵۰	۴۵۱	۴۵۲	۴۵۳	۴۵۴	۴۵۵	۴۵۶	۴۵۷	۴۵۸	۴۵۹	۴۶۰	۴۶۱	۴۶۲	۴۶۳	۴۶۴	۴۶۵	۴۶۶	۴۶۷	۴۶۸	۴۶۹	۴۷۰	۴۷۱	۴۷۲	۴۷۳	۴۷۴	۴۷۵	۴۷۶	۴۷۷	۴۷۸	۴۷۹	۴۸۰	۴۸۱	۴۸۲	۴۸۳	۴۸۴	۴۸۵	۴۸۶	۴۸۷	۴۸۸	۴۸۹	۴۹۰	۴۹۱	۴۹۲	۴۹۳	۴۹۴	۴۹۵	۴۹۶	۴۹۷	۴۹۸	۴۹۹	۵۰۰	۵۰۱	۵۰۲	۵۰۳	۵۰۴	۵۰۵	۵۰۶	۵۰۷	۵۰۸	۵۰۹	۵۱۰	۵۱۱	۵۱۲	۵۱۳	۵۱۴	۵۱۵	۵۱۶	۵۱۷	۵۱۸	۵۱۹	۵۲۰	۵۲۱	۵۲۲	۵۲۳	۵۲۴	۵۲۵	۵۲۶	۵۲۷	۵۲۸	۵۲۹	۵۳۰	۵۳۱	۵۳۲	۵۳۳	۵۳۴	۵۳۵	۵۳۶	۵۳۷	۵۳۸	۵۳۹	۵۴۰	۵۴۱	۵۴۲	۵۴۳	۵۴۴	۵۴۵	۵۴۶	۵۴۷	۵۴۸	۵۴۹	۵۵۰	۵۵۱	۵۵۲	۵۵۳	۵۵۴	۵۵۵	۵۵۶	۵۵۷	۵۵۸	۵۵۹	۵۶۰	۵۶۱	۵۶۲	۵۶۳	۵۶۴	۵۶۵	۵۶۶	۵۶۷	۵۶۸	۵۶۹	۵۷۰	۵۷۱	۵۷۲	۵۷۳	۵۷۴	۵۷۵	۵۷۶	۵۷۷	۵۷۸	۵۷۹	۵۸۰	۵۸۱	۵۸۲	۵۸۳	۵۸۴	۵۸۵	۵۸۶	۵۸۷	۵۸۸	۵۸۹	۵۹۰	۵۹۱	۵۹۲	۵۹۳	۵۹۴	۵۹۵	۵۹۶	۵۹۷	۵۹۸	۵۹۹	۶۰۰	۶۰۱	۶۰۲	۶۰۳	۶۰۴	۶۰۵	۶۰۶	۶۰۷	۶۰۸	۶۰۹	۶۱۰	۶۱۱	۶۱۲	۶۱۳	۶۱۴	۶۱۵	۶۱۶	۶۱۷	۶۱۸	۶۱۹	۶۲۰	۶۲۱	۶۲۲	۶۲۳	۶۲۴	۶۲۵	۶۲۶	۶۲۷	۶۲۸	۶۲۹	۶۳۰	۶۳۱	۶۳۲	۶۳۳	۶۳۴	۶۳۵	۶۳۶	۶۳۷	۶۳۸	۶۳۹	۶۴۰	۶۴۱	۶۴۲	۶۴۳	۶۴۴	۶۴۵	۶۴۶	۶۴۷	۶۴۸	۶۴۹	۶۵۰	۶۵۱	۶۵۲	۶۵۳	۶۵۴	۶۵۵	۶۵۶	۶۵۷	۶۵۸	۶۵۹	۶۶۰	۶۶۱	۶۶۲	۶۶۳	۶۶۴	۶۶۵	۶۶۶	۶۶۷	۶۶۸	۶۶۹	۶۷۰	۶۷۱	۶۷۲	۶۷۳	۶۷۴	۶۷۵	۶۷۶	۶۷۷	۶۷۸	۶۷۹	۶۸۰	۶۸۱	۶۸۲	۶۸۳	۶۸۴	۶۸۵	۶۸۶	۶۸۷	۶۸۸	۶۸۹	۶۹۰	۶۹۱	۶۹۲	۶۹۳	۶۹۴	۶۹۵	۶۹۶	۶۹۷	۶۹۸	۶۹
-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	----

۳۸۰	مہینہ	۳۷۹	۲۔ بطور انتظام
۳۸۱	نورانی اور چوہا تہ ہے	۳۷۸	۳۔ نورانی
۳۸۲	۱۔ بطور رسم	۳۷۷	خانہ۔ نورانیہ جگہ کے قرآن میں "نورانی" پر جگہ مکنی
۳۸۳	۲۔ بطور نکتہ	۳۷۶	"نورانی" قیامت ہے
۳۸۴	۱۔ نورانی تاکہ	۳۷۵	نورانی
۳۸۵	۲۔ نورانی تاکہ	۳۷۴	نورانی
۳۸۶	۳۔ نورانی تاکہ	۳۷۳	نورانی
۳۸۷	۴۔ نورانی تاکہ	۳۷۲	نورانی
۳۸۸	۵۔ نورانی تاکہ	۳۷۱	نورانی
۳۸۹	۶۔ نورانی تاکہ	۳۷۰	نورانی
۳۹۰	۷۔ نورانی تاکہ	۳۶۹	نورانی
۳۹۱	۸۔ نورانی تاکہ	۳۶۸	نورانی
۳۹۲	۹۔ نورانی تاکہ	۳۶۷	نورانی
۳۹۳	۱۰۔ نورانی تاکہ	۳۶۶	نورانی
۳۹۴	۱۱۔ نورانی تاکہ	۳۶۵	نورانی
۳۹۵	۱۲۔ نورانی تاکہ	۳۶۴	نورانی
۳۹۶	۱۳۔ نورانی تاکہ	۳۶۳	نورانی
۳۹۷	۱۴۔ نورانی تاکہ	۳۶۲	نورانی
۳۹۸	۱۵۔ نورانی تاکہ	۳۶۱	نورانی
۳۹۹	۱۶۔ نورانی تاکہ	۳۶۰	نورانی
۴۰۰	۱۷۔ نورانی تاکہ	۳۵۹	نورانی
۴۰۱	۱۸۔ نورانی تاکہ	۳۵۸	نورانی
۴۰۲	۱۹۔ نورانی تاکہ	۳۵۷	نورانی
۴۰۳	۲۰۔ نورانی تاکہ	۳۵۶	نورانی
۴۰۴	۲۱۔ نورانی تاکہ	۳۵۵	نورانی
۴۰۵	۲۲۔ نورانی تاکہ	۳۵۴	نورانی
۴۰۶	۲۳۔ نورانی تاکہ	۳۵۳	نورانی
۴۰۷	۲۴۔ نورانی تاکہ	۳۵۲	نورانی
۴۰۸	۲۵۔ نورانی تاکہ	۳۵۱	نورانی
۴۰۹	۲۶۔ نورانی تاکہ	۳۵۰	نورانی
۴۱۰	۲۷۔ نورانی تاکہ	۳۴۹	نورانی
۴۱۱	۲۸۔ نورانی تاکہ	۳۴۸	نورانی
۴۱۲	۲۹۔ نورانی تاکہ	۳۴۷	نورانی
۴۱۳	۳۰۔ نورانی تاکہ	۳۴۶	نورانی
۴۱۴	۳۱۔ نورانی تاکہ	۳۴۵	نورانی
۴۱۵	۳۲۔ نورانی تاکہ	۳۴۴	نورانی
۴۱۶	۳۳۔ نورانی تاکہ	۳۴۳	نورانی
۴۱۷	۳۴۔ نورانی تاکہ	۳۴۲	نورانی
۴۱۸	۳۵۔ نورانی تاکہ	۳۴۱	نورانی
۴۱۹	۳۶۔ نورانی تاکہ	۳۴۰	نورانی
۴۲۰	۳۷۔ نورانی تاکہ	۳۳۹	نورانی
۴۲۱	۳۸۔ نورانی تاکہ	۳۳۸	نورانی
۴۲۲	۳۹۔ نورانی تاکہ	۳۳۷	نورانی
۴۲۳	۴۰۔ نورانی تاکہ	۳۳۶	نورانی
۴۲۴	۴۱۔ نورانی تاکہ	۳۳۵	نورانی
۴۲۵	۴۲۔ نورانی تاکہ	۳۳۴	نورانی
۴۲۶	۴۳۔ نورانی تاکہ	۳۳۳	نورانی
۴۲۷	۴۴۔ نورانی تاکہ	۳۳۲	نورانی
۴۲۸	۴۵۔ نورانی تاکہ	۳۳۱	نورانی
۴۲۹	۴۶۔ نورانی تاکہ	۳۳۰	نورانی
۴۳۰	۴۷۔ نورانی تاکہ	۳۲۹	نورانی
۴۳۱	۴۸۔ نورانی تاکہ	۳۲۸	نورانی
۴۳۲	۴۹۔ نورانی تاکہ	۳۲۷	نورانی
۴۳۳	۵۰۔ نورانی تاکہ	۳۲۶	نورانی
۴۳۴	۵۱۔ نورانی تاکہ	۳۲۵	نورانی
۴۳۵	۵۲۔ نورانی تاکہ	۳۲۴	نورانی
۴۳۶	۵۳۔ نورانی تاکہ	۳۲۳	نورانی
۴۳۷	۵۴۔ نورانی تاکہ	۳۲۲	نورانی
۴۳۸	۵۵۔ نورانی تاکہ	۳۲۱	نورانی
۴۳۹	۵۶۔ نورانی تاکہ	۳۲۰	نورانی
۴۴۰	۵۷۔ نورانی تاکہ	۳۱۹	نورانی
۴۴۱	۵۸۔ نورانی تاکہ	۳۱۸	نورانی
۴۴۲	۵۹۔ نورانی تاکہ	۳۱۷	نورانی
۴۴۳	۶۰۔ نورانی تاکہ	۳۱۶	نورانی
۴۴۴	۶۱۔ نورانی تاکہ	۳۱۵	نورانی
۴۴۵	۶۲۔ نورانی تاکہ	۳۱۴	نورانی
۴۴۶	۶۳۔ نورانی تاکہ	۳۱۳	نورانی
۴۴۷	۶۴۔ نورانی تاکہ	۳۱۲	نورانی
۴۴۸	۶۵۔ نورانی تاکہ	۳۱۱	نورانی
۴۴۹	۶۶۔ نورانی تاکہ	۳۱۰	نورانی
۴۵۰	۶۷۔ نورانی تاکہ	۳۰۹	نورانی
۴۵۱	۶۸۔ نورانی تاکہ	۳۰۸	نورانی
۴۵۲	۶۹۔ نورانی تاکہ	۳۰۷	نورانی
۴۵۳	۷۰۔ نورانی تاکہ	۳۰۶	نورانی
۴۵۴	۷۱۔ نورانی تاکہ	۳۰۵	نورانی
۴۵۵	۷۲۔ نورانی تاکہ	۳۰۴	نورانی
۴۵۶	۷۳۔ نورانی تاکہ	۳۰۳	نورانی
۴۵۷	۷۴۔ نورانی تاکہ	۳۰۲	نورانی
۴۵۸	۷۵۔ نورانی تاکہ	۳۰۱	نورانی
۴۵۹	۷۶۔ نورانی تاکہ	۳۰۰	نورانی
۴۶۰	۷۷۔ نورانی تاکہ	۲۹۹	نورانی
۴۶۱	۷۸۔ نورانی تاکہ	۲۹۸	نورانی
۴۶۲	۷۹۔ نورانی تاکہ	۲۹۷	نورانی
۴۶۳	۸۰۔ نورانی تاکہ	۲۹۶	نورانی
۴۶۴	۸۱۔ نورانی تاکہ	۲۹۵	نورانی
۴۶۵	۸۲۔ نورانی تاکہ	۲۹۴	نورانی
۴۶۶	۸۳۔ نورانی تاکہ	۲۹۳	نورانی
۴۶۷	۸۴۔ نورانی تاکہ	۲۹۲	نورانی
۴۶۸	۸۵۔ نورانی تاکہ	۲۹۱	نورانی
۴۶۹	۸۶۔ نورانی تاکہ	۲۹۰	نورانی
۴۷۰	۸۷۔ نورانی تاکہ	۲۸۹	نورانی
۴۷۱	۸۸۔ نورانی تاکہ	۲۸۸	نورانی
۴۷۲	۸۹۔ نورانی تاکہ	۲۸۷	نورانی
۴۷۳	۹۰۔ نورانی تاکہ	۲۸۶	نورانی
۴۷۴	۹۱۔ نورانی تاکہ	۲۸۵	نورانی
۴۷۵	۹۲۔ نورانی تاکہ	۲۸۴	نورانی
۴۷۶	۹۳۔ نورانی تاکہ	۲۸۳	نورانی
۴۷۷	۹۴۔ نورانی تاکہ	۲۸۲	نورانی
۴۷۸	۹۵۔ نورانی تاکہ	۲۸۱	نورانی
۴۷۹	۹۶۔ نورانی تاکہ	۲۸۰	نورانی
۴۸۰	۹۷۔ نورانی تاکہ	۲۷۹	نورانی
۴۸۱	۹۸۔ نورانی تاکہ	۲۷۸	نورانی
۴۸۲	۹۹۔ نورانی تاکہ	۲۷۷	نورانی
۴۸۳	۱۰۰۔ نورانی تاکہ	۲۷۶	نورانی

۴۶۷	قائدہ : مصدر کا بیان	۴۶۲	منہج : بعض اوقات سوال کے جواب سے بالکل ہی مدہل کر لیا جاتا ہے
۴۶۷	قائدہ : عطف کا بیان اس کی تین قسمیں ہیں	۴۶۳	قائدہ : جواب میں غرض سوال کا تعداد کرنا
۴۶۷	۱۔ عطف علی اللفظ	۴۶۳	قائدہ : جواب میں اس یہ ہے کہ دو سوال کا تشکیک ہو
۴۶۷	۲۔ عطف علی افعال اور اس کی تین شرطیں	۴۶۵	قائدہ : صحابہؓ کے رسول اللہ ﷺ سے سوالات
۴۶۸	۳۔ عطف علی الخویم	۴۶۴	جو قرآن میں مذکور ہیں
۴۶۹	تجزیہ : تو قسم سے غلطی مر ہوگی	۴۶۵	قائدہ : لازم راغب نے کہا ہے
۴۶۹	مسئلہ : خبر کا نشانہ پر یا نشانہ کا خبر پر عطف ہونا چاہئے یا نہیں؟	۴۶۵	جو مصدر اسم اور فعل کے ساتھ خطاب کرنے کا بیان
۴۶۹	مسئلہ : عند اسمیہ کے حملہ فعلیہ پر عطف ہونے یا اس کے برعکس صورت کے جواز میں بھی اختلاف ہے	۴۶۶	تجزیہات : زمانہ امتداد میں تکرار سے مراد حصول ہے
۴۶۹	مسئلہ : زیادت میں بھی اختلاف ہے کہ آیا دو عطف کا املوں کے معمول پر عطف کرنا جائز ہے یا نہیں	۴۶۶	تجزیہ دوم : جیسا کہ پہلے جان کیا گیا ہے کہ فعل مضمر کی حالت میں فعلی مضمر ہی کی طرح ہوتی ہے
۴۷۰	مسئلہ : تعداد ہار کے بغیر ضمیر مجرور پر عطف کا حکم	۴۶۶	تجزیہ سوم : اسم کی دلالت شہادۃً اور فعل کی دلالت عدوت اور تہجد پہ عطف ہونے کے بارے میں ابن طراکفی کا اختلاف
۴۷۰		۴۶۷	

کتاب اور صاحب کتاب

”الغنى“ لا يغنى عن علوم القرآن“ کے مصنف خانا میر علیا نعیم سیوہلی رحمت اللہ علیہ کے مختصر حالات

نام و نسب : ابو الفضل عبد الرحمن بن ابی جعفر علی بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن ابی طالب۔

خاندان : ان کے دو اجداد بہت پہلے بغداد میں مقیم تھے اور عباسی سنی تھے۔ کبر اور کمزوریت پہلے مصر کے شجرہٴ احمہ "مس" کو رہا۔ ان کے ابو یوسف کی نسبت سے "السوی" کہلاتے۔

ولادت : ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ راجہ اور چند نانا صاحب نے ان کی تعلیم کو گیارھویں طبقے تک پہنچانے کے والد "مدرسہ شریعت" میں کیا۔

ماہنامہ فی الحال : پانچ سو روپے کی قیمتیں (صرف ۱۹۵ روپے جتنی تاریخ ۱۹۵۷ء میں) ان کے والد کا سامنے سر پہ لٹھ کیا۔ "اے کے والد کے آپ" صوفی دوست نے اس مصمم سے کہا پڑھنا سنا (صحیح) زبان پر جو آئے وہاں کر دیں اگر آپ کا حکم جو سارا ہے اور اللہ تعالیٰ

آنحضرت کی عمر میں قرآن مجید محفوظ کر لیا۔ جس کے بعد قبا پر اور مصر کے ہزار مساحدوں سے کتب نفیس بنیاد اور تعمیر، حدیث و فقہ، لغت و فہرست، بیان الطب و دعو و شہادت حاصل کی گئی اور ان (۹۶۹ھ مطابق ۱۵۶۱ء) کے سفرِ قزvin کی آخری ملاقات کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور قبا کے مساحد و مفسرین کے رخصتے انہوں نے کثرت و کمال۔

[illegible]

میں نے تحقیقی خدمت، علامہ سیاحی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریری خدمات بہت جلد میرے لیے انہوں نے مجھے تمام شعبوں میں دسترس حاصل کی اور ان میں ہر ایک پر قلم اٹھایا۔ ان کی تصنیفات کی تعداد انیس ایک ہے۔ مقدار انوار میں ۱۷۷۱ بتائی ہے۔ بے شمار دیگر مصنف طرّف (Flugel) نے Wiener-Gehrbt میں ان کی تصنیفات کی طویل فہرست دی ہے جس کے مطابق تعداد ۵۲۱۱ ہے۔ اس عدد میں مختصر کتابیں اور جملے بھی ہیں۔ ان میں صرف ان کی موقوفات شامل ہیں۔ اہل تشیع و ائمہ سیاحی نے اپنی کتاب "حسب السلسلہ" میں تعداد سب کچھ بتوائی ہے۔ اب دوسرا کاروبار احمد حسن الخاضیہ کے ہاتھ آئے۔ انھوں نے وقت بیکار کی تحریر و تالیف سب بے منتظر ہو گئے۔

علامہ سید علی کی تحریروں کو ایک ماحول اختیار ہوا جو حاصل ہے کہ وہ مصر، لبنان کے تقریباً تمام مشہور روحانی بزرگوں میں ان کی محض تائید سے کوئی کوئی
 کوئی کوئی نہیں ہو سکتا۔ پھر تمام ممالک میں طے کر رہی تھیں کہ علم و معارف کی کلیات حقیقی و ظہوری کی جگہ پر گہرائی میں جو علم کے ساتھ میں کے، اور علم کی
 حکمت کے لیے ہیں۔ ان کی سچی اور عظیم تائید سے ان کی غیرت کے لئے ان کی یہ کتاب "اعجازی" میں علامہ "مرغبر" نے۔

حالی ٹیفٹ نے اپنی مشہور کتاب "کنف اقلوب" میں "الامان" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے

مرقاہی ایذا۔ "محمود علی امری علی عمدہ النکاح" سے نقل ہے اور شیخ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطیؒ کی تحریر

خبر: یہ کتاب کا اعلان ہوا ہے کہ اس کتاب میں عورتوں اور مفید ہے۔ اس کتاب میں عورتوں کی سب سے بڑی بات

کئی اور دینی آیات کی تفسیر کے لئے تین اصطلاحیں

کئی اور دینی آیات اور روایات کے بارے میں لوگوں کی تین اصطلاحیں ہیں جن میں سے زیادہ مشہور اصطلاح یہ ہے کہ جو حصہ قرآن کا ترجمہ سے پہلے نزول ہوا وہ کہیے اور بعدِ ہجرت کے جس حصہ قرآن کا نزول ہوا وہ دینی۔ بعد از ہجرت کا نزول ہونے والے حصہ میں ان تمام سورتوں کی حالت کیساں مانی جاتی ہے جو عام امتحان اور عام بیہودوں میں بمقام تک یا دور کسی سفر میں نازل ہوئیں۔ لیکن ابن عبد البر نے اپنی بنی عام کی کتاب سے اس حدیث کی تفسیر کی ہے کہ ”خاصہ میں اور سفر ہجرت کے آغاز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتائے تھے کہ جس قدر حصہ کام لکھا اور اذکار کی ہے اور حالتِ آب و ہوا میں صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں آیا جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ان کی حالت میں کسی حصہ کا نزول ہوا وہ دینی کے ساتھ شامل ہے اور یہ ایک حوالہ ہے کہ لوگ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ اسے اصطلاحِ سفر ہجرت کے ساتھ میں جو حصہ قرآن کا نزول ہوا وہ عام ہے اور یہ اصطلاح میں کسی کسی کو کہتے ہیں جس کا نزول مکہ میں ہو جو وہ ہجرت سے پہلے کیوں نہ ہو اور اسی دینی و دوسرے جس کا نزول مدینہ میں ہوا۔ اسی اصطلاح کے اعتبار سے روایاتِ باطن میں اصطلاح کا ثبوت بھی پہنچتی ہے اور سنی حاکموں میں مابلی ہونے والا خلافِ اہل مدینہ کی کہیں کہیں کہنا سکتا ہے۔ طبرانی اپنی کتاب ”معجم صغیر“ میں دینہ کی اصطلاح کے طریق سے بوسطہ ”ابن سعد“ نے انہیں منہ عام اور اپنے نامہ میں حدیث کی تفسیر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قرآن تین جگہوں میں نزول کیا گیا ہے کہ مدینہ اور شام میں۔“ اولیٰ کہ ہے کہ ”شام“ سے بہت لمبی رواد ہے قریشی علماء دین میں اکثر کہتے ہیں کہ لفظ شام کی تفسیر ”تھوک“ کے ساتھ تھوڑا زیادہ مناسب ہے۔ میں کہتے ہوں کہ اگر میں اس کے قریب وجود کے متعلق اختلافی صورت اور حدیث میں بھی دینہ میں اس کے نزدیک واقع ہونے والے مشافعات جیسے جدا اور مدینہ شامی تفسیری اصطلاح یہ ہے کہ کوئی دوسرا حصہ ہے جہاں کوئی جانب خطہ ہے کہنے کے لئے نزول ہوا وہ دینی و دوسرے کا مدینہ میں اہل مدینہ کی طرف ہے اور یہ ذیل ابن مسعود کے اس قول سے پیدا ہوا ہے جس کا ذکر کرتے ہیں اہل کربلا کا۔ قاضی ابوالحسن کی کتاب ”انصار دینا“ میں لکھی ہے۔ ”کئی اور دینی کی شافعی میں صرف صحابہ اور تابعین کی بار سے رجوع لایا جاسکتا ہے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی قول نہیں ملتا اور وہ اس کے بعد کہ ان کے صحابہ اللہ کی بابت بھی نہیں ہوا تھا ہوتے خدا نے اس بات کو کلمہ است کے فرائض میں داخل کیا تھا۔ اور اگر بعض حصہ قرآن کے بارے میں اہل مدینہ کو منسوخ کی تائید سے باخبر ہوتا اور جب فقہانے اسے قرآن کی شافعی کے لئے قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے مذاہب بھی لازم ہو سکتے ہیں۔“

نام بخدا گئے ہے انہوں نے ”سود“ روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ”ان ذات پاک کی قسم جس نے سواری میں چھوڑا، قابل پر مشتمل نہیں کہ کتاب اللہ کی کوئی شے لیکن مابلی نہیں ہوئی جس کی نسبت میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ اس کے بارے میں ہوا کہ ان کا نزول ہوئی ہے۔“ ابوب کا قول ہے کہ کسی شخص نے عمرؓ سے ایک آیت قرآن کی بابت سوال کیا تو عمرؓ نے کہا: ”یہ آیت اس پر آئے کہ اس میں مابلی ہوئی تھی اور عمرؓ کوہ سلی کی جانب اشارہ کیا۔ ابونعیم نے اس حدیث کی تفسیر اپنی کتاب میں کی ہے اور ان جہاں ”انہوں نے“ کی مدینہ کا اشارہ کیا اور ہوا ہے اور میں ان تمام باتوں کو بیان کر رہا ہوں کہ جو اس کے متعلق مجھے معلوم ہوئی ہیں۔ پھر اس کے بعد مختلف روایتوں کی بھی تفصیل دی ہے۔ ابن سعد اپنی کتاب طبقات میں لکھتے ہیں: ”مجھے باہدنی نے فرمایا کہ ان سے تھوڑے عرصہ پہلے کے واسطے اپنی حدیث لکھ لی ہے۔“ اہدنی کی کہ اہل مدینہ نے ان میں ”کوئیوں کہتے تھے۔“ انہوں نے کہا: ”انہوں نے“ فرمایا میں نے اپنی کتاب ”انہوں نے“ اس حصہ قرآن کی بابت سوال کیا میں کا نزول مدینہ میں ہوا تھا تو انہوں نے یہ جواب دیا: ”مدینہ میں صرف طائیفہ سورنہ نازل ہوئی ہیں اور اپنی تمام قرآن مکہ میں آئی۔“

کئی اور دینی آیات کی تفسیر سے بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ

ابو جعفر اس اپنی کتاب ”تفسیر“ میں فرماتے ہیں: ”مجھے سے حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ اس سے ابوامام میں محمد بن جعفر نے بوسطہ ابوجہد و عمر بن العقیل اور ابوجہد نے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ کہ فرماتے تھے: ”میں نے ابوامام بن عباسؓ کو یہ کہنے سنا کہ

سورۃ محمد : ”سُئِلَ عَنْ اَنَّ السَّحَابَ اِيَّكَ فَرَسَ قَوْلِ بَيْنَ كَيْفَ هُوَ كَاشِفٌ عَنْكَ“

سورۃ فجر : ”قَوْلُ شَوْكِي هُوَ رَسَدٌ“

سورۃ الزمر : ”جَمْعُ رَدِّ رَأْيٍ فِي سَبْعِينَ مِائَةً وَارْبَعِينَ مِائَةً“ اور یہ بات ٹھیک بھی ہے کیونکہ اس کی دلیل ترمذی و حاکم کی روایت ہے جو انہیں نے جاری ہے۔ بیان میں ہے : ”جاری ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے زور و شور اور غصے کی شکایت فرمائی تو اس کی شکایت سے ہر کسی کو کھڑے کر دیا گیا اور کہا : ”اے تم لوگ! ہاں! مانتے رہے“ یہ ٹھیک قوم تھی جو اب سے بیسے میں تھے۔ یہ بھی کیونکہ میں نے ان کے سامنے کہ مرتبہ (نبی) لکھا : ”لَا تَزَالُ تَزِيدُ الْخَلْقَ“ اور ”مَعْرِفَةُ اَيْدِي سَبِّ كَيْفَ فَرَسَ قَوْلِ بَيْنَ كَيْفَ هُوَ كَاشِفٌ عَنْكَ“ انہیں پڑھی مگر یہ کہ انہوں نے اس بات کے جواب میں کہا :

”وَلَا يَنْبَغِي مِنْ نَعْمَتِكَ وَرَحْمَتِكَ تَكْذِيبُ ذَلِكَ الْفَعْلُ“

”اے اللہ! یہ ہر وہ جگہ تم میری کسی نعمت کو کبھی جھٹلاتے اور جرحہ اور کرتے ہیں“

حاکم کہتا ہے : ”یہ حدیث صحیح ہے شیخین کی شرط“ اور یہ ظاہر ہے کہ وہ جن کا قصد کہیں واقعہ اور اس سے بھی بڑھ کر مراد نہ ہو اس روایت سے کہ کبھی کبھی ہے جسے احمد نے اپنے مسند میں ہیسنہ کے ساتھ اسناد بہت طویل کرتے ہیں کیا ہے۔ انا نے کہا : ”تمہیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کہ آپ اسلام نبوت کے حکم سے سرزدائیں ہوئے تھے نہ کہ (یہی) کسی طرف تازہ ہونے کی حالت میں۔ پس انہی کو لکھا : ”تسبحوا سبحانک“ کی حالت کرتے نہ تھے اور دیکھا تھا کہ شرکین بھی اس کو سنتے تھے“۔ اس حدیث سے یہ دلیل نکلتی ہے کہ سورۃ الزمر میں کافروں اور سورۃ فجر سے بھی پہلے : ”واہ“

سورۃ الحديد : ”ان الفرس کتبہ“ : ”جمہور تو اس سورۃ کو یہ قاتے ہیں کہ ایک شکایت اس کے کبر ہونے کی مدنی ہے۔ لیکن اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا کہ اس سورۃ میں قرآن کو مدنی ہے تاہم اس کا آغاز کی : ”فَسَبِّحْهُ بِحَمْدِ رَبِّكَ اَمَّا تَزَكِي“ : ”سے بہت تہنیت ہے“۔ میرے نزدیک ان الفرس ہے جو خیال ظاہر کیا ہے یہ واقعی درست اور ٹھیک ہے کیونکہ ہر اور دگر محمد بن عبد اللہ کے مسند میں مریدان خطاب سے مروی ہے کہ ”وہ اسلام سے پہلے اپنی بہن کے گھر گئے تو یہاں ان کی نظر ایک شخص سے پڑی جس میں سورۃ الحديد کا آغاز لکھا تھا اور انہوں نے اس کو پڑھ کر یہی فہم کرنے اسلام لانے کا سبب ہو گیا“۔ اس کے علاوہ حاکم اور دیگر لوگوں نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ”ما“ ”حمر کے اعلام لانے اور اس آیت : ”وَلَا تُكْفِرُوا بِالْآيَاتِ الَّتِي كُنْتُمْ تُنْفِلُ مِنْهَا“ کے نزول میں صرف چار سہ کا۔ اس کے پڑنے اور یہ آیت نہ دیکھ کر پاک نے شرکین کے گھر فرار کرنے کے لئے ہڈل فرمائی تھی۔

سورۃ القصص : ”قَوْلُ عَمَّارٍ هُوَ كَيْفَ هُوَ سَوْدٌ دَمِي“ : ”ان الفرس نے اس قول کو جمہور کی جانب منسوب کیا ہے اور اسے سرزد قات ہے۔ ان الفرس سے قول کی دلیل اس قول سے بھی باہم نکلتی ہے جسے حاکم و ترمذی نے عبد اللہ بن سلام سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن سلام نے کہا : ”میرے دو گنا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم باہم کر بیٹھے اور ان میں باہم کرنے لگے۔ ان کے کام میں آمدی نہ رہا ہے لگا کر ان میں یہ معلوم ہو سکتا کہ خدا کو ان کا نام باوجود پستہ تو ہم ہی کیا کرتے۔ ہماری گتھو کے بعد خداوند پاک نے یہ سورۃ نازل فرمائی :

”سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اَمَّا تَزَكِي“ : ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اَللّٰهُمَّ اَلَمْ تَقُولُوْا اَلَا تَعْلَمُوْنَ“

یہاں تک کہ یہ پوری حدیث ایک ہی مرتبہ میں ختم کر دی۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا : ”مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ سورۃ فتح تک پڑھ کے نہ دیا۔“

سورۃ الحج : ”یہ قول یہ ہے کہ یہ سورۃ وہی ہے۔ بخاری نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا : ”ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی دن شام پڑا اور سورۃ الحج نازل ہوئی اور یہ آیت : ”وَأَخْرَجْنَا مِنْ مَقْعَدِهَا غُلَامًا مُّغْتَضِبًا“ اس میں نے

سورۃ النور: ”اس میں آیت کریمہ: ”وَمَنْ يُؤْتَ مَالًا فَلْيَتَّقِ اللَّهَ مِمَّا كَسَبَ“ کا استثناء کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں ردّیوں نے اسے ایک حدیث میں نازل ہونے کا اور دوسرا مکان پر مبنی ہونے کی بات۔

سورۃ الباقیہ: ”اس میں سے ”عَلَىٰ الْبَقِيَّةِ“ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ کتب رجال القراء میں قدامت اس کی روایت آئی ہے۔
سورۃ الاحقاف: ”اس میں سے ”فَلْيُزِيلُوا كُفْرًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ“ کو بوجہ اس روایت کے مستثنیٰ کیا گیا ہے جسے طبرانی نے معتمد کے ساتھ عوف بن الگ الاصحی سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت مدینہ میں عبد اللہ بن مسعود کے مشرف اسلام ہونے کے وقت میں نازل ہوئی تھی اور اس کی روایت کے دو طریقے بھی ہیں مگر ان میں سے ”وَمَنْ يُؤْتَ مَالًا“ سے روایت کرتا ہے کہ اس آیت کا نزول مکہ میں ہوا ہے اور عبد اللہ بن مسعود مدینہ میں مسلمان ہوئے تھے اور آیت کا نزول ایک ایسے محفل میں ہوا تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی طرف سے پراگٹھے تھے مگر ان پر دوزخ کا پے آنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی الاصحی سے روایت کی گئی ہے کہ اس آیت کو عبد اللہ بن مسعود سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ کبیرہ ہے اور بعض روایوں نے ”بِذُنِّهِ الْإِسْلَامُ“ کو چار آیتوں تک اور قول علی ”فَاضْرِبْ كَفْرًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ“ انعم بن مرثد سے ”کو اس سورۃ میں مستثنیٰ قرار دیا ہے اور اس کا ذکر رجال القراء میں آیا ہے۔ میں سمجھوں کہ اس میں سے آیت ”وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ“ سے انعم سے ”وَمَنْ يُؤْتَ مَالًا“ کو اس مستثنیٰ قرار دیا جائے کیونکہ حاکم بخیرہ نے اس کے بعد یوں کے بارے میں نازل ہونے کی روایت کی ہے۔

سورۃ النجم: ”اس میں سے ”وَالَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَ“ شکر ”مستثنیٰ کیا گیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ”فَلْيُزِيلُوا كُفْرًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ“ سے نوآئین کے خارج تک مستثنیٰ ہیں۔

سورۃ القمر: ”اس میں سے ”وَالَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَ“ کا استثناء کیا گیا ہے کہ یہ قول مذکور یا کیا ہے جس کی وجہ قریب عوفی مغیر میں بیان ہوئی اور ایک قول کے قدامت و قیاس ”وَالَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَ“ سے وہاں کے قدامت تک اس میں سے مستثنیٰ ہیں۔
سورۃ الرحمن: ”اس میں سے ”بِطَلْفِ نَازِحٍ مِّنْ سَحَابٍ“ مستثنیٰ کی گئی ہے اور اس کا بیان میں انفرادی میں آیا ہے۔

سورۃ الواقعة: ”اس میں سے ”فَلْيُزِيلُوا كُفْرًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ“ اور قول باری تعالیٰ ”فَلْيُزِيلُوا كُفْرًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ“ سے یہ کہ یہاں سے حدیث کے جو کہ سبب نزول میں مروی ہے، مستثنیٰ کیا گیا ہے۔
سورۃ الحديد: ”اس قول کے اعتبار سے کہ یہ سورۃ کبیرہ اس کا آخری دوسرا مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔

سورۃ الاحزاب: ”مناہجوں میں ”مَنْ يُؤْتَ مَالًا“ تحت آیتیں اس میں سے مستثنیٰ کی جاتی ہیں اور اس بات کا میں آخر میں ذکر لوگوں نے بھی بیان کیا ہے۔
سورۃ الانشراح: ”اس اعتبار پر کہ یہ سورۃ کبیرہ ہے جس کی روایت کے میں کی ترجیح قرطبی اور حاکم نے اس کے سبب نزول میں کی ہے اس کا آخری دوسرا مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔

سورۃ الفتح: ”پہلے قدامت سے یہ حدیث درج کر دی گئی ہے کہ اس سورۃ میں ”وَمَنْ يُؤْتَ مَالًا“ کے آثار تک مدنی آیتیں ہیں اور ابی سورۃ کبیرہ ہے۔
سورۃ التبارک (الملك): ”میرے نے اپنی مغیر میں ”وَمَنْ يُؤْتَ مَالًا“ کے اس میں سے روایت کی ہے کہ سورۃ ”سَبَّحْتَ اسْمُكَ“ کے بارے میں نازل کی گئی ہے مگر اس کی تین آیتیں ہی ہونے سے مستثنیٰ ہیں۔

سورۃ الف: ”مجلد اس کے ”وَالَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَ“ تک اور فاضل سے ”فَلْيُزِيلُوا كُفْرًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ“ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے کیونکہ یہ حدیثی ہے اور اس بات کو مدعی نے رجال القراء میں بیان کیا ہے۔

سورۃ الفرق: ”اس میں سے ”بِطَلْفِ نَازِحٍ مِّنْ سَحَابٍ“ اور آیتیں تک حسب بیان مسند ابی اور قول باری تعالیٰ ”فَلْيُزِيلُوا كُفْرًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ“ سے آخر سورۃ تک بقول ابن مغیر مستثنیٰ کیا گیا ہے مگر ابن مغیر کے قول کی تردید حاکم کی اس روایت سے ہو جاتی ہے جس کی مدنی ابی فاضل نے منہا

اور پہلی کے کتب خانہ میں یوں ہی بکیر کے طریق پر جملہ بشارتیں عربی کے باپ عرب سے روایت کی ہے کہ اس نے یہ "قرآن کے جس منزل جس قوموں اور قرآن (انہوں) کا ذکر ہے وہ بلاشبہ کہ میں نازل ہوا ہے اور جس حد قرآن میں فراموشی اور سنتوں کا جان ہے وہ یقیناً وہ میں آتا ہے" اور عربی کہتا ہے کہ

مکی اور مدنی کی شناخت کے لئے دو طریقے ہیں۔ اول سماعی اور دوم قیسی

اسی طریقہ قیسی ہے کہ کسی مہینہ کا ان دونوں مقامات میں سے کسی جگہ نازل ہونے کا ہم تک پہنچا ہو۔ اور قیسی طریقہ یہ ہے کہ جس سورت میں حرف "یا" آئے ہو اس کے بعد پانچ سو بار اس کے بعد اس کی حرف "یا" سے یا سورۃ کے بعد وہ اس میں آتا ہو اس کا تعدد یا یہ تو سورۃ کی ہوگی اور ہر ایک کی سورۃ جس میں گزشتہ الفاظ اور قوموں کے قصے مذکور ہوں وہ بھی کہ ہوگی اور جس سورۃ میں کسی حرف یا (یا) کا ذکر ہوگا وہ مدنی قرار پائے گی۔ علامہ مکی کہتے ہیں کہ جس سورۃ میں "یا" نہیں آتا کہ اس کا یہ وہ سبب ہے کہ اس میں مکی اور مدنی کے اس قول میں اختلاف نہ ہو کہ "یا" اشتقاق سے سورۃ منکوحۃ تہذیب کی کتاب کامل میں آیا ہے کہ جس سورۃ میں یہ ہوگا وہ ضرور مدنی ہوگی اور اس سے پتہ چلتے ہیں :

وَمَا تَزَلْ تَنَزَّلُ إِلَّا بِمَنْزِلٍ مِّنْ قَوْلِ اللَّهِ وَإِنَّ لَكَ لَأَعْيُنًا

عَرَبِيَّةً تَرَىٰ مَا يَكْتُبُ فِي السَّمَوَاتِ وَمَا يَكْتُبُ فِي الْأَرْضِ وَمَا تَشَاءُ وَمَا يُشِئُ الْمَلَأُ

اور اس کی حکمت یہ ہے کہ قرآن کا جملہ حصہ مکی اور مدنی کے اکثر فرقہ سرکش اور مشرک تھے اس کے اس حصہ قرآن میں یہ ایک نیا اضافہ تھا کہ انہوں نے اور احکام کرنے کے لئے بھی دیکھا۔ مگر اب یہ مختلف پہلے نصف حصہ کے کہ اس میں یہ کلمہ پانچ سو بار آتا ہے جس کا شمار اس میں بہت زیادہ ہے۔

فانکہ : طبرانی ایسی مسودہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا : "مفصل" کا نزول مدنی میں ہو اور مکی میں اس کی قراءت کرتے رہے۔ اس حصہ میں اس کے سوا قرآن کا کوئی حصہ مدنی میں نہیں ہوا تھا۔

تسمیہ : ہم نے ان مہینہ کی بیان کی ہوئی جن دو حصوں کو درج کیا ہے ان سے کہی، مدنی مختلف ہے۔ قرآن میں اور اس بات کا علم بخوبی ہو گیا ہوگا کہ کئی سورتوں میں مدنی آیتیں کون کونسی ہیں اور مدنی سورتوں میں کونسی آیتیں شریک ہیں۔ اب اس نوع کے متعلق جو بات باقی رہتی ہیں ان کا اس ان کی مثالوں کے ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

مکی آیتیں جن کا حکم مدنی ہے

جو آیتیں مکی میں نازل ہوئیں مگر ان کا حکم مدنی ہے ان کی مثال یہ ہے : "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي دَارِكُمْ" اس کا نزول حج کے لئے ان لوگوں کو تھا کہ یہ مدنی آیت ہے کیونکہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی وہ آیت کہ وہ "فَلَمَّا أَتَوْا مَكَانَهُمْ وَابْتَاعُوا بَعْدَ ذَلِكَ سَلَامًا" اس کی بھی جگہ سالہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آیت کہ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي دَارِكُمْ" اس کا حکم مدنی ہے۔

۱۔ اکل مراد اور سورۃ بقرہ کی مسلم میں "وَمِنْ أَوْسَعِ" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ مترجم
۲۔ مفصل۔ قرآن کی قومی حوالہ لکھتے ہیں جس کی تسمیہ شریک ہونا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ مترجم

دوسری نوع (۲) حضری اور سفری کی شناخت

حضری اور سفری تعریف

”حضری“ کہلاتی ہیں جو ایسا مسافر کہ یا ایسی حالت میں نازل ہوئیں اور ان کی حاضری بکثرت اور خارج فرما دیں۔ لیکن سفری یعنی وہ آیات اور سورہیں جن کا نازل ہونا نہ ہو سکے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی سفر پر ہونے کی حالت میں ہوا ہے جسے ان کی مشائخ کا شمار کرنا ضروری معلوم ہوا اور وہ حسب ذیل ہیں

سفری آیات کی کچھ مثالیں

”وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِنْ مَقَامٍ اَوْفَرِّہِمْ مَسْئَلُ“ یہ آیات کہ میں چاہے اللہ کے سال کا مال، وہی انسانی رقم ہوا میں مردود۔ جائزت و ریت کرتے ہیں کہ جاہلے کیا۔ ”تس وقت کی بھیجئے غلہ لکھا طواف کیا تو عمر سے آپ سے عرض کیا، کیا ہے بعد ازیں اللہ تعالیٰ کا مقام ہے؟“ اور سنا کہ ”اللہ کے فرمایا۔“ ”ہی“ عمر جیسے دریافت کیا ”تو خبر کیا؟“ ”میں نہ جانتی۔“ ”تس آیات کی نازل ہوئی۔“ اور ان مردود ہی سے عمر نے یہ یمن کے طریق پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کس وقت وہ تمام پر تمام سے نازل ہوئے؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے ”بازوئی“ اقرار ہم اپنے خدا کے رسول کی جگہ پر نہ کھڑے ہوں؟“ ”ہاں پاک ہے۔“ ”فرمایا“ ”جیسے ہوا ہے۔“ ”مرحمت کے کیا۔“ ”تو یہ ہم اس واسطی سے نہ کیجئے۔“ ”اُس کی وقت۔“ ”سید اللہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اُن اہل اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت تین اقوام میں آئی کہ ایک وقت میں نازل ہوئی ہے۔“ ”خبر القضا، خیر و صالح و خیر الدواعی کے موقع پر۔“

جس فیروزانہ اعلیٰ و اعلیٰ میں مٹھو، اُن جہیز نے نہری سے رویت کی ہے کہ اس وقت کا نازل ہوا تھا جیسے میں دعا تھا اور اللہ کی سے مردود ہے کہ یہ آیت محمد ﷺ کے زمانہ میں نازل ہوئی۔

وہو الخیر و لہذا قالہ: انسانی رقم نے صفوان بن امیہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امیہ بن عبدالمطلب پر آیا جس نے تمام رقم پر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے لیا تھا، ایک جہیز چاہے تھا، اُس نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا ”آپ میرے عمر سے کہہ دیجئے کہ میں نے کیا عمر دینے ہیں؟“ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ عمر کی نسبت مولیٰ کرنے والا کہیں ہے؟“ ”وہ اپنے بیٹے ابولہر کہہ سے درجہ حاصل کرنا۔“ آخر حدیث تک۔

وہو الخیر و لہذا قالہ: انسانی رقم نے صفوان بن امیہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امیہ بن عبدالمطلب پر آیا جس نے تمام رقم پر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے لیا تھا، ایک جہیز چاہے تھا، اُس نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا ”آپ میرے عمر سے کہہ دیجئے کہ میں نے کیا عمر دینے ہیں؟“ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ عمر کی نسبت مولیٰ کرنے والا کہیں ہے؟“ ”وہ اپنے بیٹے ابولہر کہہ سے درجہ حاصل کرنا۔“ آخر حدیث تک۔

انہی مرسوئل: ”کہا جاتا ہے کہ“ آیت کا نازل ہونا مکہ مکرمہ میں ہوا اور میں اس کی کسی زبان پر مطلع نہیں ہوا۔“
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مَا رَحِمَہُ وَہو: ”تکلفی کے سبب اللہ ان میں جو روایت کی ہے اس کے خلاف سے اس آیت کا نزول چھ لوگوں کے اہل حق پر ہو گیا۔“

انہی مرسوئل: ”کہا جاتا ہے کہ“ آیت کا نازل ہونا مکہ مکرمہ میں ہوا اور میں اس کی کسی زبان پر مطلع نہیں ہوا۔“

آیت تحیم بھی سفری ہے

ابو ذرؓ : جو سورۃ النساء میں ہے اس کی نسبت ابن مرویہ نے اس کی شریک سے روایت کی ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی سفر میں نازل ہوئی تھی۔

سفری آیات کی مکمل تفصیل

ابن اللہ یأمرکم فی تولد الا مانات بنی اعلیٰھا : فتح کہ کہ ان حالت میں جب کہ اندر نازل ہوئی تھی اور اس کی روایت سفید نے اپنی تفسیر میں ابن جریر سے کی ہے۔ نیز ابن مرویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی روایت کیا ہے۔

واذا کنت فیہم فاما کنت لہم المصلوۃ : تمام مسلمانوں میں حضور اور مصر کے مائین نازل ہوئی جیسا کہ احمد نے اپنی میاشن لڑائی سے روایت کیا ہے۔

لن یستخلفن فی اللہ علیکم من فی الجنۃ : ابن جریر نے حدیث سے روایت کی ہے کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ ﷺ کے ایک سفر میں نازل ہوئی تھی۔

سورۃ اول نزل کا آغاز : کتب نے کتاب شعب الایمان میں اس روایت پر یہ حدیث سے روایت کی ہے کہ یہ آیت مکی میں نازل ہوئی اور کتاب الفرائض میں ام مرویہ اور اس کے بچا سے روایت کی گئی ہے کہ اس آیت کا نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سفر میں ہوا تھا اور ام سعید نے محمد بن کعب سے روایت کی ہے کہ سورۃ مائدہ کا نزول جود اور اس کے موقع پر کہ ہر مرد کے بائیں ہونڈ

تسویۃ اکتسنت لکم دنیاکم : صحیح حدیث میں عمرو سے مروی ہے کہ یہ آیت جود اور اس کے سال میں محمد کے دن عرفہ کی شب کو نازل ہوئی تھی اس کی روایت کے طریقے کی کثرت ہیں مگر ابن مرویہ نے اپنی حدیث خود کی ہے روایت کی ہے اور اس آیت کا نزول خبر پر تم کو نہ ہوا تھا اور اسی عرفہ پر حدیث ابو ہریرہ سے روایت کی گئی مروی ہے اس حدیث میں آیا ہے کہ اس آیت کی آیت کا نزول جود اور اس کے سال میں محمد کے دن عرفہ کی شب کو نازل ہوئی تھی جود اور اس سے روایت کی گئی ہے کہ اس آیت کا نزول جود اور اس کے سال میں محمد کے دن عرفہ کی شب کو نازل ہوئی تھی۔

آیت تحیم : اس کے بارے میں صحیح روایت عائشہ رضی اللہ عنہا اسلمو منین سے پائی ہے کہ اس کا نزول بداء میں ہوا تھا جب کہ وہ سوسہ میں تڑپے تھا اور ایک لڑکے میں "بلیغہ" تو "بغادہ" و "خیر" آیا ہے۔ ابن جریر نے تفسیر میں کہا ہے کہ روایت کے الفاظ بیان کیا جاتے ہیں کہ اس آیت کا نزول غزوہ بنی مصلط میں ہوا تھا اور کتاب الاحکام میں بھی اس بات کا قیاس کیا گیا ہے ابن جریر نے اس حدیث میں کہا ہے کہ اس بات میں کہ ابن عبد البر سے روایت کیا ہے۔ غزوہ بنی مصلط اور غزوہ بدر صحیح ایک ہی چیز ہیں مگر بعض محققین کو تو اس نے اس بات کو بعد از ہم تصور کیا ہے کہ اس کے نزدیک شہر کہ کافیک امیر قادیان اور ساحل کے مائین واقع ہے اور یہ قصداً جدید و غیر کی سمت کا ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "بلیغہ" اور "بغادہ" و "خیر" کہا کہ اس سے اسی سمت سے منسوب کر دینے اور یہ دونوں مقامات مدینہ اور خیبر کے مائین واقع ہیں جیسا کہ کوئی نے اس بات کا یقین دلا ہے۔ لیکن ابن جریر نے اس بات کا قیاس دیا ہے کہ البید اور اور و الخیر دونوں ایک ہی شے ہے اور انھیں لکھ کر بھی کا قول ہے کہ بداء اور بنی مصلط لڑکے کا نام ہے جو بنی مصلط کے مدد روا کہ کے ساتھی سے آئے ہوئے پر تھے اور ان کے پیش سے مدینہ سے بداء میں کے فاصلہ پر واقع ہے۔

لن یستخلفن فی اللہ علیکم من فی الجنۃ : ابن جریر نے قاضی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا "یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی تھی جب کہ آپ ﷺ ساتویں جنگ کے موقع پر مکی میں تشریف رکھتے تھے اور اس وقت وہ طویل

آلہ سورۃ الغفران : ترمذی نے اپنی مسند سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ”میں اپنی عمر کو دو تھاموں اور تمہارا حق دینا وہاں کو ملے گا۔“
 قرآنی احباب : اپنی اور مسلمانوں کو یہ بات بہت پسند آئی۔ اس وقت ”انکس علیہ منورہ“ کا قول تھا کہ ”سفر اللہ“ ملازم دوسرے کی جانتے
 غلبے (یعنی بالحق) ہے۔

و انزل من ازل من فلک من رطلہ الا یہ ابن حبیب کہتا ہے کہ اس کا نزول شب امراء (مصرع) میں : تمام بیت المقدس میں ہوا۔
 و کان من رطلہ من رطلہ من رطلہ : صحابی نے کہا ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ اس وقت میں صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کر کے بہت
 کی طرف تشریف لے چکے تھے آپ (ﷺ) نے کھڑے ہو کر کئی طرف نظر فرمائی اور اٹھ کھڑے ہوئے اس وقت پاریت نزل ہوئی۔

سورۃ الفاتحہ : حاتم غیر نے سورۃ فجر سورۃ میں من حکم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ”سورۃ الفاتحہ کا نزول انکار و بدعت کے مابین اول سے
 آخر تک حد پید کی شان میں ہوا اور متعدد کہ جس میں جو یہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ اس سورۃ کا نزول مقام رابع الثیم میں ہوا تھا
 یٰ ذی النورین اللہ ! خدا کا نام نہ دیکھ و نہ کہ ”یا محمد“ ان بنی ماریہ سے روئے ہے کہ اس آیت کا نزول میں میں فتح مکہ کے دن ہوا اور اس
 کو شان نزول ہے کہ اس وقت بدلتی نے خانہ کعبہ کی پشت پر چڑھا کر ان کو جو بعض لوگوں نے اس پر اتر کر کھڑے ہوئے کہا ”کیا یہ سیار
 قائم ہوا یا نہ ہو؟“ نہ کعبہ پر چڑھ کر ان کو دیکھا گیا۔“

تیسرے نسخہ : کہا گیا ہے کہ اس کا نزول عمر کے دروازہ ہوا۔ یہ وہاں انگریزوں نے بیان کیا ہے کہ یہاں پر عمر : نے جس کی تعمیل
 لوں اور رہا کر کے گئی : پھر اس کے ساتھ ان کے اہل بیت کی بھی ایک روایت اس کی تائید میں بھی ہے۔

نسخہ : ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس کا نزول اپنی وحی : ”قلۃ من الابرار“ اور ”فہذا صلی اللہ علیہ وسلم“ اور ”یٰ ذی النورین اللہ“ کے ساتھ ہوا اور اس کا نزول رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی جانب سفر کرنے کی حالت میں ہوا تھا مگر کچھ لوگوں نے اس کا نزول کوئی دیکھ نہیں سکی ہے۔

نسخہ : ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس کا نزول اپنی وحی : ”قلۃ من الابرار“ اور ”فہذا صلی اللہ علیہ وسلم“ اور ”یٰ ذی النورین اللہ“ کے ساتھ ہوا اور اس کا نزول رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی جانب سفر کرنے کی حالت میں ہوا تھا مگر کچھ لوگوں نے اس کا نزول کوئی دیکھ نہیں سکی ہے۔
 و انزل من ازل من فلک من رطلہ : حاتم غیر نے سورۃ فجر سورۃ میں من حکم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ”سورۃ الفاتحہ کا نزول انکار و بدعت کے مابین اول سے
 آخر تک حد پید کی شان میں ہوا اور متعدد کہ جس میں جو یہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ اس سورۃ کا نزول مقام رابع الثیم میں ہوا تھا
 یٰ ذی النورین اللہ ! خدا کا نام نہ دیکھ و نہ کہ ”یا محمد“ ان بنی ماریہ سے روئے ہے کہ اس آیت کا نزول میں میں میں فتح مکہ کے دن ہوا اور اس
 کو شان نزول ہے کہ اس وقت بدلتی نے خانہ کعبہ کی پشت پر چڑھا کر ان کو جو بعض لوگوں نے اس پر اتر کر کھڑے ہوئے کہا ”کیا یہ سیار
 قائم ہوا یا نہ ہو؟“ نہ کعبہ پر چڑھ کر ان کو دیکھا گیا۔“

آپ (ﷺ) نے فرمایا : ”یٰ ذی النورین اللہ ! خدا کا نام نہ دیکھ و نہ کہ ”یا محمد“ ان بنی ماریہ سے روئے ہے کہ اس آیت کا نزول میں میں میں فتح مکہ کے دن ہوا اور اس
 کو شان نزول ہے کہ اس وقت بدلتی نے خانہ کعبہ کی پشت پر چڑھا کر ان کو جو بعض لوگوں نے اس پر اتر کر کھڑے ہوئے کہا ”کیا یہ سیار
 قائم ہوا یا نہ ہو؟“ نہ کعبہ پر چڑھ کر ان کو دیکھا گیا۔“

سورۃ الفاتحہ : حاتم غیر نے سورۃ فجر سورۃ میں من حکم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ”سورۃ الفاتحہ کا نزول انکار و بدعت کے مابین اول سے
 آخر تک حد پید کی شان میں ہوا اور متعدد کہ جس میں جو یہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ اس سورۃ کا نزول مقام رابع الثیم میں ہوا تھا
 یٰ ذی النورین اللہ ! خدا کا نام نہ دیکھ و نہ کہ ”یا محمد“ ان بنی ماریہ سے روئے ہے کہ اس آیت کا نزول میں میں میں فتح مکہ کے دن ہوا اور اس
 کو شان نزول ہے کہ اس وقت بدلتی نے خانہ کعبہ کی پشت پر چڑھا کر ان کو جو بعض لوگوں نے اس پر اتر کر کھڑے ہوئے کہا ”کیا یہ سیار
 قائم ہوا یا نہ ہو؟“ نہ کعبہ پر چڑھ کر ان کو دیکھا گیا۔“

سورۃ الفاتحہ : حاتم غیر نے سورۃ فجر سورۃ میں من حکم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ”سورۃ الفاتحہ کا نزول انکار و بدعت کے مابین اول سے
 آخر تک حد پید کی شان میں ہوا اور متعدد کہ جس میں جو یہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ اس سورۃ کا نزول مقام رابع الثیم میں ہوا تھا
 یٰ ذی النورین اللہ ! خدا کا نام نہ دیکھ و نہ کہ ”یا محمد“ ان بنی ماریہ سے روئے ہے کہ اس آیت کا نزول میں میں میں فتح مکہ کے دن ہوا اور اس
 کو شان نزول ہے کہ اس وقت بدلتی نے خانہ کعبہ کی پشت پر چڑھا کر ان کو جو بعض لوگوں نے اس پر اتر کر کھڑے ہوئے کہا ”کیا یہ سیار
 قائم ہوا یا نہ ہو؟“ نہ کعبہ پر چڑھ کر ان کو دیکھا گیا۔“

سورۃ المطففین : یا اے کچھ مصرعہ حسب بیان نعلی و نمبر و کے سفر ہجرت کے اثناء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دانش ور بنے ہوئے سے جس نازل ہوئی۔

آغاز سورۃ اقرأ : حسب روایت صحیحین غار خراء کے اندر نازل ہوا تھا۔

سورۃ الککوثر : ابن جریر نے معین بن جبریل سے روایت کی ہے کہ اس کا نازل معرکہ بدر میں ہوا کہ حدیبیہ کے دن ہوا تھا مگر اس قول میں کچھ شکام ہے۔ سورۃ النصر : بزار اور ترمذی نے کتاب العزائم میں ماہن عمرؓ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا ”یہ سورت بنا خدا، نفسا، ایم و فتنج“۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لام حریق کے وہ طعنات تری اور آپ ﷺ کچھ شے کہ یہ پیام برضعت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی ”قصواء“ کے پیچھے جانے کا حکم دیا پھر وہ کس کر تیار کر دی گئی تو آپ ﷺ نے اونٹنوں کو ان کے سامنے خلیہ پڑھا۔ پھر بن عباسؓ نے رسول پاک ﷺ کا وہ مشہور خط بیان کیا جسے آپ ﷺ نے جب ابودار غصہ پڑھا تھا۔

تیسری نوع (۳) نہاری اور لیلیٰ کی شہخت میں

نہاری اور لیلیٰ آیات کی تعریف

نہاری یعنی قرآن کا وہ حصہ جس کا نزول دن کے وقت ہوا۔ اس کی نگاہ پر اس کثرت سے ہیں کہ سب بیان بھی نہیں کی جاسکتیں۔

قرآن کا اکثر حصہ دن میں نازل ہوا

اس میں سب کہتے ہیں کہ "قرآن کا اکثر حصہ دن کے وقت نازل ہوا ہے۔" مگر لیلیٰ یعنی رات کے وقت نازل ہونے والے حصوں کی جس قدر مثالیں جمع کر کے سے بھی ہیں ان کو یہ نوع میں جان لیا جاتا ہے۔

تو حلی قبلہ کی آیت کی بابت صحیحین میں اس کی روایت ہے کہ یہ آیت ہے کہ جس حالت میں لوگ مسجد قبا میں نماز پڑھ رہے تھے اس وقت یکایک ان کے گھسٹنے سے نہ گرا کر اس بات کی اطلاع دی کہ رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر قرآن پڑھ رہے ہیں اور ان کو قہر (کسی کی جانب رخ کرنے کا حکم) ہے۔ دوسرے نے اس سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ سو بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ پھر آپ کریم "عذری غیب و غیبت" ہاں ہوئی۔ اس کے بعد جب کہ بلو قہر نماز پڑھ کر کے نماز کی حالت میں تھے اور ایک رکعت پڑھ چکے تھے اتفاقاً قاضی سلیمان کوئی شخص ان کی طرف نکل گیا اور اس نے انہیں راجہ قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کو کہہ کر باز نہ کیا کہ "قبلہ کا رخ بدل دیا ہے۔"

یہ سن کر سب لوگ نماز کی حالت میں قبا کی طرف پھر نکلے لیکن صحیحین میں حضرت برہہ بن مازب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی جانب صرف سولہ یا ستر سو برس تک نماز پڑھی اور ان کا دل بھی چاہتا تھا کہ ان کا قہر بیت المقدس کی طرف ہوگا۔ کہا گیا ہے کہ حلی قبلہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے نماز ادا کی اور پھر نماز ادا کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت المقدس کی طرف نکلے۔ اتفاقاً انہی لوگوں میں سے ایک شخص مسجد قبا کی طرف اس وقت جا رہا تھا کہ وہ اس کے لوگ نماز پڑھتے ہوئے مقصد کو گھٹا کر دیکھ کر اس شخص نے کہا "میں خدا کو گواہ کر کے جانتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد قبا کی جانب نہ کر کے نماز ادا کی ہے۔" جس سے یہ سب لوگ نماز عری کی حالت میں بیت المقدس کی سمت پھر نکلے اور یہ بات چلتی ہے کہ اس آیت کا نزول دن کے وقت ہوا۔ دوسرے کہیں ہوا ہے۔

قاضی ابوالدین کہتے ہیں "استدلال کے متعلق سے تو یہی بات اسی ہے کہ اس آیت کا نزول رات کے وقت ہوا تھا کیونکہ اہل قبا کا معاملہ گناہ کے وقت چھین آیا اور قہر سے نہایت نزدیک ہے اس لیے یہ بات بھی معتبر معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس بات کا یقین کرنا قہر سے آئندہ صبح تک بخوشی ادا ہوا۔" دوسری چیز کا قول ہے کہ اس آیت کا دل میں نازل ہونا یا وہی ہے اور یہ بات کچھ حضرت "ع" کی روایت کی حدیث کا کیا جواب دے گا؟ اس سے کہنے لگا جاتا ہے کہ "تو قہر صبح کے بعد تھا تو حلی قبلہ کی خبر عصری کے وقت ملتی (یعنی نماز کو ادا کرنا) جو وقت شہر کے باہر تھے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) باقاعدہ نماز ادا کرنا آئندہ صبح کے وقت اس بات کی

اور اسی قسم کی آیتوں میں سے ”لَسْ نَفْسٌ مِّنْ اٰلٰہِمْ نَفْسٌ“ بھی ہے کیونکہ انہیں ان کا نزول اُس وقت ہوا تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی دوسری رکعت پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ نے ارادہ کیا تھا کہ اس میں دعائے قنوت پڑھ کر اپنی صفیان اور ان کے ساتھ تمام لئے جانے والوں کے حق میں بددعا فرمائیں۔

تنبیہ: صرف دن کے وقت وحی نازل ہونے کی تردید

اگر یہ کہا جائے کہ جائزہ کی اُس مرفوع حدیث کو تم کیونکر ذکر کئے ہو؟ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح حدیث صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی: ”نبایہ سچا خواب دو ہے جو ان کے وقت آئے کیونکہ خداوند کریم نے مجھے دن اُن کے وقت وحی کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔“ اور اس حدیث کی روایت عالم نے اپنی تاریخ میں کی ہے تو میں اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ یہ حدیث منکر (ناپسندیدہ) ہے اس لئے اسے حجت نہیں ٹھایا جاسکتا۔

پہلے میں آئی ہیں اُن کا نزول بھی ہندوستان کے زمانہ میں ہوا تھا۔ چونکہ حضرت خذیفہؓ کی حدیث میں فرماتے ہیں کہ ”ازاب کی رات کو سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے متفرق ہو گئے تھے مگر بارہواؤں ایسے تھے جو آپ ﷺ کے پاس رہتے تھے۔ اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا ”اُنھوں نے ازاب کے لشکر کی طرف چلے۔ میں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ! اُن ذات پاک کی قسم ہے جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر مبعوث کیا۔ اس وقت میں ہندو شرم چپ کی صورت دیکھ کر اٹھ اٹھیں اور نہ ہرگز سے ٹھہرا رہا ہوں۔“ آخر حدیث تک۔ اور اسی حدیث میں آیا ہے کہ پھر خداوند کریم نے یہ آیت نازل فرمائی

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ لِيُذَكِّرَ اللَّهُ لَكُمْ أَيَّ يَوْمٍ هَٰذَا“

اے مومنو! تم لوگ اس حدیث کی روایت بخلی کے کتاب العاقل میں کی ہے۔

پانچویں نوح (۵) فراشی اور نومی کا بیان

فراشی اور نومی آیات کی تخریف

فراشی سے وہ حدیث قرآن مقصود ہے جس کا نزول اس وقت ہوا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستر برس تھے اور انہی کی پہلی کھڑکی پاس تھے اور نومی سے وہ آیتیں مراد ہیں جن کا نزول عابد خواب میں ہوا اور اسے یاد ہو چکا ہو۔

فراشی آیات کی چند مثالیں

”تم اہل سر سے ہیں مگر پہلے پاؤں ہو چکا ہے“ یہ آیت ”وَلِلّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ مِنْ فِیْضٍ“ ہے۔ اور یہ آیت ”لَا تَنْفَرُوا“ جس کی بات صحیح حدیث میں ملتی ہے کہ اس کا نزول ایسے وقت میں ہوا جب کہ ایک تہائی رات باقی رہ چکی تھی اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بی بی نامہ سلمہ صبیحہ کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ مگر اس وقت پر ایک شعلہ پڑ چکا تھا کہ قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے نکل کر وہ آپ کے بلبلہ عاتقہ صبیحہ کے سر پر گر پڑا۔ آپ نے فرمایا کہ ”مجھ پر بخیر ان کے نزدیک میری بیوی کے پاس ہونے کی حالت میں وہی کا نزول نہیں ہوا“۔ ہم صحیح کر کے دیکھ رہے ہیں اس حدیث سے کہ صبیحہ عاتقہ صبیحہ کے سر پر گر کر آپ کے سر سے نکل کر آپ کے پاس آئی۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ پر قرآن اور سرور اللہ صبیحہ سے پہلے ہی آتی ہے۔ اس حدیث میں کہ ”یہ آیت میری بیوی کے پاس ہونے کی حالت میں آئی ہے“ اس سے بھی بخیر جواب دیا جاسکتا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے کہ صبیحہ عاتقہ صبیحہ کے سر سے نکل کر آپ کے سر پر گر پڑا۔ ”یہ حدیث صحیح ہے کہ صبیحہ عاتقہ صبیحہ کے سر سے نکل کر آپ کے سر پر گر پڑا۔“ اس حدیث میں یہ بات مذکور ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں ہی آتی تھی جب کہ آپ صبح سویرے تھکے ہوئے ہوں تو اولاً آپ کے پاس سے پہلے ہی آتی ہے۔ چنانچہ یہ حدیث صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”یہ آیت میری بیوی کے سر پر گر پڑی تھی۔“

نومی آیات کی مثال اور اس کی توجیہ

نومی کی مثال سورہ النور ہے کہ ”تم سب نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے“ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کے تشریف لے رہے تھے کہ ایک آپ صبح کی چٹک چٹک میں پھر آپ نے ہم سے فرماتے ہوئے سر اٹھایا تو ہم لوگوں نے کہا ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو کسی کس سے ہے؟“ آپ صبح نے فرمایا ”مجھے ابھی بچہ پر سورہ کوثر نازل کی گئی ہے۔“ پھر آپ صبح نے فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنْ اَعْصَيْتَ الْاَمْرَ الْکَوْنُ ۔ نَعْلَمُ الْاَمْرَ الْکَوْنُ ۔ اِنْ اَعْصَيْتَ الْاَمْرَ الْکَوْنُ ۔

قرآن صرف یہ اداری میں آتا

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ اس حدیث کے سمجھنے والوں نے یہ بات بھی کہ سورہ کا نزول اسی غصت کی حالت میں ہوا اور اس کا یہ نہیں کہ ”ایک قسم کی دیکھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عجب خواب میں بھی آتی تھی کیونکہ دنیا کا خواب دیکھنا بھی وہی ہے۔“

کو یہ بات سمجھ ہے مگر یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ تم اتر آؤں گا نزولِ عیسیٰ میں ہوا ہے اور گویا اُس وقت نیند کی چھٹی اُٹنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھل میں سورۃ المکثر کا خیال کا گیا جس کا نزول حاجہ عیداری میں ہو چکا تھا یا اس حالت میں کہ آپ ﷺ کے پیشِ نظر لایا گیا جس کا ذکر اس سورۃ میں ہے اور آپ نے اسے صاحب کو چھ کر سٹایا اور اس کی تفسیر میں سے بیان کر دی اور حضرت رفیق میں یہ بات آئی ہے کہ آپ ﷺ پر اس وقت وحی طاری ہوئی تھی اور ممکن ہے کہ اس بات کو اس حالت پر قبول کیا جائے جو رسول پاک ﷺ پر وحی کے وقت طاری ہو چکی تھی اور جس کو اصطلاح میں ”برحاء الوقی“ کہا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ راسخ نے نہایت خوشین بات کہی ہے اور میں بھی اُسی بات کی تائید کرنا چاہتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ رافضی کی کھلی تاویز، پہلی تاویل سے زیادہ صحیح اور مناسب مراد ہے کیونکہ رسول پاک ﷺ کا یہ فرمانا کہ مجھ پر سورۃ کا نزول اسی وقت ہوا ہے اس بات کو دفع کر رہا ہے کہ اس سورۃ کا نزول قبل میں ہو چکا ہو بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اُسی حالت میں اُس کا نزول ہوا اور وہ بھی اسی وقت غفلتِ نیند کی نہ تھی بلکہ وہ ایسی حالت تھی جو رسول کریم ﷺ پر وحی اُترتے وقت طاری ہو جاتی تھی یہاں تک کہ علماء نے بیان کیا ہے کہ اُس حالت میں آپ ﷺ ایسا نہ تھا نہ جاتے تھے۔

- (۸) قُلْ - تَرْتَبُ - حَمْدُ - وَادْعُ - تَدْعُ - تَقْدُ - وَتَرْ - حَمْدُ -
یوسف - حجر - انعام - روح - القمان - یوسف
- (۹) مَنَعَ عَائِدٍ مِّنْهُ فَصَلَّتْ - مَنَعَ رُحُوفٍ - وَدَعَا - اَلْ - مَازِنَةُ - وَاحْدَةً - اَلْ -
عَافِر - اَصْلُ - رُحُوف - طَائِف - بَازِلَة - اَتَاف
- (۱۰) قُرْءَانُ - وَغَافِلَةُ - اَوْ - كَهْدُ - اَلْ - لَمْ - شُورَى - وَفَحْلَانِ - اَوَالِ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
الزَّامِيَات - نَاشِ - كَيْفَ - غُرُوبِ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
- (۱۱) وَفَصَاحُ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
طَائِفَانِ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
- (۱۲) عَزَى - مَعَ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
فُورِ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
- (۱۳) وَبَطِيَّةٍ - عَشْرُونَ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
عَرَانِ - اَلْ - اَلْ -
- (۱۴) اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
- (۱۵) اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
- (۱۶) اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
- (۱۷) اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
- (۱۸) اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
- (۱۹) اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
- (۲۰) اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -
اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ - اَلْ -

[illegible][illegible]

تسام و اہیات کے درمیان تطبیق دینے سے مسئلہ میں امام ذہبی کی رائے

[illegible]

ابن جریر نے دلائلے اور پھر اس کو یہ کہہ کر رفع بھی کیا ہے ”اس نے تاویلوں کو نہ بہتر ہوگا کہ سہ، خوں کا، بن کو ملہ طہرام میں چکا دیتے اور شرکین کو وہاں سے بھاڑ دینا ماننے کے ساتھ مکمل بنا دیا ہو جس کی وجہ سے مسلمانوں نے بغیر اس کے کہ شرکین ان کے ساتھ حفظ ملف ہوں تھا بن ادا کی۔“ پھر ابن جریر نے دینے اس قول کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے بھی کر دی ہے جس کی ترجمان ابن طلحہ نے طریق پر خود اسی نے کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ”مجھے شرک کہ لوگ اور مسلمان سب یکساں تھے اور کبھی کرکچ یا مرستے تھے پھر جس وقت سورۃ براءۃ کا نزول ہوا اس وقت شرکین کو بیت الحرام سے بالکل نکال دیا گیا اور مسلمانوں نے اس طریق پر حج کے ارکان ادا کئے کہ بیت الحرام میں کوئی شرک ان کے ساتھ نہ ہو یہ بات حق کو مکمل رہنے والی تھی۔ چنانچہ پورا دنیا پر حکام ”و نمنعکم منکم“ منع کیا اور خدا کرے گا اللہ فرمادے گا۔

نویں نوع (۹) سبب نزول

اسباب نزول پر نکھی جانے والی کتابوں کا تذکرہ

ایک گروہ نے جس میں علی بن محمد بن بخاری کے شاگرد قاسم ماضی ہے اس نوع پر مستقل کتابیں تصنیف کر ڈالی ہیں مگر ان کتابوں میں واحدی کی تصنیف زیادہ مشہور ہے کیونکہ اس میں بہت سی کار اور ضروری باتیں درج ہیں اور ہجری نے اس کتاب کو اس کی سند میں حذف کرنے کے بعد مٹھ کر یاد کیا ہے لیکن اس نے اس کے مطب میں ذکر بھی نہیں کیا۔

شیخ الاسلام پرافضل بن عمر نے بھی اس بارے میں ایک نقلی قدر کتاب لکھی تھی مگر تہذیب کتاب مسودہ کی تھی کہ ان کا نقل ہو گیا ہر قسم سے کلاس ہجرت سے دو کتاب مکمل ہو کر تم تصنیف کی ضرورت میں نے بھی اس میں ایک اہی وجہ کی قطع کرنا مع دلائل کتاب تالیف کی ہے جس کا نامہ الحقل فی اسباب النزول رکھتا ہے لیکن اس جگہ بھی جس قدر یہ کتاب گنجائش رکھتی ہے اس قدر اسباب نزول کا درجہ کر دینا ضروری تھا۔ لہذا حسب حاجت مسائل کار و ضروریات بھی درج کئے جاتے ہیں۔

نزول قرآن کی دو قسمیں

ہجری یا قرآنی کتاب میں بیان کرتا ہے کہ نزول قرآن کی دو قسمیں ہیں ایک قصودتہ انازل ہوئی اور دوسری قسم کی قرآنی اصولی کے بعد نزول ہوئی اور اس نوع میں چند حسب ذیل مسئلے ہیں :

مسئلہ اولی : اسباب نزول کو جان لینے کے فوائد :

اسی نے یہ کہا کہ اس میں سے جو اس کے کوئی فائدہ نہیں کہ یہ قرآن کی تاریخ میں سے مگر یہ قابل کی نقلی ہے کیونکہ اس میں بہت سے اہل وجہ کے فائدہ سے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً

(۱) حکم کے شروع ہونے کی حکمت و علم اور اس حکمت کی وجہ معلوم کرے۔

(۲) جس شخص کے خیال میں حکم کا اعتبار سبب کی خصوصیت کے اریوے کیا جاتا ہے اس کی رائے کے علاوہ سبب نزول کے ساتھ حکم کی خصوصیت خارج کرے۔

(۳) انہی ملاحظہ عام ہوتا ہے مگر دلیل (مطلبی یا مانی) اس کی خصوصیت پر غور ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس وقت جب نزول منظر ہوا تو خصوصیت کا اقتدار اس سبب کی صورت کے ماسوا پر دو جانے لگاں اس سبب کی صورت کا رخ (علم میں نقص ہے اور اجتہاد کے ذریعے صورت سبب کو تہذیب کر دینا ضروری ہے کیونکہ وہ حق پرانہ ہے اپنی کتاب اقرب میں اس پر ملاحظہ ہوئے گا کیا ان کی صورت میں نقص نے سب سے اہم ہو کر صورت سبب کا جہت کے ذریعے اس سے نکال دینا جائز قرار دیا ہے اس کا قول : نکال قابل توجہ نہیں۔

(۴) اور جو بات یہ ہے کہ سبب نزول کی صورت سے آیات کے معانی مختلف ہو جاتے ہیں اور ان کے مجھے میں ناگھنیں نہیں پڑتی۔ واحدی کہتا ہے : ”انہی اس کے کہ کسی آیت کے قصداً سبب نزول سے واقفیت ہو اس کی تفسیر کر کے ناگھنیں ہی نہیں۔“ اس واقعہ کا قول ہے

کیونکہ وہ سورہ کی یکہ ہے اور اسی کے ساتھ سب باتیں بدل ہوئی تھیں۔ پھر وہ اوپر وہ آیات کا نزول ہوا کہ اہل حد کے موقع پر ہوا اور یہ بار و فتح کہ کے دن جس سے خدا کا قصود اپنے بندوں کو بار بار یاد دلانا تھا۔ اور انہی کثیر نے آیت شروع کو بھی اسی قسم میں شامل کیا ہے۔

”تنبیہ: کہجی ایسے بھی ہوتا ہے کہ رافضیوں میں سے کسی ایک میں ”فلا“ کا لفظ ہوتا ہے مگر رافضی وہم میں مبتلا ہو کر اس کی جگہ ”سب“ روایت کر جاتا ہے اور ان کے متون کا فرق ظاہر ہے کیونکہ خلافت کرنا نہ آفر ہے اور آیت کا نزول ہونا شے دیگر اس کی مثال یوں سمجھیں جانیے کہ ترمذی نے لیں اس میں خلافت سے صحیح قرار دے کر روایت کی ہے کہ ”ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو کر جا رہا تھا پھر وہ آپ ﷺ کے ذریعہ چلاؤ پور ہوا کہ ”یا اھما سم (صلی اللہ علیہ وسلم) اہم اس بارے میں کیا کہتے ہو کہ اگر خداوند کریم آسمانوں کو ایک انگلی نہ زمین کو دوسری مسندوں کو تیسری پہاڑوں کو چوتھی اور درختوں کو پانچویں انگلی پر رکھ دے“ ”وہی جنت خدا نے ازل فرمایا: ”وہا جنتہ اللہ جنتہ فخرہ“ اور یہ حدیث صحیح بخاری میں ”فلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ کے لفظ کے ساتھ آتی ہے اور وہی درست ہے کیونکہ یہ آیت یکہ سے اور اسی کی دوسری اصل وہ حدیث ہے جسے بخاری نے ”حضرت اس سے پہلے سے روایت کیا ہے کہ اس نے کہا ”یا اھما سم“ میں سلام نے رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سنی تو وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا ”میں آپ سے تمہاری باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں“ میں نے فرمایا ”خدا کوئی اور نہیں جانتا۔“

(۱) قیامت کا پہلا نشان کیا ہے؟

(۲) اہل جنت کا پہلا عذاب کیا ہوگا؟

(۳) اور کون سی چیز اولاد کو ان کے باپ یا ماں سے مشہور کرتی ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بھراؤ انہیں سے امن و توفیق کی خبر مجھے ہی وقت دی ہے۔“ عبد اللہ بن سلام نے وہ روایت کیا ”بھراؤ انہیں سے“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ہاں“ مگر عبد بن سلام نے سن کر کہنے لگے ”یہ فرشتہ یہودیوں کا دشمن ہے۔“ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ”من سئل عنہ فلیسئلہ بقل فلفلہ عنہ عنی فلفلہ بقل فلفلہ“ ”اگر کوئی شخص پوچھ کر کہے کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہودوں کی تردید کی غرض سے اس آیت کو پڑھا تھا میں نے اسے تسلیم کر لیا ہے۔ یہ لازم نہیں آتا کہ آیت ہی وقت آنی ہو۔“ پھر ابن کثیر جتے کہ یکساں مسند میں ہے کیونکہ اس آیت کے سبب نزول میں ایک اور قصہ ان سلام کے قصہ کے ”بھی بھی“ ثابت ہوئے۔

متفرق آیات اور سبب نزول و اھد

اور مذکورہ بالا صورت کے برعکس یہ بات بھی ہوتی ہے کہ متفرق آیتوں کے نزول کا ایک ہی سبب بیان ہوتا ہے اور اس بات میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ کسی ایک ہی واقعہ کے متعلق کئی کئی آیتوں کا بھی متفرق صورتوں میں نزول ہوا ہے۔ اس مثال کی مثال دورایت ہے جس کی ترمذی اور اھم نے بیانیہ اس سرحد میں لکھا ہے ”روایت کیا ہے کہ“ ”میں اس میں اس طرح لکھا ہے ”رسول اللہ ﷺ! خدا کا حکمت کے معاملہ میں جو توں کا کچھ بھی ذکر کرتے نہیں سنتی؟“ اسی وقت خدا نے ”لنا نضع ثقلہم و ثقلہم لا یثقلہ۔“ ”یہ توں کا رومی اور حاکم نے بیانیہ اس طرح لکھا ہے ”روایت کیا ہے کہ“ ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ”خدا اور وہی کا ذکر ہے مگر جو توں کا ذکر نہیں کرتا۔“ ”آپ ﷺ نے فرمایا: ”لنا نضع ثقلہم و ثقلہم لا یثقلہ۔“ ”اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”لنا نضع ثقلہم و ثقلہم لا یثقلہ۔“ ”اور وہی کا ذکر ہے مگر جو توں کا ذکر نہیں کرتا۔“ ”وہ توں نازل ہوئیں اور توں حاکم نے انہی بیانیہ میں سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ”مرا جہاں کرے ہیں اور جو میں جہاں میں کرشم اور پھر اہل حد کے سبب آگئی میرا ہے“ ”یہ توں وقت خداوند پاک نے نازل فرمایا۔“ ”وہ توں خداوند پاک نے نازل فرمایا۔“ ”اور اسی قسم کی دوسری مثال وہ حدیث ہے جسے بخاری نے فرمایا ”یہ توں نازل ہوئیں اور توں حاکم نے انہی بیانیہ میں سے روایت کیا ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے ان کو لکھنے کے لئے یہ آیت کریمہ ”لنا نضع ثقلہم و ثقلہم لا یثقلہ۔“ ”یہ توں نازل ہوئیں اور توں حاکم نے انہی بیانیہ میں سے روایت کیا ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے ان کو لکھنے کے لئے یہ آیت کریمہ ”لنا نضع ثقلہم و ثقلہم لا یثقلہ۔“ ”یہ توں نازل ہوئیں اور توں حاکم نے انہی بیانیہ میں سے روایت کیا ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے ان کو لکھنے کے لئے یہ آیت کریمہ ”لنا نضع ثقلہم و ثقلہم لا یثقلہ۔“

سیدنا علیؑ کا دشمن ہے تو اس میں شریک نہیں کرنا کہ کافروں کا دشمن ہے۔" میرا ارمنی کہتا ہے پس یہ آیت حضرت عمرؓ کی زبان پر ڈالیں: وہی علیؑ بالکل غلطی۔ تم کہنے کے مطابق خدا نے بھی فرمایا۔

دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے موافقات

ہر حید نے اپنی تفسیر میں "عید" کو جبر سے روایت کی ہے کہ سولہ گئے جس وقت وہ بی بی ہات سنی، جو بی بی عاتقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں
 کی گئی تھی تو انہوں نے کہا "تسبیح صمد انھما انجمن"۔ پھر اسی طرح یہ آیت مائل ہوئی اور ان کا معنی میں شدہ اپنی کتاب فرائد میں سجد
 بن سب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "انی صمد علیہ السلام کے اصحاب میں سے، جنھیں ایسے تھے کہ جب وہ اس قسم کی کوئی بات سنتے
 تو کہتے "متحدک فلما انجمن" عظیم"۔ یہ بی بی ہات سے روایت ہے اور اصحاب تھے پھر یہ آیت اس طرح مائل ہوئی۔

ان اہل حق کے علم سے روایت کی ہے کہ جس وقت محمدؐ کو اللہ کی خبر پہنچائی گئی تو وہی تو وہ شہر مدینہ سے دریافت حاصل کیے گئے کہ کیا آپ اس وقت گہلاں دو اور ایک ایک آفت پر سوار ہیں؟ ان کے طرف سے یہ جواب آیا کہ "جس وقت سے ان سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟" شہر سواد میں سے ایک شخص نے جواب دیا "وہاں وہ ہیں۔" یہ دعویٰ کر کے گئی کہ ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں، کہہ کر گئے اور کھانڈر کے اپنے بندوں سے کہہ کر کوچے شہادت کو آگے بڑھ گئے۔ "وہاں اس شخص نے بعد اللہ تعالیٰ عہدہ الشہادت" پھر قرآن کی آیت کے سامنے کھڑے ہو کر کہا "وہاں وہ ہیں۔"

[illegible]

تذنیب : قرآن کے وہ حصے جو غیر اللہ کی زبان پر نازل ہوئے

[illegible]

گیارہویں نوع (۱۱) تکرار نزول کے بیان میں

صحیح کی غرض سے تکرار نزول

حکم شریعت اور تفریق درجہ میں سے ایک گروہ نے بھروسہ اس بات کو بیان کیا ہے کہ قرآن کی بعض آیتیں وہ صورتیں گزر چکی ہیں جو ہرگز نہیں آئیں۔ ان حضرات کا قول ہے ”بعض آیت کا بار بار نزول ہوا، یعنی اور بصورت دینے کی غرض سے ہوتا ہے۔“ اور اس نے اس کی مثالوں میں سورہ النحل کے آیت ”وہو سورۃ الحمد کے تبارک آیتوں کو بھی کیا ہے اور ان کیلئے یہ دلیل دی کہ اس آیت میں شامل ہوتا ہے اور بہت سے لوگ سورہ النحل کے بعض اخص قول باری تعالیٰ ”ما کان یلیٰ فی زینب“ کا معنی بھی ان قبیل سے قرار دیتے ہیں۔

شان و عظمت کے اضافہ کے لئے تکرار نزول

روایتی کتاب میں کہتا ہے کہ ایک چرخ نما سانس کی طرح بڑا مانا اور اس کا سبب پائے جانے کی حالت میں اس پر توجہ مانگ کر آنے کی غرض سے بھی وہ مرتب ہوتا ہے پھر فرماتے ہیں ”اور ان کے اندر ہم مفسرین و مفسرین کے لئے“ اور اس نے اس کی مثالوں میں سورہ النحل کے آیت ”وہو سورۃ الحمد کے تبارک آیتوں کو بھی کیا ہے اور ان کیلئے یہ دلیل دی کہ اس آیت میں شامل ہوتا ہے اور بہت سے لوگ سورہ النحل کے بعض اخص قول باری تعالیٰ ”ما کان یلیٰ فی زینب“ کا معنی بھی ان قبیل سے قرار دیتے ہیں۔

تفسیر : اختلاف قرأت بھی تکرار نزول کی مثال ہے

بعض دوجہوف بھی چار یا زیادہ صورتوں کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں ان قبیل (تکرار نزول) سے قرار دیئے جاتے ہیں اور اس پر مسلم کی دو روایت آتی ہے جس کو اس نے اپنی ایک کتاب کی حدیث سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پیروکاروں نے مجھ کو یہ نظم بھیجا کہ میں قرآن کو ایک ہی طرف پڑھوں پھر میں نے خدا کی جانب میں عرض کیا یا رسول اللہ میری امت پر مافی فرمایا۔ اس وقت تمہارا کچھ اور حق پر قرأت کرو۔ میں نے دوسری مرتبہ بھی اپنی امت کے واسطے آسمانی وحی سے کہہ دیا کہ ”قرآن کی قرأت سات حرفوں پر کرنا۔“ اس لئے یہ حدیث وایت آتی ہے کہ ”قرآن کا نزول پہلی ہی مرتبہ نہیں بلکہ دو کے بعد تیسرے کی پڑھنا۔“ اور یہاں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس کا نام ”تکرار“ ہے۔ تو میں اس کو جواب دوں گا کہ جو کہتا ہے کہ یہی مرتبہ اس کا نزول ایک ہی

ترجمہ پر ہوا، اور دوسری مرتبہ چھاپے ہوئی، جو کہ کے ساتھ تازی ہوئی جو جیسے فہمک اور مالکس اور البیرونی اور البغدادی یا ابن طبرنی اور بھی الفاظ کے تحت آتے۔

تکرار نزول کے انکار کے بارے میں بعض علما کی رائے

۱۔ دوسری بات یہ بھی قابل غماز ہے کہ بعض علما نے قرآن کے کسی حصہ کا بھی تکرار نزول نہ کیا ہے۔ یہاں سے اس قول کا تہاب الکلیل معانی فقیر میں دیکھا ہے۔

۲۔ اولیٰ کل نے اس کی جھین یہ قرار دی ہیں۔

۳۔ تحصیل حاصل ہے کہ وہاں ہے۔

۴۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جس قدر قرآن نہ بھی آتا ہو وہاں یہ میں بھی تازی ہو گیا تھا نہ کہ علیہ السلام پر سالہ سال کلام سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔

۵۔ تاویز کرنے کے واسطے ممالک کی معنی نہیں کہ جہر وکیل علیہ السلام، مملہ اللہ علیہ السلام کے پاس قرآن کا کوئی ایسا حصہ لے کر آتے تھے جس کو پہلے نہیں آتے تھے اور اسے جو اللہ تعالیٰ فرماتے تھے۔ جہر وکیل ہے اس شخص ہے کہ تکرار نزول کو اسنے والا اس کی یہ مراد ہو کہ جس وقت قبلہ بدلایا گیا ہے اس وقت جو اہل ایمان نے رسول اللہ علیہ السلام کے پاس آکر یہ خبر دی کہ سورۃ الفاتحہ تم سر میں کہ میں تمہارے رکعتی اسی طرح اب بھی تمہیں نماز رہے گی اور رسول اللہ علیہ السلام نے اس کو اور تازی ہونا کہا کہ یہاں یہ کہ جہر وکیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو سورۃ الفاتحہ میں کوئی قدر و ستانی جو کہ میں نہیں سمجھتا تھا اور آپ علیہ السلام نے اس کا نزول کرنا بھی فرمایا۔

اس قول کی تردید میں خبر وہ جہر وکیل علیہ السلام نے دے دی تھی

۱۔ شخصیں حاصل کا اصرار اس فرمان کے الفاظ سے قابل رد ہے جن کا اہم بیان ہو چکا ہے۔

۲۔ جس لہجہ کا کمال نے یہ بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ اس کے یہ حق بھی مراد ہے۔

۳۔ یہ شرط کافی کہ پہلے اس حصہ کا نزول نہیں ہوا تھا اس سے بھی ممکن تھا کہ اس کے وکیل پہلے بیان ہو چکے ہوں اور کلام چکا ہے کہ تکرار نزول کی غرض یہ کہ اپنی اور فصاحت ہوئی ہے۔

آیتیں عرش کے خزانہ سے عطا کی ہیں۔ اور اسی روای نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ سورۃ البقرہ کے نمونہ کی آیتیں مجھ کو زیر عرش کے خزانے سے ملی ہیں اور یہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔“ اور ابی ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ سورۃ البقرہ کے فاتحہ کی آیتیں مجھ کو زیر عرش کے ایک خزانہ سے عطا کی گئیں ہیں اور یہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں عطا ہوئی تھیں۔“ اور اس حدیث کے کثرت طریقے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہم سے بھی آئے ہیں۔

باقی رہی ”یت لکری“ اس کا ذکر مفسر ابن کثیر، درجہ کی پہلی حدیث میں آچکا ہے اور اس کے بعد ابن جریر نے حدیث سے اس خبر کا رد کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اور ابوبکر بن عبد اللہ نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”آیت لکری تمہارے نبی کو زیر عرش سے ایک خزانہ سے عطا کی گئی ہے اور تمہارے نبی سے آیت کی کوئیں ملتی تھی۔“ اور سورۃ البقرہ کے حقیقی معنی کو کسی حدیث پر توقف نہیں اور اس بارے میں ابی امامہ کا جوقرآن آیا ہے اسے مولف حدیث سے قائم مقام سمجھا جائے گا کیونکہ اس حدیث کو ابوالفتح، ابن حبان، کورانی، دیمہ نے بھی محمد بن عبد الملک الدمشقی سے لاؤ۔

[illegible][illegible]

بعض علماء کہتے ہیں کہ کھجور سے کھجور کی اسی سے کہنے سے و چرا ہے کہ ان آیتوں میں بھی اسی ہستہ فہام ہے جو ان میں
آیتوں میں پائی جاتی ہے جنہیں خدا نے دینی حجاب و اسلام کے لئے تورات میں درج کیا ہے کہ سب سے ازل توحید یا رب تعالیٰ، شرک کی
ممانعت، یعنی التمس رب فرمانی، واللہ یحکم، اللہ ہی فیصلہ دے گا اور غیروں کی ملکیت پر نظر لانے کی ممانعت درہم بیت (اشتبہ) کی
تفسیر پر کلام کیا ہے۔

[illegible]

قائدو: حضرت افسانہ نگار کو گورکھ پور میں آتے ہیں

اس فوراً میں دو قول بھی داخل ہو سکتا ہے جسے قرآن اہل حاتم نے محمد بن حنفیہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: "ہم سنتے ہو جو وہ بیان رکھتا ہے
 کیا تم بھی وہ ظالم نقد کرتے ہو یا نہیں تمہیں؟"

(۱) وَإِنْ عَلَيَكُمُ احْفَظِينَ كَرَامَاتِكُنَّ فَعَلَمَنَّ مَا تَدْعُونَ

(۲) وَمَا يَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَفْلُو مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ

(۳) قَوْلُهُ نَعْلَمُ الْقُرْآنَ وَهَذَا مِمَّا عَلَيَّ كَرَامٌ بَعْدَ كَسْبِهِ

اور جو میں کو بے کرامی اور بے چہکی نہ "۱۔ فرائض و کرامات" کا بھی اضافہ کیا ہے اور میں اپنی قائم کی ہے "۲۔ سے بھی روایت کیا ہے۔ سو وعدہ کریم کے قول "۱۔ کرامات و کرامات" کی تفسیر میں بیان کرتے تھے۔ جو وعدہ یہ اسام نے اس وقت آکر ان کرام کی ایک آیت و مقام و فی میں نے ان کرامات میں جتنا ہونے سے منع کیا اور وہ آیت ان کے لئے یہی ہوئی ہے۔ نماز کی کئی تھی۔

سولہویں نوع (۱۶)

قرآن کے اُتارے جانے کی کیفیت

اس نوع میں یہ جان کر مانتا ہے کہ قرآن کریم کو کونکرہ کن حالتوں سے نازل کیا گیا اور اس نوع میں چند مسائل ہیں۔

مسئلہ اولیٰ : نزول قرآن کی کیفیت، یکبارگی یا تھوڑا اُترا؟ اس بارے میں مختلف اقوال

[illegible]

یہاں قول صحیح اور مشہور ہے

حاکم نامتقی اور مہر دارایوں نے حضور کے طریق پر ولعت سے سید بن جبریل کو اس جگہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا "قرآن شب قدر میں آنکھ ہر ایک ہی مرتبہ سہ سو بار نازل کر دیا اور وہ سوانح عجم کے مطابق حق (یعنی جس طرح باخلاف واقعات آئے نازل کیا جاتا اور وہاں کسی شخص کے پاس کے مطابق ترتیبہ بھی کئی قسم کی کہوں محفوظ کی ترتیبہ - مرتبہ بالادھر مرقداؤہ کریم اس نایک کتا دوسرے حصہ کے بعد یہ روئے نازل فرمایا کرتا تھا کہ حکیم تیرہ جتنی ہر ناسانی نے اور ان کو اپنی ہند کے طریق سے روایت کر کے زائن حضرت عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا "قرآن قدر کی رات میں یکبارگی کھلی آسمان دین پر نازل کر دیا گیا اور پھر جس کے بعد شش سال کے عرصہ میں نازل کیا گیا۔" بعد از ان ابن عباسؓ سے یہ کہہ چکے "و لا یأخذک عقل ولا عقلہ فقل فیہ" و انہیں تفسیر قرآن اور فائدہ نظر نہ علی بن عباس علی مذکورہ فائدہ نظر نہ فرمایا۔ اور ای حدیث کو ان کی ہاں نے حکیم نامی اب سے روایت کیا ہے مگر ان کی ہاں نے حکیم کی روایت کے آخر میں حق بات نہ ہے کہ "مگر جس وقت شریک لوگ کوئی حق بات کرتے تھے تو اس جگہ خدا بھی ان کے لئے نہ جواب دیتا تھا۔"

اور حاتم اور انکان الیٰ حمیۃ نے حسین بن حرث کے طریق پر جو علیہ السلام نے نبی و اہل بیت علیہم السلام سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزار کی بے گنت
 "قرآن و کتب سے جدا کر کے جمع کر دیا ہے بیت العزۃ میں لاکھ لاکھ کتب اور پھر جبریل علیہ السلام سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزار کی بے گنت
 الیٰ حدیث کے تمام اسناد صحیح ہیں اور بطریق اور درجہ میں ہر ایک حضرت علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں کیا انہوں نے کہا کہ "قرآن ماہ رمضان اور
 قدر کی رات میں آسمان دیکھا پر کیا ان کی آواز آئی کہ پھر وہ کائنات میں تشریف لے کر آئے ہوں" اس حدیث کے اسناد قطعی کثرت نہیں ہیں مگر بطریق
 اور جبریل علیہ السلام نے ایک درجہ پر آگئی ہے روایت کی ہے کہ "قرآن یکے نزول ایک حضرت علیہم السلام کو آسمان و دنیا کے بیت العزۃ میں
 لاکھ لاکھ کتب آئے اور جبریل علیہ السلام نے اسے حضرت علیہ السلام پر ہزاروں کتب کے کلام اور اعمال کے جواہر میں ڈال دیا۔
 الیٰ حمیۃ نے کتاب فضل القرآن میں بیان حضرت علیہم السلام سے ایک اور روایت کی ہے کہ "قرآن ایامہ القدر میں جبریل علیہ السلام
 کو ایک بار دے رہا تھا مگر جبریل علیہ السلام نے اسے بیت العزۃ میں رکھ دیا اور اس کے بعد ۶۰ کتبیں آتھیں اور کتب کے جملہ کرنے کے لئے اور

سلسلہ دفعہ کرنے والے اور بزرگ ترین قوم کے بڑی بگڑال کی جانے کی اور نام سے ان پر مارا کرنے کے واسطے ان کے قریب کر دیا ہے اور اگر شخص خود کو دیکھیں اس کتاب کو دیکھنا اور اقدار کی مصافحت کے ان لوگوں تک جھڑپیں بچانے کی مقصدی توفیق دہی تھا کہ جس طرح اس سے نکل کی قیامت جہنمی کتابیں ایک ہی مرتبہ دو سے زمین پر نازل کر دی گئی تھیں یہ بھی سب طرح ایک ساتھ زمین پر اتار دی جاتی تھیں خود ہندو عالم نے اس کتاب کو اس سے باقی کی آسمانی کتابوں میں ہی بے فرق کر دیا کہ کسی کو دور مرتبہ مے کے اول ایک ہی دفعہ عمل گزار کر کے کا دورہ ہر طریق گزارا فرماتے کہ ان کا اس میں پر اس شخص کی طرے وفات کا دورہ لایا جائے جس پر یہ کتاب نازل کی جاتی ہے، اس بات کو انہی شیعہ نے کتاب الرشید لکھ کر میں کر لیا ہے۔ اور مجھ اتر مذہبی کا قول ہے کہ ”پھر قرآن کو ایک ہی مرتبہ میرا سونے پر لایا اور نازل کرنے کے بعد اس کا ترجمہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہوت کرنے کے بعد جس سے مسلمانوں کی قوم و ملت ہادی کا جوہر ہوا۔ عطا ہوا تھا یہ قوم اس عظیم کو پاسبانی حاصل کرتے اور اس کی میں یہ تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہونا ملکوت کے لئے رحمت تھی جس وقت رحمت کا دورہ نکلا اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے یہ دونوں ساتھ ہی باہر گئے۔ لیکن قرآن آسمانی دینا کے بیت العزیز کی زلفہ لیا گیا تاکہ وہ دین کی حد میں داخل ہو جائے۔ و چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طلب میں بیکر دی گئی اس کے بعد جبریل علیہ السلام نیچے راست اور پھر دی کے ان کے پاس آئے گویا پروندہ کا حام نے چاہا کہ اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں راست و نیکو خدا کی جو سب سے ان کی اہمیت کا احاطہ مگر کی تھی ہے (کی جو میں سے لیں اور پھر راست مست تک پہنچائیں۔

[illegible]

(۴) آسمان دنیا پر یکبارگی نزول قرآن کا وقت و زمانہ

[illegible]

سب کسب قرآن یکبارگی آسمان و دنیا پر اتار دیا گیا ہو اور پھر جو مہاجر و یسوی تاریخ کے دن میں "انقرأ باسم ربک" کا نزول زمین پر ہوا ہو۔ میں کہتا ہوں مگر جس بات کو مان لینے میں یہ اذکار کیا آپڑتا ہے کہ مشہور قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث مار و سبب ادا میں ہوئی تھی اور نزول قرآن رمضان میں ہوا تو بحث اور نزول وقتی کا زمانہ ایک لمحہ کمر ہوگا؟ لیکن اس کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ اہل میر کے بیان سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ماہِ ولادت میں روئےِ عبادت کے ذریعہ سے توحید کا ملکا ثابت ہوا ہے اور انہوں نے چھ ماہ تک روئےِ عبادت سے روئےِ عبادت کے بعد پھر پھر اہل میں آپ ﷺ پر وقتی آخرے کا ذکر کیا ہے۔ اس بات کو یقینی اور دیگر راویوں نے بھی یوں کیا ہے۔ البتہ صحیح حدیث پر وہ حدیث ضرور اشغال وارد کرتی ہے جس کو ابن ابی حنیفہ نے کتاب خصائص القرآن میں اہلِ علی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا "انقرأ باسم ربک" کا نزول رمضان کی پندرہویں شب میں ہی کامل کر کے نازل کی گئی تھی۔"

(۳) قرآن مجید کے تھوڑا اترنے کی حکمت

ابو شامہ علی اس بات کو بھی کہتا ہے کہ اگر کوئی قرآن کے ہر حق نازل ہونے کا راز دریافت کرے اور کہے کہ اسے بھی تمام کتب آسمانی کی طرح یکبارگی ہی کیوں نہیں نازل کیا گیا تو؟ تو ہم اسے یہ جواب دیں گے کہ اس سوال کا جواب خود پروردگار عالم نے دے دیا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے "وَنَزَّلْنَا مُدْرَسًا مِّنْ ذَا الذِّكْرِ لَنُفَصِّلَنَّ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ عَلِيمٍ"۔ ان کی مراد ہے کہ کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دوسرے رسولوں پر آسمانی کتابیں ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی تھیں۔ مگر خداوند کریم نے اپنے قول سے اعلان ہے اس کا جواب دیا ہے۔ یعنی ہم نے قرآن کو اس طرح جعفری اس لیے نازل کیا "لَنُفَصِّلَنَّ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ عَلِيمٍ"۔ یعنی تاکہ ہم اس کے ذریعہ سے تمہارے قلب کو قوی بنائیں۔ اس لئے کہ جب ہر ایک معاملہ میں تہدید و تحی ہوئی رہے گی تو وہ قلب کو خوب قوی بنائے گی اور میں اب اس کے ساتھ حدود و احکامات رکھنا ظاہر کرے گی پھر اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ نبی کے پاس فرشتہ کثرت آتا ہے اور ہر وقت اس سے ملنے کا موقع حاصل ہونے کے علاوہ بارگاہِ خداوندی سے آئے ہوئے پیام کو سننے کا بھی شرف حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے ناقابلِ بیان حسرت دل میں پیدا ہوتی ہے اور یہاں باہر ہے کہ بہترین وحی وہ ہوتی تھی جو برہمن میں نازل ہوئی تھی اس لئے کہ اس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل علیہ السلام سے بکثرت نئے نئے احکامات ہوا کرتا تھا اور چاہا گیا کہ "لَنُفَصِّلَنَّ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ عَلِيمٍ"۔ تاکہ تم اسے حفظ کرو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے بڑھ سکتے تھے اور نہ لکھا جانتے تھے اس واسطے قرآن آپ ﷺ پر تفریق کے ساتھ نازل کیا گیا تاکہ آپ ﷺ کو اس کو یاد رکھنا بخوبی ممکن ہو سکے بخلاف اس کے دوسرے انبیاء لکھے پڑے لوگ تھے اور وہ تمام صحیفہ آسمانی کو یاد کر سکتے تھے۔ اور ان کو فراموش نہیں ہے۔ چنانچہ کیا گیا ہے کہ تورات کا نزول یکبارگی اس واسطے ہوا تھا کہ وہ ایک ہی لمحے میں پڑھا لے کر نازل ہوئی تھی یہی موسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن کو خدا نے ہر حق اس واسطے نازل فرمایا کہ وہ غیر مکتوب ہونے کے علاوہ ایک آنی پر اتارنا نام تھا۔ اور ان کو فراموش کرنا کسی اور کا قول ہے "قرآن کے یکبارگی نازل نہ کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں سے جو کچھ ناسخ ہے اور بعض حصہ منسوخ اور تاریخ و منسوخ دونوں پھیر اس کے کہ الگ الگ جہازوں میں ٹھیک ٹھیک ہو سکتے تھے پھر قرآن میں اور حصہ بھی ہیں جن میں سے کوئی کسی سوال کا جواب ہے اور اگر کسی قول یا فعل کی پابندی کی عیاں کرتا ہے۔ اور یہ بات پہلے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول میں عیاں ہو چکی ہے کہ انہوں نے کہا "اور اُسے (قرآن کو) پھیریں علیہ السلام نے بندوں کے کاموں اور اعمال کے جواب میں عیاں فرمایا۔ اور اُن میں سے جو کچھ انہوں نے اپنے اس قول سے خداوند کریم کے اس واسطے "لَا يَأْتِيَنَّكَ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ جَنَّاتٌ بِأَلْهَانٍ" کی تفسیر فرمائی ہے اور اس بات کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کلام کے ہر حق نازل کئے جانے کی بات اس آیت میں مدح و تحسین کا بیان پایا جاتا ہے۔

تذہیب : معاہدہ آسمانی کتابیں یکساں ہونا۔

[illegible]

میں نے جاننے والوں کو بھی مطلع کر دیا کہ میں نے "ہدایت" اور "انوار" کا ترجمہ کیا ہے۔ "وہاں ہر ماہ نامہ شریعت" اور "نور" کے نام سے دو رسالے جاری ہوئے۔ ان کے ناموں پر "انوار" کے نام سے ایک رسالہ بھی جاری کیا گیا۔ "انوار" کے نام سے ایک رسالہ بھی جاری کیا گیا۔ "انوار" کے نام سے ایک رسالہ بھی جاری کیا گیا۔

[illegible]

سابقہ کی طرح ان کے سرور پر جھکاؤ اور جب یہاں نہایت نزدیک آگیا اور بنی اسرائیل کوڑے کو اب وہاں پر گری چکے گا تو انہوں نے مجبوراً ان کا مال لے لیا۔ قرآن میں اور بھی ایسا واقعہ ہے ثابت بن النعمان سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل کو توراہ کی بکری دی گئی تو وہ ان پر گرائیں گری اور انہوں نے اس کو لے لیا۔ اس کا کہنا یہاں تک کہ خدا نے ان پر یہاں کو جھکا کر انہیں اس کے سایہ میں گرد پھرا انہوں نے توراہ کا لینا قبول کیا۔

غرضیکہ یہ سب ملففہ کے صحیح اقوال و معامات بتاتے ہیں کہ توراہ کا نزول یکبارہ ہی ہوا تھا اور ان کے تفرق و تفرق سے قرآن صریح مائل کرتے ہیں ایک اور حکمت بھی ماخوذ ہوئی ہے جو یہ ہے کہ طبیعت کی باری کا نازل ہونے کے ساتھ ہی توراہ کی آیتوں میں کائناتوں کو اسے قبول کرنے کی زیادہ رغبت دلائی گئی اور اس سب ایک ہی واقعہ کا نازل کر دیا جاتا تو اکثر آدمی اس کے قریب نہیں آتے اور اسے قبول کرنے سے نفرت کرتے اور اس بات کی توضیح اس قول سے بھی ہوتی ہے جس کو خدا نے نبی علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ یہاں سے فرمایا: ”قرآن کا سب سے پہلے نازل ہونے والا حصہ فصل کی ایک ایسی سورت تھی جس میں ہر سورت اور آیت کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ جس وقت لوگ نبی کو اسلام لانے لگے اس وقت اس وحی و احرام نے ان کا نازل ہونے لگا۔ کیونکہ اگر پہلے نبی پر تم نازل ہوتا کہ شراب نہ چو تو لوگ کہتے کہ تم اسے بھی نہیں چھوڑتے، یا حکم تاکہ زنا نہ کرو تو لوگ کہتے کہ تم اسے بھی نہ مانو گے۔ اس لئے ان کے دلوں پر اس وقت تک اسلام اور حق کی صداقت پر اس طرح اثر انداز نہیں ہوئی تھی اور میں نے علامہ کی کتاب الملاحع و المستخرج میں بھی اس حکمت کو تصریح سے بیان کیا ہے۔

فصل

قرآن پر ہر کس قدر زل ہوا تھا

صحیح حدیث اور اقوال و غیرہ سے جس قدر پتہ چلا جاسکا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کا نزول ضرورت کے مطابق پانچ حصوں میں ہوا ہے اور اس سے زیادہ اور آیتوں کی تعداد کو اس قدر رہا ہے اور اس قول سے اٹھ (تسعت لگانے) کے قدر میں ایک بار اس حدیث اور سورت البقرہ میں آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ”اس طرح توراہ“ ”تعلیٰ زنی جفٹہ غفلۃ“ ”تبت کے ارشاد کی حد کے بعد زل ہوا تھا جیسا کہ ہم اس بات کو اسباب نزول کے بیان میں لکھ آئے ہیں اور یہ بھی آیت کا ایک کڑا ہے اور ان اشعار کے کتاب الصمد میں غرہ سے قول تعلیٰ ”منو طبع الخنوم“ کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ”لہذا خدا کریم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھنے میں لگا دیا اور پانچ آیتوں کی تعداد سے نازل فرمایا ہے“ لہذا تھوڑی سے کتاب و لغت میں بیان کیا ہے کہ ”قرآن مشرق میں پانچ حصوں میں لکھا گیا اور اس سے زائد آیتوں کی تعداد میں بھی مائل ہو کر پڑھا ہے“ اور اس میں اس کے الٹی تفسیر کے طریق سے یہ ثابت کی ہے کہ اس نے کہا کہ اس حدیث میں پانچ آیتوں کی تعلیم دیتے تو پانچ آیتیں لکھ کر پانچ آیتیں شام کے وقت پڑھتے اور کیا کرتے کہ جبرائیل علیہ السلام نے قرآن کو پانچ پانچ آیتیں لکھ کر لے کر آج ہمارے“ لہذا تھوڑی سے کتاب شعب الایمان میں بطریق الی غلہ و ان عر حدیث سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا ”قرآن کو پانچ پانچ آیتیں لکھ کر لے کر آج ہمارے“ لہذا تھوڑی سے کتاب شعب الایمان میں بطریق الی غلہ و ان عر کیا کرتے تھے۔ اور ایک ضعیف طریقہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ”قرآن پانچ پانچ آیتوں کی تعداد میں نازل کیا گیا کہ سورۃ الاحقاف اس سے مستثنیٰ ہے اور بعض قرآن کو پانچ پانچ آیتیں لکھ کر کے پڑھتے تھے کہ اس سے کچھ بڑا ہے۔ اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا نزول پانچ پانچ آیتوں کی تعلیم دیتے تھے تو پانچ آیتیں لکھ کر لے کر آج ہمارے“ لہذا تھوڑی سے کتاب شعب الایمان میں بطریق الی غلہ و ان عر آپ پر نازل ہوا تھا کہ تم اس کی تعداد میں قرآن کا نزول ہوتا، ہا اور اس بات کی توضیح بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے جسے اس نے غلہ بن دینار سے روایت کیا ہے۔ غلہ نے کہا ”مجھے سے اتفاقاً یہ ہے کہ ان کو تم قرآن کو پانچ پانچ آیتیں لکھ کر کے لکھو کیونکہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت اس سے پانچ پانچ آیتیں ہی لکھ کر لے کر آج ہمارے“

۱۰۔ یعنی مرفوع، منصوب اور مکمور ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چارم کی گور یا داتی و اختلاف۔ حکم مقدم یا تاخیر کا اختلاف۔ ششم اس میں ہر فعل کو اپنے ۱۱ اختلاف، مثلاً فتح اور مرقع، فتح و فتحہ، اور ماہوار اظہار اور غیر ہر ایک کے متعلق پایا جاتا ہے۔

انفیت اقصیٰ اور طرز ادا کا اختلاف

اور غرض ان لوگوں کا قتل ہے کہ نہ اس کا نام مضامین، شعریہ، ترقی، اہمال، اخبار، مدقہ، مختلفہ قیمن اور تحفیل کے ساتھ مرادیت لکھنے میں کیفیت بخیر، دینی ہے مگر اس طرح یہ اہلاد مذکورہ دشمن زبان کی شکل میں ہوتے ہیں، یہ ان کا اختلاف ہے، یہ ہے وراثت کو، یہ ان کا جھگڑا ہے۔

۷۔ ہر صورت میں جو 7 رکات معنی اور سورت کی تبدیلی سے تعلق رکھتی ہیں

[illegible][illegible]

میں کہتا ہوں کہ ہم ۲۵ فیصد مٹا دیں۔ ایک مثال یہ بھی ہے کہ مسجد کی قزاقوں "خواتین کو منع" کی طرف اشارہ ہے۔

متفقہ معافی کا سات چھ اگانہ الفاظ کے اشعار کی سات لغتیں

[illegible]

نزولِ خاص کر ”مصر“ کی زبانوں میں ہوا۔ اس قول سے باعثِ حضرت عمرؓ دھج کی بیادِ نبوت ہے کہ انہوں نے کہا: ”قرآن کا نزول عرب مصر کی زبان میں ہوا ہے۔“ اور بعض علماء نے حسبِ بیانِ عبدالرزاق مِصر کے سات قبائل کی تسمیوں میں کی ہے کہ وہ حذیل، کنانہ، قیس، غنیمہ، اہل براء، خزیمہ اور قریش ہیں۔

ہمیں یہ سحر کے قائل سماعت نہ لوں گا استیلاپ کرتے ہیں اور بوشلئے نے کسی شیخ سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا "قرآن کا نزول پہلے قریش اور اُن کے اُن بڑے بڑے قبائل کی زبانوں میں ہوا تھا جو اُن کے درجہ کے شیریں زبان فصیح عرب تھے اور پھر تمام اہل عرب سے لے کر اُس کا اپنی زبانوں میں پڑنا منہ صراح کر دیا گیا جن کو وہ لوگ بولتے تھے اور ان زبانوں کے الفاظ اور اہراب مختلف تھے۔" اس سے تصدیق ہوتا ہے کہ کسی قبیلہ کے شخص کو قریش زبان سے دوسری زبان میں مصلیٰ ہونے کی شہادت نہ دیوشت کرتی ہے کیونکہ ان کو خود اور ان کا قبیلہ یہاں کرنے سے واضح ہو سکتا تھا اور پھر اس میں علم مطلب کی آسانی بھی مطلب تھی۔ اور کسی دوسرے شیخ نے اس قول پر اضافہ بھی فرمادہ ہے کہ "نہ کو وہاں تو اسے جو لوگوں کی زبان خود بخود کی بنا پر نہیں دیا گیا تھا کہ ہر شخص جس لفظ کو چاہے اپنی زبان کے ہم معنی لفظ سے بدل لے بلکہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سننے کی رعایت کی جاتی تھی۔"

بعض علماء نے اس قول میں اشکال اور رد کیا ہے کہ "اسرا سے صحیح ضمیر لیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ایک ایک لفظ کو سات مرتبہ مختلف الفاظ سے پھاڑ لیا کرتے تھے۔" اور اس کا جواب یہ ہے کہ اس لزوم کی وقت اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ قرآن کے ایک ہی لفظ میں سات حروف کا اجتماع ہو جائے حالانکہ ہم کہہ سکتے ہیں جبرائیل علیہ السلام ہر ایک مرتبہ وہی لفظ کی حالت میں ایک ہی حرف پر وہی لفظ تھے یہاں تک کہ سات حرف چارے ہو گئے۔ لیکن اس سب باتوں کے بعد یہ قول اس طرح چرچا رہا ہے کہ "مصری الخلفاء حضرت امام بن حکیم رحمہ اللہ نے اس قبیلہ قریش کے شخص اور ایک ہی زبان کے بولنے والے تھے مگر ان دونوں کی قرأت مختلف ہے اور یہ بات غیر ممکن ہے کہ مصریہ، اشعرہ، ہاشمیہ کی قرأت کو زبانیں یکساں یا استانی زبان سے ناواقف سمجھ کر، لفظیہ بات و استقامت کر لیں گی کہ سات حروفوں سے سات زہ باتوں کے علاوہ اور چیز مراد ہے۔"

[illegible]

تا خود رہے اور بہت سے لوگوں نے اس بات کا یہ جواب دیا ہے کہ "ماہی کی دوسری ذکر کی جگہ حدیثی میں سات حروف سے نہیں یہ مرقوم نہیں
 کی جگہ ہے کیونکہ ان حدیث کا طرز کو کام ان کو اس بات پر عمل نہیں ہونے والا تھا کہ وہ کو بلا حجت و نام پر کرنی ہیں کہ ان کی مرقوم ایک کلمہ کو ان سے
 سات دہریں تک آسانی اور سہولت کی غرض سے پڑھا جائے ورنہ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی آیت ایک ہی جہی حلال اور حرام دونوں ہاں نہ پہنچی
 کا قول ہے کہ اس معنی پر سات حروف سے وہ اقوال صحابہ و تابعین جن پر قرآن کا نزول ہوا ہے اور سات حدیثیں ہیں، ورنہ نہیں صحابہ نہیں جن کے
 ساتھ قرآن پڑھا جاتا ہے اور پہنچی کے علاوہ کسی اور فقہ کا قول ہے کہ "سات حروف کی مذکور بالا بات اس لئے مرقوم ہے کہ ان میں سے کسی
 ایک حرف کا حرف حرام اور کھنکھن حلال کے ساتھ کھارون ہونا یا فعل حلال ہے یا وہ یہ بھی درست نہیں ہو سکتا کہ قرآن کی قراءت اس طرح پڑھا کہ وہ
 حلال ہے یا حرام ہے یا تمام امثال ہی ہے" اور ان علیہ کہتا ہے "امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ کسی حال و تمام یا حرام کو حلال قرار دینے اور
 نہ توں حال میں کو کھنکھار کر کے کی بات و صحت ملنے کی بھی کوئی اجازت نہیں پائی گئی اس لئے یہ قول ضعیف ہے اور بارہوی اس قول کو غلط بتاتا ہے
 کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سات حروف میں سے ہر ایک حرف کے ساتھ قراءت جائز دینے اور ان میں سے ایک حرف کو دوسرے حرف کے
 ساتھ بدل لینے کو جائز فرمایا" لیکن اس بات پر جو مفسران اس کا اتفاق سے کر آئیے انکامل کا یہ حکام کے ساتھ بدل دینا قطعاً حرام ہے۔

(۳) یہ سات جنسیں: بعد و علیہ اطلاق، تراجم، مواظبا، امثال اور احتجاج ہیں۔

(۴) امر و نہی، ہتار و نذرا، اخطار اور امثال۔

(۵) محکم، تشابہ، مانع، منسوخ، خصوص، عموم اور قصص۔

(۶) امر نہ جزیرت، نسیب، ترہیب، چیل، اقصیٰ اور مثل۔

(۷) امر و نہی، وعدہ و وعید، علم، بزر، ظہر اور یمن۔

(۸) تاج، منسوخ، وعدہ و وعید، رستم، تادیب، اراخان۔

(۹) حلال، حرام، بائیس، انشید، نقدائل اور عقوبات۔

(۱۰) امر و نذر و اجراء، امثال، مانع، حسب، وعظا اور قصص۔

(۱۱) حلال، حرام، امثال، خصوص، قصص اور افعال۔

(۱۲) قہر، یمن، فرض، نسیب، خصوص، عموم اور امثال۔

(۱۳) امر و نہی، وعدہ و وعید، آیات، دادرشاک اور اخطار۔

(۱۴) مقدم، مؤخر، افرافض، وعدہ و مواظبا، تشابہ اور امثال۔

(۱۵) مجلس، مجلس، منطقی، نسیب، حرم اور امثال۔

(۱۶) امر حرم، امر نسیب، نہی حرم، نہی نسیب، انشاء اور افعال۔

(۱۷) امر و فرض، نہی حرم، امر نسیب، نہی حرم، وعدہ و وعید اور قصص۔

(۱۸) ایسی سات جنسیں جن سے کلام آفرینی نہیں کرتا۔ لفظ نام کی جن سے نہ مومن کی مراد ہو۔ لفظ عام جس سے عام ہی مراد ہو۔ لفظ عام جس سے خاص مراد ہو۔ لفظ عام جس سے عام مراد ہو۔ دو لفظ جس کی تفریق ہی اس کی تائید سے مستغنی جلتی ہو۔ دو لفظ جس کا مطلب صرف علم ہی جانتے ہیں اور دو لفظ جس کے معنی علم کے راسخین کی فہم کے سوا کسی اور کو نہیں معلوم ہوتے۔

(۱۹) انکسار و بویہ، آیات و وعدہ و وعید، تعلیم اور ہدایت۔ خدا کی عبادت، زاری کرنا، شرک کی باتوں سے بچنا، ثواب کی پوچھ و قیمت دلا کر اور عذاب سے ڈرانا۔

(۲۰) سات زبانیں جن سے پہنچنے والی عواذین کی درود تمام اہل عرب کی زبانیں ہیں۔

(۲۱) سات متفرق ملتیں تمام اہل عرب کی کہان میں ہر ایک طرف کسی ایک مشہور قبیلہ کا ہے۔

(۲۲) سناہ زبانیں، پوچھ و چارہ، زن و سعدی، بکر، شہرین، بکر، اضرین، حوا یا اور شہر اہل قریش کی۔

(۲۳) سات زبانیں: ایک زبان قریش کی، ایکہ ہان یمن کی، ایکہ زبان یزدیہ کی، ایکہ ہان عواذین کی، ایکہ زبان تھان کی، ایکہ زبان یمن کی اور ایکہ ہان یمن کی۔

(۲۴) ایکہ زبان یمن، جی کعب، بن مہر، کعب بن لوی کی، وہان دونوں گھرانوں کی سات زبانیں ہیں۔

(۲۵) عربی قبائل کی مختلف لغتیں جو ایک ہی مبنی میں آتی ہیں مثلاً غلف، غلب، غلب، غلب اور غلب۔

کسی حرف کے نقل کرنے میں سستی اور اجمال کرنا جائز نہیں اور صحاح اس بات پر اجماع ہے کہ کتاب جسے مصنف نے خاص منصوبہ سے نقل کئے گئے تھے جن کو حضرت ابو بکرؓ نے لکھا تھا اور صحابہ نے اس بات پر اجماع کر لیا تھا کہ مصنف کو نہ کر کے اور دوسرے جس کی قرآن کا کوئی حصہ پڑھا جائے وہ قاتل مرتکب ہے۔

اور سادہ سے ظاہر ہے کہ جہر علماء اور مسلمانوں کے اماموں کا یہ قول چلا آتا ہے کہ صحیفہ عثمانؓ جو عربیہ مسجد میں سے صرف ان حرف پر مشتمل ہے جن کا استعمال اس کے رسم الخط سے ہو سکتا ہے اور یہ صحیفہ اس آخری دور قرنی کا جامع ہے جس کو نبی علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا تھا اور اسے پوری طرح پرکھ کر اس کا ایک حرف بھی نہیں چھوڑا ہے۔ اس جرئی چیز ہے اور یہی وہ بات جس کا درست ہونا عیاں ہوتا ہے۔ ”لہذا یہ قول کا جواب ایسی چیز کے اس بیان سے دیا جاتا ہے کہ ”قرآن کے سات حرف پر قرآن کی عزت پر واجب نہ تھا بلکہ ان کو اس بات کی اجازت اور سہولت دی گئی تھی مگر جس وقت صحابہ نے دیکھا کہ نسبت میں اختلاف اور اختلاف برامتا جاتا ہے اور اگر انہوں نے قرآن کی قرأت میں صرف ایک ہی حرف پر اجماع نہ کیا تو آخر وہ صحت نہیں واقع ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے انہوں نے عام اور مشہور طور پر صحیفہ عثمانؓ بنی اتفاق کر لیا اور یہ بات نبوی ہوئی ہے کہ صحابہؓ کمرانی سے معصوم تھے اور اس بات میں کوئی نزاع و اجاب یا تسلیم حرام بھی نہ تھا اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جاتا کہ آخری دور میں قرآن کے بعض حصے منوع کر دیئے گئے تھے اس لئے صحابی کی رائے اس بات پر متعلق ہوئی ہے کہ جس قدر حصول کا آخری دور میں قرآن کا ثابت ہوا اسے کھلایا جائے اور اس سے سوائے کو چھوڑ دیا جائے۔

لہذا ان ائمہ نے کتاب المصنف میں اور ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب اللہ کن میں بطریق مومن میرین، عبد السلامی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا ”قرآن کی وقراءت جو رسول اللہ ﷺ کے مال و اوقات میں ان پر پیش کی گئی۔ کئی قرأت ہے جس کو آج سب لوگ پڑھتے ہیں۔“ اور ابن ابی شیبہ نے ابن میرین سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ”جو انہیں علیہ السلام پر سال ماہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ سے ایک مرتبہ قرآن کا زور کیا کرتے تھے مگر وہ سال آیا جس میں حضور سرور عالم ﷺ کی رحلت ہوئی تھی تو جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے اور چہ قرآن کو زور کیا۔ اس لئے علماء کا خیال ہے کہ اہل نبی یہ قرأت آخری دور کے مطالب ہے۔“ بخاری اپنی کتاب شرح مسلمہ میں لکھتے ہیں ”کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت کے آخری دور میں حاضر رہے تھے جس کے اندر بیان کیا گیا تھا کہ کتنا حصہ قرآن کا منسوب ہو گیا اور کس قدر باقی رہا اور یہ بن ثابتؓ سے ہے۔ اس دور میں رسول اللہ ﷺ کے لئے لکھ کر پھراتے آپ (ﷺ) کو نہا کر پڑھا تھا اور چونکہ وہ بن ثابتؓ ہی قرآن کو تلاوت و اوقات کو لوگوں کو پڑھاتے رہے تھے اس واسطے کہ وہ پڑھا اور غلطی نہ لگے اس قرآن کو قتل و اعتداء مان کر جمع کر لی اور غرض ہے کہ اسے مصاحف میں نقل کی خدمت سدا کی۔

سترھویں نوع (۱۷) قرآن اور اس کی سورتوں کے نام

قرآن، سورت، آیت کا نام رکھنے میں اہل عرب کی مخالفت

جانتا تھا کہ قرآن ہے اہل عرب نے اسماء اور قصیدہ اپنے کلام کے ہونا چاہے تھے خداوند کریم نے اپنی کتاب کے ناموں کے برخلاف مقرر فرمائے۔ نبی خدا نے سورتوں کی کتاب کا نام "قرآن" رکھا۔ جس طرح اہل عرب معمول کتاب کو بیان کہتے تھے وہ خدا نے اپنی کتاب کے اسماء نام "سورۃ" مقرر فرما دیے جیسا کہ اہل عرب "قصیدہ" نام رکھتے تھے اور مجموعے سے ہوا کا نام "توقیع"، "سیرت" کے مقابلہ میں رکھا۔ پھر "آیت" کے آخر میں حصہ "واسلہ" کا نام "کافیہ" کے بجائے "معانی" کیا۔ اور الہی العالی عزیزی بنو عبد الملک اپنی کتاب ابراہیم میں لکھتے ہیں "جانتا تھا ہے کہ خدا کا نام نے اپنی کتاب کے ناموں میں تفصیل رکھے ہیں۔"

کتاب اللہ کے پچیس ناموں کی فہرست جو خود قرآن کی آیات میں مذکور ہیں

شمار	نام	قرآن کی وہ آیت جس میں نام لیا گیا ہے
۱	کتاب محمد بن	ختم و الکتاب الطہینی
۲	قرآن اور کریم	یہ القرآن حکیم
۳	کلام	ختمی یسبح کلام اللہ
۴	نور	والنور انکم نوراً مجیداً
۵	ہدای اور ہدایت	ہدای ورحمۃ یلمونہ
۶	فرقان	لین الفرقان علی حدودہ
۷	شہاد	وشرکاء من فرقان نامو شہاداً
۸	سودق	قد خلت انکم فی سبطہ من ربکم
۹	شعاب	شعاباً فی الطہور
۱۰	ذکر اور سہرک	وہو الذکر اشارک انزلناہ
۱۱	علی	واذہو علی تم الذکر انزلناہ
۱۲	حکیمہ	حکیمہ بالیقین
۱۳	حکیم	فلان انبار حکیم
۱۴	نہیں	نہیں قالین بنی من الذکر ونبینا علیہ
۱۵	خل	واختصموا بخل اللہ خلتاً
۱۶	صراط	انھا صراط الی قلیبنا

۲۱	ص	فَبِمَا كُنْتُمْ يَوْمَ
۲۲	فصل	بِأَنَّهُ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ
۲۳	نظم	عَمْرُؤُا كَيْسًا، يُؤْتِي عَمْرُؤُا نَبِيًّا الْعَصِيمَ
۲۴ و ۲۵ و ۲۶	نظم	أَلَمْ تَرَ أَنَّ أَوَّلَ الْحَدِيثِ كُنَّا أَتَيْنَا بِهَا نَبِيًّا
۲۷	تخلف	وَأَمَّا لَشَرِّ بَلَى رَبِّهِ فَاعْلَمُوا
۲۸	روح	أَوْ خِيَا إِلَيْكَ وَخَاتَمَ مَرَا
۲۹	وفا	بَلَدًا أَنَا وَكُنْ بِالْعَوْنِ
۳۰	مرثی	فَرَأَى عَوْنًا
۳۱	بصائر	هَذَا نَصْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ
۳۲	بیان	لَمَّا جَاءَ نَصْرُ
۳۳	علم	مِنْ رَبِّكَ إِذْ جَاءَ مِنَ الْعَصَمِ
۳۴	حق	إِنَّ هَذَا الْهُدَى الْقُدْسُ مِنَ الْخَلْقِ
۳۵	بانی	إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي ...
۳۶	عجب	فَرَأَى عَجَبًا
۳۷	تذکره	أَلَمْ تَرَ كَيْفَ جَاءَ
۳۸	عروقه و تعین	وَسَمِعْتُمْ بِالْعَزْوَةِ الْوُفْقَى
۳۹	صدق	وَالَّذِي جَاءَ بِالنَّصْرِ ...
۴۰	حال	بِأَنَّكَ كَلِمَةٌ تَقُوتُ بِهَا دِينُكُمْ
۴۱	امر	وَلَسْتَ بِمَرْءٍ لَدُنَّ أَهْلِ الْبَيْتِ
۴۲	منادی	فَبَشِّرْ بِالنَّصْرِ
۴۳	بشری	هَذَا وَنَصْرُ
۴۴	مجید	بِأَنَّهُ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ
۴۵	تذکره	وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُرِ
۴۶	خبر و تدبیر	بِكَلَامٍ الْغَلِيظِ، وَجَاءَ عَمْرُؤُا بِالْفُجْرَةِ الْخُسُوفِ
۴۷	غریب	وَأَمَّا الْكُلْبُ فَأَعْمَى
۴۸	بیان	هَذَا تِلْكَ الْبَلَاءُ
۴۹	تخصیص	أَوَّلَ الْبَلَاءِ
۵۰	سبک و در کرم	وَمَا يَكُنْ مِنْكُمْ
۵۱	در بیان کلی طوایف	وَمَا يَكُنْ مِنْكُمْ

قرآن کے مختلف ناموں کی وجہ تسمیہ

قرآن کو کتاب کا نام دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے حدود و احکام کی بلاغت کے ساتھ اقسام علوم، فصول اور اذکار سب کو اپنے اندر جمع کر لیا ہے اور کتاب لغت میں جمع (فراہم اور اہل) کو کہتے ہیں اور "تسمیہ" اس لئے نام رکھا کہ اس نے پہلے ہی حق کو باطل سے ممتاز کر دیا ہے۔ باب و اقسام "قرآن" اس کے بارہ میں مختلف ہے ایک جماعت کا قول ہے کہ وہ اہم علم غیر فنی شوق ہے وہ کام ہمت کے لئے خاص ہے اس لئے وہ مورد توجہ اور ای طرح ہر دین کیلئے اسے پڑھا کر اور ہر ایک بات شائق سے بھی مروی ہے۔ تثنیٰ اور فطیب دیکھو نے شائق سے روایت کی ہے کہ وہ لفظ "قراوت" کو ہزاروں کے ساتھ جڑ سے جڑ کر قرآن میں ازہر کا شکا نہیں کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ قرآن اس میں ہے اور ہر ہوشیار ہے اور نہ قرآن سے اخذ ہے لیکن وہ کتاب اللہ کا نام ہے جسے قراء اور فطیب اس کی کتابوں کے نام میں اور بہت سے لوگ جن میں شاعری بھی شامل ہے یہ کہتے ہیں کہ قرآن "قرآن" لفظی یا فطنی ہے شوق سے جہاں ولت میں کیا ہے تاہم جب کہ دو چیزوں میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دیا جائے اور اس کا نام قرآن رکھا گیا کیونکہ سورہوں کی آیتیں اور حروف اس میں ہیں۔

قرآن و قرآن کیوں کہا جاتا ہے

قراء کہتے ہیں کہ قرآن قرآن سے مشتق ہے کیونکہ اس کی آیتوں میں سے بعض ایک ہیں جو بعض دوسری آیتوں کی تصدیق کرتی ہیں اور وہ کچھ ایسی ہیں جو کسی اور دوسری آیتوں کے ساتھ مثلاً پہلی سے چھٹی یا دہائی یا سو کی کلام (قرآن) فرماتے ہیں اور ان دونوں قول پر بھی کلام اور ہوتا ہے اور اس کو قول اسلئے قرار دیا جاتا ہے۔ مگر زبان کا کہنا ہے کہ وہ قراء اور قرا ہو کر کہتے ہیں کہ اس میں ازہر تخیف کے لئے ترک کیا گیا ہے اور اس کی حرکت باطل کے ساتھ حرف کو بڑھائی گئی ہے۔ جملہ قرآن کو علم صرف کے قواعد سے مجوز قرار دیتے ہیں ان میں بھی بہت سے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ جن میں کوفی بھی شامل ہے یہ کہتا ہے کہ قرآن قراوت کا مصدر ہے۔ جس طرح رجحان کو مصدر کے ساتھ مسموم کر دیا ہے اور دوسرے لوگ جن میں شریک ہے یہ کہتے ہیں قرآن "ف" فلان "کے ذوق پر مسموم ہے اور "قرا" سے مشتق جس کے تثنیٰ جمع کرنا ہیں اور ای سے آیا ہے "قراء" لفظ فاعل الجوعی - تائینی - نعتیہ - جو مجید کا قول ہے "کلام اللہ کا نام قرآن اس لئے رکھا گیا کہ اس نے موجود کو باہم جمع کیا ہے" علامہ زکریا صاحبی لکھتا ہے "ہر ایک جمع (فراہم) کو یا ہر ایک کام کے مجموعہ قرآن پر گزرتا ہے کہ ہر کتاب اللہ کا نام اس لئے رکھا گیا کہ اس نے زمانہ ماضی کی نازل شدہ (سہلی) کتابوں کے تمام ثمرات (مناجات) کو جمع کر کے ہر بار یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام رکھنے کی وجہ اس کا تمام اقسام علم کو اپنے اندر فروم کر لینا ہے۔ اور قطرب نے ایک قول بیان کیا ہے کہ "قرآن کا قرآن اس لئے نام رکھا گیا ہے کہ پڑھنے والا اس کو اپنے من سے ظاہر و باطن کرتا ہے اور قرآن کا لفظ افعی عرب کے قول "من قرأ القرآن لیسلفنا من لا یقرأ" سے اخذ ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسانی نے کبھی بھٹکنا نہ لایا۔ یعنی کبھی کا بھٹکنا ہی نہیں ہوئی اور قرآن پڑھنے والا اس کے لفظ کو اپنے من میں آکر ہر بار رکھ لیتا ہے اس لئے اس کا نام قرآن رکھ گیا"۔ میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں میرے نزدیک چند یہ قول وہی ہے جس پر شائق نے زور دیا ہے۔

کلام : "علم" سے اخذ ہے جس کے معنی اثر والا ہیں اس لئے کہ قرآن سننے والے کے ذہن میں ایک ایسا نظام ہے کہ وہ ترتبات ہے جو امت پہلے سے حاصل نہ تھا اور اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے حلال و حرام کے سرور معلوم ہوتے ہیں۔

حدی : نام رکھنے کی جگہ اس واقع پر دلالت کرتا ہے کہ یہ جیسے ہی اس طرح کا ہے جیسے حدیث کی غرض سے جیسے فاعل کی جگہ پر مصدر ہوتا ہے۔ پڑھیں۔

فرقان : اس لئے نام رکھا گیا ہے کہ قرآن نے حق اور باطل کے مابین فرق کر دی ہے۔ یہ جہاد کا نام ہے کہ یہ ہر دین کی حاکم اس کا دعویٰ ہے۔

شفاء : نام رکھنے کا موجب اس کا دوا دہی اور کونور کرنا ہے جیسے کفر اور جمل۔ ہر دور جسمانی کس نے نہیں کو بھی نور کرتا ہے۔

ع سے نہ ہوا اور حق میں ہی کہ۔

[illegible]

تعلیم : یہ کہ قرآن جو نئے کوں میں مولیٰ اور فرید پر بخشنے کے سلسلہ 600وں کے ساتھ نزل ہو ہے وہ اس کے کوں قسمت پر مشتمل ہے۔

تھیم : اس بات پر کہ جس کی اختیارِ خیرِ خوب تر تھیں اور نہ موعی کے ساتھ تھیں، بل تھیں اور وہ تھیں ہی تھیں، ان تھیں اور تھیں کے اس میں تھیں نے سے تھیں تھیں تھیں۔

مُتَّبِعِينَ: کسی ہو تو سید اس کا تمام سامانِ بقوہ اس لئے لے جاؤں پر شرم و ہمت۔

خیل : نامرغے ہونے کا باعث یہ ہے کہ جو شخص قانون کے ساتھ تسلسل (مستعد و منظم) کرے اور ذرا احتیاجات تک پہنچ جائے اور اس کے معنی یہ ہیں۔

مصر اہل مستقیم میں سے نامزد کردہ ایک کچھ نمبر ایچ کے پناہ جانشین کا ماتر ہے۔

مثالی : آپ کو قسم ہے کہ میں ہر شیئہ کو جس کے قصور کا بیان ہو گا۔ میں لکھتا ہوں وہ اپنے قتل کو دہانے والی دھنوں کا بیج ہے اور ایک جہے بھی جاتی ہے اس کے لیے کہ میں قصور اور اس کا بیج بکھری ہوئی ہے اور کہہ سکتا ہوں کہ اس کا نام۔ کہنے کا باعث ہے۔ یہ ہے کہ درج کرنا کہ اس کا ایک ہر مسئلہ کے ساتھ اور دوسری طرف لکھنے کے ساتھ۔ حق کا ثبوت خداوند کے لیے کہ قتل۔ ان کا نام۔ جو۔ مصلحت۔ لکھنے کے لیے۔ اس کے لیے اس بات کو کہہ دینی کے لیے حق۔ کتاب کا اس امر میں کہ نہ کہ ہے۔

زبور : اے مومنو! تم نے خدا کا عہد کیا ہے کہ اگر ان کے لئے مجھ سے روئے اور ان کو حیات ناز و ملتی ہے۔

کی وجہ سے عین چار قرآن کا ہر ایک لفظ سورۃ ہر سورۃ کے ساتھ ہونی چاہیے۔ عبادت میں مشابہت نہ ملے۔

مجید : نامرئی ہے تاہم یہ کیا فاعرف ہے۔

عزیز! ہم یہ کہہ چکے ہیں کہ اس کا مقصد خدا کے لئے ہے اور خدا کا دین ہے۔

یوں ہم بنیاد پر عمل اللہ جل جلالہ کی حد قرآن ہی کے ذریعہ سے قومن کو ان احکام الہی کی صحیح فہم و عمل تک پہنچانے کے لئے لکھے گئے ہیں۔
 جو ہم نے آج کے مجھے بھی دیا ہے لکھے قرآن میں اس لئے ہے فیہ کی نسبت بہت بڑی ہدایت و نجات کا کوئی پتہ پائی جاتی ہے۔

مطلق نے اپنی کسی چیز میں لکھ دے کہ اس نے ایک کورم بخوشی کے اور ایک کورم نے ابوالکلام کوئی سے یہ بات سنی کہ وہ جتنا قصہ "مصر" نے ابوالکلام سے سنا ہے وہ سب تمہاری سے اور اتنے زیادہ کہ ایک کورم کا کوئی زبردست خوش درغلیوم جیسا کہ ہے اور قراب اللہ کا ترجمہ ہے "خوش" سے جواب دیا کہ "مصر" نے اھدا ملاغ کلاس و شغور و "ہے۔ اور ابوشلہ و "خیر" نے ابوالکلام کوئی "و زوئی و یک خیر" کو ابوالکلام کے ہونے میں کہا ہے کہ وہ بڑی قرآن ہی ہے۔

فائدہ : معصوم کو جرحہ سے

مظفر نے پل تار میں جان لیا ہے۔ جو بڑھتے قرآن و احکام کی خوشنویسی نے لوگوں سے کیا اور کونوں پر حضور مصطفیٰ کو ان کے اس کام میں توجہ دینے والوں کے لئے جو توجہ دینا چاہی۔ جس کی سب سے پہلی کھلی ملائی تھی۔ وہ کسی تپستہ میں کہ یہ وہی کتاب کا یہاں پر تھے جس پر قرآن مسطور تھا۔ یہاں سے جس شخص کی ایک کتاب تھی۔ جس میں لوگوں کو سمجھانے کے لئے قرآن کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔

سورۃ زحل : قاریہ کا قول ہے اس کو سورۃ نعیم بھی کہا جاتا ہے۔ اس قرآن کی روایت ابن ابی حاتم نے کی ہے ابن عباس اس مائتہا کی حلیت و قرار دیتا ہے کہ خدا نے اس سورۃ میں پائی اس شہرت کا ثبوت ہے جو اس نے جنوں کو دے رکھی ہیں۔ الامراء اس کا نام سورۃ جہان اور سورۃ جہانہ بھی رکھا جاتا ہے۔

سورۃ لکھن : اس کو صحاب کرام کی سورۃ کہتے ہیں۔ یہ بات اس حدیث میں آئی ہے جس کی روایت ابن جریر نے کی ہے اور بخاری نے سورۃ جہان میں یہ بھی حدیث سے روایت کی ہے کہ ”اس سورۃ کا نام قورۃ میں ہی لکھا ہے اس لئے کہ یہ اپنے پڑھنے والے نعیم اور شہر اور خیر کے مابین حالت برقرار رکھتا ہے۔“ اور بخاری اس حدیث کو شریعت ۲۰۰ ہے۔

نور : سورۃ النعیم بھی کہا جاتا ہے۔ اس کو عبادی نے رجال قراء میں بیان کیا ہے۔

والعراء : امام مالک کی تفسیر میں اس کا نام سورۃ جامعہ روایت ہے۔

زحل : اس کو سورۃ اسمان بھی کہتے ہیں۔

نجم : اس کا نام طالع جمع بھی ہے۔

نار : سورۃ النور بھی کہلاتی ہے۔

نور : رسول اللہ ﷺ نے اس کو لقب غفران کا نام بھی دیا کیا۔ اس باہکی روایت بخاری نے حضرت انس عہد کی حدیث سے کی ہے بخاری نے سورۃ جہان میں بھی لکھا ہے کہ ”سورۃ یاسین میں“ قلیمہ“ کے نام سے یاد کی گئی ہے وہ اپنے پڑھنے والے کو نورا اور رحمت کی دونوں خوبیوں سے بھر دیتی ہے یہ راہ حدیث اور تفسیر بھی کہلاتی ہے کیونکہ اپنے صاحب کو برکت بخالت پہنچاتی ہے اور اس کی جملہ حالتیں پڑنی کر دیتی ہیں۔ بخاری کہتا ہے یہ حدیث صحیح ہے۔

انجم : اس کو سورۃ لکھن بھی کہا جاتا ہے۔

نار : اس کا نام سورۃ زحل اور سورۃ النور بھی آتا ہے کیونکہ اسی سورۃ میں دعا دیکھ کر کہ فرماتا ہے : ”انما زحل“ کہ اس نے۔

نجم : اس کا نام سورۃ النجم اور سورۃ طالع جمع بھی آتا ہے۔

النجم : اس کا نام سورۃ النجم اور سورۃ النجم بھی آتا ہے۔

نجم : النجمت بھی کہلاتی ہے۔

نجم : اس کی تفسیر بھی کہتے ہیں۔ اور بخاری نے ابن عباس عہد سے روایت کی ہے کہ ”اس سورۃ کا نام قورۃ میں“ قلیمہ“ کہ اس نے اپنے پڑھنے والے نعیم اور شہر اور خیر کے مابین حالت برقرار رکھتا ہے۔“ اور بخاری اس حدیث کو شریعت ۲۰۰ ہے۔

نجم : ایک حدیث میں جس کو بخاری نے علی حدیث سے روایت کیا ہے اس کا نام قرآن الامم ہے۔

انجم : ابی بن نعیم عہد کے صحف میں اس کا نام طالع جمع ہے۔

انجم : بخاری میں سورۃ جہان سے روایت کرتے ہیں کہ سورۃ نے کہا ”شما انما جہان سورۃ انجم“ کہ سورۃ جہان سورۃ انجم کا نام ہے۔ اور بخاری نے ابن عباس عہد سے روایت کیا ہے کہ ”اس سورۃ کا نام قورۃ میں“ قلیمہ“ کہ اس نے اپنے پڑھنے والے نعیم اور شہر اور خیر کے مابین حالت برقرار رکھتا ہے۔“ اور بخاری اس حدیث کو شریعت ۲۰۰ ہے۔

انجم : ابن جریر کا قول ہے اس کی تفسیر میں سورۃ جہان سے روایت کیا ہے کہ ”اس سورۃ کا نام قورۃ میں“ قلیمہ“ کہ اس نے اپنے پڑھنے والے نعیم اور شہر اور خیر کے مابین حالت برقرار رکھتا ہے۔“ اور بخاری اس حدیث کو شریعت ۲۰۰ ہے۔

الحق : اسی کا سورۃ النور بھی آیا ہے۔

الطلاق : اس سورۃ انشاء اللہ صریحی بھی کہتے ہیں۔ اذین مسودہ نے اس کا بھی نام لکھا ہے۔ بخاری نے اس حدیث کی روایت کی ہے مگر وہ روایت سے مگر تا اور کہتا ہے "میں اس مسودہ کے اس قول "انصر فی" کو کھرا نہیں پاؤں اور قرآن کی کسی سورۃ کے بارے میں تصریح یا خبری نہیں لکھا ہے۔" اس خبر کو کہتے ہیں "داؤدی کا نہیں کہتا ثابت شدہ حدیث کی بنا مسترد کر دیا ہے۔" ورنہ طویل یہ تصریح کبھی امر ہے۔ اس لئے کہ بخاری نے زیادہ روایت ہے۔ حدیث کی ہے کہ انہوں نے "عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي نَضْرَةَ" کہہ کر اس سے سورۃ النور مراد لی ہے۔

الفرج : اس کو سورۃ النور ہی میں فرج بھی کہا جاتا ہے۔

تبارک : سورۃ الملک بھی کہلاتی ہے اور ماہر خبروں نے اس مسودہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "اس کا نام سورۃ ام میں سورۃ الملک ہے اور سبیل مادہ ہے۔" عذاب قبر سے چھانے والی اور ترقی دینے والی اس حدیث سے عرفہ کا حدیث روایت کی ہے کہ "اسی سورۃ کو تبارک اور ان کو توبہ عذاب قبر سے نجات دینے والی بھی کہتے ہیں" ماہر عید کے مسند میں ایک حدیث کی بنا پر رد ہوا ہے۔ "یہی سورۃ توبہ اور مہالہ ہے۔" یہ قیامت کے دن اپنے قاری کو نجات دلانے کے واسطے خدا کی دعا و اجرت کرے گی۔" بن عباس کی تاریخ میں حضرت اس حدیث کی روایت سے دوسرا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سورۃ کا نام توبہ رکھا اور طبرانی نے اس مسودہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "اس کا نام سورۃ ام ہے" کے نام میں اس سورۃ کا نام مادہ رکھتے تھے۔" اور جہاں القراء میں اس کا نام الوطیۃ اور العذۃ بھی درج ہے۔

مبارک : اس کا نام العزیز اور العزیز بھی رکھا جاتا ہے۔

غفر : اس کو سورۃ النور اور العزیز بھی کہتے ہیں۔

لہو یسبح : سورۃ اہل کتاب بھی اس کا نام ہے۔ یہ اہل ایمان کی کعبہ کے معنی میں۔" یہ سورۃ اور سورۃ القیامت اور سورۃ الطہ اور سورۃ الزلزلہ بھی آتا ہے۔ یہ سورۃ جہاں القراء میں مذکور ہے۔

راکت : سورۃ امین اور سورۃ المؤمن بھی کہلاتی ہے۔

الکافرون : اس سے متعلق بھی کہتا ہے اس بات کو کہ اس کی حاشیہ زرارۃ بن یزید نے روایت کیا ہے اور جہاں القراء میں بیان آیا ہے کہ اس کا سورۃ العزیز بھی ہے۔ یہی قرات میں آیا ہے کہ سورۃ العزیز کو اس کی طرف سے سورۃ الفوج بھی کہتے ہیں کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی جانب اشارہ ہے۔ اور سورۃ تبت کا نام سورۃ المسد بھی ہے اور سورۃ الغناس کا نام سورۃ الاماس بھی آیا ہے۔ اس لحاظ سے کہ اس میں توبہ باری تعالیٰ بیان کی گئی ہے جو دین کی توجہ و نیا ہے اور سورۃ الفلق اور القاس کا نام۔" فسودۃ بن اور الشفقتان بھی آیا ہے اور آخر میں اہل عرب کے قول "غلبت من ذلک" سے ماخوذ ہے۔

معبیہ : سورۃ قوں کے متعدد نام کس طرح رکھے گئے ہیں روایت سے یہ یا معنی کے لحاظ سے؟

زرنگی اہل کتاب اہل ایمان میں لکھا ہے "سورۃ قوں کے متعدد ناموں کی نسبت یہ تحقیقات کہ سر اوامہ ہے کہ آیا یہ سورۃ روایت اعدائے نبی سے ثابت ہوئے ہیں یا مسیح معانی کا لفظ کہ کدھ کے گئے ہیں یا اگر دوسری شے بھی ہو جائے تو ایک یہ تھا انھیں اس بات سے بے خبر نہ ہو گا کہ یہ ایک سورۃ میں عافی ایسے سوچا ہے جو اپنے لفظ سے اس سورۃ کا ایک یہ مہمان نام مشتق کرنے کے غماز نظر آتے ہیں اور یہ بات درست نہیں"۔ مجرود کہتا ہے "تبارک اس بات پر غور کرنا سب سے کہ یہ ایک سورۃ کا ہی نام کے ساتھ انھیں دیا جواس کا نام رکھا گیا ہے؟ اہل عرب کی چیز کا نام رکھنے کے بارے میں اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ وہ نام ہی شے کے کسی ایسے عیب و غریب امر یا وصف سے ماخوذ ہو جو

ایسی کہ ساتھ عقلمندانہ بات، مہمیں کو چمکے والے کے واسطے (مہمیں کے جملہ ارباب، پٹے اور ان (مہمیں) کے ساتھ ان کے اور حکم ترقی طور پر جائے گئے کی خصوصیتوں میں سے کسی خصوصیت کے ساتھ ممتاز ہو سکتا۔

ایسی باتوں سے وہ (اعلیٰ عرب) کی پوری دنیا پر باطل تسلیم کا کام لے رہے تھے۔ کئے ہیں جو ہمیں (غلام یا تصدیق) یا اس سوچ پر
H۔ یہی بنا پر قرآن کی کہہ رہے تھے۔ تمام اہل حق مقرر ہو رہے ہیں۔

[illegible][illegible][illegible]

انجری ای انور پر آدم خلیا اسلام کا گذر تہہ و تہہ دروں میں ہے مگر ان کے نام سے کوئی حورہ و حوسم نہیں کہتی تھی نہ وہ محض حورہ و حوسم نہ انسان نہ انسانہ انگریز کیا
یہ ایسے ہی رنگ کا گذر تھے کہ ان کی وجہ سے حورہ و حوسمات کو کون کا نام نہیں ملا بلکہ ان کا نام خلیا اسلام کا گذر تہہ و تہہ دروں میں ہے مگر ان کے نام سے
حوسم نہیں چلا گیا بلکہ ان کی وجہ سے حورہ و حوسمات کو کون کا نام نہیں ملا بلکہ ان کا نام خلیا اسلام کا گذر تہہ و تہہ دروں میں ہے مگر ان کے نام سے

انصار و یوں نوع (۱۸) قرآن کی جمع اور ترتیب

رسول اللہ کے زمانہ میں قرآن کے جمع ہونے کا ذکر

الدرم عاتقی اپنی کتاب الملوک میں کہتا ہے "حضرت ابراہیم بن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے ہر ایک مکتبہ و عیدہ و مکتبہ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا "نبی ﷺ کا زمانہ ماضی سے رطبت فرما گئے اور اس وقت تک قرآن کسی چیز میں جمع نہیں کیا گیا تھا۔" اخطا ابی کا قول ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو مصحف میں اس واسطے جمع نہیں فرمایا کہ آپ کو اس کے بعض احکام یا تلاوت کے جمع کرنے والے حکم کے نزول کا انتظار ہوتا تھا کہ جب سرور عالم ﷺ کی وفات کے باعث قرآن کا نزول ختم ہو گیا تو خدا نے اپنے اس بچے و عہد کو فنا کرنے کے لئے جو ان سے اس امت کی حفاظت کے متعلق فرمایا تھا خدا نے رسول کے دل میں یہ بات (قرآن کو جمع کرنے کی خواہش) ڈالی پھر اس عظیم انسان کا آقا و حضرت مرثدہ کے مشورہ کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے ۱۲ ہجری کو روایت جو مسلم نے اپنی حدیث سے کی ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا تکتبوا بعنی خبثا فلو تظنون انی" آخر حدیث وہ اس بات متانی نہیں ہوتی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے قرآن کو جمع کیا تھا کیونکہ یہی بات صحیح ہے کہ نبی کریم کی نسبت تمام کیا جاتا ہے چاہے اس میں کوئی کمی ہو یا نہ ہو قرآن رسول اللہ ﷺ کے زمانہ ہی میں لکھا گیا تھا کہ وہ سب ایک ہی جگہ جمع اور سورتوں کی ترتیب کے ساتھ برقرار تھا۔

قرآن میں مرتبہ جمع کیا گیا

اور احکام متعدد ہیں بیان کرتا ہے کہ "قرآن میں مرتبہ جمع کیا گیا۔ بار ازل رسول اللہ ﷺ ہی کے زمانہ میں جمع ہوا تھا۔" پھر اس نے ایک سند پر جو شخص کی شرا سے مستند مل گئی ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ زید نے کہا "میں رسول اللہ ﷺ کے پاس قرآن کو مختلف پرچوں سے عربیہ کی کرتے تھے، تا آخر حدیث۔" بتائی کا قول ہے کہ "اس حدیث سے یہ شہید ہوا ہوتا ہے کہ شرفی نازل ہونے والی آیتیں اور رسول اللہ ﷺ کے ایمان سے ترتیب دار ان کی اسورتوں میں جمع کرنا اور دوسری مرتبہ قرآن کے جمع اور مرتبہ کرنے کا حکم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بخدا نے اپنی جمیع میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ "ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب یہامہ میں صحابہ کے شہید ہونے کی خبر ملی تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ نے میرے پاس آ کر کہا کہ میرے یہامہ میں بہت سے قاری ہیں قرآن کریم منقول ہو گئے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ ان کے معرکوں میں بھی وہ متعلق ہوتے جو تمہارے اور اس طرح بہت سے ماضی قرآن ہاں میں جا رہا ہے۔ میری رائے ہے کہ تم قرآن کے جمع کرنے کا حکم دے۔ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو جواب دیا میں کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا میں اسے کسی طرح کہوں؟" عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "وہ نہ بات بہتر ہے۔" فرمایا وہ مجھ سے جدا کر کے رہے یہاں تک کہ خداوند کریم نے میرے دل کو کھول دیا اور میں نے بھی اس بارے میں دلی دوائے کام کر لی جو عمر رضی اللہ عنہ نے تو تم کی تھی۔"

۱۔ میری باتوں میں سے قرآن کے سوا اور کسی چیز کو نہ کہو۔

۲۔ کما حدیث رسول اللہ علیہ وسلم ولفظ لغوی اس الرفع۔

زید بنے ہیں "تو یہ کہہ دیتے، نہ حکومت کہا، تو ایک نفعداروں جوں سے اور ہم نفعداروں تکمیل بھی کرتے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کا کام بھی تھا کہ اسے اس قدر ان کی فتنہ اور تحریک کرے اسے ترجیح کرنے سے نہ بچا دیتے ہیں "واللہ اعلم بالصواب" یہ اس کی جگہ ہے نہ کہ اور اس کی جگہ کا ہے گا کہ ہم دیتے تو یہ نہ تھا کہ برائیوں کو اس سے بدعتی جس قدر قرآن کے معنی لڑنے کا حکم خود پریشانی کی تندر اور میں نے (یہ نہیں جانتا اور عرض ہے) کہ کہا "تم انوں صاحب کو کہ جس طرح کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا" یہ "اور یہ کہ" نے جواب دیا "واللہ یہ بات حق ہے" نہ کہ اور مردہ نہ کہ مجھ سے کہ وہ نے میں نے نہ کہہ دیتے ہاں کہ یہ ہے میری اس بات کے لئے قبول دیا جس بات کے واسطے کہ یہ کہہ دیتے اور میری بات کا دل کھولا تھا۔ پھر تو میں نے قرآن کی حواش اور تفسیر آسان کوئی اور اسے مجھ کی خوش اور مفید ہر جنوں کے مجھ سے پھر نے نہ کہہ دیا اور انوں کے بیٹوں سے صحیح کرنا شروع کیا اور اور میں نے اور اور ان کی خاطر کی باتیں "لعلہ" حلقہ حکم رسولوں "۔۔۔ صرف فی خبریہ الصوری کے پاس یا میں اور ان کے کو اس سے یہ باتیں نہ کہیں۔

[illegible][illegible][illegible]

گھر میں پائے گئے جن میں قرآن منتشر تھا پھر میں کسی جمع کرنے والے نے اٹھا کر کے ایک ڈورے سے باندھ دیا کہ ان میں سے کوئی نکلنا نہ ہو جائے کہ پڑھوں گے اور کئے والوں اور لوگوں کے سینوں (حافظہ) پر کسی طرح اعتماد کر لیا گیا؟ قرآن کا جواب یہ دیا جائے گا کہ وہ لوگ ایسی معجزات یافتہ اور معارفِ کلم کو ائمہ کرام کرتے تھے جس کی طاقت کرتے ہوئے میں اس طرح تک نمی دیکھتا کہ کچھ آئے تھے وہاں اس لحاظ سے یہ خوف بالکل نہ تھا کہ اس میں کوئی غاری کلام ملا دیا جائے گا۔ پس مذراں بات کا حق کہ یہ اس کے مضمون میں سے کوئی مفوضات ہو جائے۔

اور حضرت آدین بن حارث رحمہ کی حدیث میں پہلے یہ بات مذکور ہو چکی ہے کہ انہوں نے قرآن کو کعبہ کی شانوں کے دخلوں اور حجر کے ٹکڑوں سے جمع کیا اور روایت میں چوڑے کے ٹکڑوں سے۔ دوسری میں شانہ کی پڑیوں سے۔ تیسری میں ہٹلی کی پڑیوں سے اور چوتھی روایت میں اؤت کی کافوں کی کڑیوں سے قرآن کا ٹکڑا کیا جاتا تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن

روایت کے لحاظ میں "کتاب" "کافہ" "کلمہ" کی جمع سے جو ایک پتھر کے ٹکڑے کو کہتے ہیں اور خطاطی کا قول ہے کہ "کلمہ" پتھر کی تہلی پڑیوں کو کہا جاتا ہے اور "کافہ" "کلمہ" کی جمع سے جو کمال، پتھی کھلی، پتھی یا کافہ کے ٹکڑے ہوتے تھے اور "کتاب" "کلمہ" کی جمع ہے یہ اؤت یا بکری کے شانہ کی چوڑی پڑی ہوتی ہے جس پر خشک ہونے کے بعد لکھا کرتے تھے اور "کتاب" "کلمہ" کی جمع ہے یہ خولہ کی کاف کی کو کہتے ہیں۔

اور ابن وہب کی کتاب مسوا میں مالک سے روایت ہے کہ ابو بکر محمد بن مسلمہ بن عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ ابو بکر رحمہ نے قرآن کو "قرائیں" میں جمع کیا اور انہوں نے اس بار سے میں نے بن ثابت رحمہ سے روایت کیا تھا تو یہ رحمہ نے ان کو دوسرے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ ابو بکر رحمہ نے حضرت کی عہد سے یہ کہنا ہیام دیا۔ "اور میں ان صحابہ کی کتاب اسلامی میں ان صحابہ سے روایت کی گئی ہے کہ اس نے کہا "جس وقت جنگ یمامہ میں مسلمانوں کا بہت کچھ نقصان ہوا تو ابو بکر رحمہ نہایت پریشان ہوئے اور وہ دوزخ کے کہیں صحابہ کی شہادت سے قرآن کا کوئی حصہ نکل نہ ہو جائے۔ پھر سب لوگ جو کہ قرآن ان کے پاس تھا انہیں بولنے لگے کہ یہاں تک کہ ابو بکر رحمہ کے ذمہ نہ ہو کہ وہ خواف میں جمع کر لیا گیا اس لحاظ سے ابو بکر رحمہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قرآن کو اکٹھا میں جمع کیا۔"

ابن جریر کا قول ہے "اور علامہ ابن خزیعہ کی روایت میں آیا ہے کہ یہ بن ثابت رحمہ نے کہا "پھر مجھ کو ابو بکر رحمہ نے حکم دیا اور میں نے قرآن کو کمال کے ٹکڑوں، وہ کعبہ کی شانہ کے دخلوں میں اکٹھا۔ پھر جس وقت ابو بکر رحمہ وفات پا گئے اور عمر رحمہ کا زمانہ آیا تو میں نے قرآن کو ایک ہی صفحہ (ورق) میں لکھا اور یہ (قرآن کو کتاب) ابو بکر رحمہ کے پاس موجود رہا۔" ابن جریر کہتا ہے کہ وہ زمانہ صحیح یعنی اس بات سے اس لئے کہ کمال کی ٹکڑوں اور شانہ خزا کے دخلوں پر پہلے قرآن لکھا ہوا تھا جبکہ وہ کعبہ کے ذمہ میں جمع کر لیا گیا تھا۔ پھر ان کے عہد میں قرآن کو اوراق میں جمع کیا گیا جس پر مزید وصف صحیح نہیں دلالت کر رہی ہیں۔

تیسری مرتبہ قرآن کی ترتیب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوئی

حاکم کا بیان ہے "اور تیسری مرتبہ قرآن کا نسخ کیا جاتا تھا۔ میں نے عہد میں جو لوگ قرآن ترتیب ہوئی۔ بخدی نے اس نے عہد سے روایت کی ہے کہ "حضرت ابن ابی اسحاق رحمہ نے کہا کہ جس نے آئے اور اسیر اور آذربائیجان کی فتوحات میں اہل شام عراق، انوں کے ساتھ مل کر مصر کرمانی میں شریک تھے۔ عذیرہ رحمہ کو ان دونوں ممالک کے مسلمانوں کا قرأت میں اختلاف رکھتا تھا۔ پریشان بنا چکا تھا اس لئے انہوں نے عثمان رحمہ سے کہا تم آستہ میں اس بات سے پہلے ہی غریبے اور بیکہ دو۔ یہ وہ نسخہ کی طرح اس اختلاف نہ کھیلے ان میں جاتے۔ حضرت حسن رحمہ نے یہ بات سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا بھیجا کہ آپ کے پاس امانت رکھے جس انہیں بھیج دے۔ جیسے تاکہ میں ان کو صفحوں میں نقل کرنے کے بعد پھر آپ کے پاس داس بار سال کر دوں۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لے دے مکہ تک عثمان رحمہ کو لکھا دے اور عثمان رحمہ نے یہ بن ثابت رحمہ، عبد اللہ بن زبیر رحمہ، سعید بن العاص رحمہ اور محمد بن اسلم بن عثمان رحمہ کے نقل کرنے پر، سورہ کہ اور تینوں غریبے صاحبوں سے کہا کہ

جس میں قرآن کے منظر میں تہا رہے اور یہ جہت میں ثابت ہے کہ مائین اختلاف آپ سے پہلے افسانہ کو قریشی کی زبان میں لکھنا کھنکھ قرآن کی لکھی زبان میں ازل ہوا ہے۔

چنانچہ جن معاملہ صاحبوں نے قرآن میں جہت کے حکم کی قیاس کر دیا۔ اور جب وہاں صحیفوں کو مصاحف میں نقل کر کے لکھ کر لے کر تو عین حق ہے۔ وہ مصاحف بدستور نبی بل حلقہ وشی ہندو عہد کے پاس ہوا جس کیج دینے اور اپنے ہنگامے ہوئے مصحفوں میں سے ایک ایک مصحف ممالک اسلامیہ کے ہر ایک گوشہ میں ماری کر دیا اور حکم دیا کہ اس مصحف کے ساتھ جس قدر صحیفے یا مصحف پہلے کے موجود ہوں ان کو سخت کر دیا جائے۔

زیادہ جہت کہتے ہیں ”جس وقت ہم نے مصحف کو لکھا تو سورۃ الاحزاب کی آیت ”میں نہیں لی جس کو میں رسول اللہ ﷺ کو پڑھنے سے ناگرا تھا۔ پھر ہم نے اس آیت کو تیرہ بن جاہل الانصار میں لکھ کر پاس پایا۔ ”وَنُفِیْزِیْنِ رَاہِلَ ضَنْفُوْا خَاخَعُوْا اللّٰہُ غَلْبَہُ“ چنانچہ ہم نے اس آیت کو اس کی صورت کے اندر اپنے مصحف میں شامل کر دیا۔ ”ابن کاردانی“ نے اس جہت میں ہوتی تھا اور بعض ایسے لوگ جن کو ہم نے پایا ہے انہوں نے بھول کر بات کہی کہ اس بات کا وقوع ۳۵ھ کے بعد وہی ہوا تھا مگر انہوں نے اپنے قول کا کوئی انداز بیان نہیں کیا۔“

اس واقعہ نے ایوب کے طریق پر علی الفلاہ جہت سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا ”نہ سے اس میں مالک ناوی بنا ناصر کے ایک شخص نے بیان کیا کہ عین جہت کے بعد میں قرآن کے اعداد اس قدر اختلاف پڑ گیا جس کی وجہ سے جڑے دے پہلے ہر علم لوگوں کے مابین تلواریں لگی۔ عین کو فریاد کی تو انہوں نے فرمایا ”لوگ میرے سامنے قرآن کو جھلانے اور اس میں غلطی کرنے کے لئے تو عین جہت جو مجھ سے دور ہوں کے دور ان کی نسبت سے کہیں بڑھ کر لکھا ہے اور غلطیاں کرتے ہوں گے۔ اے اصحاب محمد (ﷺ) تم کچھ ہو جاؤ اور لوگوں کے لئے ایک کام (قرآن) لکھو۔“ چنانچہ تمام کتاب سے متفق ہو کر قرآن لکھنا شروع کیا۔ جس وقت قیہ کے بارے میں ان کے باہم اختلاف ہو پڑا تو وہ کہتے ہیں کہ آیت رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے مخصوص کو پڑھائی تھی۔ پھر اس کو بیکو لیا جاتا، حالانکہ وہ شخص جڑے سے نہیں ان کی مسافت پر ہوا تھا اور وہ جب آجاتا تو اس سے دریافت کرتے کہ کتنا اس آیت کی قراءت رسول اللہ ﷺ نے نہیں کسی طرح سنائی تھی۔ وہ شخص بتا ”یوں۔“ اس وقت اس آیت کو لکھتے جاتے ہو پہلے سے اس کی جگہ خلل رہنے دیتے تھے۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع قرآن کا طریقہ

اور ابن ابی داؤد نے محمد ابن بکر بن اسلم سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا ”جس وقت عثمان جہت نے مصحفوں کے لکھوانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اس فرض سے بارہ مشہور و مشہور قریش اور انصار دونوں قبائل کے بیچ کئے پھر قرآن کے صحیفوں کا اور صندوق منگو لیا جو جہت کے گھر میں تھا۔ صندوق نہ کو آگیا تو عثمان جہت نے ان لکھنے والوں کی مگر اپنی ذمہ داری اور نقل کرنے والوں کا اندازہ تھا کہ جب وہ کسی بات میں باہم جھگڑتے تو اسے ججہ ذیل دیتے (یعنی اس وقت لکھتے تھے)۔ محمد بن بکر بن اسلم کا قول ہے ”وہ لوگ اس کی کتاب میں اس لئے تاجیر کر دیتے تھے کہ کسی ایسے شخص کا نظاں یکس جہت میں سب کی نسبت کام لکھنے کی سختی اور سے قریب تر زادہ کرتا ہو پھر اس کے بیان کے مطابق جو کو لکھا وہ کیا ہے اسے لکھیں۔“ ابن ابی داؤد کا صحیح سند کے ساتھ سید بن غلطہ سے روایت کرتا ہے کہ اس سے علی جہت نے فرمایا ”عثمان جہت کے بارے میں مجھ پر غرہ ہے کہ وہ کچھ کہہ کر لکھتا ہے۔ انہوں نے مصاحف میں جو کچھ لکھا ہے اسے کیا ہے وہ ہمارا ایک رعایت کیڑی نہ ہمارے سے کیا ہے انہوں نے ہم سے کہا ”تم لوگ قرآن کی قراءت کے بارے میں کیا کہتے ہو مجھے خبر ملے کہ بعض اشخاص دوسروں سے کہتے ہیں ”میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے۔ اور یہ بات قریب قریب کفر کے ہے۔“ ہم لوگوں نے کہا ”تمہاری کیا رائے ہے؟“ عثمان جہت نے جواب دیا ”مجھ کو یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک ہی مصحف پڑھ کر دیا جائے تاکہ پھر اختلاف اور اختلاف ہو نہ ہو سکے۔ اور ہم لوگوں نے کہا ”تمہاری رائے بہت اچھی ہے۔“

[illegible][illegible]

مہاجرین کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ بدعتیوں کی ترتیب کسی قوی روایت (توفیق) کے ذریعہ سے عمل میں آئی ہے یا کس فعل و سنان کی وجہ سے اور
دوسری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل و معاملات و عبادت کے لحاظ سے یہ ترتیب کوئی نئی ہے یا جو ہم پر آئی اس شخصیت سے انہیں اس
میں نکلا کہ انہی کی کجگارش میں ہے۔ اور ابو جعفر بن الزبیر اس بارے میں روایت کرتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور حنفی کتاب لغو میں مذکور ہے کہ
یہی سنی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہی قرآن کی آیتوں اور سورتوں کی ترتیب ہو چکی تھی نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اور
ہذا کی وجہ سے اس ترتیب سے مشکوک ہو چکی تھیں۔ اور اس میں عیب اس جانب نہیں کہ جو اس کے خلاف سورتوں کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور ان کی روایت میں ہے خصوصاً جو کئی کئی مثل احادیث بڑی سورتوں، عوامیم اور مفصل کی ترتیب دونوں کے ماسوائے سورتوں کی ترتیب کے لیے یہ بھی
ماہرین کا کہنا ہے کہ اسے امت کے لئے پھیلنا چاہیے کہ وہ آپ کے بعد یہ حدیث انصاف سے لے کر ابو جعفر بن زید انصاف سے لے کر ابو ذر رضی اللہ عنہ
شعبہ ابن عباس نے حضرت فوتوش بنیہ کہا ہے اور اس سے روایت زیادہ سورتوں کی بات تو صحیح ہے ترتیب رکھنے کی نہایت دیتے ہیں مثلاً رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "انزلوا منہ عوامیم" (انزلوا منہ عوامیم)۔ نہ کہ روایت مسلم نے ہے یا معین بن خالد کی حدیث میں ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرت طویل کی سورتوں کو آپ ہی رحمت میں فرمایا۔ یہ حدیث ابن ابی حنیفہ نے اپنے مصنف میں روایت کی ہے اور
ی حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفصل کتاب کی رحمت میں فرمایا کہ "ترجمہ اور غرضی اللہ عنہ" صحیح بخاری

انیسویں نوع (۱۹)

قرآن کی سورتوں، آیتوں، کلمات اور حروف کی تعداد

قرآن کی سورتوں کی تعداد

جن لوگوں کا علم حاصل نہیں ہو سکتا ہے ان کے نزدیک قرآن کی جملہ سورتیں ایک سو چودہ ہیں اور ایک قول میں الاغفال اور برأۃ کو ایک ہی سورتہ ماننے کے باعث ایک سو تیرہ ہی سورتیں بیان کی گئی ہیں۔

سورتہ الاغفال اور برأۃ دو سورتیں ہیں یا ایک ہی سورتہ ہے؟

ابو اسحق نے اپنی روش سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا "الاغفال اور برأۃ دونوں ایک ہی سورتہ ہے"۔ اور ابی ابراہیم نے فرمایا ہے "اُس نے کہا میں نے مسن سے الاغفال اور برأۃ کی نسبت دریافت کیا کہ یہ دو سورتیں ہیں یا ایک ہی سورتہ ہے تو انہوں نے کہا "دو سورتیں ہیں"۔ اور حاکم نے اپنی روش سے کہا کہ ایک ایسا قول نقل کیا گیا ہے اور اس کی روایت ابن ابی حاتم نے سفیان سے کی ہے۔ ابن اثیر ابن کثیر کا یہ قول بیان کرتا ہے کہ اس نے کہا "لوگ اس بات سے کماکل ہیں: "مَدَدٌ - مَسْنُونٌ غَنِّ الْاَنْفَالِ" کا ایک حصہ ہے اور برأۃ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اسی بات سے نہیں لکھی گئی کہ وہ مَسْنُونٌ میں شامل تھی۔ لوگوں کو یہ شبہ اس وجہ سے ہوا کہ ان سورتوں کے دونوں کلمہ سے اِسم لے جاتے ہیں اور ان کے مابین بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں ہے"۔ مگر جلیل القدر محدث ابن جریر اور حنفی سورتوں میں سے ہر ایک کا ایک کلمہ مہمکن اس قول کی تردید کرتا ہے۔

سورتہ برأۃ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ

اور کتاب اتمام کے مصنف نے ایک قول بیان کیا ہے کہ ان مسودہ کے مصنف میں بسم اللہ قید ہے۔ مگر بحر فاضل کہتا ہے کہ اس قول کو لیان جانے کا سہرا قیامی بیان کرتا ہے "صحیح یہ ہے بسم اللہ سورتہ برأۃ میں بھی لکھی گئی کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے اس کو اس سورتہ میں نازل نہیں کیا"۔ اور محدث ایک میں بیان فرماتا ہے "مس نے نقل ابن ابی طالب سے کہ سورتہ برأۃ میں بسم اللہ اتر خفیف الرحمن کیوں نہیں لکھی گئی؟" تو انہوں نے جواب دیا اس لئے کہ وہ ایمان اور برأۃ سے جو کلمہ (مکمل جنگ) کے ساتھ نازل ہوئی ہے"۔ اور ایک سے مروی ہے کہ جس وقت اس سورتہ کا آغاز ہوا تو بسم اللہ بھی ناسی کے ساتھ نکل گیا کیونکہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ سورتہ برأۃ طوالت میں سورتہ البقرہ کی پہلی تھی۔

ابن مسعودؓ اور ابی ابن کعبؓ کے مصنف کی سورتوں کی تعداد

سورتہ البقرہ اور سورۃ المائدہ کا ذکر: ابن مسعودؓ نے چنگا پے مصنف میں سورۃ تین کو لکھی تھیں اس لئے اس میں محض ایک سو بار سورتیں ہیں۔ ان کے مصنف میں ایک سو بار سورتیں ہیں اس لئے کہ انہوں نے آخر میں فخذ اور فاعل دو سورتیں بڑھا دی ہیں۔ ابو حنیفہؒ ابن جریرؒ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے مصنف میں قاصد الکتاب سورۃ تین "لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ مَقْصَدِ الْأَعْدَاءِ" تحریر کیا ہے اور ابن مسعودؓ نے ان کو بجز دیا ہے۔ مگر حاکم نے اپنی سورتوں میں سے ذخیرہ الکتاب اور سورۃ تین کو اپنے مصنف میں لکھا۔

آیتوں کی تعداد میں اختلاف کا سبب قرآن کی جملہ آیات اور حروف کی تعداد

ابن نصر میں نے عثمان بن عفا کے طریق پر خلاصہ اس کے باب عطاء کے اس میں کہا ہے کہ روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "قرآن کی جملہ آیتیں چوبیس ہزار چھ سو سول ہیں اور قرآن کے تمام حروف کی تعداد تین لاکھ تیس ہزار چھ سو اکیس حروف ہیں۔" اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ قرآن کی آیتوں کی تعداد چوبیس ہزار ہے مگر پھر اس تعداد سے اضافی کے بارے میں کہا گیا کہ آیتوں میں اختلاف ہو گیا ہے۔ بعض لوگوں نے کچھ ایسی آیتیں بھی دیکھی ہیں جو چار سو آیتیں زائد بتاتی ہیں اور کئی اقوال میں اس کی تعداد سے زائد ہونے والی آیتوں کی نسبت زیادہ مانیں، مگر یہ سب باتیں صحیح نہیں لگتی ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ انہی نے کتاب مند بقرہ میں جو فیصلہ بنی دیشی کے مرتبی پر بواسطہ حضرت بنی سلمیٰ کے مسمون بنی ہرمان سے مسمونوں نے ان عباسیہ سے متروک روایت کیا ہے "کہ سنت کے درجے قرآن کی آیتوں کے برابر ہیں اور قرآن میں چوبیس ہزار سو سول آیتیں ہیں پھر سنت کے درود و خول کے مانیں اتنا حد صلہ ہے جتنا میں دیکھتا ہوں کہ ان کے مانیں۔ فیصلہ کے بارے میں ان کا یہ کہنا ہے کہ وہ سخت جھوٹا اور ضعیف ہے اور صحیح کی کتاب شعب الایمان میں امام ابو نعیم عاصم رضی اللہ عنہما کی حدیث سے متروک مروی ہے کہ "سنت کے درجہ قرآن کی آیتوں کی تعداد کے برابر ہے اس لئے اہل قرآن میں سے جو شخص سنت میں داخل ہو گا اس سے اوپر کوئی روایت نہ ہو گا۔" حاکم کہتا ہے کہ اس حدیث کے ساتھ صحیح میں نہیں یہ شاذ ہے اور اس حدیث کی روایت لی لی صاب سے ایک دوسری جہ پر معروف کر کے اجنبی نے بھی مایہ القرآن کے بارے میں کہا ہے۔

آیات کی تعداد میں علماء کا اختلاف

امام ابو نعیم نے اپنے تصنیف و ذات از شد فی الحدیث کی شرح میں یہ بھی کہا ہے "آیتوں کے شمار میں اہل کتب اہل مدینہ اہل شام، اہل بصرہ و اہل کوفہ سمیت نے اختلاف کیا ہے۔ اہل مدینہ آیات قرآن کی دو تعدادیں رکھتے ہیں پہلی تعداد وہ جس کو ابی جعفر نے یہ اختلاف اور ضعیف بن نصر نے یہ قرار دیا ہے اور دوسری تعداد وہ جسے اسامی بن جعفر بن ابی کثیر نے تصنیف میں مقرر کیا ہے۔ اہل کتب میں شمار کرتے ہیں وہ حدیث بن کثیر سے بواسطہ تعداد ان عباسیہ سے مروی ہے تو اس میں عباسیہ نے اس کو نقل کیا ہے۔ اہل شام کی تعداد آیات کو پانچ سو تالیف الاغوش وغیرہ نے صد تین سو گنا سے اور احمد بن حنبلہ نے چار سو گنا سے بڑھا دیا ہے اور ابن ذکوان اور جہام نے یہ تعداد بواسطہ ابی بن حمزہ داری کے بھی بنی الحارث ذری سے نقل کی کہ اس نے کہا "میں دو تعداد ہے جس کو اہل شام کی تعداد آیت دانتے ہیں اور اہل مدینہ و شام نے صحابہ کی روایت سے ہم تک پہنچایا ہے اسی کو عبد اللہ بن عامر عجمی وغیرہ نے ہمارے لئے ابی ہریرہ سے روایت کیا ہے اور اہل بصرہ کی تعداد آیات کو مرثد بن عامر بن عقیق نے تصنیف کی کہ وہ ابی ہریرہ سے اہل مدینہ کو دانتے ہیں اس کی نسبت عمرو بن حبیب قریات، ابی الحسن کسری اور علف بن شام۔" کہی جاتی ہے۔ حمزہ نے کہا کہ یہ تعداد اہل مدینہ کی ہے جو حدیث مہدی بن سلمیٰ بن فی طالب وغیرہ سے نقل کرتے ہیں۔

تعداد و آیات کے لحاظ سے قرآنی سورتوں کی تین قسمیں

المسلمین کا قول ہے ہر قرآن کی سورتوں میں تین قسمیں ہیں آیات قسم وہ ہے جس کی آیتوں میں کوئی اختلاف ہی نہیں پایا جاتا۔ مثالی کا اور نہ تبدیلی کا۔ دوسری قسم میں وہ سورتیں شامل ہیں جن کی آیتوں کے شمار میں محض نزول کے تفصیل اختلاف ہے نہ از روئے اجماع اور تیسری قسم ان سورتوں کی ہے جن کی آیتوں کی تعداد میں از روئے تفصیل از روئے حرج و اختلاف پایا گیا ہے۔

تسمیوں میں چالیس سو تیس ہیں۔

(۱) چونتہ اہم تسمیہ واتیق۔ (۲) اکر انوے تیش۔ (۳) تھلی پینہ مو تھلی تیش۔

(۴) فو توں ستر تیش۔ (۵) الا جواب تھر تیش۔ (۶) الفج تھیر تیش۔

(۷) اکر اکر ہوا تیش۔ (۸) فی مہر لہن تیش۔ (۹) الا اریہ مہا تیش۔

(۱۰) اکر چہن تیش۔ (۱۱) اکر پو تیش۔ (۱۲) اکر تھیر تیش۔

(۱۳) تھلف پو تیش۔ (۱۴) اکر تھن تیش۔ (۱۵) اکر تھن تیش۔ (۱۶) اکر تھن تیش۔

(۱۷) اکر تھن تیش۔ (۱۸) اکر تھن تیش۔ (۱۹) اکر تھن تیش۔

(۲۰) اکر تھن تیش۔ (۲۱) اکر تھن تیش۔ (۲۲) اکر تھن تیش۔

(۲۳) اکر تھن تیش۔ (۲۴) اکر تھن تیش۔ (۲۵) اکر تھن تیش۔

(۲۶) اکر تھن تیش۔ (۲۷) اکر تھن تیش۔ (۲۸) اکر تھن تیش۔

(۲۹) اکر تھن تیش۔ (۳۰) اکر تھن تیش۔ (۳۱) اکر تھن تیش۔

(۳۲) اکر تھن تیش۔ (۳۳) اکر تھن تیش۔ (۳۴) اکر تھن تیش۔

(۳۵) اکر تھن تیش۔ (۳۶) اکر تھن تیش۔ (۳۷) اکر تھن تیش۔

(۳۸) اکر تھن تیش۔ (۳۹) اکر تھن تیش۔ (۴۰) اکر تھن تیش۔

(۴۱) اکر تھن تیش۔ (۴۲) اکر تھن تیش۔ (۴۳) اکر تھن تیش۔

(۴۴) اکر تھن تیش۔ (۴۵) اکر تھن تیش۔ (۴۶) اکر تھن تیش۔

(۴۷) اکر تھن تیش۔ (۴۸) اکر تھن تیش۔ (۴۹) اکر تھن تیش۔

(۵۰) اکر تھن تیش۔ (۵۱) اکر تھن تیش۔ (۵۲) اکر تھن تیش۔

(۵۳) اکر تھن تیش۔ (۵۴) اکر تھن تیش۔ (۵۵) اکر تھن تیش۔

(۵۶) اکر تھن تیش۔ (۵۷) اکر تھن تیش۔ (۵۸) اکر تھن تیش۔

(۵۹) اکر تھن تیش۔ (۶۰) اکر تھن تیش۔ (۶۱) اکر تھن تیش۔

(۶۲) اکر تھن تیش۔ (۶۳) اکر تھن تیش۔ (۶۴) اکر تھن تیش۔

(۶۵) اکر تھن تیش۔ (۶۶) اکر تھن تیش۔ (۶۷) اکر تھن تیش۔

(۶۸) اکر تھن تیش۔ (۶۹) اکر تھن تیش۔ (۷۰) اکر تھن تیش۔

(۷۱) اکر تھن تیش۔ (۷۲) اکر تھن تیش۔ (۷۳) اکر تھن تیش۔

(۷۴) اکر تھن تیش۔ (۷۵) اکر تھن تیش۔ (۷۶) اکر تھن تیش۔

(۷۷) اکر تھن تیش۔ (۷۸) اکر تھن تیش۔ (۷۹) اکر تھن تیش۔

(۸۰) اکر تھن تیش۔ (۸۱) اکر تھن تیش۔ (۸۲) اکر تھن تیش۔

(۲۳) اُصل : نوے سے دو اور بقول بعض چار اور بقول بعض پانچ آیتیں اندر ہیں۔

(۲۴) ادرام : ساتھ آیتیں مگر ایک قول کے لحاظ سے محض ساتھی ہیں۔

(۲۵) اضماع : تینتیس اور بقول چونتیس آیتیں ہیں۔

(۲۶) اصبغ : تیس آیتیں اور بقول بعض ایک آیت کم۔

(۲۷) سہا : چوں اور کہا گیا ہے کہ چھٹیا آیتیں ہیں۔

(۲۸) فاطر : چھ یا تیس اور کہا گیا ہے کہ بیس یا تیس ہیں۔

(۲۹) یسوع : تری اور کہا گیا ہے کہ بیس یا تیس ہیں۔

(۳۰) الصافات : ایک سرائیکی اور کہا گیا ہے کہ ایک سو یا تیس ہیں۔

(۳۱) زمر : چھ یا بقول بعض چھ یا اور کہا گیا ہے کہ اسی آیتیں ہیں۔

(۳۲) اعراس : ستر سے دو اور بقول بعض تین اور بعضوں کے نزدیک پانچ آیتیں زائد ہیں۔

(۳۳) غافر : عیسیٰ اور کہا گیا ہے کہ چودھویں بعض پچاس اور بقول بعض چھ یا آیتیں ہیں۔

(۳۴) فصلت : باون اور کہا گیا ہے کہ تیرہ اور چوں آیتیں ہیں۔

(۳۵) شوریٰ : پچاس اور کہا گیا ہے کہ تیرہ آیتیں ہیں۔

(۳۶) اعراف : نوہی اور کہا گیا ہے کہ اسی آیتیں ہیں۔

(۳۷) اعدائے : چھ اور کہا گیا ہے کہ ستاون اور آیتیں ہیں۔

(۳۸) الجاثیہ : چھٹیاں اور کہا گیا ہے کہ ستیس آیتیں ہیں۔

(۳۹) الاحقاف : چونتیس اور بقول بعض چونتیس آیتیں ہیں۔

(۴۰) اقصیٰ : چالیس آیتیں اور کہا گیا ہے کہ ایک اور کہا گیا کہ ۵۰ آیتیں کم۔

(۴۱) القدر : بیس یا تیس اور کہا گیا ہے کہ ادرام، تیس اور بقول بعض اچاس آیتیں ہیں۔

(۴۲) النجم : آسمان اور بقول بعض آسمان آیتیں ہیں۔

(۴۳) الرحمن : شتر اور بقول بعض چھتر اور بعض کے نزدیک پھتر آیتیں ہیں۔

(۴۴) ارحمہ : نانو سے دو اور کہا گیا کہ نانو سے دو اور بقول بعض چھانو سے آیتیں ہیں۔

(۴۵) لہوہ : اتریں اور کہا گیا ہے کہ اتریاں آیتیں ہیں۔

(۴۶) غذ صبیح : بائیس اور کہا گیا ہے کہ اتریاں آیتیں ہیں۔

(۴۷) الطلاق : گیارہ اور کہا گیا کہ بارہ آیتیں ہیں۔

(۴۸) تبارک : تیس اور بقول اکتیس آیتیں۔ فطر امل غذ حنا ما بعد کے بعد موعلیٰ کہتے ہیں صحیح تعداد پہلی ہی ہے۔ اسی غنوا کا

قول ہے کہ اس بارہ میں جو اخبار (امارات) ملے اور دوئے ہیں ان کی وجہ سے کئی شخص کو اسی کے خلاف کہنا درست نہیں۔ احمد اور مصحاب

ایک نکل گئی ہے اور دوسری وہی نکلیں گے جو اب رہتی ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ "کافہ" ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف ہے، ام ایک حرف ہے اور سم ایک حرف ہے۔ اور طبری نے عربی الخطاب سے جو نو عادات کی ہے "قرآن" کے لئے لکھا تھا کہ میں نے اس حرف میں چھٹیں اور دہرے کے ساتھ یہ اصول ثابت کر کے پڑھے گا اس کو قرآن کے ہر ایک حرف کے لئے میں اس ایک ہی اصول سے اس سے مل گیا۔ اس حدیث کے وہی سبب لکھ دیے ہیں۔ مگر طبری کے لئے یہ تھا کہ میں نے اس میں اپنی آغوش کے بارے میں ایسی حدیث کی ہے۔ اس میں نے کلام کیا ہے اور اس کا اصل ان چیزوں پر بھی لکھا تھا جسے میں نے قرآن سے منسوب کر دی تھی لہذا جس قدر قرآن اس وقت موجود ہے وہ اس حدیث کے لئے ہے۔

فائدہ : حروف کلمات، آیات، سورتوں اور احزاب کی تعداد کے لحاظ سے قرآن کا نصف

قاریوں میں سے کسی قدر کا بیان ہے کہ قرآن کے نصف سے کسی اعتبار سے ہے۔ یہ ہے۔ نصف حروف، نصف آیتوں، نصف سورتوں، نصف احزاب۔ قرآن پر جو آیت اور کاف و ہم کے نصف کا آیت ہے۔ تعداد آیتوں کے لحاظ سے سورتوں کے عدد تو یہ تعالیٰ تعالیٰ کے فضل سے پہلے نصف تھا ہوتا ہے اور جو "وہ نصف" کہتے ہیں وہ نصف کا پہلا کلمہ ہے۔ تعداد آیتوں کے لئے کچھ دوسری سورتیں اشعرام میں توں "وہ نصف" کی "وہ نصف" تمام ہو کر "وہ نصف" سے "وہ نصف" شروع ہوتا ہے اور سورتوں کی تعداد کے لحاظ سے سورتہ اللہ کے لحاظ پر پہلی آدمی سورتیں تمام ہوتی ہیں اور سورتہ النازمہ باقی نصف سورتوں کی پہلی سورت ہوتی ہے اور یہ حصہ جو سورتہ النازمہ کے بعد باقی رہتا ہے۔ احزاب (روزانہ و فیصلہ کی مقدار) کے لحاظ سے قرآن کا دسواں حصہ ہے۔ اور لکھا گیا ہے کہ یہ حصہ جو پہلے کے لحاظ سے پہلا نصف "نکرو" کے کاف پر ہوتا ہے اور ایک قرآن یہ بھی آیا ہے کہ توں تعالیٰ "وہ نصف" کی "وہ" پر قرآن کا نصف ہوتا ہے۔

تشریح کرو: ایت یقول مازری رضی اللہ عنہ

مذہبی کہتا ہے "اُنس جگہ کے قول سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ قرآن کو ان چار مضمونوں کے سوا کسی اور مضمون نے نتیجہ ہی نہ دیا ہو اور نہ ہی واقعہ اُن کا یہ کہنا درست ہو۔ کیونکہ اس مقام پر کہ ہم نے پہلی کتاب میں چاروں قولوں کے سوا کوئی کا قرآن کو مخرج کہا معلوم نہ تھا نہ کہ دیگر ممکن تھا کہ صحابی کی کثرت کے ساتھ اُن کے تمام کلام الیکب اسلام میں منتشر ہوتے ہوئے اُنس جگہ اس امر کا حلقہ بنتے ہو یہ امر عجیب ہی صورت کے کسی طرح یہ نہ حاصل نہیں ہو سکتا تھا اور یہ کہ صحابی نے جدا جدا ہوئے جگہ اس سے ہیافت کیا کہ ان آیات میں نے قرآن کو مجھ سے سنا تھا۔ جس میں کربا لیا ہے کہ اُنس؟ پھر اس نے لاف کہ کیا نہ تو لہو لہو کہ اس سے یہ مرید کہ نہیں نہیں نصیب ہو اور یہ بات عمدہ اور اقرار اس ہے کہ اُنس جگہ کے اس قول کا مخرج اُن کا ذاتی علمی قرار دیا جائے تو پھر اس بات کا لازم نہیں رہتا کہ ان کا یہ قول واقعی درست ہو۔ مذہبی کہتا ہے اور اُنس جگہ کے اسی قول کے ساتھ ملاوہ کی ایک جماعت نے تمسک کیا ہے ملاوہ اس حدیث کے تمسک کی کوئی وجہ نہیں پائی جانی کیونکہ ہم اس قول کا اس کے ظاہری معنوں پر محمول کرنا تسلیم ہی نہیں کرتے۔ ملاوہ فرمیں کہ وہ ہم اس کے ظاہری معنوں کو سمجھ بھی نہیں ہیں اور نہ ہی وہ لوگ یہ مرید کہ غلط بات کریں گے کوئی افواہ بھی یہ بات ہوئی تھی اور اسے بھی ٹھنڈی اور یہ کہ لئے ملان ایا جائے تو یہ کب لازم آتا ہے کہ ایک جماعت کے معلقہ قرآن نہ ہونے کے ساتھ دوسرا عارف ایک گروہ کو یہ قول قرآن کا منظر بھی نہ ہو؟ ہر قول کی تفسیر یہ شرط ہے کہ تمام صحابہ کرام قرآن کے ساتھ سے ہوں بلکہ ان صحابہ نے قرآن کو مخرج ہی نہیں بلکہ قرآن کو حلقہ لیا اور اس قدر قوت اور حجت دینے کے لئے کافی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت پر قرطبی اور بلقانی کا تبصرہ

[illegible]

ذیل : اس قول کا کوئی مفہوم ہی نہیں نکلتا اس وجہ سے یہ لہجہ بھی بچا جاتا کہ ان چار سادہ لہجوں کے علاوہ کسی نے قرآن کو قیاسی نہ کیا ہو۔

نوٹ : اس سے مراد یہ ہے کہ ختمِ ان وجہ اور فقراتوں پر جن پر اس کا نزول ہوا تھا معروف الہی چارہما جوں نے جمع کیا۔

سوم : کلام الہی میں سے اس کی حکایت کے بعد منسوب شدہ اور غیر منسوب مضمون حاصل کیا گیا اور ہر دفعہ تین زبان چاروں کے علاوہ اور کسی نے سہی نہیں کی۔

جیسا کہ ہم یہاں پر قرآن کے تفسیر کرنے سے پرہیز کر رہے ہیں۔ گویا واسطہ رسول اللہ ﷺ سے سیکھا ہو، مگر ممکن ہے کہ ان لوگوں کے ماہر و سرور نے قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی واسطہ کے ساتھ رد کیا ہو۔

مہتمم : اُن لوگوں نے قرآن پڑھنے اور پڑھانے پر اپنے لائقیت صرف کرنے والے یہ عقیدہ ہو گئے ہیں دوسرا دل کثرت نہ عمل ہو سکا۔ چنانچہ ان لوگوں کا ان چاروں مضامین کا دل معلوم یہ تھا کہ دوسروں کے حال کا علم نہ تھا انہوں نے اپنے علم کے مطابق فقط قرآن کا انحصار نہیں کیا وہ اس میں گمراہ اور فی الجواب غیبت و غیبت تھی۔

ہشتم : مجمع ہے مراد کتابت ہے اس لئے اس جگہ کا یہ کہنا اہم بات کے مطابق نہیں چڑتا کہ درویش نے قرآن کو محض زبان یاد کیا اور دل میں محفوظ رکھا اور محض باطن اور دل میں محفوظ رکھا۔ نہ اس حد تک کہ محفوظ بنائے۔ کہلاوا قلمبند بھی کر لیا تھا۔

معلوم : اس سے یہ مراد ہے کہ ان صاحبوں کے علاوہ کسی نے اس جنت قرآن کے جمع کرنے کا ہوا دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے
مہم مبارک اہل علی حفظہ قرآن کی تکمیل کر لی ہے کیونکہ اور لوگوں نے قرآن کے حفظ کا غلطہ و غلات، سائنات و مابین حفظ کے بعد یا قریب
زمانہ میں اس جنت کا تصاحب کیا تاہم ازل ہوئی تھی۔ لہذا کہ جس نے اس آخری جنت اہل کی مشابہہ صریحاً انہوں کے نزدیک کے

اور میری کم و زیادہ فطرت جو میری اہلی کے ترکے کے متعلق ثابت ہوئے ہیں وہ اپنی اہلی کے لئے ہے۔ مجھ سے اس میں خالص انسانیت نے ہر ایک کو مدد دیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو میری اہلی کے لئے ایک شخص تھا۔ اس میں ہر ایک نے اس کو قبول و ملت قبول کیا۔ اس کے قریبی ہر ایک شخص نے اس کا نام جو ہے وہ میری ہے۔ اس کا نام نہیں ہو سکتا اور وہ میری ہے۔ ہر ایک شخص نے اس کے نام کے بارے میں اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس کا نام میری ہے۔

فائدہ : اہم وقت رضی اللہ عنہا انصار میرے جامع قرآن صحابہ

میرے انصار میں سے ہر ایک شخص میری اہلی کے لئے ایک شخص تھا۔ اس میں ہر ایک نے اس کو قبول و ملت قبول کیا۔ اس کے قریبی ہر ایک شخص نے اس کا نام جو ہے وہ میری ہے۔ اس کا نام نہیں ہو سکتا اور وہ میری ہے۔ ہر ایک شخص نے اس کے نام کے بارے میں اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس کا نام میری ہے۔

فصل سات قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم

میرے سات قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم میری اہلی کے لئے ایک شخص تھا۔ اس میں ہر ایک نے اس کو قبول و ملت قبول کیا۔ اس کے قریبی ہر ایک شخص نے اس کا نام جو ہے وہ میری ہے۔ اس کا نام نہیں ہو سکتا اور وہ میری ہے۔ ہر ایک شخص نے اس کے نام کے بارے میں اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس کا نام میری ہے۔

یہ وہ وقت ہے کہ میری اہلی کے لئے ایک شخص تھا۔ اس میں ہر ایک نے اس کو قبول و ملت قبول کیا۔ اس کے قریبی ہر ایک شخص نے اس کا نام جو ہے وہ میری ہے۔ اس کا نام نہیں ہو سکتا اور وہ میری ہے۔ ہر ایک شخص نے اس کے نام کے بارے میں اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس کا نام میری ہے۔

میرے سات قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم میری اہلی کے لئے ایک شخص تھا۔ اس میں ہر ایک نے اس کو قبول و ملت قبول کیا۔ اس کے قریبی ہر ایک شخص نے اس کا نام جو ہے وہ میری ہے۔ اس کا نام نہیں ہو سکتا اور وہ میری ہے۔ ہر ایک شخص نے اس کے نام کے بارے میں اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس کا نام میری ہے۔

ایک سو بیس نوع (۱)

قرآن کی عالی اور نازل سندیں

علاؤ الدینی پانچ قسمیں

ہندوؤں کے سنی فقہ کرنا سخت ہے کیونکہ اس طریق سے لحد و کاترب حاصل ہو جاتا اور اہل حدیث نے علو و سفلہ کی پانچ قسمیں قرار دی ہیں جو حسب ذیل ہیں :

قسم اول : پاکیزہ اور غیر ضعیف سزا کے ساتھ دہلی اللہ علیہ کا قرب حاصل ہو۔ یہ غلو بہایت اعلیٰ اور الفضل قسم کا ہے جو ہزار ہزار سالوں میں شہرہ کو اس طرح کے خواستار ملے ہیں کہ ان کے دور رہنے میں ایک لکھ کی تعداد میں خود و ماویٰ پڑے ہیں اور یہ درجہ ان ذکور کی روایت سے عام کی قرأت کو حاصل ہے۔ چار سو اور اسی صدیوں کا ہے جن میں کوئی پندرہ سو تے ہیں اور اس درجہ کو قرآن مختص کی روایت سے عام کی قرأت کو اور روایت کی روایت سے لغتوب کی قرأت کو حاصل ہوتا ہے۔

قسم دوم : محدثین کے نزدیک علو و سفلہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ ان حدیث کے کسی امام کا قرب میسر ہو سکے مثلاً ائمہ، جشم، جرج، عوازی اور مالک وغیرہ اور ان قرأت میں نہ قسم کے ملکی مثال سے مذکور سب اہل ایمان قرأت میں سے کسی کے ساتھ قرأت حاصل ہوا ہے۔ یہ نچے موجودہ سفلہ کی قرأت کے شیوں کو مانع اور مردودوں تک قرأت کی متعلق استقامت و قوت مند ہیں جن میں ہر یہ سب اعلیٰ درجہ کا قرب ہے۔

قسم سوم : محدثین کے نزدیک سفلہ کی حدیث کی چھ گنتیاں ہیں جن میں ایک جانب نسبت کر کے سفلہ کے مانع اور نازل ہونے کے یہ سنی ہیں کہ مثلاً ایک حدیث جو کتب سے ہیں کہ ایک حدیث کے طریق سے روایت کی جاتی ہے اور اس حدیث دوسری کتاب کے طریق سے روایت کی جائے تو دوسری حدیث مثلاً روایت کی نسبت ایک دوسرا سے اعلیٰ ہوں اور اعلیٰ روایت دوسرے طریق سے نازل لے آئے ہوگی۔ اور اس مقام پر اس کی مثال یہ ہے کہ تیسرے اور چوتھے قرأت کی مشہور کتابوں کی جانب اشارہ کرنے کی حالت میں ایک کی حد کو دوسری کتاب کی سند سے برتری حاصل ہوا اور اس نوع میں موافقات باہمال، مساوات اور موافقات واقعی ہوتے ہیں۔

موافقت : اس بات کا نام ہے کہ روایت کا طریق کسی صاحب کتاب کے، جو اس کے شیخ سے سنی ہو جائے اور اس حالت میں ان کی تو وہ روایت بہ نسبت صاحب کتاب کے طریق سے بیان کیے جانے کے مانع ہوتی ہے۔ درگاہے مانع نہیں بھی ہوتی۔ اس بات کا مثال نہیں قرأت میں ان چیز کی اور قرأت میں جس کو کھڑی نے ان ہی جن کے طریق سے لانا چاہی رہا جس سے روایت کیا ہے اور اسی قرأت کو ان کو کھڑی بھی اعلیٰ منصور ہے جو مالک نے نہ وہ ان کی کتاب مندرجہ اہل علم و شہرہ کی کتاب تصنیف سے روایت کرتا ہے۔ پھر وہ جنوں نے اس قرأت کو کہ اسید میں کتاب سے پڑھا ہے۔ لہذا ان کو کھڑی اس قرأت کو کہ طریقوں سے کسی ایک طریق پر بھی روایت کرنا اہل حدیث کی اصطلاح میں موافقت کہلاتا ہے۔

دلی : اس کو کہتے ہیں کہ روایت نے کسی طریق کا امتناع کسی صاحب کتاب نے سزا کے سزا دیا اس سے بھی کو پر کے درجہ میں ہو جائے۔ یہ امر بھی کسی اہل علم کے ساتھ ہوتا ہے اور گاہے نہیں بھی سہم۔ یہاں پر اس کی اعلیٰ اہل علم کی روایت سے اس کو اور دوسری نے اس کو اعلیٰ کے طریق پر پہنچائی اہل علم کے اہل نہ وہی سے روایت کیا ہے اسی قرأت کی روایت اس کو کھڑی نے کتاب تیسرے سے ہے جس کو اعلیٰ نے لایا تھا کہ

شیخ کی موت کو پچاس سال گزر چکے ہوں اور ابن سنیہ کو قول ہے کہ تمہیں سانس بیکار کافی ہیں۔ لہذا اس اعتبار پر مولا علیؑ کے زمانہ میں لڑنے کی ضرورت کے شاکر وہوں سے خذ قراءت کرنا اعلیٰ سند ہے۔ کیونکہ تاریخین میں لڑنے کی ضرورت سب سے پہلے فطری ہے جس کی منہد عالی تھی اور اس زمانہ میں اس کی وفات کو پورے تیس سال پہلے چکے تھے۔

میں نے قراءت کے یہ قواعد حدیث کے قواعد سے نکالے ہیں اور اس میں میں نے مشہور قواعد سب سے پہلے لیا ہے۔ مجھ سے قبل کوئی اس باتوں کی تحریر پر توجہ نہ دیا اور یہ خدا کا شکر ہے۔ اور جب کہ اسناد کے علاوہ کمال معنی کی قسموں کے معلوم ہو چکا تو اب نزول اسلام کی تصریح اس لئے ضروری نہیں معلوم ہوتی کہ یہ علم کے برعکس بلکہ بالکل خوف ہے۔ چنانچہ اس بات سے آئے سمجھ لیا جائے کہ پھر نزول کی خدمت کی گئی ہے اس لئے جب تک اس کی فراہمی نہ یوں۔ کہ علم، حفظ، اتقان، عمل، مشورہ پر بیزار کار نہ ہو۔ نے کی صفات میں سے کسی ایک صفت کے ساتھ دار نہ ہو اس وقت تک اعتبار نہ ملے گی ورنہ جیسے راویوں کی روایت خواہ کتنی ہی صحیح ہو چکی سند کیوں نہ ہو نہ ہم نہیں مانی جاتی۔ اگرچہ اسی کے ساتھ آئے عالی اسلام پر فضیلت بھی نہیں دے سکتے۔

بائیسویں (ستوازی) تھیسویں (مشہور) چوبیسویں (آحاد)

پچیسویں (شذ) پچیسویں (موجود) اور

ستائیسویں (درج) نو عین (قرآن)

علامہ بلقینی کی تقسیم قرأت

قاضی جلال الدین بلقینی کا بیان ہے "قرأت کی تقسیم حجاز، آحاد اور شاذ کی تین قسموں میں ہوتی ہے۔ ستر مشہور قرأتوں کو کہتے ہیں اور آحاد ان تین قرأتوں کا نام ہے جن کو کفارہ میں قرآن پڑھ کر دیا جاتا ہے اور صحابہ کی قرأتیں ان قسموں کے ساتھ تھقی کی جاتی ہیں اور شاذ تابعین کی قرأتوں کو کہا جاتا ہے۔ مثلاً اعلیٰ، یحییٰ، ان دحب اور ان حمیرہ وغیرہ کی قرأتیں۔" اور اس بیان میں ایک قسم کا اعتراض وارد ہوتا ہے جس کی توضیح اگلے باب سے خود بخود ہو جائے گی۔

علامہ ابن الجوزی کے مطابق صحیح و باطل قرأت آخر سجدہ کی ہر قرأت قابل قبول نہیں

اس نوع میں سب سے پہلے کا مسئلہ زمانہ کے لحاظ سے ہے اور ہمارے ساتھ ابوالخیر بن الجوزی نے کہا ہے۔ دواچی کتاب الفتر کے آغاز میں لکھتے ہیں "ہر ایک کی قرأت جو کہی جہت عربی زبان دینی کے موافق ہو اور مصاحف حجازیہ میں سے کسی مصحف کے ساتھ طول و اعتدالی طور پر بھی مطابق ہو۔ پھر کسی کی سند صحیح ہو۔ ہر ایک قرأت کو قابل اور صحیح قرأت شمار کیا جائے گا اس کے ماننے سے انکار کرنا جائز نہیں ہوگا بلکہ وہ قرأت انہیں صرف سجدہ میں شامل ہوگی جن پر قرآن کا نزول ہوا ہے۔ اور جو ان کو قابل قرأت قرار دیا جب ہوگا۔ اس سے بحث نہیں کہ وہ قرأت سے ساتوں یا دسوں اماموں کی طرف سے مروی ہوئی ہے یا ان کے ماسوا اور بے مقبول اماموں کی جانب سے۔ مگر جس وقت ان تینوں مذکورہ بالا ارکان میں سے کوئی ایک بھی تھقی ہو تو اس قرأت کو شاذ و ضعیف یا باطل قرأت کہا جائے گا۔ خواہ اس کے راوی تادم سجدہ ہوں یا ان کے ماسوا دوسرے امام جو ان سے بھی زیادہ کبرا و بزرگتر ہوں۔ سب سے بڑے کے مطلق تک جتنے صاحب تحقیق امام ہوئے ہیں انہوں نے اس بات کو صحیح مانا ہے۔"

اگرچہ، انبیاء الہدیٰ اور ائمہ ثلاثہ نے حق بات کی تصریح کی ہے مگر یہی مصنف کا بھی مذہب ہے اور ان میں سے کوئی اس کے خلاف معلوم نہیں ہوتا۔ ابو شامہ اپنی کتاب الرشاد الوجیز میں بیان کرتا ہے "ہر ایک قرأت کو جو آخر سجدہ کی جانب منسوب ہو اس پر قطعاً صحت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور اس کا اسی طور پر مانا ہونا چاہا جائے اور ابوالخیر اس مسئلہ کے تحت میں مداخل کے ہوئے اس پر فریفتہ ہو چکا اور اس حساب تک پہنچا ہے اور جب اس کو اس مسئلہ کے تحت میں اگر پرکھ لیا کہ ہر قرأت میں قرأت کے بیان کرنے میں کوئی معصوم مغفرت نہیں ہو سکتا اور اس بات کی کچھ خصوصیت وہ جانتا ہے کہ وہ قرأت سجدہ ہی سے مقبول ہو بلکہ ان کے علاوہ دیگر قارئین سے مقبول ہونے کی حالت میں بھی وہ صحت سے دور ہے۔ فارغ نہ ہوئی تو کچھ امتداد ان تصانیف کے متوجہ کر لیتے پر ہوتا ہے کہ اس راوی پر جس کی طرف وہ قرأت منسوب ہے اس کی تشہیم متفق علیہ اور شاذ کی قسموں پر ہوتی ہے۔ البتہ چونکہ قرأت سجدہ کی قرأتوں کو کثرت عام حاصل ہے اور ان کی قرأتوں میں کچھ و تحقیق حدیث قرأتیں کثرت ہیں۔ اس لئے ان سے جو بات مقبول ہوتی ہے وہ ان سے باہر ان قولوں کو لینا ہے اور دوسروں کی روایتوں کے ماننے میں تامل ہوتا ہے۔"

قبولی قرأت میں روایت کی صحت اسناد کا اعتبار ہے نہ نحو کی قواعد کا

پھر ابن الجوزی کہتا ہے "اسم سے ضابطہ میں "ولو بود" کی قید سے کسی نحوی حد کو مراد لیا ہے خواہ وہ بھی تو ہو یا متفق علیہ ہو یا صبیح ہو مگر مختلف فیہ تاہم وہ اختلاف اس قسم کا ہو جو قرأت کے مشہور و معروف ہونے اور اس کے اس کی تعلیم صحیح اسناد کے ساتھ کرنے کی وجہ سے کوئی نقصان نہ

[illegible][illegible]

تنبیہ و موعظہ قرآن اور قرأتوں میں فرق

[illegible][illegible]

تسمیہ ششم : قراءتوں کی توجیہات پر کتب

قراءتوں کی توجیہ معلوم کرنا ایک اہم اور ضروری امر ہے اور فقہ کے اماموں نے اس کی چار توجیہات کر کے اس سے بیان میں مستقل کتابیں تصنیف کرائی ہیں۔ مگر ان کتابوں کے چند کتابیں یہ ہیں : مجمعۃ : مصنف ابی علی فاری ، مسکنف : مصنف ابی ، الہدایہ : مصنف ہدوی اور المعقب : مصنف ابن قیم۔

قراءتوں کی توجیہ معلوم کرنے کے فوائد

الکرامی بیان کرتا ہے قراءتوں کی توجیہ معلوم کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ وہ نابل ملیک قدر و منزلت پر دلیل میں جائے یا اس کو تزیین کر دے اور اس مقام پر ایک امر ہے کہ ایسا بھی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ قراءتوں میں سے کسی ایک کو دوسری قراءت پر اس خرما : خرما وینا : اسے قریب قریب سا فائدہ کر دے۔ یہ ایک ناپیدہ امر ہے۔ اس لئے کہ ان قراءتوں میں سے ہر ایک قراءت قرأت کے ساتھ ثابت ہوئی ہے لہذا کسی ایک کی تردید راہیں نہ کہتی اور ابو عمرو الخزاز نے کتاب العیالیت میں شعب سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا ”میں وقت قراءتوں میں دو اعراب مختلف ہوتے ہیں تو میں ان میں سے ایک اعراب کو دوسرے اعراب پر فضیلت نہیں دیتا مگر اور لوگوں نے حکام میں ایسا اتفاق نہ ہوا تو قریب اعراب کی تفسیر دے دیتا ہوں“ اور ابو عمرو الخزاز اس کا قول ہے ”چند لوگوں کے نزدیک سناسات بڑی کے یہ معنی ہیں کہ جس وقت دوسری قراءت صحیح ثابت ہو تو یہ بات برکت نہ تھی جائے کہ ان میں سے ایک قراءت زیادہ اعلیٰ ہے کیونکہ وہ سب قراءتیں نیک ہیں سے مروی ہیں لہذا جو شخص اس خرما کے ساتھ مل جائے گا“ اور یہ ہے کہ دوسری توجیہات ان طرح کی بات کہیں گے کہ جو توجیہات تصور کرتے تھے۔

ایک قراءت کو دوسری پر ترجیح دینا

ابو شامہ کا قول ہے ”میں قراءت پر کتابیں تصنیف کرنے والوں نے ”ملک“ اور ”ملک“ کی قراءتوں نے بار سے میں وہ لوگوں پر ترجیح کی ہے اور اس سبب سے کہ قریب قریب انہوں نے ”ملک“ کی قراءت کو برتر قرار دیا ہے اور دونوں قراءتوں کا ثبوت ہم جتنے کے بعد ایسا کہ کسی دلیل قریب نہیں مل سکتا“ اور بعض خا کا قول ہے کہ اس میں جس شہ قراءتوں کی توجیہ کر رہے ہو قراءتوں کی توجیہ سے بہرہ جمائے گا“ اور یہی ہے۔

خاتمہ : ”عبداللہ کی قراءت“ یا ”سالم کی قراءت“ کہنا کیسا ہے؟

فقہ کا بیان ہے کہ علماء کو یہ کہنا بہت زور معلوم ہوتا تھا کہ ”اے عبداللہ کی قراءت“ ”سالم کی قراءت“ ان کی قراءت اور یہ کہ قراءت۔ بلکہ میں نہ جانتا تھا کہ ان کو اس حد سے بڑا مقام تھا کہ ان سے بڑا حرکت تھا۔ تو یہی کہنا ہے ”مگر صحیح یہ ہے کہ ایسا کہنا نہیں ہے۔“

اشھائیسویں (نوع) وقف اور ابتداء کی شناخت

اس فن کی اہمیت

اہل علم و ادب اور علمائے اسلامیہ، عالمی و اسلامی، ہندوستانی و غیر ہندوستانی سے لوگوں نے ان موضوعات پر مستقل کتابیں تصنیف کر دی ہیں۔ انہی یا ایک سورتوں سے اور ان کے حصوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قرأت کو کس طرح پڑھا کرنا چاہیے۔ قرأت میں اصل بات اس کا معطلہ کرنا ہے۔ وقف اور ابتداء کی اصل وہ روایت ہے جس کا تمناں نے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے ”مجھ سے کچھ متنا غلط پڑھاؤں گے یا جان کیا۔ اس سے بدلہ میں اطلاع دے کر تمنا کا اس سے اسی کے باپ علاء الدین محمد بن جعفر کوٹوں نے کہا ”ہم سے عید اللہ بن محمد اور امیر بن محمد نے بلا خطہ پڑھنا اپنی جیسے۔“ کاہن بن عوف انہی کا یہ قول بیان کیا کہ ”وہت قرا“ میں نے عید اللہ بن محمد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ”ہم اپنے زمانہ میں ایک حدیث یہ تھی کہ اس طرح قرأت کی سر کرتے رہے کہ ہم میں کب ہر ایک شخص قرآن حاصل کرنے سے پہلے ہی ایمان لے آتا تھا اور یہی محمد ﷺ پر سورۃ نازل ہوئی تو ہم سب ان سے اس سورۃ کے حال و خرام کی تعلیم حاصل کرتے اور ان مقامات کو معلوم کرتے جہاں پر قرأت میں ٹھہرنا سزاوار ہے۔ اس طرح قرآن کو لوگ قرآن کی تعلیم حاصل کرتے ہو اور بلاشبہ آج ہم بکثرت ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جن میں سے کسی کو ایمان لانے سے پہلے قرآن کی تلاوت کا مومنہ نصیب ہوتا ہے اور وہ کچھ اقرآن سے لے کر اس کے خاتمہ تک سب کا سب پڑھا دے، بے تمنا سے اور بھی نہیں جس کو قرآن کی تلاوت کا امر کیا ہے، ہندوؤں کے زجر سے آگاہ ہونے اور تمناں پست کو معلوم کرنا ہے کہ قرآن پڑھتے وقت اس میں ٹھہرنا (وقف کے مقامات) کون کون ہیں۔“

صحابہ و اوقف کی تعلیم اسی طرح حاصل کرتے تھے جس طرح قرآن سیکھتے تھے

تمناں کہتا ہے ”بقیہ یہ حدیث ان بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ و اوقف کی تعلیم بھی اسی طرح حاصل کرتے تھے جس طرح قرآن کو سیکھتے تھے۔ اور وہیں عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ ”ہم اپنے زمانہ کی ایک حدیث تک زندہ رہے۔“ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ امر صحابہ و اوقف کا بہت اہم واسطہ ہے۔ یعنی اوقف کی شناخت کے باعث جو حکم بن محمد نے فرمایا اس پر تمام صحابہ و اوقف اتفاق کر گئے اور یہ تھا کہ اس قول کو تمنا نے اپنے نسخہ میں بھی بیان کیا ہے اور علی رضی اللہ عنہ نے خداوند کریم سے قول ”وَنَزَّلْنَا الْحَقَّ فِي تَرْجُمَةٍ“ کی تعبیر میں اور جو اب کے زمانہ میں نے فرمایا ”ترجمہ“ کے معنی اور وہی ہے۔“

علم الوقف و ابتداء کی ضرورت اور اس کے فوائد

ابن ابی ہریرہ کہتا ہے ”قرآن کی پہلی معرفت میری بات بھی داخل ہے کہ وقف اور ابتداء کی شناخت حاصل ہونا۔ اور ابی ہریرہ بیان ہے کہ وقف کا باب نہایت عظیم الشان اور قدیم کے قائل ہے کہ کوئی کسی شخص کو بھی قرآن کے معنی اور اس سے اولیٰ شرطی تعلیم نہ سیکھ کر لے کر نہایت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک وہ فاضل (آجوں) کو نہ پہنچے۔“ اور ابن ابی ہریرہ اپنی کتاب البشیر میں لکھتا ہے ”جو کچھ تمنا کے لئے یہ بات غیر ممکن ہے کہ وہ ایک سورۃ یا کچھ کو ایک ہی سانس میں پڑھا دے اور وہ لوگوں کے مابین حالت اصل میں وہ پڑھ کر بلا وقف سے پڑھ لیں کہ یہ بات محض ایک ہی جگہ کے نام میں نہ سن کر دوسرے کی ہے۔“

یہ ہم پر ۱۹۵۹ء کے کمریٹ کے اس باپ توڑنا چاہیے۔ قانون صنفی کے جس شرکاء کو تے ہیں اس سے باز کر دیا جائے کہ "اللہ لا یغفر" اور "مومن یغفر" اور "لا تغفر العظائم" صحیح و غلط کرنا۔

ابتداء ہر حالت میں اختیار کی جاتی ہے

یہاں تک کہ افس و نظیاری اور وقف و فطری کے احکام بیان کئے گئے اور اب ابتداء کی نسبت یہ بات قاطبہ مذکور ہے کہ وہ جو حالت میں افس بکھڑی ہے کہ کسی کی حالت و فطرت سے بالکل الگ ہے۔ وقت تو کسی ضرورت سے ہوتا ہے اور ابتداء کی دیگر حالت نہیں چلتی ابتداء جب تک کوئی مقام اس قدر ہو جو مستقل یا سستی اور مقصود کو چھو کر نہ والا یا جائے اس وقت تک کہ اس سے ابتداء کرنا جائز نہیں ہوتا۔

ابتداء کی چیز تھیں

[illegible]

تجربات

متنبہ اول۔ مصنف برہمچری مصنف ایسے علماء ہونے لائق کہ

علمائے قراءت کا یہاں مضاف پر مبنی مصدق ایسا کو مانے ہوئے یا ایسے ہی اور امور و کورہ میں و تلف کرا جائے تو نہیں۔ اس کی بابت میں المیزانی کہتا ہے کہ "وہ اس کی مراد ان کے اسکا جواز ہے مگر یہ ہر جواز ہی کی قرآنہ رکعات میں ایسا معلوم ہوتا ہے جو زمانہ کا یہ مقصد نہیں کہ ایسا وقت ہر ایسا کرے ہو مگر ہاں جس حالت میں کہ جس طرح کے وقت سے قرآن کی تحریف اور ضائع ہونے کے یہ خطرہ دیکھتے ہوئے صحیح کا جواز مفسر و مرقا اس بابت ایسے امر کا منکر نہ ہو گا جو مانا گیا ہے۔"

تعمیر دوم : بناؤں اور فضوں وقف و ابتداء

ابو الجوزی کا قول ہے "مجلس خود کا موب بخانہ اور چند کاری کوٹہ دیکھو جو غولیں افکاش سے نئی سنگھات اور پٹلوں کو نقل سے کر
کثرت و تفتہ ادا کرتے ہیں، موب ۱۰۰ روپے کے مختلف نمونہ کے برتنوں میں جھانک رہا ہے، جاسوس کو دیکھ کر مناسب سے کمال تر

تنبیہ ششم : وقف کے نام و اقسام تجویز کرنا بدعت ہے

ان برہان نوی کافی و یوسف لام یا ضیفہ کے شمارہ کا یہ قول نقل کرنا ہے کہ ان کی روایت میں قرآن میں وقف کے جانے کی باتوں کو اہل اہل کے ساتھ ہم قسم جس اور قبیح شمارا اور ان کے اپنی طرف سے یہ نام تو یہ کہ نصف حرمیت ہے اور اس طرح پر جان بوجھ وقف کرنے والا آدمی ہے جو کہ قرآن میں پڑھتا ہے اور جسے افسوس ہے کہ اس کی طرف سے ایک ایسی غلطی کی طرح سب کا سب قرآن ہے خواہ اسے کئی حدیث سے دیکھو یا نہ کی حدیث سے اس کا حال بھی اسی ہے اور ان کو ہونے کے باوجود یہ کہ نہیں اس لئے جس طرح اس کا وقف ہے اور اس میں جو ایسے ہی اس کا جو دیکھی نام اہل حرمیت ہے۔

تنبیہ ہفتم : وقف اور ابتداء کی تعریف میں علماء کا اختلاف

ان فرامہ کے، انہوں نے وقف اور ابتداء کے بارے میں جدا جدا قیاد رکھے ہیں۔ نام و وقف اور ابتداء دونوں کا معنی کی حرمیت سے ہم قسم اور جملہ فقہاء سمجھتے ہیں۔ ان تعریف اور حرمیت کے لئے اس لئے کہ موقع توجہ ترستے ہیں۔ ان کیلئے "ما نحلہ من مالہ ولا لہ" اور "وما یشیر الیم" اور "ما یشیر الیم" کا یہ قول ہے کہ یہاں سے وقف کی کیا ہے۔ عہد اور کسائی اور ہاں وقف کرتے ہیں۔ اس جگہ کام کام ہوتا ہے اور اور اور انہوں کے آخری سرواں پر اہل حرمیت کے بارے میں نزدیک اسی امر کو پسند دیتا تھا ہے کہ یہ بعض علماء کا قول ہے کہ وقف پر اس میں نہایت ہے۔ کئی کتاب شہاب الانان میں اور بہت سے دیگر علماء اور اس بات کو کہتے ہیں کہ "آجوں کے سرواں پر وقف کرنا افضل ہے اگرچہ ان کا قطع ہے ماحد کے ساتھ کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمیت اور آپ کی سنت کی پیروی ہوتی ہے۔ اور وہ خود طبرستان کی بی بی نام علیہ وسلم کی حرمیت سے روایت کی ہے کہ "یصلی علی اللہ علیہ وسلم جس وقت قرآن کریم کو پڑھتے تو اس کی قرأت ایک ایک بیت الگ الگ کر کے پڑھتے۔ آپ بھی کہتے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پھر پڑھ جاتے۔ "لنحسبہ زبنا، فلیحسبہ" پھر وقف فرما۔ "عو" "الواضیٰ الزبجیم" پڑھ کر پھر پڑھ جاتے۔

تنبیہ ہشتم : وقف اور سنت کا بیان

ما سے حضرت وقف، قطع اور سنت کا بیان اور ان کا بیان مطلق عانا اپنے ہی موقعوں پر کیا کرتے ہیں جہاں وقف کرنا ضروری ہو مگر علماء متاخرین نے ان کی تعریف کی اور کہا قطع سے قرآن سے اس سے ہی قطع کر دیا مگر اس لئے وہ ایسا ہے جیسے ہر صاحب کو بار اس کا پڑھنا اور کیا قرأت سے سرسوز کر دیتی اور ہی حالت میں منتقل ہو جاتا ہے جس کو کمال حالت سے کوئی تعلق نہ ہو قطع کا مقام وہاں ہے جس کے بعد وہ سرور قرأت شروع کرنے والے "انصر ذہبہ" پڑھی جاتی ہے جس سے پڑھنے صرف آیتوں کے خاتمہ پر ہوتے ہیں جوئی نفس کام کے قطع کرنے کی چاہتیں ہیں۔ سعید بن مسعود نے اپنے نہیں جہد روایت کی ہے "انہا ثانی ثانی ان ابن ابی امیہ نے کہا "وہ لو کہ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ آیت کو کوئی ٹکڑا کر میں اور دوسرا ٹکڑا کر دینا" اس روایت کے ساتھ ہیں۔ عیادت بن ابی امیہ نے بہت برا نامی سے اور اس کا قول "وہ لو کہ اس بات کو پسند کرتے تھے" اس امر پر روایت کرتے ہیں کہ کتاب "اس بات کو برا مانتے تھے۔ وقف سے یہ مراد ہے کہ کسی آدمی کے لئے لکھ سے قطع صورت کر لی جائے جس میں معمولہ رسم لیا جاتی ہے مگر اس سے بہت بڑی جانتے قرآن کو پڑھنا رکھ جائے گا نہ یہ کہ باہر نہ کر دیا جائے گا۔ یہاں وقف انہوں کے آخری سرواں پر ہوا ان کے وسط میں بھی ہوتا ہے مگر ایک ہی کلمہ یا کلمات کے وسط میں ہرگز نہیں آتا۔ آج کل کا یہی قول رسم لکھا کے لئے ضروری ہوتا ہے سنت کے یہ معنی ہیں کہ جس دور کے لئے معمولہ وقف کی حالت میں آواز قطع کر دی جاتی ہے اس سے کم حرمیت کے لئے قرأت کرتے نہیں ہو جائیں۔ اور اس میں بھی نہ لیں۔ ان فرامہ کے کاموں سے سنت کے ہونا کرنے کی نسبت جو ان میں بیان کی ہیں جن کے اختلاف سے اس کے طول اور قہر کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً نزد سے اس میں کہیں پر جو مزد سے نقل آئے

[illegible][illegible]

(۷) اوقاتِ حذف : جوقب حالتِ وصل میں یاے نہ کہ کوہست رکھتے اور حالتِ وقف میں اس کو حذف کر دیتے ہیں ان کے نزدیک وہ وقف کرنا صحیح ہے۔ یاے راہِ نایک ہوئے کہ کوہستی ہے جو کہت (لکھتے) میں کوہستی آتی قرآن میں کوہستی ہے ایک اور کئی مقاموں پر جو یہاں تحصیل آتی ہے وہ کوہستیں لکھوں میں کہتہ کے مابین درج ہوتی ہیں ان کے قریبی کھڑوں پر بعد ازاں باہر قریب جزو و کسلی اور یہ مضمون ایک اس" ہے کو حذف وصل میں ثابت رکھتے ہیں کہ حذف کر نہیں۔ اور ان کثیر اور ناقص پانوں جو ان لوگوں میں قائم رکھے دیتے ہیں۔ اور مضمون وقف اس کو برادراتوں میں حذف ہی کرتے ہیں۔ مگر بعض اوقات چند مقامات پر ان اسوں میں سے کسی کو اپنے قرار دے دو اصول سے تجاوز کرتے بھی ملتا ہے۔

انسان یا آفت میں ہوتا ہے۔ وہ جسے اصل حلقہ بندی جاتی ہے اور اس طرح کے واقعات کو دیکھ کر اسے میں جو مصیبت آفت یا آفت کہ نام رکھتے ہیں۔ ان کے نام: زلزلہ، طوفان، آگ، وبا اور آفت ہے۔

[illegible]

قاعدہ: ان اوقاف کے لحاظ سے وقف کرنے میں مصنف تثنیٰ پہنچے کہ رحمہ اللہ کی پیروی کرنے پر علماء قریب کا اتفاق و اختلاف

وہاں اہل تشیع، اہل اقلیت کے لوگ سے گفت کرنے میں تمام مذاہب و اقوام کا احترام و اتفاق، ذہنی و قلبی طور پر ہوا۔ یہاں تک کہ ان کے دل میں ہر مذہب و قوم کے لوگوں کی برادری پیدا ہو گئی۔ ان تمام مذاہب کے اعلیٰ ترین علمائے مذہب نے اس موقع پر ایک مشترکہ قرارداد پر دستخط کیے۔ جس میں ان تمام مذاہب کے اعلیٰ ترین علمائے مذہب نے ایک مشترکہ قرارداد پر دستخط کیے۔ جس میں ان تمام مذاہب کے اعلیٰ ترین علمائے مذہب نے ایک مشترکہ قرارداد پر دستخط کیے۔ جس میں ان تمام مذاہب کے اعلیٰ ترین علمائے مذہب نے ایک مشترکہ قرارداد پر دستخط کیے۔

[illegible]

نئی قوم کے لئے ہے۔ " جس اسی وقت میرے دل کی گرد مکمل تھی اور یہ دیکھ کر دل بھونکی کہ وہ کچھ پراس قول، سن کر سمجھنے سے واضح ہو گیا کہ اہل عرب
 "مہاجر اسلام اور حضرت جو علیہ السلام کا قصہ "جینے انعام" پر قائم ہو چکا ہے اور اس کے بعد کلام قرآن میں اہل عرب کے حالات اور ان سے
 ہونے کوغدا کا اثر یک جہانے کے بارے میں وارد ہوا ہے۔ لیکن اس امر کی وضاحت ضمیر کے سینہ میں ہوتی جا رہی ہے۔ یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ پہلے
 تمام مہاجرین شہید کی قاتلی ہیں اور نہ "خزائن" کی ایک جگہ وہ تو قاتل ہیں بلکہ زندہ کر دینے پر اور دوسرا عالم یہ ہے کہ پہلے ہی "مہاجر" کا قصہ
 خدا نے انعاماً صلیبنا خدا کے لئے شرف کا: "جینے انعام" کی طرح "انعام" میں "مہاجر" کے ساتھ اور اس طرح مہاجر کے ساتھ ہونے کی
 حالت تو یہ تھی کہ "انعام" میں "انعام" کے بارے میں اس کے بعد کہ تمام آیتوں تک یہ برعکس تھی کہ یہ مہاجر کی بات تھی جس سے یہ مہاجر اور اہل عرب
 انھیں قرآن کی ایک سبب (طریقہ) کا ہے۔ چنانچہ اس قبیل سے خود کو کہہ کر ان کا قول "انعام" میں "انعام" کا لفظ "انعام" کے ساتھ
 آخری آیت آگئی ہے کہ ان میں سے جو ملے ان کے لئے ہے تو یہ طلب شک کا کہ انھیں نے "انعام" کی کار میں جا۔ لے کر انھیں اور مکمل کا اپنا کچھ ہے تو اس کے
 برعکس مہاجر کے لئے انھیں اہل عرب کے لئے ہے کہ انھیں اور انھیں کے لئے "انعام" میں آیت کہ مکمل کر لیتے ہو
 حالانکہ یہ حقیقت یہ مسئلہ ہے۔

وَقَوْلُهُ تَعَالَى : وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ (الآية) کی مثال

اور اس کی تائید آیات کے متنازعہ کی ضرورت کرنے پر وہاں کی غفلت کرنے اور انہیں لغزش میں مبتلا جانے سے بھی ہوتی ہے۔ اور تو کو تعالیٰ عز و جل نے جو اللہ کے حکم کے خلاف ان کے نظموں میں تفسیر بن حنفیہ کی پست نگاہیں ٹھہرا دی ہیں، وہ اس آیت کی تائیدی عبارت نما قرآن کو صرف کے ساتھ مشروط کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ اس کی حالت میں قصر نماز پر ناجہی چاہیے۔ چنانچہ اس ظاہرِ مسلمہ کے کلمات سے بہت لوگ جن میں لی بی بی انکار بھی اللہ تعالیٰ شامل ہیں، اس بات کے قائل ہو گئے کہ واقعی حلیہ اکبر میں نماز قصر نہیں پڑھتی ہے جسے مگر سب قبول نہیں کرتے یہ بات واضح کر دی ہے کہ آیت مجملہ ”مومنون مشغولین“ کو کہہ۔

ہی لئے۔ ابن جریر نے حضرت علیؓ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا "قبیلہ بنی النجار کے بہت سے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وباغت کیا یا رسول اللہ! ہم لوگ سزا گیا کرتے ہیں اور بدعات دیکھ کر سوچیں یہ کون سا شرع ہے؟ اس وقت خداوند کریم نے باریت ازل فرمائی کہ میں تم پر بھیج دوں گا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کا نام قبس علیکم خارج ان تعصروا من مملوۃ لکھڑوق متعلقہ ہوگی اور اس کے بعد ایک سال کا زمانہ ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلا کے لئے تفریق دے گئے اور میدان جنگ میں آپ چلتے تھے غلبہ کی نذر راکی شریکین آپ کو نہ رہے صرف پا کر اپنے آپ میں کہنے لگے کہ کب تک (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں نے ہماری طرف پشت پلایا کر نہیں اچھا سمجھا ہے لہذا کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم ان میں نہ دروازہ باز ہوں؟

مشرکین کا جس سے کوئی شخص اس کی بات سن کر ہول پڑا کہ مسلمانوں کے پیچھے آئی ہو، نفاعت آمادہ جنگ ہو، کفر کی ہے جس قدر ضرورت ہو۔ چنانچہ خداوند کریم نے انہوں کو نازل فرمایا کہ ایمان "إِن خُفِّمْنَا مِن بَيْنِكُمْ لَبِئْسَ خُفْوًا" "خوف تو ایسا نہ ہو کہ نازل فرمایا اور ملامت و الجوف کا حکم نہ ملے۔" "وَلَا تُفْزِكُمْ اِسْمَ اٰلِهَةٍ سِوَاكَ تَرْجُوْنَ اِسْمَ رَبِّكَ فَاعْلَمُوْا" "جو کہ اپنے لیے ہے یعنی زخوف کے واسطے نہ کہ نوازہ بھر کے لیے۔" جس کا حکم پہلے آچکا تھا۔

مگر ان جرم کہتا ہے کہ اگر آیت میں ایذا صرف پہلے نہ چکا ہوتا تو اس کی بڑی چوڑی قیمتی اور اینٹھن کہتا ہے کہ "ہاؤ کوڈ کوڈ کر دے کر ایذا کے ہوتے ہوئے بھی یہ ایذا پہنچ سکتی رہتی ہے"۔ میں کہتا ہوں کہ میں انٹرنس کی کامیابی کے لئے نہیں بلکہ یہ جرنی پر اپنی ہے کہ شرط ایذا کے شرط جاتی ہے اور اس سے بچہ ہے کہ ایذا کوڈ کوڈ کر دے کہ ایذا کوڈ کوڈ کر دے کہ ایذا کوڈ کوڈ کر دے۔

تیسویں نوع (۳۰) امالہ اور فتح

قرآن اور مالہ کے مابین جو تفریق ہے اس میں ان چاروں کی ایک جماعت نے مستقل کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔ مجملہ ان کے ایک شخص تھا جس کا نام بھی ہے۔
اسی نے اپنی کتاب "غرة العين في الفتح والاملاء" میں اللغویں خاص کر اس موضوع پر تحریر کی ہے۔

امالہ اور فتح فقہاء عرب کی مشہور لغتیں ہیں

الذہبی کا قول ہے "فتح اور مالہ ان فصیح اہل عرب کی زبان میں دو مشہور لغتیں ہیں جن کی بول چال کے مطابق قرآن کریم نازل ہوا۔ چنانچہ اہل چجاز کی زبان فتح کے لئے مخصوص ہے اور ملک نجد کے تمام باشندے مثلاً قحیم، اسد اور قیس وغیرہ مکرانے عام طور پر مالہ کر کے بولا کرتے ہیں اور مالہ کو قرأت میں ٹھونکا کرنے کی اصل مدد لینے کی یہ فروع حدیث ہے کہ "قرآن کو کھل عرب کے کھنوں اور انہوں میں پڑھا کر وہ خوب اور اہل فہم عرب کا رنگ اور اہل کتاب کی آواز بھی نہ پہنچا سکتا تھا۔"

امالہ حروف سجدہ میں داخل ہے

الذہبی نے کہا ہے اس لئے اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ مالہ فتح حروف سجدہ کے ہے اور اہل عرب کے اہل ہوا صوابت کے تحت میں داخل۔

صحابہ رضی اللہ عنہم قرأت میں الف اور ی کو یکساں سمجھتے تھے

یہ ممکن نہ ہو کہ مالہ سے "فتح" کیج۔ "فتحنا لا محسن عن رابعہ قال"۔ صحابہ قرأت میں "الف" "ھو" "ی" کو ایک ہی سمجھتے تھے۔
ابو یوسف کی روایت "الف" "ھو" "ی" سے تصحیف اور مالہ سے ان کی تفریق، اس کی عام ضرورت لکھنے کے طریق پر محمد بن عبید سے واسطہ ہے محمد بن عبید کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ اس نے کہا "اکیسی شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ تم قرأت کرتے ہوئے طے کو پڑھو کہ نہیں کیا۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا "طے" کسر کے ساتھ پڑھنا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا "طے" اور "ط" اور "ط" اور "ط" دونوں کے لکھنا میں کہ کا اظہار کیا۔ پڑھنے والے شخص نے پھر اپنے کسر کے پڑھا اور عبداللہؓ نے وہاں اس کی قرأت کسر کے ساتھ کرنے کے بعد فرمایا "واللہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح اس کی قرأت سکھائی ہے۔" اس الزام میں حدیث کو غریب بنانا اور کہنا ہے کہ ہم اس کو بچوں میں پڑھنے کی اس طریق پر روایت ہوتے معلوم نہیں کر سکے اور اس کے تمام ہوتی ہیں جو کہ بن عبداللہؓ کے ساتھ لوگ ہیں۔ اہل محمد بن عبداللہؓ کی حدیث کے نزدیک ضعیف سمجھا جاتا ہے۔
یوں تو وہ ایک نیک چلنی اور پڑھا کہ شخص قہ نہیں اس کی تمام مسمی ہوئی کتابیں نہایت ہی خوش اندازوں کے بعد کھن یا انشاست سے کام لے کر روایت حدیث کیا کرتا تھا چنانچہ اس سبب سے اس پر خفافہ کا شبہ آیا ہے۔ اس کی کتابوں کی محمد بن عبداللہؓ کی حدیث کو اہل عرب یہ نہ بھی اپنی تفسیر میں نقل کیا اور اس کے "ط" میں اتنا اور بھی نہ ملتا کہ وہ اس حور پر جہیز یہ اس کے لئے نہ مال ہوئے تھے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت مالہ سے ساتھ

کتاب رجال القراءات میں صفوان بن عسال سے مروی ہے کہ اس نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے سنا۔ "س" "ط" کے ساتھ پڑھا تو کسی نے آپ سے عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ ادا فرماتے ہیں حالانکہ یہ قریش کی بول چال نہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

”یہ احوال بھی زبان ہے، یعنی حدیث“۔ اور ابن ابی شیبہ نے ابی حاتم سے روایت کی ہے اس نے کہا ہے کہ انہوں نے مالک کے بارے میں یہ جست و خیش کی ہے کہ انہوں نے مصنف میں الف کی جگہ یں پڑے، ”لکھی ہوئی پائی۔ لہذا انہوں نے ستر و رسم الف کی ہیجری کر کے الف کر یا تاکہ الف کا تلفظ ”یے“ کے قریب قریب ہو جائے۔“

امالہ کی تعریف اور مالہ کی قسمیں

امالہ کی تعریف یہ ہے کہ فتح کو کسر کی طرف اور الف کو ”یے“ کی جانب بہت زیادہ مائل کر کے بجا کریں اور یہ امالہ محض ہے اور ای کو مضبوط، لایع اور کسر کی کہتے ہیں۔ دوسری قسم امالہ کی یہ ہے کہ الف کی قراءت میں بین المقطعین کی جائے یعنی الف اور سینہ دونوں کے وسط میں یکو ادھر جھکاؤ اور کسی قدر ادھر۔ اسی طرح کالامہ تکفیل اور تطیع اور ثین کے مابین سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اور ثین بین کی دو قسمیں ہیں۔ شدید و ادھر متوسط اور یہ دونوں قسمیں قراءت میں جائز ہیں۔ پس شدید کے ساتھ حاضر قلب ثب سے بجا ضروری ہے اور ایسے اعتبار سے بھی، بہتاج لازم ہے جس میں بہت زیادہ مائل کیا گیا ہو۔ اور مالہ بین میں توسط و ادب کے فتح اور اندر شدید کے وسط میں ہوتا ہے۔

امالہ کی کوئی قسم بہتر ہے

مالہ کی کا قول ہے ”ہمارے علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ مالہ کی اقسام مذکورہ بالا میں سے زیادہ صوبوں اور بہتر کون سی قسم ہے۔ میں اوسط دوہ کالامہ یعنی بین ہیں زیادہ پسند کرتا ہوں کیونکہ مالہ کی غرض اس سے بخوبی حاصل ہوتی ہے اور مالہ کی غرض ”یے“ کو قلب کی اصل ہونے سے مطلع کرنا اور اس بات پر آگاہ کرنا ہے کہ ”یہ بھی جگہ دو الف“ کی ”کے ساتھ پڑا بھی ہو“ ہے لہذا تلفظ میں اسے قریب کی حرکت کسر اور ”ن“ کا ہم شکل بن جاتا ہے۔“

فتح کی تعریف اور اس کی قسمیں

اور فتح کی تعریف یہ ہے کہ گامی حرف کا تلفظ کرنے کے لئے اپنے منہ کو کھول دے اور اس کو فتح بھی کہتے ہیں۔ فتح کی دو قسمیں شدید اور متوسط ہیں۔

شدید : یہ ہے کہ تلفظ کرنے والی حرف کو ادا کرتے ہوئے اپنا منہ نہ نکالتے کشادہ کروے۔ یہ صورت قرآن میں جائز نہیں ہوتی بلکہ یہ عرب کی زبان میں محدود ہے اور

فتح متوسط : فتح شدید اور اندر متوسط کے درمیان ہوتا ہے۔ مالہ کی کہتا ہے کہ فارسیوں میں سے فتح کو دیکھنے والے اشخاص اسی دوسری قسم کو اختیار کرتے ہیں۔

امالہ کی ایک شارح

اس بات میں بھی اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا مالہ فتح کی ایک شارح ہے یا دونوں، بجا ہے خود میں ہیں؟ پہلے قول کی وجہ یہ ہے کہ مالہ بلکہ کسی سبب سے نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی جب نہ پایا جائے تو بلاشبہ فتح ہی لازم آتا ہے۔ اس سبب کے پائے جانے کی حالت میں فتح اور مالہ دونوں پائیں جائز ہیں۔ چنانچہ یہی باعث ہے کہ عربی زبان میں کوئی ایسا کلمہ نہیں جس کو بعض اہل عرب مالہ کے ساتھ ادا کرتے ہوں تو چند دوسرے اہل عرب اسی کو فتح کے ساتھ نہ بولنے ہوں۔ اس لئے فتح کا معنی (کثیر استعمال) ہوتا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اصل ہے اور مالہ اس کی فرع۔

امالہ پر بحث کرنا چاہئے ورنہ

۱۱۔ کہ یہ سن سن کر رنج و ہوائ ہوئی ہیں۔ اس کے جواب میں کہی کہ تم لوگ اس کا نام دلوں اور کرتا ہے اور تمہارے ماں بہ چاچا ہے؟

امال کے ذریعہ اسباب

[illegible][illegible][illegible]

اما احقر کی وجہیں

مولانا انیسویں صدی کے اردو ادبی فکرمندوں میں ایک اہم باب بنی خورشید علی کوثری ہیں۔ پھر ان کو خورشید علی کے جانشین کے طور پر انیسویں صدی کے اردو ادبی فکرمندوں میں ایک اہم باب بنی خورشید علی کوثری ہیں۔

مثلاً "الفنار"، "الفايز"، "القصور"، "الحقول"، "التكاثر"، "الاحكام"، "مخطوطات"، "البصائر"، "هم"، "لويزا"، "هـ"، "انتصارها"، "اور"، "جنتا"، "انہوں نے اس کی کوئی پروا نہیں کی کہ القاص سے لڑا کھو۔"

[illegible][illegible]

خاتمہ : ائمہ پر بعض علماء کے اعتراض اور اس کے جوابات
 بہت سے لوگوں نے حدیث ^۱ "نزل فتنہ بان بقتلہ نبیہ" کا صلب زمین رکھ کر مال کرنا پسند کیا ہے اور میں لوگوں کے اس اعتراض کا کافی
 طرح پر جواب دیا ہے۔

قرآن کا نزول تفخیم کے ساتھ ہوا ہے

قول : یوں کہ بے شک قرآن کا نزول نصیبِ یرعی ہوا تھا مگر بعد میں مالہ کی بھی جو زحمت دے دی گئی۔

دوم : اس حدیث کے یہ سببی ہیں کہ آئمہ مردوں کی اقامت سے نہ حاجا بنے مگر اور عربوں کی طرح جس کی قرأت پڑھ کر شہادت دی جائے گی۔
سوم : اس حدیث کا یہ دعویٰ کہ قرآن شریعت ہوگا اور انسانی اور اللہ سے دو شئی کرنے کے لئے نازل ہوگا کتاب جہاں اللہ کا کمال فہم لیتا ہے۔
حدیث کی کہ جسے اس قول کا پیش کرنا منکر ہے وہ روایت سے دور رہے کہ یہ روایت ان کا نزول درست اور صحت کے ساتھ بھی ہوا ہے۔

پہلے یہاں ہم ان کے عمل کو دیکھ کر قرآن کا نزول تو عظیم ہو تو ہمیں کے ساتھ ہوا ہے معنوں کا رشتہ نبوی، ہم کو جانتی ہے کہ قرآن کی عظمت اور عزت کو اور جو یہ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی عظمت و قدر کو اپنے تفسیر و ترائی سے۔

ہم سمجھ : نفعیہ سے مراد وہ کلمات کے حرف کو مختلف ذریعہوں میں ضم کر کے حرکت دیا جائے اور ان کو ساکن نہ کیا جائے اس سے حرکت ضرور کر و ان کلمات کا بہت کچھ اشیاء اور الفاظ میں کر دیا گیا۔

الدانی کا قول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی تفسیر یوں کی وارد ہے۔ پھر وہ کہتا ہے : "حدثنا اوس بن علقام - حدثنا اسید بن محمد - حدثنا علی بن عبد الرحمن - حدثنا انا اسم - حدثنا لک - عن اوزکسانی بن الولیہ سلیمان - زہری سے روایت کرتا تھا کہ ہر کلمہ کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے "قرآن کا نزول تنقید اور نفعیہ کے ساتھ ہوا ہے۔ مثلاً قول تعالیٰ "تَسْمَعُوا" اور ایسے ہی دیگر الفاظ میں تثانی پائی جاتی ہے۔" پھر بھی الدانی سے حاکم کی وہ حدیث بھی درج کرتا ہے جس کو حاکم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ "قرآن کا نزول نفعیہ کے ساتھ ہوا۔ پھر ابن متوفی اس حدیث کا ایک روایت کہتا ہے میں نے ہمارے شاہد وہ کہتے ہیں "عَلَّمَ بِالْأَمْرِ" اور "لَعَنَهُ" یعنی ہون الفاظ میں وسط کے حرف کو حرکت دے کر۔" الدانی کہتا ہے اور اس کی تائید ابی حنید کے اس قول سے بھی جوتی ہے کہ میں چہرہ تمام کلام کو نفعیہ کے ساتھ پڑھتا ہوں مگر ایک حرف "عشرۃ" کہ وہ اس کو جزو دیتے ہیں۔ اور اہل قدیوں تو گفتگو میں نفعیہ کے پاس بھی نہیں جاتے لیکن اس لفظ کی وہ نفعیہ کرتے ہیں اور اس کو بعشرۃ کسر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔" الدانی کہتا ہے۔ لہذا یاد کرو فوق حدیث کی تفسیر میں اس وجہ کا اور ذکر ہو گا (بجز) ہے۔

اور نودہ پہلے حرف مشدود ہونا چاہئے کیونکہ اس حالت میں بھی اوقاف مذکورہ کا جیسے "مسئل معروضت بیخلافہ" سے نمونہ (تحریر و ما) ہونا چاہئے۔ جس طرح "عقود" اور "معاہدہ"۔

متجانسین اور مستقار جین میں اوقاف

جہاں متجانسین اور مستقار جین میں سے جن حرف کا ہم اوقاف ہوتا ہے وہ اصل میں اور ان کا مجموعہ "بم" سند، حذفت، بس، فم " ہے اور ان کے اوقاف کی شرطیں یہ ہیں کہ حرف ذیل "نفسہ" یا "نکرا" کی طرح مشدود ہو اور "فنی" طلبہ اب ثلاث "کی حرف نمونہ ہوا اور مجموعہ کی" سے نہ ہو۔ جیسے "حادثہ"۔

حروف متجانسین اور مستقار جین کے مدغم غیر کی مثالیں

اور حرف متجانسین اور مستقار جین کے ہم اور مدغم غیر کی مثالیں اس جدول سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

نمبر شمار	مدغم	مدغم غیر	مثال	کیفیت
۱	ب	م	بعلاب م بعد	صرف اسی ایک حرف سے اوقاف ہوتا ہے۔
۲	ث	ط	لہیات تم	
	حسب ذیل اس حرف کے ساتھ مدغم ہوتا ہے۔	ح	نفسہ نعلات سات	
		ز	استات ظنک	
		ر	اجتہاد	
		س	اصحاب مد طلبہ	مگر نہ تو مد مد میں ممکن تھا اور لغت فقرہ کی وجہ سے اوقاف نہیں ہوتا۔
		ف	لرحہ شہداء	
		ص	والعدا لکما صفا	
		ص	ولعلیت صیدا	
		ط	فم الغلوة طارف شہار	
		لور ح	لعلاتکا حائلو	
۳	ت	ت	حبت تیرود	
	پانچ حرفوں میں مدغم ہوتا ہے۔	د	شعر تفاق	
		س	وورث حسد	
		ن	حرف شہداء	
		اوا ص	حذفت صبی	

م	ح	ع	اخرج شہادہ
	اس کی وجہ و قریب میں	اور مت	دی الصغار حج مبرج
	مذہب کیا جاتا ہے۔		
۵	ح	ع	و اخرج من قنار
۶	د	مت	فصبأجد ملك (۱)
	میں کوئی حرف میں مذہب		بعد تو کیجھا (۲)
	کیا جاتا ہے۔	مت	بہت نواب خداوند
		ح	ذو و حلو ت
		:	الغلا و طلاق
		ر	بکاد و تنہا بھین
		م	الاصعداد سم لہم
		ش	و شہد شہادۃ
		م	فقطہ صدراع
		م	ہو بہت ضرورت
		اور ط	پڑتا صلحا
۷	د	س اور	لانتخاب سہلہ
۸	ر	ص میں	ما اتحدہ و سہلہ
		ا میں	نہر شہر سک
			لعمیر و کلف
			والشہر الاہاب
۹	م	د میں اور	وہ وہ آقاؤں کو جنت
		ش میں	فراموش تھا
۱۰	م	س میں	ذی بصرش سہلہ
۱۱	م	ش میں	شعور شاہم
۱۲	ی	ث میں	پھر کعب شاہ
			ایں حلقہ
			کے بعد کعبہ
			کے بعد کعبہ

صرف ایک ہی طرف میں ہونا مکی کہتا ہے۔

اور بالمشترک کا ادنا معرّف "و" میں ہوتا ہے۔

کیونکہ اس میں ہم جنس ہونے کی قوت ہے۔

انہیں مزار سے (ار) کو فتح دیا ہے اور اس کا مال

سائیں ہو اور پھر انہیں "مذہب" شہادۃ و لعمیر لمر کعبہ

میں اکیسے سال میں

کعبہ کے آس پاس قریب (ق) بہتر ہے۔

جو جی جب کہ وہ دونوں ایک نظر میں ہوں اور

کے بعد کعبہ

۱۳	نہ	فی مین	رجل رینگ ہون معاشرہ نہ ملان	مگر اس شرط پر کہ کائنات میں نہ تو حرکت ہوگی لیکن نہ حرکت ہوگی بلکہ اس میں ہوا تو ہر اقسام میں ہو سکتی مثلاً "ہر شخص کو دینا"
۱۴	نہ	د میں	زمنل رینگ	اگر ہوا تو (نہ) متحرک ہو، مگر نہیں (نہ) متحرک ہو بہرہ (نہ) سمجھو علم سمجھو ہونی چاہئے جب دینا ہوگا مثلاً "لغویہ" نہ اور "سیارہ رینگ" دینا مقبول کا دینا نہ ہوگا۔
۱۵	یہ حرف کے قریب سا گئی ہے	اعظم، شکر میں مستند، مجھ میں میرے سینہ میں	نہ	نہوں وصول اور فی "سیارہ رینگ" نام مقبول ہو ادغام نہ ہوگا۔ مثلاً "میں نے رینگ" مگر مقبول کلام مستحق ہے کہ وہ اس میں نہ گئی اس لئے کہ ہوگا۔ جیسے "نہ رینگ" اور "نہ رینگ"۔
۱۶	نہ	د میں اور میں	نہوں رینگ نہ ہو میں رینگ	(مگر جب کے ال کے قریب متحرک ہوگا اور پھر یہ خود کے سہجہ میں ہو جائے گا۔) اور دینا میں ہوگی اس کے ذرا ادغام کی باتوں میں کیا ہے اور اس بارے میں اُس نے بعض حقائق میں کی ہے اور پھر اس سے اپنی کتاب "تشریح" میں بیان کیا ہے کہ یہ ادغام درست نہیں ہوگا لہذا اگر ہم کائنات میں گاہے گاہے کلمہ کریں گے۔ مثلاً "برہم ہند"۔
۱۷	اگر اس کائنات میں متحرک ہو تو	د میں اور میں	نہوں رینگ نہ ہو میں رینگ	لیکن اگر وہ دینا میں ہو تو پھر میں "نہوں رینگ" کے قریب میں کا اظہار کیا جائے گا۔ جیسے "میں نہوں رینگ" نہوں "نہوں" اور "نہوں" قانون کثرت کے ساتھ دور دورے ہوئے مگر انہوں نے وہ اس کی حرکت لازم ہوئے اور اس میں "نہوں" کی ثبات کے جو سے برہم ہند میں کیا جائے گا مثلاً "میں نہوں" دینا میں نہوں۔

تشریح: ادغام میں بعض علماء کا اختلاف و اتفاق

دو باتیں یاد رکھنی بہت ضروری ہیں۔ اول یہ کہ اگر وہ مجزہ اور متضاد نے چند خصوصیات "نہوں" میں باہر دیکھنے کی ہے تو ان تمام حرف کو
انہی الجزئی نے اپنی دونوں کتابوں "تشریح" اور "تشریح" میں بلا متیہ بیان کر دیا ہے اور ہر بات میں کہ آئندہ غلطی نہ ہو تو "میں نہوں" دینا
میں نہوں "نہوں" کے ادغام پر اجماع کیا ہے لیکن ہلکے میں ان کا اختلاف ہے۔ اگر بعض نے اس کی ذرا بحث یا اس کے اشارہ کے ادغام میں نہوں کے ساتھ
ہو رہی آئندہ نے اشارہ کے ساتھ دینا اور ادغام کر کے ان کا ادغام نہوں ہے۔

ضابطہ : قرآن میں ابوجہر کے نزدیک حروف متعین اور متقاربین کے ادغام کی تعداد

ایسا خودی کہتا ہے اور دوسرے حروف مثلیں اور متواترین میں سے جتنے حروف کا وہ غماض کیا ہے اگر ان میں ایک حروف کا دوسری صورت کے ساتھ وصل کرنا بھی خیال کرنا چاہیے کہ اس کی کل تعداد بڑھ کر تین سو چار ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حروف اللہ کا آخری حصہ نسبتاً خفیف میں داخل ہے اور جب کہ دوسری صورت نے آغاز زمیں اسم اللہ پر بھی جائے اور پہلی صورت کا آخری کسم اللہ سے اصل کی وجہ سے تو ایک ہی حروف ہو جائے اور عام ہو جائیں گے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہی حروف صرفاً قرآن کریم کے آغاز میں اور عام کلام کا آخری حصہ میں داخل ہو سکتا ہے اور جب کہ اصل کرنے میں کھٹکتا ہو اسکا خیال کریں اور اسم اللہ نہ چھوڑیں تو ایک ہی بار میں سو تین ہی حروف کا یہ ممکن ہے۔

اونعام صغیر اور اس کی تعریف

[illegible]

- $$A = \{1\} \quad B = \{2\} \quad C = \{3\}$$

- (⁴⁰) انظر، على سبيل المثال، (١) في (٢)، (٣) في (٤)، (٥) في (٦).

توڑ کے : نام اور گھبراہٹ اختیار کرنے کے نزدیک ہے۔

- (۱) $\{f_n\}$ یک دنباله ی متناهی از توابع $f_n: \mathbb{R} \rightarrow \mathbb{R}$ باشد. اگر $f_n(x) = \frac{1}{n}$ برای هر $n \in \mathbb{N}$ و $x \in \mathbb{R}$ باشد، آنگاه $\{f_n\}$ یک دنباله ی متناهی از توابع $f_n: \mathbb{R} \rightarrow \mathbb{R}$ است.

- (٥) عن فضيلته -
 * امر بفتح حرفها -
 (هـ) ج: ضد دلي -
 (أ) عا: ذاب -

تاریخ ۱۰۰۰ء کی چھ طرفوں کے قریب اے یہاں خلیفہ ابن عباس :

- (۱) : احوال و حالات
(۲) : تصحیح و ترمیم
(۳) : عمده و زائد

- (۴) سے است۔ م۔ مائل۔ (۵) سے ہی تلمیح: دیوانہ۔ (۶) م۔ کات: طائفہ۔

نور علی اور اس کے بھائی کا نام، خیرا کرنے پر بھی آجھڑیوں نے پاس واقع ہوتے وقت اختلاف کیا کیا ہے ان میں سے پانچ حرف الفبا میں کے مرتبہ خصوصاً ہیں۔

- (۱) راجا جتویش۔ (۲) راجہ جٹویش۔

- (۲) ص. ۱۸۱، خط ۱۰۔ (۳) ذ. ح. ص. ۱۸۱، خط ۱۰ اور (۵) خط ۱۰، ص. ۱۸۱۔

اور لفظ خلیہ حریت کے ساتھ عقلموں ہے۔ جسے عزت و احترام اور سادگی و سادگیوں میں شریک ہیں جسے خلیہ خلیہ کے لئے ہے۔

- (۱) دوزخ کے مثالیں عارف کے لئے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ میں لوگوں کو پھینکا جائے گا اور ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

كذلك قال:

- (7) μ is a σ -finite measure on \mathcal{A} and ν is a σ -finite measure on \mathcal{B} .

- $$E_{\text{eff}} = E_0 + \frac{1}{2} \frac{E_0^2}{E_0 + E_0^2} \quad (13)$$

اظہار : کی نسبت تمام قارئین کا خیال ہے کہ وہ حروفِ ملحق کے قریب آئے کی حالت میں ہوگا اور اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔
 لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔ لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔
 ورنہ اس میں حکمِ عظیم ہے۔ لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔

اور اس میں غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔

اور اس میں غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔ لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔
 لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔ لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔

اور اس میں غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔ لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔
 لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔ لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔

اور اس میں غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔ لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔

اور اس میں غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔ لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔
 لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔ لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔
 لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔ لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔
 لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔ لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔
 لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔ لیکن اگر غلطی ہو جائے گی تو اس میں عذر ہوگا۔

تیسویں نوع (۳۲)

مد اور قصر

مد کا ثبوت حدیث سے

اس نوع میں بھی قاریوں کی ایک جماعت نے مستقل کتابیں تصنیف کر دی ہیں اور ان کی اصل واحد یہ ہے جس کو مسعود بن مسعود نے اپنے شاگردوں میں روایت کیا ہے کہ ”حدیث شہاب میں زائد شد حدیث مسعود بن یزید الکندی کہ قول من مسعود چھ ایک مجلس کو قرات نکھار ہے۔“ اس نے کہیں پر ماہ ”فہما فیہ لفظ لفظ“ اور سنہ کے ساتھ دس مسود چھ نے پڑھ کر کہا ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام چھ کوایوں نہیں پڑھایا ہے۔“ اس شخص نے دریافت کیا ”پھر اسے ابو عبد الرحمن دوسو پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اس کی قرات کس طرح بتائی ہے؟“ اس مسود چھ نے جواب دیا ”وہ اصل حدیث علیہ وسلم نے مجھ اس کی قرات“ لفظ فہما لفظ آہ لفظ ساکن۔“ تو ان کے ہاتھ قلم اس کو دے کر پڑھا۔ یہ حدیث نہایت اچھی اور قطعی تھی۔ اس کو اس کو دے کر بارے میں حجت اور نص قرار دے سکتے ہیں۔ اس کے اختار کے تمام راوی تھے ہیں اور طریقہ ان کے اس کو اپنی کتاب الکبیر میں روایت کیا ہے۔

مد اور قصر کی تعریف

مد اس زیادتی (کشش صوت) کا نام ہے جو صرف بعض میں کشش صوت کے علاوہ مطلوب یعنی ہے اور طبعی کشش صوت وہ ہے جس سے کہ پر سرفہ زانی طوطے بھی قائم نہیں ہو سکتا اور پھر اس زیادتی کو چھوڑ کر طبعی کوئی غالب قائم رکھنے کے نام ہے۔

حرف مد کی تین قسمیں

- (۱) الف مطلقہ۔
- (۲) واو ساکن جس کا قبل مضموم ہو۔
- (۳) ی ساکن جس کا باقی مضموم ہو۔

مد کے دو اسباب

لفظی سبب۔ مد کا سبب لفظی ہوتا ہے یا متحرکی۔

تحرک کا آنا : بحر و فہم مد سے قبل اور بعد دونوں حالتوں میں آتا ہے۔

سکون کا آنا : لفظی سبب جزو یا سکون کا آنا ہے۔

اگر آئے کی مثالیں نہ ہوں۔ رای لسان سلطانین یومہم لسانہما ہیں۔ یہ بعد میں آئے۔ لہذا جزو بحر و فہم کے ساتھ ایک ہی قسم میں ہوگا اور بحر و فہم متصل ہوگا مثلاً لوفت۔ شاد فہم۔ اسو فہم۔ اس سوہ اور مصر۔ اور اگر یہ صورت ہوگی کہ حرف مد ایک لفظ کے آخر میں ملے اور جزو دوسرے لفظ کے شروع میں آئے پھر وہ متصل ہوگا۔ جیسے یسا سیر۔ انہما۔ دلو ات۔ لفر فہم۔ فہم انفسک۔ اور یہ بالافعالی۔ اور بحر و فہم کی وجہ سے مد کے کہیں نہیں آئے۔ حرف مد فہم ہوتا ہے اور بحر و فہم اس لئے حرف فہم کی زیادتی کر دی جاتی ہے جس کا اس کو سبب و خواہ حرف بحر بان۔ جدا کرنے کی آسانی پیدا ہو جائے اور اس کے تعلق پر قدرت حاصل ہو سکے اور سکون یا زانی ہوتا ہے۔

لاری : لاری وہ جو اپنی دونوں حالتوں (دل گداز و اسباب) پر نہ لے لیں چھ نہیں ہوتا۔ جیسے فہم۔ دند اور فہم۔ ششویں بعد یا مد فہم۔

غارشنی : یعنی وقت وغیرہ کی وجہ سے لائق ہو جا ہے مثلاً اعداد - اعداد - ہسین - ارجھم اور یو یون - بھگتہ خف ہر وہ غدی - غلہم اور بقول دینا بھگتہ کو کام

سکین کی وجہ سے مذہب کے نقطہ : یہ ہے کہ سماں اور فضا کو باہم جمع کر سکنے کی قدرت حاصل ہو سکے اس لئے گویا وہ حرکت کا تمام مقام ہے

ان مدوں کی بعض اقسام میں قرآء کا اختلاف اور اتفاق

ہمزہ متصل اور ذی لہجہ کی لازم کی دونوں قسموں کو ملاحظہ پر تمام کاریوں کا اتفاق ہے مگر اعداد میں اختلاف بھی کیا ہے لیکن ان کو ضرور دیتے ہیں مگر وہ آخری قسموں یعنی ہمزہ متصل اور ذی لہجہ کی عداد و قصر میں قاریوں کے مابین اختلاف ہے ہمزہ متصل کے مد میں مہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کو بغیر آواز کے بدلتی ہے ایک ہی اعداد ہمزہ اشعار کے ساتھ لکھتے ہیں اور کچھ لوگوں نے اس میں بھی ہمزہ متصل کی طرح ایک اور سے سے زائد ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمزہ اور ذی لہجہ بدلتی کرتے ہیں۔ ماسم ان کی نسبت سے کہ ہمزہ صوت کرتا ہے اور اس سے گنت کر ان عام کر سکی اور قطب کا مد ہے اور سب سے کمتر مد صوت الی عمر و اور باقی ماندہ تو ہوں نے کیا ہے اور بعض قاریوں کا قول ہے کہ نہیں۔

ہمزہ متصل کے صرف دو مرتبے ہیں

(۱) طول نہ کہ وہ لاگوں کا مد اور مثل باقی اعداد قاریوں کا مد جن کا نام نکسایا گیا

(۲) مد سماں کی مقدار : اور مد وہاں کن جس کو مد ملتی ہے کہیں کیونکہ وہ ایک حرکت کے معادل ہوتا ہے اس کی نسبت بھی مجبور نے بھی رائے قرار دی ہے کہ ایک مقررہ اعداد ہمزہ یا اشعار کے اس کلمہ کرنا چاہئے اور بعض لوگوں نے اس میں بھی تفاوت لیا ہے۔

متصل کے نام : متصل کے کنی نام کے جاتے ہیں جو مد و ہمزہ سے یہ تین :

(۱) مد القصص : یوں کہ وہ لاگوں کے مابین جدا کیا جاتا ہے۔

(۲) مد الوصل : یہی مد کے کہ وہ لاگوں کے مابین مسود ہوتا ہے۔

(۳) مدانماض : اس واسطے کہ اس کی وجہ سے مد تلخ کی ہی کلمہ قصر کے جاتے ہیں۔

(۴) مد حرف بحرف : یعنی ایک کلمہ کا دوسرے کلمہ کہ کرنا۔

(۵) مد جانز : اس لئے کہ اس کے مد اور قصر میں اختلاف ہے اور اس کے مد کی مقدار میں اتنی مختلف ہوتی ہے کہ اس میں سب کا ضبط اور یاد کرنا ناممکن ہے۔

مد متفصل کے سات مرتبے

اول : قصر یعنی عارضی مد کو مد ف کے صرف ذات حرف کا بغیر کسی زبانی کے اجمالی حالت پر باقی رکھنا اور یہ مد متفصل کی نوع میں نہیں کرنا کی وجہ سے ان کی تکرار ہوتی ہے مگر یہ مد کے ساتھ بھی ایسا ہی بات کے قائل ہیں۔

دوم : قصر سے قویٰ و مابو مابو ہوا۔ اس کا محاذ دو الفاظ کے برابر کیا گیا ہے اور بعض تو ہوں نے اس کی مقدار ایک اور نصف الف (ط الف) مانی ہے۔ یہ مرتبہ باقی ہمزہ کے نزدیک متصّل اور متفصل دونوں میں ہے اور صاحب التفسیر نے اس کو جان کیا ہے۔

سوم : دوسرے مرتبے سے کہ ہمزہ کہ ہمزہ یہ مرتبہ تمام لوگوں کے نزدیک تو سدا کا ہے اس کا اندازہ تمنا الف۔ بغیر بعض اصحابی اور متوہل بعض دوی الفاظ کے برابر (اس اعتبار سے کہ اس کا اصل ذخیرہ الف کے برابر تھا) قرار دیا گیا ہے اور اس کو لائن عامہ اور کسائی دونوں مذکورہ بالا قسموں میں سمجھاتے ہیں اور یہ مد صاحب التفسیر نے بیان کی ہے۔

شیخ کے سامنے قرأت کرنے کا طریقہ

شیخ کے سامنے اس حالت میں بھی پڑھنا جائز ہے جب کہ کوئی شخص اس شیخ کے پاس الگ پڑھ رہا ہو مگر یہ شرط ہے کہ شیخ ہر اس تمام قارئین کی حالت کا جائزہ لے رہا ہو کہ وہ قرأت اس سے غلط نہ کر جائے۔ شیخ علم الدین شافعیؒ کہہ رہا ہے کہ ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں سے دور دورہ تین تین شخص الگ الگ قرأت کیا کرتے تھے اور شیخ مذکورہ من میں سے ہر شخص کو جواب دیتے جاتے۔

زبان یا مہحف سے دیکھ کر قرأت کرنا

اسی طرح شیخ کے دوسرے مشغلہ مشاغل یا کتابت وغیرہ میں مصروف ہوتے ہوئے بھی اس کے دہرہ قرأت کی حاجت ہے اور اب وہی یہ بات کہ یادداشت سے قرأت کی جائے تو یہ کوئی شرط نہیں ہے بلکہ مہحف سے بھی قرأت کر لینا کافی ہے۔

فصل : قرأت کی تین کیفیتیں

اول تحقیق : اس کے معنی یہ ہیں کہ دیکھنے کے اشیاء، جزو کی تحقیق، حرکات کے اتمام، تعلیم اور تہذیبوں کے امتداد، حروف کی وضاحت اور ان کے ایک دوسرے سے الگ کرنے اور ترتیل، سکت اور تسبیح کر پڑھنے کے ذرائع سے ایک حرف کو دوسرے حرف کی حد سے خارج بنانے اور بغیر کسی قصور، اختلاف اور حرکت کو سامنے نہ لانا یا اس کو مدغم کر دینے کے، ایک کے جائز مقاموں کا لحاظ رکھ کر ایک حرف کو اس کے پہلے سے کسی سے جدا کرنا یا ملانے اور یہ بات زبان کے مانع اور الفاظ کے درست کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ مہحف میں کو اس کا سمجھنا مستحب ہے مگر ساتھ ہی یہ خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ اس بارے میں حد سے آگے نہ بڑھیں اور یہ نہ کریں کہ حرکت سے حروف کی آواز پیدا کر لیں اور نہ کہ وہ بڑھیں۔ مگر اس کو متحرک کر لیں اور نون کے فتنوں میں مبتلا کر کے ختم نہ لگیں۔ چنانچہ امام حمزہؒ نے ایک شخص کو کہیں باتوں میں مبتلا کرتے ہوئے سن کر اس سے کہا تھا ”کیا تم اس بات کو نہیں جانتے کہ حد سے بڑھی ہوئی سفید نعمت کو زہر و مہل ہے اور بالوں میں زہر و مہل چھو جب آٹے سے دوسرا مخل بن جاتے ہیں۔ اسی طرح قرأت کی حد سے بڑھ کر جانے کی حالت میں قرأت نہ بھی ٹھیک نہیں رہتی“ اور اسی طرح پر ایک عمر کے حروف میں فصل ڈالنے سے بھی احتراز لازم ہے جیسے کوئی شخص ”تسعين“ کی تیرہویں حرف سے کہہ کر تھم کر کہہ دے ایک بہت ہی نازک وقت کرے یہ یاد جائزے۔ قرأت تحقیق کو تمام کاریوں میں سے صرف دو کاری مزہ و مودت پڑھنے ہیں اور اللہ انی نے اپنی کتاب انجیل میں ایک حدیث میں قرأت کے ثبوت میں روایت کی ہے جو مسلسل روایتوں کے ساتھ آبی بن کعب تک پہنچی ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرأت تحقیق ہی سیکھی تھی۔ لہذا ابی بن کعب کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے مگر اس کا سنا اور سنت (مستقیم) ہیں۔

دوم قرأت تکرار : (فمن قالہ و سکن دہل و دارہ لم یزل کے ساتھ بائیں قرأت کو کہتے ہیں جو تیسری اور ایک لفظ کو دوسرے لفظ تک منسوب کرتے کے ساتھ دہنی جائے اور اس کو قصر سامان بنانے، اختلاف کرنے، بدل، لاغیاں پھیر اور تحریف، جزو وغیرہ ایسے امور کے ساتھ جن کی صحیح طور سے روایت آئی ہے نفیٹ ملایا جائے لیکن اسی کے ساتھ عراب کے ٹھیک رکھے لفظوں کو سیدھی طرح لیا کرتے اور حروف کو ان کی جگہوں پر برقرار رکھنے کا بھی لحاظ رہے اور یہ نہ کیا جائے کہ حروف کی کشش متعلق کر دیں۔ حرکات کا اکثر حصہ ظاہر ہونے سے واپس مٹا دیں اور ان کو بالکل نازا دیں اور ان امور میں اس قدر کی کریں کہ تلاوت کی صفت اور قرأت کی محنت ہی چلتی رہے قرأت اللہ رانہ کثیر اور الہی مغفرا رانہ تو ان کو ان کا مذہب ہے جنہوں نے مذہب و مہحف میں قصور اور کھاسے مثلاً الہی مودت اور یعقوب وغیرہ۔

سوم قرأت تدویر : یہ قسم بالوں کو نہ کہ باجماع اتمام، تحقیق اور صدر کے مابین تو سدا کرنے کا ہم ہر اکثر اکثر جنہوں نے جزو تفصیل کو دیکھا ہے اور اس کو اختلاف کے بعد جب تک نہیں پہنچایا ہے ان کا کہیں مذہب ہے اور تمام کاریوں نے بھی اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور اہل ابوموسیٰ اسی کو پسند کرتے ہیں۔

حروف کے معنوں یا معنوں کے بعد خطائوں کی تصحیح نہیں ہوتی۔ بعض دانتوں میں۔ بے سائک کے بعد بھی مام و مفصم کے ساتھ نہیں آتا
کیا جاسور حروف معنی سب کے سب ہر حالت میں بلا کسی استثناء کے معنی ہوتے ہیں۔

مخارج حروف کی تعداد

مخارج حروف اَل ل ق د ا ت ا یں اور حلق میں ع ل ا یں نو (مثلاً ا م ع یں نوی) لے کر ا ح و قرار دی ہے اور فریقین میں سے بہت سے لوگ
سولہ بھی بتاتے ہیں۔ ان لوگوں نے حروف جو فی حقیقت وہ لوگوں کے حروف کا مخرج ترک کر دیا ہے اور ان کے مخرج ان مخرج ثابت رکھے ہیں کہ
الف کا مخرج مطلق کاٹھنی کے اوپر والا اور بے کے مخرج حروف متحرک کے مخرج ا ت و ہے۔ بھونچوں دونوں اقوال کے علاوہ ایک جماعت کا یہ
تیسرا قول بھی ہے کہ حلق حروف کی تعداد صرف دو ہے اس لوگوں نے فون ا م اور بے کے مخرج کو بھی ساتھ کر کے ان تین حروف کا ایک ہی
مخرج بتایا ہے۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ یہ سب بائیں اور قبل کے قریب ہیں اور دراصل ہر ایک حرف کا ایک جداگانہ مخرج ہے۔

حروف کے مخرج معنوم کرنے کا طریقہ

قرآن مجید سے آواز کے تحقیق حروف کا مخرج معنوم کرنے کے لئے سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ پہلے آواز کو مطلق کیا جائے اور پھر بعد
میں اس حرف کو مطلق یا مشدّد کر کے لایا جائے۔ یہ صورت بلا کسی غلطی اور خیالی کے مطلق اصلیت اور حالت واضح کر دے گی۔

حروف کے سترہ (۱۷) مخارج کا بیان

پہلا : مخرج جوف ہے اس سے الف اور ا ت و کے سائک کا مخرج ہوتا ہے۔ ا ت و بے سائک کو اپنے خاص حرکتوں کے بعد آتا ہے۔
دوسرا : مخرج الجاہلی کھڑے ہے اس سے ح و رہے کا مخرج ہوتا ہے۔

تیسرا : مخرج وسط مطلق یعنی ذرا ماع کے لئے مخصوص ہے۔

چوتھا : مخرج حق کا وہ کنارہ جو منہ کے ساتھ بہت قریب ہے اس سے ثی و اور تار کا مخرج ہوتا ہے۔

پانچواں : مخرج زبان کا گتھنی کے دو مطلق وسط اور بے اور ا یں سے اوپر کا۔ لڑکھڑکھ کا مخرج ہے۔

چھٹا : مخرج کاف کے مخرج سے بھی کمی قدر اور تار اس کے قریب تر کا تا م کا مخرج اس مخرج سے ذرا کٹا ہوا ہے۔

ہفتم : مخرج زبان اور تاروں کا وہ وسط مخرج جو زبان اور تار کے وسط اور ان دونوں کے اگلے سراں کے مابین ہے اس مخرج سے
تیم و یں اور بے کا مخرج ہوتا ہے۔

اٹھواں : حرف باء کا مخرج زبان کا گتھنی اور اس سے ملے ہوئے واسطے یا کسی جانب کٹا لگے ہوئے انتہا و اختلاف اقوال۔

نہم : جانب لام کا مخرج زبان کے اگلے سرے سے گزراں کے آخری کنارہ تک اور ا یں کے گتھنی اور تار کے مابین ہے اس مخرج سے
قریب وسط میں آتا ہے۔

دہم : حرف نون کا مخرج اور ام کے مخرج سے زبان کا گتھنی اور تار کا مخرج۔

یازدہم : حرف رے کا مخرج یہ بھی مخرج کے مخرج ہے مطلق ہے مگر یہ مخرج زبان کی پشت میں۔ دراصل یہ مخرج اگلے سرے سے بہت
بہت گتھنی کے قریب ہے۔

ماہرِ نجوم نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ: "اگر آپ کو چاہے کہ وہ (ان کا) کوئی نیک کام بھی کرے، تو اس کے لئے قرآن مجید پڑھیں اور اس کی دعا مانگیں۔"

تجربہ نویس۔ تجربہ خراف صغیر یعنی مین حاصل کردہ نیکو، بد و مجبور و بکاڑھیں سمیت دے گئے اور انکس اس وقت پر ہے۔

چھوڑاں : غرض نہ انا اورٹ کا زبان کے بیچ کا کارہ اور نیچے اور نیچے اٹھے ہاتھ سے کہ۔۔۔

پھر یہ بھی اس تحریر کے لئے لکھا، اور ان کے ساتھ دیگر مضمون لکھے ہیں۔

سولہواں - "خبر ہے کہ کفر کا پتہ لگ چکا ہے، گوشت کا اندرونی دہہ اور ایتنے... افسوس کہ اتنے سارے لوگ ہیں۔"

مسئلہ ہواں : خیر بن خیر یعنی مائے نیک بنی برائیاں مکران سے جس طاقت خدا واسطے ہے۔ وہ مائے نیک بنی برائیاں اور مکران کے مکران کا مکران ہے۔

ابن سنیہ قریب انگریز و مرکب حروف کا زائچہ اور اس میں بائیں طرف کی پین

[illegible]

جس کی طرح تھوڑے چربے کے کپکپ اور خاموشی سے رات کو نکلنے والے بچوں کی آواز سے خون و غبار کا قطارہ اترتا ہے۔ یہ ہم شریف میں اس

میں نے یہ سب دیکھ کر ہنس دیا۔ یہ تو ان کے لیے ایک نیا ہیرو تھا۔ ان کے لیے ایک نیا ہیرو تھا۔ ان کے لیے ایک نیا ہیرو تھا۔

لوہے کے تختہ جرم و منت میں شہداء و شہیدیں ہر قسم کی فحشی و فحشیت میں مشغول رہنے سے، جو ان کے لیے تاحق و ناواقف نہ ہو، نہ ہونا چاہیے۔

[illegible][illegible]

وہاں پہنچ کر ان کے ساتھ ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ وہ ایک بڑا بڑا آدمی تھا۔ اس نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ اس نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ اس نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔

کہنے لگے: "خوب متفق ہو چکا ہے تو کچھ اسی راہ پر چلے جاؤ، اس طرف سے گراؤ، جو نیویں حالت میں ہوگی، یہی طریقہ ہے جس پر

[illegible]

مرفق: ذی اس کے قریب: اس کے کنارے وہیں خدو کا خطا ہو جائیگا۔ ہوائی تڑپ: ہر طرف اور ہر جانب ہر مرفق پر غالب

تجارت پر انہیں ہر طرح کے مالی فوائد ملنا شروع ہوئے اور غیر صنعتی شعبوں کے اداروں کی تقریریں جس قدر ممکن ہو سکتی تھیں ان پر

پھر قریب بی بات میری صحبت سے نظر دل کے لئے آئی وہ میری نوعیت پر تو محافل میں: مثاب۔

تجوید کی قطعہ اشعار میں قصیدہ

یہ سچا علم ہے جو کہ حق ہے اور اس کے لئے دنیا کی ہر شے قربان ہے۔

$$-\frac{1}{2} \frac{d^2}{dt^2} \left(\frac{1}{\rho} \right) = \frac{1}{\rho} \frac{d^2}{dt^2} \left(\frac{1}{\rho} \right)$$
[illegible]
$$u_1^1 + \dots + u_{n-1}^1 = \lambda_1 u_1^0 + \dots + \lambda_{n-1} u_{n-1}^0 = 0 \quad \text{for } \lambda_1 = \dots = \lambda_{n-1} = 0.$$
[illegible][illegible]

(۱) تعویذ و جادو منتهی

$$T = \frac{1}{2} \rho \int_{-L}^L \dot{y}^2 dx = \frac{1}{2} \rho \int_{-L}^L \left(\frac{\partial y}{\partial t} \right)^2 dx = \frac{1}{2} \rho \int_{-L}^L \left(\frac{\partial y}{\partial x} \right)^2 dx$$
$$(\frac{d}{dt} + \frac{\partial}{\partial t})^2 f = -\Delta f$$

فرماندهی و تأسیسات

فَإِذَا هَمَّ بِتَوْحِيدٍ عَمَلُهُ

[illegible]

— *U. S. Fish and Wildlife Service*

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آخری شرط پر ابن الجوزی کا اعتراض

ابن الجوزی کہتا ہے یہ بات کچھ شرطیں بلکہ سبب ہے کیونکہ جن امتدادوں کی صحبت سے میں نے نفس پاک سے دو من زینوں قاریوں میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے ہاں یہ روایت ہے کہ کسی شخص نے ان میں سے کسی ایک کی تہذیب کا التزام کر لیا اور یہاں تک آگاہی حاصل تھا۔

قرائنوں کو جمع کرنے میں تناسب کی رعایت

لغویوں کو قرائنوں کے جمع کرنے میں تناسب کی رعایت رکھتے تھے یعنی پہلے شعر سے ابتداء کر کے پھر اس سے بالآخر یہ اور بعد ازاں اس کی نسبت نکالتے تھے کو اختیار کیا کرتے تھے اور یہی فرہنگ کے آخری مرتبہ تک اور یہی ہو تا تھا کہ متبع سے آغاز کر کے پہلے کے درجوں پر آتے تھے ہونے شعر کے مرتبہ پر انھیں تھے مگر بطریقہ کسی بڑی اور نہایت یادداشت والے شخص کے سامنے ٹھیک ہو سکتا ہے وہ معمولی مشرک کے نزدیک ایک ہی طرز پر قرائت کر رہا ہوگا۔

تدوین میں مد اظہل اور عطف کرنے کی بابت قاری کا فرض

ابن الجوزی کہتے ہیں قرائنوں کو جمع کرنے والے کا فرض ہے کہ وہ مختلف ایہ حروف میں اصول یا درست درجہ سانی قراءت کے مدی سے ہر اختلاف آئے ہے اس پر انھیں غرض غور کرنے کے بعد جن حروف میں مد اظہل ممکن ہو ان میں سے ایک پر غایت کر کے مد اظہل غیر ممکن ہونے کی صورت میں یہ کچھ کرنا پڑا اس کا عطف کسی کے بلکل پر ایک یا دو کھوں واسطے نہ کجگت کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے یا نہیں اور عطف ہو سکتا ہے تو اس میں کوئی غلط جھٹ اور ترکیب تو نہیں آتی؟ اور ہاں کسی غلط اور ترکیب نے عطف ہو سکے تو اس حروف پر امتداد کرنا چاہئے لیکن عطف نہ ہو سکی یا عطف کرنا غیر مناسب ہونے کی حالتوں میں اس کو حروف عطف کے موقع اپنے کوئی طرف رجحان کر کے تمام رجحانات کا استیعاب کر لیتا۔ زم سے اس پر اس میں اجمال (غور گداشت) ترکیب اور یہ جو نہیں متداخل ہو چکی ہیں ان کا عطا کرنا چاہئے کہ تمام احوال متعلقہ و امور و امور اور امور بہ مہیوب ہے کہ انہوں نے اپنی کراچی سے سے ایک اور قراءت اور صریح قراءت کے ساتھ غلط طریقہ سے حاصل بیان اس نوع کے بعد ان کے احوال کو سامنے لے کر۔

قاری کو قراءتوں، روایتوں، طریقتوں اور وجود میں سے کسی چیز کا تھوڑا دیر یا اس میں خلل ڈالنا ہرگز روا نہیں

تاکہ جس بات سے روایت کے عمل نہ ملے میں اصل پر تاج ہے ہاں دونوں تصحیح میں ہر کمال کی روایت اختیار کی گئی ہے مگر ہمیں بہت کم مکتوبات ان کے بارے میں قاری کو اختیار ہے کہ وہ امام کی روایت میں جس کو چاہے۔ نے اور ایک کالی ہے۔

قراءت کی حالت میں کسی تہذیب قرآن ایک سبق میں پڑھنا چاہئے؟

اس کی بابت مسند بخاری کے مؤلفوں نے بھی اور کسی فقہی کو بھی تاخیر سے فرمایا ایک جگہ میں کہ جب پڑھاں میں ساوہ صد و اقل کے بعد ساتھ اور مشائخ نے پڑھنے والے کی طاقت کا اندازہ کر کے جس تہذیب کو اختیار کیا تھا انہی تہذیب کو حکم سن کر پڑھاں شروع کیا۔ الحارثی کہتے ہیں اور میں اس پر عمل کرنا تہذیب پر تاج ہے کہ ہر قراءت پر پڑھنے کی حالت میں قرآن کا ایک سو سو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے پڑھنا چاہئے اور مجموعی قراءتوں کی تعلیم دینے وقت میں سے نصف اور ہاں اس حصوں میں سے ایک حصہ اور بہت سے دوسرے لوگوں نے سن کر ان کا حصہ نہیں سیکھ کر ہے اور یہی قول مخالفین نے پڑھنا کیا ہے میں نے اس کو اس میں غلطی سے تمام قرآن قراءت کے مسائل کے اقوال جمع کر کے ہے جس میں اسے ایک تہذیب کا نام ہے تو اس کی اپنی ضرورت ہے جس تہذیب کا وہم حدیث کے متعلق اپنے مسائل معلوم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

ان الفاظ میں کہ انہی تہذیبوں پر تاج ہے

فائدہ اول : قرآن کی آیت کو نقل کرنے کے لئے کسی سند کی ضرورت نہیں

لنقرآن کا بیان ہے "اس بات پر قیام رکھنا کہ اس حق سے کہ جب کسی شخص کو حدیث کی سند روایت نہ حاصل ہو اس وقت تک وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ بیان نہیں کر سکتا۔" میں کہتا ہوں کہ قرآن اس اصحاح کو قرآن کے بارے میں بھی مسلم کا بیان ہے کہ اس بات کی قید لگانا وہی جائز ہے کہ جب تک کسی شخص سے قرآن کی قرأت نہ کی گئی ہو اس حدیث تک کسی شخص کو ایک حدیث کا بھی نقل کرنا ہوا نہیں۔ دوسرا اس بارے میں کوئی مستند غیر مستند قول میری نظر سے نہیں گذر رہا لہذا اس کی بجائے کچھ میں آئی کہ قرآن کے الفاظ ادا کرنے میں حدیث کی نسبت بہت ہی زیادہ احتیاط مشروط ہے کہ کوئی حدیث تک روایت نہ کرے بلکہ قرآن میں لازم ہے۔ یہاں تک کہ حدیث میں روایت کے لئے اجازت کی شرط لگانے کا باعث اس میں مضمون عقول کے شمول کا خوف ہے اس بات کا ذکر کر لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے من گھڑت باتیں عام کرنے کے اور قرآن اس بات سے محفوظ ہو گیا ہے ہرگز نہ اس کے کثرت یا روایت کے لئے جائز کے لئے اس طرح محدود ہوا ہے۔

فائدہ دوم : قرأت سکھانے کے لئے شیخ کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے

قرأت سکھانے اور نقل خدا کو تعلیم قرآن سے مذکور ہو جانے کے لئے شیخ کی اجازت حاصل کرنا ضروری نہیں جو شخص اپنے آپ میں اس بات کی اہلیت یا باوجود اس بات کو بھی قرآن پڑھا سکتا ہے بلکہ اس کو کسی شیخ نے اجازت دی ہو یا نہیں۔ سلف اہل اور محدث باصلاح بھی یہی رائے رکھتے تھے اور یہ بات کچھ قرأت ہی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک علم کے واسطے عام ہے کیا پڑھانے میں اور کیا لکھنے میں۔ بعض فقیہوں نے اجازت اور سند کو شرط قرار دے دیا ہے وہ جو کہ میں جانتا ہوں وہ بطور سے لوگوں نے سند کی اصطلاح میں مقرر کر لی کہ اگر کوئی حدیث کو نقل کر لائے اور اس کی سند میں قیام نہ ہو تو اس کو قرأت کرنے سے پہلے اس حدیث کی روایت نہ کرے۔ یہی روایت کا پایہ معلوم کرنا ہمارا ہی ہر سے اس واسطے اجازت (سند) ایک شہادت اور علامت ہے جو شیخ کی طرف سے قابل اجازت طلبہ کو دی جاتی ہے اور وہ اس کے ذریعے سے اور کوسا پر اپنی اہلیت ثابت کر سکتے ہیں۔

فائدہ سوم : قرأت کی سند دینے کے لئے معاوضہ طلب کرنا

بہت سے مشائخ نے یہ عادت مقرر کر لی ہے کہ سند قرأت دینے کے لئے کوئی رقم بطور ذریعہ لیا کرتے ہیں تو یہ بات بڑھاپا جوڑے جگہ شکر کی اہلیت معلوم ہونے پر اسے سند دینا واجب ہوتا ہے اور غیر کا بیت و فکر ہونے کی حالت میں سند دینا ہی ممنوع ہے۔ سند کوئی ضرورت کرنے کی چیز نہیں اس لئے اجازت اپنے کے لئے خزانہ لینا جائز نہیں اور نہ قرأت سکھانے کی اجرت لینا درست ہے۔ ہمارے صاحب (شواہد) اس سے صریح صریح التجویز کے تو کوئی بھی مذکور ہے کہ اس سے کسی کیسے شیخ کی نسبت سوال کیا گیا جس نے اپنے ایک طالب علم سے سند دینے کے لئے نقد رقم طلب کی تھی سوال یہ ہوا کہ آیا طالب علم اس مقدمہ کو حاکم کے دروازے پر لے جاتا ہے یا حاکم کے دروازے سے شیخ کو بلا معاوضہ مطالبے سند پر مجبور کر سکتا ہے۔ لکھی طالب علم لیا کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ صمد صمدی نے جواب دیا: "شیخ پر اجازت دینا واجب ہے اور نہ اجازت کے لئے اجرت لینا جائز" اور اس سے یہ بھی نقل کیا کہ "ایک شیخ نے کسی طالب علم کو قرأت سکھانے کی اجازت دے دی مگر بعد میں وہ طالب علم بے دین اور بد عمل ثابت ہوا اور شیخ کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں وہ قرأت میں غلطی نہ ڈالے۔ تو کیا یہی حالت میں شیخ اپنی اجازت واپس لے سکتا ہے؟ صمدی نے جواب دیا: "طالب علم کے بے دین ہونے کی وجہ سے اس کی سند طلبہ میں نہ ہو سکتی۔"

قرأت کی تعلیم پر اجرت لینا

اب رہی یہ بات کہ قرأت کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ تو میرے نزدیک جائز ہے اور اس کا ثبوت بخاری کی روایت ہے کہ "بے شک جو چیز تمہارے اجرت لینے کی سب سے زیادہ مستحق ہے وہ کتاب اللہ ہے۔" اور کہا گیا ہے کہ قرآن چھ ماہ کے اجرت نہیں کر لی تو یہ بات جائز نہ ہوگی۔

پیشہ وینا نوع (۳۵)

تلاوتِ قرآن اور اس کی تلاوت کرنے والے کے آداب

[illegible]

کثرت سے قرآن کی قراءت اور تلاوت کرنا مستحب ہے

[illegible]

تکلیف کے قابل ہے اللہ تعالیٰ نے حدیث سے روایت کی ہے کہ "اس شخص کو جس نے قرآن پڑھا یا تلاوت کی، اس کی ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کی رحمت جاری رہے گی۔" حدیث سے روایت کی ہے کہ "اس شخص کو جس نے قرآن پڑھا یا تلاوت کی، اس کی ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کی رحمت جاری رہے گی۔" حدیث سے روایت کی ہے کہ "اس شخص کو جس نے قرآن پڑھا یا تلاوت کی، اس کی ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کی رحمت جاری رہے گی۔"

مسئلہ : سنتی مدت میں قرآنِ مجید کو کتنا پڑھنا چاہیے

[illegible]

اور اسی قسم کے ضروری دینی کاموں میں مصروف اور عام دنیاوی کاروبار میں مشغول رہتے ہیں تو ان کے واسطے کسی قدر عطاوت کر لینا کافی ہے۔ ہوا ان کے فرائض منصبی اور اجتماعی ضرورتوں میں خلل نہ آوے اور ان لوگوں کے علاوہ جنہیں فرمت دینی سے دو جس قدر وقت سے ممکن ہو اتنی عطاوت کریں۔
ہاں اس بات کا خیال رکھیں کہ تھک جانے اور قنوت میں زبان کے ٹھیک نہ چلنے کی وجہ سے کچھ بچھڑ جائیں۔

مسئلہ : قرآن کا بھول جانا گناہ کبیرہ ہے

نوری نے اس کی تصریح اپنی کتاب روح البیان میں بھی کی ہے اور اس کی دلیل میں علی راۃ وغیرہ کی یہ حدیث پیش کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے دو درویش میری امت کے گناہ پیش کئے گئے اور میں نے اس سے باز آؤں گا ان میں سے ایک گناہ کسی شخص کو قرآن کی کوئی آیت یاد رہی ہو اور پھر اس نے اسے فراموش کر یا اور اوروں کا بھی یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں شخص نے قرآن پڑھ کر پھر اسے فراموش کر یا اور قیامت کے دن خدا کے سامنے بڑا م کے مرتب میں مبتلا ہو کر لیا جائے گا" اور معین میں آیا ہے "قرآن کی حفاظت کر دیکھتے اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہاں ہے بے شک وہ زانوں پر سے نچلتے سے بھی بہتر کر توڑ دیا جائے گا"۔

مسئلہ : قرآن پڑھنے کے لئے دھوکہ کرنا مستحب ہے

کچھ لوگ کہیں کہیں بعض قرآنی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ناپاکی خدا کا نام لینا اور قصور کرتے تھے یہاں کہ حدیث میں آیا ہے امام الحرمین کہتا ہے "بے شک بعض کے لئے قرآن پڑھنے میں کوئی بڑی بات نہیں کہ کچھ روایتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قصور کرنے کی حالت میں قرآن پڑھنا ثابت ہو چکا ہے اور اگر فراموش کرنے کی حالت میں وضو کرنے والی چیز کے ٹوٹنے کا قصور نہ ہو تو قرأت روک دے یہ بات کہ اس حالت سے نجات مل جائے تو بعض آؤں یا کسی پر عمل واجب ہے اور عورت جسے کوایا ہوتے ہوں ان پر قرآن کا پڑھنا حرام ہے ہاں وہ صحیفہ کو کچھ کر لیں، ان کی آؤں کا نیل کر سکتے ہیں اور میں شخص کا ساتھ لیا کہ ہوا یا ہوا جس کے لئے قرأت مکروہ اور بقول بعض ویسے ہی حرام ہے جس طرح غصہ یا حقوں سے صحت کر سکتے ہیں۔

مسئلہ : قرأت پاک اور صاف جگہ میں مسنون ہے

اس کے لئے سب سے افضل جگہ مسجد ہے۔ بہت سے لوگوں نے حرام اور عہدہ میں قرأت کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن انہی میں سے کہ ہمارے مذہب میں من مقامات میں قرأت مکروہ نہیں بلکہ کوئی یہی بیان کرتا ہے کہ فضی نے بہت اچھا اور قرآن کے شعر میں حسب کہ چکی چلی دی ہو قرأت قرآن کو مکروہ قرار دیا ہے نوری کہتا ہے اور یہی بات ہمارے مذہب کے بھی مطابق ہے۔

مسئلہ : قبلہ رو ہو کر باطمینان قرأت کرنا

قرأت کے وقت قبلہ رو ہو کر خوش دل و نفع کے ساتھ یا رام اور جم کر پڑھنا مسنون ہے اور سر جھکا کر دیکھنا جائز ہے۔

مسئلہ : تعلیم قرآن کے لئے مسواک کرنا

ان میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تہلیل سے پہلے قرآن کے واسطے ہاتھ دھو کر مسواک کر لے" سے مسافہ پاک بناؤ "میں کہتا ہوں اگر قرأت پھو کر پھر کچھ دیکھو تو بعد اسے دوبارہ شروع کرنا چاہیے تو بعد از آنکہ کہنا مستحب ہونے سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ بعد از مسواک کرنا بھی مستحب ہے۔

مسئلہ : باور پذیر قراءت کی جائے یا آہستہ؟

بہت سی حدیثیں ایسی وارد ہوئی ہیں جو باور پذیر قراءت کرنے کو مستحب قرار دیتی ہیں اور کچھ حدیثیں آہستہ قراءت میں قراءت کرنے کا احتیاج بھی حیا کرتی ہیں۔ پہلے اس کے متعلق کچھ کی حدیث "لقد تعانی کسی شے کو اس طرح لکھیں مستحب میں طرح خوش آواز کی کو جبراً یا بامد (مراحت) کے ساتھ قراءت پڑھتے سنا کرتا ہے" اور دوسرے اس کے متعلق اہل اواز، غرضی اور نسائی کی حدیث "قرآن کو سناؤ آواز سے پڑھتے والا حدیث کو بلا اطلاع دینے والے کی طرح ہے اور قرآن کا پڑھنا بھی پڑھنے والا پسند نہیں کرتے والے کے مانند" ثبوت میں حدیث کی کمی نہ ہے۔ نووی کہتا ہے "ان روایوں کا بڑا اہم نسخہ کرنے کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس حدیث پر باور پذیر یا غریب، ہوسا یا آہستہ پڑھنا مستحب ہے اور نیز ان مسودوں میں بھی باور پذیر قراءت پڑھنے سے دوسرے غریب یا آہستہ قراءت کو ذیقت اور قرآن آہستہ کی حدیث کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ اور ان کے پاسوہ پر صورت میں باور پذیر پڑھنا افضل ہوگا کیونکہ عمل میں زیادہ دقت ہے۔ ان کا لکھنا، سننا اور لکھنا تک سہی ہو سکتا ہے۔ لہذا جو قاری کے دل میں بھی ایک طرح کی تمکک پیدا ہوئی۔ اس کو سنی کا ہم قدر پڑھ کر کے کسی طرف توجہ دلائی چلائے۔ وہی قراءت جسے میں مصروف رہے۔ جس کے باعث تیرہ تکرار آئے ہیں اور صحیح اس کی امتداد دینی رہتی ہے۔

تبع ماثرین لحدیثین (روایوں حدیثوں کا ہم طریق کرنا) کی یہ دلیل ان حدیث سے بھی ملتی ہے جس کا اور آواز سننے میں سہوہ علی معید جگہ سے روایت کیا ہے کہ "اس میں آہستہ یا بلکہ سہوہ میں کثافت کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہوہ کو باور پذیر قراءت کرتے ہوئے سن کر اپنے جانے اختلاف کا پورا ہونا کے بارے میں فرمایا "خوب کچھ کچھ غریب میں سن رہے ہیں اس پر وہ کثافت مناجات کر رہا ہے اس دیکھنے ایک دوسرے کو تکلیف نہ دوا اور قراءت میں اپنی اور دوسرے کی آواز پر بلند نہ کرو اور بعض جگہ، قاری کے قراءت کے وقت کچھ آہستہ یا بامد قراءت پڑھنا مستحب ہے اس لئے کہ آہستہ پڑھنے والی وقت پر پیش ہو کر باور پذیر پڑھنے کے کو پسند کرتے ہیں اور باور پذیر پڑھنے والا محکم جسے کی حالت میں آہستہ پڑھنے کا خواہش ہو جاتا ہے اور دونوں پر کچھ بدل کی حالت میں آہستہ یا بامد میں کر لیتے ہیں۔

مسئلہ : صحیفہ کو دیکھ کر قراءت کی جائے یا حافظہ سے؟

صحیفہ کو دیکھ کر قراءت کرنا اختلاف کے موضوع پر قراءت کرنے سے افضل ہے کیونکہ صحیفہ کا دیکھنا بھی قراءت مطلوبی مبادی ہے۔ نووی کہتا ہے "ہمارے صاحب کا یہی قول ہے اور صحیفہ بھی وہی بات کے قابل ہے۔ میں نے اس بار سے اس کو فی اختلاف میں دیکھا ہے اور اگر یہ بات باور پذیر ہے تو اجماعاً تاکہ اس بارے میں لوگوں کے اختلاف کے خلاف سے گفت و علم میں جس شخص کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ راظر و باقی دونوں ماحول میں یکساں رہنا مستحب اس کے لئے صحیفہ دیکھ کر پڑھنا یا بامد یا جس کو حفظ سے پڑھنے پر بہت صحیفہ میں غریب کر پڑھنے سے غور و فکر اور تشویش قلب کا پورا اطلاق ہے اسے حفظ ہی سے ساتھ پڑھنا بہتر ہے اور لکھا اس میں صحیفہ کو دیکھ کر قراءت کرنے کا ثواب زیادہ ہونے کی دلیل وہ قول ہے جس نے پہلی حدیث سے کتاب شعب لایمان میں اس حدیث کی طرف توجہ دلائی ہے کہ "اگر صحیفہ کو دیکھ کر قراءت کرنے کے لئے ہزار بار ہے تو صحیفہ دیکھ کر پڑھنے سے دوسرا ہر وجہ ملے ہیں اور ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ "اگر ہم قرآن خوانی کو حفظ کے ساتھ قراءت پڑھتے ہیں تو اس میں غنیمت ہے جو غرضی ان غنیمتوں کی ہزاروں غنیمتیں حاصل ہے۔ یہی ہے کہ ان مسودہ میں سے صرف فارسی کی ہے" جس شخص کو خدا اور اس کے رسول سے عہد رکھتے ہیں مسرت حاصل ہوئی ہو اسے پڑھنے اور صحیفہ میں دیکھ کر قراءت کرنے اور غرضی اس کو کثرت حدیث ہے۔ پھر غرضی میں مسودہ سے سند کے ساتھ قراءت کرنا ہے کہ "اگر ہم مسودہ کو حفظ پر مخصص اور زندگی نے اپنی کتاب لایمان میں نووی کی اس قراءت کو قاریوں کی زبان کر کے پھر خود ایک تیسرا قول بیان کیا ہے کہ "اگر قراءت سے قرآن کا پڑھنا اطلاق افضل ہے۔ اور ابن عبد السلام نے اس بات کو پسند نہ کیا ہے کیونکہ حفظ سے پڑھنے میں جس کو خواہ کے ساتھ مطالب کلام اللہ میں غور و فکر کیا جاسکتا ہے اس کو خواہ کے ساتھ اظہار قولی میں بھی ممکن نہیں۔

مسئلہ : غیر عربی زبان میں قرآن کا (الص) ترجمہ پڑھنا

عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں قرآن کا (ترجمہ غاص) یا (مناہضہ) ماننا کہ ہے خواہ وہ کوئی کھربائی زبان یا بھی لکھن آتی ہو یا نہ ہو۔ مگر وہ نہ قرآن ہے نہ قرآن اور نہ قرآن کا ترجمہ کسی حالت میں اور نہ زبان میں نہ پڑھے۔ امام ابوحنیفہ نے قرآن کی قراءت غیر زبانوں میں مطلقاً ناجائز قرار دی ہے۔ ابو یوسف رحمہ اللہ "ان کے دو صاحبین نے عربی سے اوقف ہونے کے لئے جواز دیکھا ہے لیکن بڑی ہی شرم میں آیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنے اس قول سے بعد میں پھر گئے تھے اور انہوں نے بھی: "ہم نے زبانوں میں قرآن کی قراءت ماننا تو غیر ادبی تھی۔ اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ قرآن میں قرآن کا (ترجمہ) پڑھنے سے قرآن کا وہ اعجاز باقی نہیں رہتا جو اس کا اصلی مقصود ہے اور اللہ تعالیٰ جو ہمارے صاحب شرع ہے اس نے ان کا قول تھا کہ وہی زبان میں قراءت کرنا خیال میں ہی نہیں، بلکہ کسی نے ان سے دریافت بھی کیا: "پھر تو لادیتا ہے تو کسی شخص کو قرآن کی تفسیر کرنے کی قدرت ہے نہ؟" انہوں نے جواب دیا: "یہ بات ہر شخص کو ہے، اور میری تفسیر میں جانتا ہے کہ وہ شخص خدا سے کہہ گا: "مجھے تمہارے بیان کی تفسیر نہیں ضرورت ہے۔ لیکن تم لوگوں میں قرآن پڑھا جائے تو اس شخص سے کہنا کہ: "تو نے اس کی تمام مراد میں کی جانے لگا ہے اس لئے ترجمہ کسی زبان کے آئندہ لفظ کی دوسری زبان کا ترجمہ اور اس کی تفسیر کو لفظ لفظ رکھ دینے کا کام نہ آتا۔ یہ بات غیر ممکن ہے بخلاف تفسیر کے اس میں تو صحیح مطلب تصور ہوتا ہے۔" کے لئے یہ ہے۔

مسئلہ : قراءت شاذ کا پڑھنا

قراءت شاذ کا پڑھنا جائز نہیں۔ اس میں سمجھا لے اس بات پر اسرار ہونے کی بات یہ کہ ان دو وجوہ الجبر میں نماز میں پڑھنے کے سوا، دیگر حالات میں اس کا جواز کیا نہ رہتا ہے اور سے حدیث میں "افعلیٰ نہایت جائز ہے پر قیاسی نہ ہے۔" یعنی جس طرح حدیث کی بات کو بخیر روایت درست ہے اسی طرح قراءت کا شاذ پڑھنا بھی غلط اور نہ درست تصور کرتا ہے۔

مسئلہ : مصحف کی ترتیب کے مطابق قراءت کرنا

مگر یہ ہے کہ قرآن کو مصحف کی ترتیب کے مطابق پڑھا جائے۔ شرعاً اللہ رب عالمین ہے "یہ علم اس لئے دیا گیا کہ مصحف کی ترتیب حکمت پر مبنی ہے نہ اس کو بجز ان صورتوں کے جو شریعت میں ہیں اور یہی حالتوں میں مذکور کرنا محض نہ ہو بلکہ شرع کے لئے ہے۔ یہ جو یہ نہیں بخلاف ترتیب مصحف ثابت ہونے پر اس کی مثال وہ جو تفسیر قرآن میں "التم شرو" اور "معلیٰ فی" کی صورتیں ہیں جو قرآنی کی شریعت اور احکام میں واقعہ اگر سورتوں میں قرآن لیا جائے یا ان کو آج بھی پڑھ کر کے پڑھا جائے تو یہ بات جائز ہے لیکن اس سے اصل صورت کا ترک لازم آتا ہے اور یہی بات کہ ایک ہی سورہہ وغیرہ سے اول تک پڑھ کر پڑھے تو اس کی ممانعت پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے کیونکہ اس سے اعجاز کی یکے بعد دیگر اور ترتیب آیات کی حکمت معدوم ہو جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس بارے میں ایک مسئلہ کا قول پھر لیا جاتا ہے جس کو پھر فی نے سنہ ۱۰۰۰ھ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ "جو حدیث سے روایت کیا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری سے کہ: "ایسے شخص کی نسبت درجہ پائے گیا ہے جو قرآن کو ان کے لئے جتنی سورتوں کی آیتوں کی ترتیب کو ان کے پڑھنے کو انہوں نے جواب دیا "اس شخص کا قلب اتا ہے۔"

اور ایک سورہہ کو دوسری سورہ سے منقطع کرنے پر ممانعت بھی ہے کہ اس کی ایک کڑک کر دینا ادب کی بات ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو ابو سعید نے حضرت عبد بن اسید سے روایت کیا ہے کہ: "سوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کیا کرتے ہو کہ سورتوں میں قطع اس وقت اس طرح قرآن پڑھتے تھے کہ تمہارا کسی سورہہ میں سے اور تمہارا دوسری سورہہ میں سے ملا کر قراءت کرتے تھے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جاننا کہ تمہاری طرف سے بات تو اس نے دیکھ کر تمہیں ثابت ہو رہی ہے اور وہی سورہہ کو باہم ملا کر قراءت کرتے تھے۔" بلال رحمہ اللہ نے جواب دیا: "میں نے ایک بڑے کو پاک بننے کے لئے دیکھا تھا وہ "یا ہوسر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ غَنَیْتُ عَنْ خَدِّیْ
مُتَعَرِّذٌ بِالسُّلْطَانِ فَدَعَا
ذَقْنَهُ وَزَعَمَ اَللّٰهُمَّ یَوْمَ غُرُوْرِهِمْ
لَهُ وَذَلِكَ عَنِ النَّبِیِّ
فَبَسَّطَ لَیْلَتِیْ فِیْهِ اَمْرًا
فَسَبَّحْتَ بِمِثْلِهَا

"مکہ اسی خدا ہے جس کے سامنے چڑیں کہ تمہاری گورانی سے حضور میں ہے۔ یہ ہے کہ تمہارے دل اعلیٰ طور پر ہیں۔ وہ ملک طاعت کو بھی
دوبارہ ایک ہے اگر کسی سے پہلے کرتے ہیں۔ انھوں نے اس کا نام لیا ہے کہ ہے۔ ان کا اور ان کے فرور کا آقا ہیں۔ یہ ہے، اور کہہ لیں ان کو
خود کو معلوم ہو جائے گا کہ جو کون تھا؟"

خود تیری نے شعب الایمان میں پہنچنے پر میرا عرض اعلیٰ سے اعلیٰ کیا ہے کہ ان کے ہاں انہوں نے ان میں سے اپنے ذیلی شعرا کے لئے۔

مَلِیْ اَللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَانْفَعَهُ
وَمِنْ یُّهَیْیِ اَللّٰهُ یُصْنَعُ لَهُ
فَاِنْ اَللّٰهُ یُغْفِرُ مَا یَشَاءُ
وَمَنْ یُّهَیْیِ اَللّٰهُ یُصْنَعُ لَهُ
فَاِنْ اَللّٰهُ یُغْفِرُ مَا یَشَاءُ

"خدا سے اس کا فضل طلب کرو، اس سے دے گا، کیونکہ خدا سے دے دیتا ہے اچانک سے۔"

جو شخص خدا سے دعا ہے خدا اس کی کاروائی کرتا ہے، اور اس کو کسی طرف سے دے دیتا ہے جو دوسرے اس کے خیال میں بھی نہیں دے دیتا۔

قرآنی آیات کو عام بات چیت یا ضرب الامثال کی طرح استعمال کرنا

اقتباسی کے قریب قریب وہاں جو چیزیں بھی ہیں ایک ہی چیز پر قرآن پڑھ کر اس سے معمولی بات چیت مراد لی جائے۔ خودی کہ یہ نہیں
شاید یہی کہتا ہے کہ وہ اپنی داد سے اس بات سے اختلاف دے گا کہ کیا ہے وہ بھی کی نسبت بیان کرتا ہے کہ قرآن کا کسی ایسی... کے ساتھ
شروع کرنا (تعبیر کرنا) کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خودی کی امور میں سے ہو۔

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے شرمک میں طرب کی خانہ پر بھی تو اس میں خودی آئین قرآن سے فرمایا اور
"ہذا المثل الذہبی" کہہ کر بلند آواز سے ادا کیا۔ اور حکیم بن سعید سے روایت کی ہے کہ خانہ کی آوازوں میں ایک شخص حضرت علی رضی
کے پاس آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت لڑکی نماز پر مہر ہے تھا اس خانہ کی آواز سے کہنے لگا "ابن ابی سرحہ جہاداً فہا ان" اور حضرت
علی رضی اللہ عنہ نے نماز علی سہا میں کو جواب دیا "فہذا ان وخذ اللہ حقاً ولا یسألک عنک فایقن لا یوقنک" جس کو سہر کرے شک نہ آتا
وہ دیکھتا ہے اور تھو کہ وہ لوگ ہرگز تھویر نہیں دیتے یقین نہیں آتا۔ اور ابی داؤد کے سہر دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کو ضرب لٹل
بلا جائز نہیں۔ ہمارے کتاب میں سے معلوم ہوتی جو خودی کا شمار ہو اس بات کی تھویر کرتا ہے اس کو کسی اصلاح نہ آئے مگر عام کے
نوک میں ذکر کیا ہے۔

الفاظ قرآن کو نظم و غیرہ میں استعمال کرنا

اور دوسری بات یہ ہے کہ الفاظ قرآن کی نظم و غیرہ میں تعبیر کی جائے اور یہ امر بلاشبہ جائز ہے ہم نے صرف قلی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے
کہ جس وقت اس نے اپنا قول۔

مِیْحَارٌ حَقِیْقَتُهَا فَاصْبِرُوا وَلَا تَغْمُرُوا هَلْیُوْا نُوْهَا نَہِیْن

اور اگر تم شرم کرو، مگر یہ نہ چھوڑنا جس سے منع کیا جائے گا۔

(خدا کو ادا ماننے والے) شیخ احمد (تو میں) کہوں کہ خاتمِ رس، جسے ان کے بعد رسالت (مکمل ہو) انجیل میں اصلاحی (آئے) آجھ کو
 گرا کر آیا) کا ضد، یعنی ان کے بعد (اس کو پہنچے) بعد از (میں نے دیکھا ہے) اسی کے بعد ہے) برائی کر، (پکڑے)
 واپس نہ آئے اور الامامہ، شخصیت (مختلف طور پر) تسلیم اور عین (چاہتے ہو) موجدِ حیرت (جس نے جادو کرنے والی)
 شدتوں کے ساتھ (ایم احمد) کرتے ہو، غیور (مکمل ہے) ختمِ انبیاء (والہ) ختم، (ان کے بعد) واپس نہ
 (نہ کو بہت کرتے)۔

[illegible][illegible]

[illegible][illegible]

لغات مستورات (ایرانی کا جزیری) عشاق (مہمیر کا کہ) اوداع (یونانی اعداد) طریح (طریح کے غلاب) پنجوڑ
تعلیل (دراگت ہے) اشاعرین الفضولین (خود دوائے گئے) شنجینین انشعینین (درویشانی) دی عقلی (سعد و غمی) کشمیری اور
روقتی (عالی) نیک خسروان (زبان لادگیاں) آذغری و جعدنی (توحید کے قائل ہو) منیدیا خیر بنامہ (ہم نے حق کے
لئے بیان کیا) رواجد و ثوقا (تھے ہوئے) نوبغیہ تہلیک (ان کو پاک کر دیا ہے) نمیزین مضین (تھمھاتے والے) نضریح لغریح
(رہے) وزخیر و طغی (سنا) وکند کد کد شرف (موت ہے) شنجیزین شکر مود (عزت کے جاتے ہو) زہرا بستنا
(ایک جانب ایک طرف) افسلہ اللہ فنی علی فی ساق علیہ (ایسے ساقی علم کے کلمات) با خدان سحنا حکم فی سیکتم وہ
(ہم تم کو اس میں قابو نہ دیں گے) ایں سیر - لا تقبضون ینبی اللہ و زلیزلہ - لا تقبضوا سلامی لکاب و فصدہ (قرآن و حدیث کے
علاقہ نہ کرو) ولا تفسسوا (یہ کہ مسلمانوں کی خیر باتوں کا سراں نہ لگا جائے) العید الکبیر (بڑے) مزاج (بھلی عقل) نامغایات ملو
(کسی کی) طیس (شک) خلی فریزہ (نگ کران) خلی فیریلون العربان (شک کر سنا دالے) فی فیرہ سافرون فی حدیثہم و تھالون

(انہی گہرائی میں جاتے ہیں) یُخَفُّونَ یُخَفُّونَ (غلاب دے جاتے ہیں) یُخَفُّونَ یُخَفُّونَ (سوئے ہیں) سُرُّوْہُ : مد :
(غل کر لی ہوئی) اُنْضَتْ اُنْضَتْ (طراچ رہا)۔

بر کیم بوقی (ایچی قوت سے) ساید بغوز (زور سے ساتھ) اَفْخَنَ الشَّوْبَ (ظہیم اور سخت) سُوْرًا دِلًا (زول) اَنْخَفَنَ
(محوں) قید کیا گیا) تَنْزُوْرَ تَنْزُوْرَ (جیش کرتی ہوگی) اَنْخَفُوْنَ یُخَفُّوْنَ (وہ چھلے جائیں گے) فَاخَفَّیْ سَمِیْنِ (غش اور سرور) وَا
قَلْبُہُمْ مَّا اَنْصَفُہُمْ (م نے ان میں بہک کر تیش کی) اَنْجَبَ کَذِبَ (بھٹ) رَنْبَ فَعُوْرَ اَنْزَابَ (ہرگ) اَنْصَفُوْا اَنْصَفُوْا
(غلبہ دے گئے) دُوْرَہُ مَعْرِ خَسَ (فرشٹا خطر) فَعَزَّ وَفَعَزَّ لَعَطی رَا حِیْ (دیر اور خوش کر) اَلْاَرْقَ (روز قیامت کا ایک نام ہے)
سَبَّوْنَ لَافُوْنَ (غافل اور بولے ہوئے ہیں) اَنْخَمَ (جائی دور ہوئی چیز میں پہنچ گیا ہے) وَخَسَمَ (خدا دانا ت) لَافَاہُ (غلط)
فَعَسَبَ (بھس) وَفَسَدَ (خسہ اور ع) اَنْخَمَ (بھنکی کی ہیزی) بَنَیْ اَوَّہَ بَکْنَا مَیْ ہُنَّ لَہُ (خدا کی کس لعت کو) خَلُوْہُ (خاموش آگ)
مَرْجَ اَنْزَلِ (چھوڑا) بَرَزَ حَاہِرَ (اُت سر کے والی بیچ) دُوْرَ اَنْخَلِ دُوْرَ لَعَطَ (دیر کی اور بڑی کمال تک) سُرُّوْہُ نَحْمَ دَعَا
وَعَدَ مَیْ لَہُ لَعَطَ وَاَنْسَ مَیْ لَہُ خَلِ (بیخدا کی طرف سے بدوں کو دیا گیا ہے اور خدا کے کسی ٹٹل کی حاجت نہیں) دُوْرَ اَنْخَلُوْہُ
لَا حَسَ ہُوْنَ مَنَ سَلَفَہِ (تحریر کی عکس سے پر کرتے غل کو گئے) اَنْزَلَا لَہُ فَاوْ (اُن کی پٹ) دَعَا حَسَ (دعا کر) اَنْزَلَا حَاہِرَ
جَنِّیْ (تعارف سے) اَنْخَفُوْہُ بَاہِ یَنْہُوْہُ (ان کے قریب نہیں گیا ہے) اَنْخَلَا خَاہِ صَدَ (بچنے والی ہیں) اَنْزَلُوْہُ حُطْمَ تَعْمَرَسَ
(گھر یا سونیاں) تَنْزُوْہُ مَعَسَ (آرام دینے لگے)۔

لُخَفُوْہُ فَعَسَرِ (سافر لوگ) اَنْخَفُوْہُ نَحَابِ (سرافدہ کیے گئے لوگ) فَوَزَحَ (راحت) تَنْزَلَا سَحَلَا (بہم سے پیدا
کر تریں) لَافَا حَسَا بَنَہُ تَنْزُوْرَ (اَنْصَفُوْہُ عَیْنَ فَعَسَرَا (ان کو ہم کو لبت دے گا کہ وہ اُن کی بگائیں) دَعَا بَاہِ یَنْہُوْہُ
یَنْزُوْہُ لَافَلَحَ بَاہِ لَعَطَ مَعَرِ لَوَا دَعَمَ (اپنے عزیزوں کے ساتھ کی اور دے گا) مَیْ لَہُ یَنْہُوْہُ کَوْنِ یَنْہُوْہُ مَعَلِ یَنْہُوْہُ
وَاَنْزَلَا وَاَنْزَلَا (خدا ان پر سخت کرے اور قرآن میں جلال نہیں مل گا خدا آپ سے اس لعت کی مراد ہے)
وَاَنْخَفُوْہُ سَحَلَا (مصدقہ) وَاَنْزَلَا مَیْ لَہُ یَنْہُوْہُ لَافَلَحَ لَافَلَحَ سَحَلَا (خدا ان کو پکارا آخرت دونوں
جہاں کی ہر ایک تکلیف سے نجات دے گا) اَنْخَلَا اَنْخَلَا (یعنی اس سے پہلے کہ وہ ان کی نافرمانی کی) اَنْزَلَا تَنْزُوْہُ (پیدا ہوتی ہے)
فَعَسَرَا سَحَلَا (دور ہو جاے) اَنْزَلَا یَنْہُوْہُ قَدَمُوْہُ لَوْرَ مَعَرِ فَعَسَرَا مَعَرِ یَنْہُوْہُ (اگر ان کو سائی دی جائے تو خدا سے بڑھ کر سائی پڑے ہیں)
زَنْہُوْہُ فَعَسَرَا (خسہ گبار) وَاَنْصَفُوْہُ عَدَلُہُمْ (ان میں سب سے زیادہ مقدس اور مایہ دہ کی پند کرتے والا) فَوَزَحَا یَنْہُوْہُ مَعَرِ
لَا حَسَ مَعَسَرَا سَحَلَا مَعَرِ لَوْرَ یَوْمَ مَقْدَا (ایسا سخت اور بڑا مر جو قیامت کے دن خوف کی وجہ سے یہ جاس نہ لے گا) سَحَلَا مَعَسَرَا
مَعَسَرَا مَعَسَرَا (ملاست کیا گیا) فَوَزَحَا یَنْہُوْہُ قَدَمُوْہُ لَوْرَ (تھیں پائیں گے) حَسَا اَنْخَلَا اَنْخَلَا (بڑھ گیا) وَاَنْخَلَا مَعَسَرَا (خسہ کرتے والی)
اَنْزَلَا حَسَا یَنْہُوْہُ (میں نے یَنْہُوْہُ کیا) عَسَلَا مَعَسَرَا اَنْخَلَا (دور رخ دانوں کے جسم سے پتہ والا خول اور چپ دہر پائی) دَعَا سَحَلَا
فَعَسَرَا وَاَنْخَلَا (برتری اور بلندی والا)۔

مَعَسَرَا مَعَسَرَا (راستے) فَعَسَا مَعَسَرَا (چراگاندہ) خَلِیْہُ مَعَسَرَا فَعَسَا وَاَنْزَلَا وَاَنْزَلَا (خدا کا اعلیٰ اس کا حکم اور اس کی قدرت)
مَعَسَرَا مَعَسَرَا (نفس) مَعَسَرَا (اس کی خوبیاں میں سے بگاڑی ہوئے کا خوف نہیں) وَاَنْزَلَا مَعَسَرَا (بڑے مر سادہ) مَعَسَرَا (اس کی گہرائی میں)
کُوْنِ دَعَا مَعَسَرَا (گھسٹا) مَعَسَرَا (سیرنا) مَعَسَرَا (بہتا سریت کا تودہ) مَعَسَرَا مَعَسَرَا (سخت) مَعَسَرَا مَعَسَرَا مَعَسَرَا (سخت دان)
لَوْرَا مَعَسَرَا (پڑاے والی) مَعَسَرَا مَعَسَرَا (بشہ) مَعَسَرَا (جب کہ تم نے اس کو واضح کر دیا) فَوَزَحَا یَنْہُوْہُ اَنْخَلَا مَعَسَرَا (اس کا کر) اَنْخَلَا
فَعَسَرَا مَعَسَرَا (دونوں کے خوف کی اور آخرت کے دونوں پہلوان) وَاَنْزَلَا مَعَسَرَا (وہ چاہیں گے جیسے سمیٹ سے سمیٹ کا لاپ
ہو جائے) مَعَسَرَا مَعَسَرَا (بے خوف) اَنْزَلَا مَعَسَرَا مَعَسَرَا (دوبگ رنگ) مَعَسَرَا مَعَسَرَا (گلابا اور غیر غلی) مَعَسَرَا مَعَسَرَا (سخت رنگ)

س : ”ذَٰلِكَ الَّذِي يُبَيِّنُ لَكُمْ آيَاتِ اللَّهِ“

ج : یہی جملہ حاجت آ رہا ہے۔

س : اللہ ربّوں کا استعمال جانتے ہیں؟

ج : بے شک، کیونکہ قرآن ہی میں ہے۔

”إِنَّ الْمَرْءَ لَإِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ“

”اے انسان! خدا کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔“

س : ”مَنْ يُؤْمِرُ بِهِ“ کی تفسیر کیا ہے؟

ج : ”مَنْ“ یعنی وہی اللہ عزوجل کے معنی فریق (دوست)۔

س : ”إِلَٰهَ“ کے کلام میں اس کا ثبوت؟

ج : ابوحنیفہؒ بن ابراہیمؒ میں جہاں مطلب کا قول ”عَدَّ طَرَفًا مَالِئًا بِهِ“ (وہ جس قدر مال چاہے)۔

بے شک، رسولؐ نے چاہا کہ روایت کے ساتھ بات کہے اور اُس نے اسلام کا ایک قدم اور طریقہ واضح کیا۔ (اس شعر میں ربّ کی جگہ شرعاً کا

علاوہ نہ پایا، نہ کرچوں کہ کتاب میں یہاں لکھا تھا جس لئے اُس میں تفسیر نہیں لیا گیا۔ ترجمہ)

س : ”قَوْلَهُ“ کا تفسیر کیا ہے؟

ج : ”قَوْلَهُ“ کا تفسیر اور سہولت (تجانی)۔

س : ”إِلَٰهَ“ عرب میں سے واقف ہیں؟

ج : ہاں، قصہ شریف ہے۔ ”إِلَٰهَ“ اس وقت ہندوؤں کا لفظ تھا۔ + ”مَنْ“ معنی ”وہ“ (اس شعر میں اللہ عزوجل کے

بہرے میں ملتی ہے) اس میں قرآن مجید ہے جسے نبیؐ نے نہایت پاک و پاکیزہ لفظ سے بیان کیا اور اُس نے اس کے معنی میں لکھا ہے۔

س : ”قَوْلَهُ“ کی تفسیر کیا ہے؟

ج : ”قَوْلَهُ“ عربیوں کے معنی میں لکھا ہے۔

س : ”إِلَٰهَ“ عرب میں سے ہیں؟

ج : ہاں، وہ عربی ہے۔

”فَرَفَعَهُ“ (وہ اُسے بلند کر دیا)۔

”مَنْ“ (وہ) کی تفسیر کیا ہے؟

”مَنْ“ (وہ) کی تفسیر کیا ہے؟

س : ”مَنْ“ کی تفسیر کیا ہے؟

ج : ”مَنْ“ عربیوں کے معنی میں لکھا ہے۔

”مَنْ“ (وہ) کی تفسیر کیا ہے؟

س : اہل عرب اس کو جانتے ہیں؟

ج : ہاں یوحنا بن الحارث کا قول ہے "فندعوا الى الحق لا يبغي به بدلا. يعطو بفضو، سلا ديسى الظلم"۔ (ترجمہ) وہ حق کی طرف بلاؤ۔ پھر اس کا کوئی حوالہ نہیں چاہتا۔ اس کی روشنی کی چمک سے اندھیری تاریکی روشن ہو جاتی ہیں۔

س : قول تعالیٰ "لقد خلقنا الانسان من عجين" کس معنی کیا ہیں؟

ج : استعمال، براستقامت۔

س : ثبوت؟

ج : عیدین سے قول "يا عين خلا بكيت اريد" فقينا وقام المصوم لمي كبد"۔

س : قول تعالیٰ "وخلقنا" سے کیا مراد ہے؟

ج : بیٹوں کے بیٹے اور وہ نگاریت۔

س : کیا اہل عرب اس معنی سے واقف ہیں؟

ج : ہاں شاعر کہتا ہے "خلفه الولائد حوئهن وصلعت ربنا فكهفن لومة الانخمال"۔

س : "وخلقنا من لؤلؤ" کو مدعا کیا ہے؟

ج : وحشة من عذبة (جاری طرف سے تھ کر رحمت)۔

س : کیا اہل عرب اس کو استعمال کرتے ہیں؟

ج : ہاں طرفہ بن اشدک کا قول ہے "فانسلو الميت فاستقى عطفا. حابيك بعض الشر اهن من بعض" (ترجمہ)۔

ایسا ضرور کرنے سے ہم کو سزا دلا، اب ہم میں سے تجھ سے ہی مانگوں کہ باقی رکھ تیری میرائی کی قسم ہے بعض برائی دوسری برائی کی نسبت ترسان تر ہوتی ہے۔

س : قول تعالیٰ "العلم ينسب اليقين امورا" سے کیا معنی ہیں؟

ج : العلم يعلم (کیا انہوں نے نہیں جانتا) انی، الک کی زبان میں۔

س : ثبوت؟

ج : مالک بن عوف کا قول "زهد بنس الاقوام نى هاليه. وان نجت عن ارض المسيرة ناه"۔ (ترجمہ) بے شک تمام قوموں نے اس بات کو جان لیا کہ میں ہی اس کا فروغ دہوں، اگرچہ اس حالت میں کہ جب کی سرزمین سے دور افتادہ ہوں۔

س : قول تعالیٰ "شكورا" کس معنی بتائیے؟

ج : ملعون اور تنگی سے روکا گیا۔

س : ثبوت؟

ج : عید الفصح میں ابراہیم کا قول "ان لمي فسطلا من س النوم ومن مل مله سنود"۔

س : قول تعالیٰ "وخلقنا خلقنا من لؤلؤ" کس معنی کیا ہیں؟

ج : لؤلؤ (پتلیسے پر مجبور بنایا)۔

س: ثبوت؟

ج: حدیث ابن عباس کا قول ہے "لو شدد غزائنا لشد و مضاعفہ فاما انکم لو سمعوا لاجل"۔ (ترمذی) اس وقت ہم نے پہلی طرح سے دیکھا تھا اس وقت تم کو دیکھ رہا ہوں کہ تم میری بیوی پر غلامی۔

س: قول عائشہ "نبینا" سے کیا مراد ہے؟

ج: ہماری مجلس کو کہتے ہیں۔

س: کیا تم کو ایساں عرب اس کا احتمال کرتے ہیں؟

ج: کبھی شاعر کا قول ہے "ہذا ملا یوم مضاعفہ و ملحقہ"۔ وہ ہم سر اور الیحد او تلوب"۔ (ترمذی) وہ دن ہیں ایک مقام کرنے اور کالیس کر کرنے کا اور دوسرا دن ان دونوں کی طرف کوچ کر کے چلے گا۔

س: قول "انا یزیدنا" کیا ہے؟

ج: اہل بیت کا شمار دینی پینے کی چیز۔

س: اہل عرب اس کو پا سکتے ہیں؟

ج: ہاں! مثلاً قرآن ہے "کلمہ عسی فعبور صدقہ و نواس قری و کرم من الیحد"۔ (ترمذی) اس کی کھن لوگوں نے پشت پھیری ہے تو گویا ان کے بارہ دینی کے ہا وروں پر مدد دینے کی چیز دینی اور سادوں میں سے بہت ہو گیا تھا۔

س: قول "فقد غدا فاما مضاعفہ" کیا ہے؟

ج: قاضی بعض "اس (چکن) اور حلف بعض منور"۔ (ترمذی)

س: کیا اہل عرب اس کو پا سکتے ہیں؟

ج: یہ شک کیا تم نے شاعر کا قول نہیں سنا؟ "معمودہ لہد لہ مضاعفہ جلا مضاعفہ من صوتی جلا مضاعفہ"۔

س: قرآن کا قول عائشہ "انہا لا یضاعفہ و لا تضاعفہ" کی تفسیر کیا ہے؟

ج: یعنی تم اس سے بھپ کی محنت سے پیسہ پیدا نہ ہو گے۔

س: اہل عرب نے اس کو کیا اس احتمال کیا ہے؟

ج: انھوں نے کہا ہے "انہا لا یضاعفہ و لا تضاعفہ"۔ (ترمذی) عسی و نواس قری و کرم من الیحد

س: آپ بتائیے قول عائشہ "انہا لا یضاعفہ" کی تفسیر کیا ہے؟

ج: میرا (آپ) مجھ کا اور۔

س: اہل عرب اس کو پا سکتے ہیں؟

ج: تم کہتا ہے "نہا"۔ اس معارفہ من کرم من الیحد"۔ (ترمذی) گو یا کہ عادیہ میں بکرتے بیچے۔ سلام کی وجہ سے۔

س: قول عائشہ "انہا لا یضاعفہ و لا تضاعفہ" سے کیا مطلب ہے؟

ج: لا تضاعفہ شری (میرے علم کی عبادت کی سے کثرت کی کا اظہار نہ کرو)۔

س : کیا اہل عرب اس کا استعمال سمجھتے ہیں؟

ج : کیا تم نے شاعر کا قول نہیں سنا ہے "نسی وحسك عوبت، ولم نزل ابني ففكك له بكل سبل" (ترجمہ) میری کوشش کی قسم ہے کہ میں ہرگز ہست جھٹل نہیں دوں اور ہر براس سے دو گز ادا کرنے کی ہر ایک طریق پر خواہش رکھتا ہوں۔

س : قول تعالیٰ "اللفظ والمختار" سے کیا مراد ہے؟

ج : ظاہر ہے کہ جو کچھ اُسی پر کسی کر کے چننا ہے اور معترض کو کہتے ہیں بدور بدرجہ ابلرے۔

س : اہل عرب نے اسی کو کہاں استعمال کیا ہے؟

ج : دیکھو شاعر کہتا ہے "عبر: مكرهم من معبر: بلهم وعند ليلهم ليلهم: اميل" (ترجمہ) ان کے کثرت دولت رکھنے والوں پر اسی کا بھی حق ہے، چنانچہ وہ (دوسرا) لگنے کے اور کھولت مندوں کے لئے صروت اور عطا (بخشش) ہوئی چاہئے۔

س : قول تعالیٰ "وقصر متنبه" سے کیا مفہوم کچھ سمجھتا ہے؟

ج : چونکہ یہ اور پخت افلاں سے بچتا ہوا۔

س : کیا ظاہر عرب اس سے واقف ہیں؟

ج : تم نے میری بات نہ سنی کہ یہاں کہیں ہے؟ "شاذ مرمر أو لفة فافشا، داهض في نوادير محوذا" (ترجمہ) اُس نے اُس گل کو رنگ مرمر سے چمن کر لیا اور اُس سے گل چڑھا کر خوشامیلا وہاب اسی گل کے گنروں میں چڑیوں کے آشیانے ہیں۔ یعنی نلکے والے ند ہے اور مکان ایسا ویران ہوا کہ اُس میں پرندوں کا سانس رہتا ہے۔

س : قول تعالیٰ "شوط" کے کیا معنی ہیں؟

ج : وہ آگ کا شعلہ جس میں دھواں نکلتا ہو۔

س : اہل عرب اس کو جانتے ہیں؟

ج : جیسے کہ نصیر بن ابی العلی کا قول ہے "يظن شب كبر بعد كبر، ويضع نجا لهب، النواظ"۔

س : قول تعالیٰ "فد خلع المؤمنين" سے کیا مراد ہے؟

ج : یہ کائنات پر ایمان کا مایاب اور خوش نصیب ہونے۔

س : اہل عرب کا استعمال؟

ج : جیسے عرویدہ کا قول "ما غلبى ان كنت له، تعلى، ولقد خلع من كل شغل"۔

س : قول تعالیٰ "تؤذنه بنصر من مناد" کی تفسیر کیا ہے؟

ج : جس کو چاہتا ہے قوت دیتا ہے۔

س : کیا اس کو اہل عرب جانتے ہیں؟

ج : ہاں، حسان بن ثابت کہتا ہے "عبر حال لیسوا لفسهم، انمو صرل عصر افقرن" (ترجمہ) ایسے لوگوں کے سر تھکے کہ تم ہرگز ان کی فائدہ نہیں ہو۔ جہاں کہہ دو گرنے کی قوت دینی مٹی ہو اور جہاں رہے۔

س : قولہ تعالیٰ "وہذا ہمارے کیا معنی ہیں؟

ج : دو حوالے جس میں "ہمارے" کا شعر ہے۔

س : کیا عرب اس پر جانتے ہیں؟

ج : بے شک شاعر کا قول ہے "ہم ہی کھنڈہ السراج السلیط - ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

س : قولہ تعالیٰ "ہمناج" کی تفسیر کیا ہے؟

ج : سردار اور دست کے پانی (نظفہ) سے ہم کے اندر پڑتے ہی ہمارا آمیزہ ہو جاتا۔

س : کیا اہل عرب اس معنی سے واقف ہیں؟

ج : جی ہاں، انھوں نے وہی کہتا ہے "کان العربی و فہمونی وہ - عربی نفسی معلقہ مشبغ" (ترجمہ) گویا کہ ہمیں تیرے کپڑے ہمارے ہی پتلے کی رگوں پر ان کے انداس طرح پیوست ہو گئے اور اس لئے مجھے سرد اور زرد کے نطفے بہہ مل جاتے ہیں۔

س : قولہ تعالیٰ "وہوہنا" سے کیا مراد ہے؟

ج : گندم۔

س : اہل عرب اس کو کس طرح جانتے ہیں؟

ج : دو کجاویز کن شعلی کا قول "وہوہنا حسس کا عربی واحد - قدم المذنبہ من زرعہ طہرہ۔"

س : قولہ تعالیٰ "انتم مندسون" سے کیا مراد ہے؟

ج : سود کے معنی بھورے بال (بھیس کو فضولیت) کے ہیں؟

س : اہل عرب اس کو جانتے ہیں؟

ج : بے شک کیا تم نے بڑی بہت کہا کہ قول نہیں سنا وہ قوم بھلا کر دیتی ہوں کہ جس ہے "لہت علاؤ قلوبہم لعلوا حسودا - غرہم ماعظرمہم - ہم دوع ملک الحسودا" (ترجمہ) کا شوق ہماری کو قبول کر لیں اور جان بوجھ کر سرنگی کے باعث انکار کرتی۔ کہ کیا ہے کہ انھوں اور اس کی حالت دیکھ کر بھراؤنی فضولیت کو ترک کر دے۔

س : قولہ تعالیٰ "لا ینہن لون" کی تفسیر کیا ہے؟

ج : یہ کہ اس میں الکاہرہ اور بد مزگی نہیں بھسی، بلکہ شراب میں ہوتی ہے۔

س : اہل عرب بھی اس سے کچھ جانتے ہیں؟

ج : ضرور امری انھیں کا قول ہے "رب انکم غربت لا حول فیہا" و ملیت تعدد مہامراہ۔"

س : قولہ تعالیٰ "والفقہ" نا افسس" سے کیا مراد ہے؟

ج : آسانی معنی ہجرت آیا ہے۔

س : اہل عرب اس کو کیسے استعمال کیا ہے؟

ج : انھوں نے کہا ہے "ان لا یلا لہم غلاظہ من صفات ہم جدد سالفا۔"

س : **قُلْ لِّعَالَمٍ ۖ ذُنُوبُهُمْ خَالِدَةٌ ۖ** کے کیا معنی ہیں؟

ج : اُن کی مشہور چیزیں اور وہاں سے کبھی نہ ٹھکیں گے۔

س : اہل عرب اس کو جانتے ہیں؟

ج : اہل عرب اس کا قول ہے "مصل میں حلیہ انا حدیکا۔ وصل عامرہ۔ باللت عرو" (ترجمہ) اگر ہم ہاکہ کو بنائیں تو۔ تو ہم اس پر کوئی پیشہ نہ دے سکتے ہیں اور اسے کو کو کیا مرنے میں بھی کچھ نہیں ہے؟

س : **قُلْ لِّعَالَمٍ ۖ ذُنُوبُهُمْ خَالِدَةٌ ۖ** سے کیا مراد ہے؟

ج : جس کو وہ بھولیں گے۔

س : کیا اہل عرب اس سے واقف ہیں؟

ج : ہاں، صرفہ میں الیہ کہتے ہیں۔

س : **قُلْ لِّعَالَمٍ ۖ ذُنُوبُهُمْ خَالِدَةٌ ۖ** کے کیا معنی ہیں؟

ج : یہ بھی اور بدکاری۔

س : کیا اہل عرب اس سے واقف ہیں؟

ج : اہل عرب اس کا قول ہے "خامرہ لفرح ذہن منقو"۔ اس میں لہو مرصہ (ترجمہ) اپنی شرم کا وہ کھمکا دیکھے والا اور پرہیز گاری میں خوش۔ نہ وہ۔ اس شخص کی طرف سے نہیں جس کے اس میں یہ جلی کا شوق ہے۔

س : مجھے **قُلْ لِّعَالَمٍ ۖ ذُنُوبُهُمْ خَالِدَةٌ ۖ** کے کیا معنی ہیں؟

ج : چھوڑ دینی۔

س : اہل عرب اس کو جانتے ہیں؟

ج : ہاں، ان کا قول ہے "مصل میں حدیکہ۔ وصل عامرہ۔ باللت عرو" (ترجمہ) اگر ہم ہاکہ کو بنائیں تو۔ تو ہم اس پر کوئی پیشہ نہ دے سکتے ہیں اور اسے کو کو کیا مرنے میں بھی کچھ نہیں ہے؟

س : **قُلْ لِّعَالَمٍ ۖ ذُنُوبُهُمْ خَالِدَةٌ ۖ** کے کیا معنی ہیں؟

ج : شکر اور شکر۔

س : اہل عرب اس کی نسبت کیا کہتے ہیں؟

ج : ایسی ہی یہ کہتا ہے "مصل میں حدیکہ۔ وصل عامرہ۔ باللت عرو" (ترجمہ) اگر ہم ہاکہ کو بنائیں تو۔ تو ہم اس پر کوئی پیشہ نہ دے سکتے ہیں اور اسے کو کو کیا مرنے میں بھی کچھ نہیں ہے؟

س : **قُلْ لِّعَالَمٍ ۖ ذُنُوبُهُمْ خَالِدَةٌ ۖ** کے کیا معنی ہیں؟

ج : شرم اپنی جو کچھ کاغذ ہوا مرزب۔

س : اللہ عرب اس سے واقف ہیں؟

ج : ہاں شاعر کہتا ہے "سلطان للملکون لا تصبان من لہن .. حبنا بقاء بعد ابوالا" (ترجمہ) یہ خوش اخلاقیوں ہیں اور وہ اپنی طے ہوئے دودھ کے پائے لٹکے جو پینے کے بعد فوراً پوٹا بٹا بن جاتے ہیں۔

س : قول تعالیٰ "غبارنا نکلتا" سے کیا مراد ہے؟

ج : قلعے کی مٹی ہزار ہا (دہائیوں) کے ہیں۔

س : کیا اللہ عرب اس کو جانتے ہیں؟

ج : بے شک تم نے اس کی قول نہیں سنا "ولا اسلک لحداد یوم لقتہ .. سمعت بعضی لقطر طر و حلقا"۔

س : قول تعالیٰ "من خلکو سنون" کے کیا معنی ہیں؟

ج : حواء کے مٹی سیاہ مٹی اور سنون کے مٹی صورت مری کی ہوئی۔

س : اللہ عرب اس کو جانتے ہیں؟

ج : بے شک ہزار ہا عربیہ کا قول ہے "اعمر کما لست رقیۃ رجھہ .. جلی لعم عنہم فاندعہ" (ترجمہ) ایسا تابان کہ گویا پورا پائوئس کے چرو کی تصویر ہے۔ جس کی روشنی نے سچے چمک کھمبے کے سانسے سے اور کا پودہ پارہ کر دیا ہے اور وہ اپنی چمک بھلا کر ان کو منکر کر رہا ہے۔

س : قول تعالیٰ "فیہن فلفیہ" سے کیا مراد ہے؟

ج : ہاں ایسے جگہ سے کہتے ہیں جس کو پریشان حالی کا چہرے کوئی چیز نصیب نہ ہوتی ہو۔

س : اللہ عرب اس کو جانتے ہیں؟

ج : بے شک ہر فرقہ کا قول ہے۔

یغشاہم الناس لثقتہم وفضیف وجار مجاور جنب

س : قول تعالیٰ "مذہ غنفا" کے معنی بتائیے؟

ج : بہت سا پیٹھ کا پالی۔

س : اللہ عرب اس کو جانتے ہیں؟

ج : ہاں شاعر کہتا ہے ۔

نقنی مکر ادیس ملتاً حد الفہا کثابت حادث مہا انہارھا غوفا

س : قول تعالیٰ "بجہاب فسی" کے کیا معنی ہیں؟

ج : شعلہ آگ کا شعلہ جس سے بہت سی آگ جلا سکتے ہیں۔

س : اللہ عرب اس کو جانتے ہیں؟

ج : ہاں ہر فرقہ کہتا ہے۔

شیم عرانی فبت ادفعہ دون سہادی کشعلۃ القبس

س : قولہ تعالیٰ "غَذَّابُنَّہُمْ" کے کیا معنی ہیں؟

ج : کتبہ کے کھنکھانے والے۔

س : اہل عرب اس کو جانتے ہیں؟

ج : ہاں، مشرقی کتاب ہے "ماہ من فخر حجاز من قوم و غبت اللہ ملولاً ثم نبأ" یعنی جو شخص کو کوسے خالی تھا وہ تو سوا گیا اور میری تمام حالت نہ ہو۔

س : قولہ تعالیٰ "وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ مِثْقَلِهِمْ" کے کیا معنی ہیں؟

ج : ہم نے انہما کے نقل قدم کی پیروی کر لی، یعنی اسی انداز پر اُس کی پیروی کیا (مجھجا کر)۔

س : کیا اہل عرب بھی اس کو جانتے ہیں؟

ج : ہاں، حدیث میں مذکور ہے۔

ہوم فغبت عیبرہم من عیبرنا واحتجاب الحی فی الصبح فلعن

س : قولہ تعالیٰ "فَاذْقُرْہِیْ" کے کیا معنی ہیں؟

ج : جب کہ مر گیا اور دوزخ کی آگ میں تحلیل دیا گیا۔

س : کیا اہل عرب اس کو جانتے ہیں؟

ج : جہانگیر، حدیث میں مذکور ہے "حضرت مکیہ ثوری۔ زعم من اسلک بصل طمس۔"

س : قولہ تعالیٰ "فَبِیْ خُسْفٍ" کے کیا معنی ہیں؟

ج : غور، یعنی کھائی یا گڑھا۔

س : کیا اہل عرب اس سے واقف ہیں؟

ج : ہاں، البیہ نہ، جیسا قول ہے۔

ملکت جہا کھنکھاتی فأنہرت ففتھا یورئ فأنتم بین دو نہا ماوراء ہا

س : قولہ تعالیٰ "رَاضِحًا یَلَانًا" کے کیا معنی ہیں؟

ج : نرم، یعنی مطلق۔

س : کیا اہل عرب اس کو جانتے ہیں؟

ج : ہاں، البیہ کہ قول ہے "حلا نسکاتہ نعر فاما غضاہ من ہذا الام طمس" (ترجمہ) اگر تم ہم سے مدد پاؤ گے تو ہم کو تم سے

لوگوں میں سے ہیں تو جان لے کہ ہم اسی طرح تھکوں گی جیسا کہ ہیں۔

س : قولہ تعالیٰ "فَاذْقُرْہِیْ" کے کیا معنی ہیں؟

ج : جہاں کی زبان میں اس کے معنی ہیں کہ "ہرگز نہ دوزخ کرے گا" بھی واپس نہ آئے گا۔

س : کیا اہل عرب اس سے واقف ہیں؟

ج : ہاں، مشرقی کتاب ہے "وہ اسیرہ لاکھستانہاب روضہ روضہ... ہذا روضہ ہذا ہذا ہذا... طلع" یعنی انسان کی مثال ایسی ہے جیسے نوٹے

والے تار کے حالات و اس کی چمک کہ وہ ناگہان پرک دکھانے پر نہ نک ہو جائے اور کبھی، ابھی نہیں۔ ۲۔

س : بتائیے تو انھیں "تذکرۃ الانبیاء" سے کیا ملے گا؟

ج : یہ کتاب کے لئے زیادہ مناسب ہے کوئی تم نہیں (انسان سے بچنے کی خواہش) نہ کرو۔

س : کیا اہل عرب اس کو پڑھتے ہیں؟

ج : کیوں نہیں ایک شہر کہتا ہے "نہام معاصیر" لفظ داخل حوالہ۔ "والسیرۃ وغیرہ" "یعنی ہم نے رسول اللہؐ کی پیروی کی اور ان لوگوں نے بھی کی تو ان کو کتب کے قائل ہے کہ یہ بدیہاتی امتیازی (یعنی واقعی) سے بہت اچھے۔

س : بتائیے تو انھیں "تذکرۃ الانبیاء" سے کیا ملے گا؟

ج : یہ تو کرتے ہیں۔

س : کیا اہل عرب اس کو پڑھتے ہیں؟

ج : جی ہاں، اہل عرب اس کا قائل ہے "ہر نامہ اسرار" جس کا اہل عرب۔۔۔ "وہ کتاب" "تذکرۃ الانبیاء" (قرآن) "آیات سے پر ہے" "شخصیات" "تذکرۃ الانبیاء" "میں یہ کتاب" "اس سے ہے اور گونا گوار۔

س : بتائیے تو انھیں "تذکرۃ الانبیاء" سے کیا ملے گا؟

ج : یہ کیا کہہ سکتے ہیں۔

س : کیا اہل عرب اس سے کوئی نفع واقف ہیں؟

ج : کیا قرآن شریف تو انہیں ملے گا؟ "وہ کتاب" "تذکرۃ الانبیاء" "میں یہ کتاب" "اس سے ہے اور گونا گوار۔

س : بتائیے تو انھیں "تذکرۃ الانبیاء" سے کیا ملے گا؟

ج : جی ہاں، اہل عرب اس کا قائل ہے۔

س : کیا اہل عرب اس سے واقف ہیں؟

ج : ہم نے تو انہیں "تذکرۃ الانبیاء" سے کیا ملے گا؟ "وہ کتاب" "تذکرۃ الانبیاء" "میں یہ کتاب" "اس سے ہے اور گونا گوار۔

س : بتائیے تو انھیں "تذکرۃ الانبیاء" سے کیا ملے گا؟

ج : ہاں، اہل عرب اس کا قائل ہے۔

س : کیا اہل عرب اس سے واقف ہیں؟

ج : ضرور، یہ کتاب انہیں ملے گی۔ "وہ کتاب" "تذکرۃ الانبیاء" "میں یہ کتاب" "اس سے ہے اور گونا گوار۔

س : بتائیے تو انھیں "تذکرۃ الانبیاء" سے کیا ملے گا؟

ج : ہاں، اہل عرب اس کا قائل ہے۔

س : کیا اہل عرب اس سے واقف ہیں؟

ج : بے شک، ایک شاعر کہتا ہے ۔

مَنْحَى الْمَسَاءِ مِنَ الرَّحْمَنِ مَرْتَضٍ
الْإِلَهِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ وَرْدٍ

س : بتائیے قرآن تعالیٰ "فَقَدْ طَزَّ" سے کیا مراد ہے؟

ج : خوش وقت ہو، بہت نجات پائی۔

س : اہل عرب اس کو کس طرح جانتے ہیں؟

ج : عبداللہ بن ربیعہ کا قول ہے ۔

وَعَسَى أَنْ أَفُورُ مُنْتَبِئِ النَّبِيِّ
حَقِيقَةُ اتَّقَى بِهَا الْفَتَانَا

س : قرآن تعالیٰ "فَقَالُوا لَنْ نَمُوتَ" کے معنی بتائیے؟

ج : باریک بولی اور بھری بولی تھی۔

س : کیا اہل عرب اس سے واقف تھے؟

ج : لیبیہ بن ابی اسد کہتا ہے ۔

شَحْنَا أَرْضَهُمْ بِالْحَيْلِ حَتَّى
تَرْكَنَاهُمْ أَذِلَّ مِنَ الْقَصْرِ رَاضٍ

س : قرآن تعالیٰ "سَوَاءٌ لَنَا وَمَا نُنْكِحُ" کے معنی بتائیے؟

ج : غلطی (سادی)۔

س : کیا اہل عرب اس سے آگاہ ہیں؟

ج : ضرور، سلسلہ شاعر کہتا ہے ۔

تَلَا قَبِيصًا فَقَا ضَمِينًا سَوَاءٍ
وَلَكِنَّ جُمُوعًا عَنْ خَالٍ بِنَحَالٍ

س : قرآن تعالیٰ "زَيْبُ" کے کیا معنی ہیں؟

ج : وَلَهُ طَرَفًا كَاجِبٍ

س : کیا اہل عرب اس کو جانتے ہیں؟

ج : کیا تم نے شاعر کا قول نہیں سنا ۔

زَيْبُ قَدْ عَفَا الرِّيحَ حَالِ زَيْبَاةٍ
كَمَا زَيْدٌ فِي عَرَفِ الْأَدَمِ الْأَكْلَرِ

س : قرآن تعالیٰ "مَنْحَى قَدْ ذَا" کے معنی بتائیے؟

ج : ہر طرف سے گئے ہوئے راستہ۔

س : کیا اہل عرب بھی اس سے واقف ہیں؟

ج : ضرور، کیا تم نے قول شاعر نہیں سنا ۔

وَلَقَدْ قُلْتُ وَزَيْدٌ سَامِرٌ
يَوْمَ وَلْتُ جَعِلَ زَيْدٌ قَيْدَا

س : قولہ تعالیٰ "ہب الذی" کے معنی کیا ہیں؟

ج : معنی جس وقت وہ راستہ کی سائیدہ بنتی ہے۔

س : کیا اہل عرب اس کو کہتے ہیں؟

ج : ہاں مذہب پرانی ہوئی کا قول ہے، "الفرج انہم معہ لا غنا کفرہ"۔ کسا خزج، تم مسئلہ فداؤں۔

س : قولہ تعالیٰ "ولا ی" کے کیا معنی ہیں؟

ج : یہ وہ (حصر)۔

س : اہل عرب اس کو کیا کہتے ہیں؟

ج : اہل تم نے امیہ بن ابی اسعد کا قول سنا ہے۔

یادعون بالوہب فیہا لا یشعلی لہم الا سر سبیل من فطر ولاء ابن

س : قولہ تعالیٰ "تخانی" کے معنی کیا ہیں؟

ج : سب اس کے مقرر ہیں، اقرار کرنے والے ہیں۔

س : کیا اہل عرب اس کو کہتے ہیں؟

ج : ضرور عدی بن زید کا قول ہے، "وہب اللہ زید عمرہ"۔ ہرم لا یختم عد، ماؤمرہ۔

س : قولہ تعالیٰ "تخانی" کے کیا معنی ہیں؟

ج : اہل عرب اس کو کہتے ہیں، "تخانی"۔

س : کیا اہل عرب اس کے معنی سے باخبر ہیں؟

ج : ہاں تم نے امیہ بن ابی اسعد کا قول سنا، "تخانی" کا لفظ اس کے معنی سے ہے، "فلا یس"۔ اسی سے خداوند تعالیٰ۔

س : قولہ تعالیٰ "تخانی" کے کیا معنی ہیں؟

ج : اہل عرب اس کو کہتے ہیں، "تخانی"۔

س : کیا اہل عرب اس کو کہتے ہیں؟

ج : ہاں عدی بن زید کا قول ہے۔

واشک بانعمان فی حوائجہا تاقی ما یاقبہ یجھضہا

س : قولہ تعالیٰ "حسمہ" کے کیا معنی ہیں؟

ج : ان دو چیز ہیں، جس کی عقل اور زہنی کمزوری ہو، جس کی عقل اور زہنی کمزوری ہو، اور اس کی عقل اور زہنی کمزوری ہو۔

س : کیا اہل عرب اس بات سے گاہ ہیں؟

ج : ہاں، کیا تم نے امیہ بن ابی اسعد کا قول سنا ہے۔

و یحصب لہبۃ عذرت، عذات با صبی من صبیح الصوف ان

سما قولہ تعالیٰ "سَامِعٌ لِّكُمْ یَقِیْنٌ حَنَّوٌ" سے کیا مراد ہے؟

نٹ : تزیین سے قلعن کرنا (بولیاں مٹانا)۔

میں - کیا اہل عرب اس کو جانتے ہیں؟

ع: ہاں، کیا تم نے اسٹی کا قول نہیں سنا ہے *میںم اللعوب ولنا عذون عذاب۔ میںم واللعب العملیٰ؟۔

س: قولہ تعالیٰ "وَبَشِّرِ الصَّادِقِينَ" کے معنی کیا ہیں؟

ترج: یہ کہ خود میں احسان جتنا کراچی رہی ہوگی چیز دور پختہ ہو سکے اور پتا دیا۔

س : گناہ کا عربی اور فارسی معنی کیا ہے؟

۳۔ ہاں نہ کہ تم نے شرعاً کہا تو اللہ نے اس سے اعظمیٰ قہلاً تم اکیسے بندے۔۔۔ ومن ہذا لیسر وور۔ فی الشہر یوسفال

س۔ قولہ تعالیٰ "لا یؤزی" کے کیا معنی ہیں؟

۳۔ جانے نہ دے (بزرگ صحتی و جئے تلو)۔

س : کیا بلبل عرب اس سے واقف ہے؟

۱۰۔ بے شک، یہ قسم کے ثمراتِ کلام کا یہ قسم نہیں سنا۔ ”لفظاً علیٰ ذہن صغیرہ۔۔۔ نعم، کہ مائتہ میں دوازہ“ (ترجمہ) تاریخِ زمانہ کی یہ قسم ہے کہ اس کے لئے کوئی سخت خبر (حقیقت) نہیں اور تاریخِ حال کی قسم اس کے لئے کوئی ضائع ہوا نہیں۔

ہیں : تو ایسا تو بلی - قضیہ نکتہ - کے کر معنی ہیں؟

[illegible]

س۔ تو اقبالؒ نے یہی "سے" کہا تھا؟

ج: یہ سنیۃ تہذیب و تمدن (عقائد، تعلیم، فنون، معاشرتی و سیاسی زندگی) کا قیام و ترقی ہے۔ "وہ سنیۃ تہذیب و تمدن جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ انسانیت کو سکھائی ہے۔" (عقائد، تعلیم، فنون، معاشرتی و سیاسی زندگی) کا قیام و ترقی ہے۔

س: تو یہ توہم کی "فخیمہ" کے معنی میں ہے؟

[illegible]

۱۱: قولہ تعالیٰ - جَنَّادُغُظَّیۃً: کی تفسیر کیا ہے؟

[illegible]

س : قول تعالیٰ "نُوحًا" کے کیا معنی ہیں؟

ج : بندہ کے ہونے (اور بلائے) کو گھوٹا کر کہتا ہے "نوح فی اہل منجہ یعنی ... من نوحا لوف صعدا فلوحدہ"۔ میری آؤٹنی کس کے پہاڑوں کی طرف شوق سے چلتی ہے اور منہ کے دہانے اترے پیچھے بند ہیں۔

س : قول تعالیٰ "لَا يَسْتَوُونَ" کے کیا معنی ہیں؟

ج : وہ جیسے اور نامہ نہیں ہونے کی گھوٹا کر کہتا ہے "من لمعرف لا قوسا من عبادة ولا فوز من طوبى نصيبه يعبود"۔

س : قول تعالیٰ "هَٰذَا كَابِلٌ" کے کیا معنی ہیں؟

ج : جانے اور تھر کے ٹھکانوں کو اپنی چوڑی اور نیچوں میں دبا کر لانے والی (چڑیاں) پھر وہ ان کے سروں پر چڑھ کر بچھلی نہیں کہتا مے شاعر کا یہ قول نہیں سنا ہے۔

وبالفور ايسر من ورقاه قد علموا اسلاس حبل على جرد اباہل

س : قول تعالیٰ "يَسْتَوُونَ" سے کیا مراد ہے؟

ج : تم ان کو پاؤں میں رکھنا ثابت کا قول ہے "نابا غلفض بنى لوى ... جذمة ان ظلم عود" ہر جس جگہ بھی بنی لوی خدہ والوں کو پاؤں میں رکھ کر ان کی دوا ہے۔

س : قول تعالیٰ "فَلَنَرَنَّهُ" کے کیا معنی ہیں؟

ج : وہ کہہ دیکھو ان کے سون سے اڑتی ہے کیا آئے حسان بن ثابت کا یہ قول نہیں سنا ہے۔

عبد منا حينما ان لم تروها تظير النقع موعدها كدائم

س : قول تعالیٰ "فِي سَوَاءٍ غَضِبُوا" سے کیا مراد ہے؟

ج : وسط جہم (جہنم) شاعر کہتا ہے "رماہا سہم مستوی فر سواہا ... وکان قولاً للہوی فی الطور فی"۔

س : قول تعالیٰ "فِي سَبِيلِ غَضُودٍ" کے کیا معنی ہیں؟

ج : وہ یہ کار و دست کسی شکر کا شے نہیں ہوتے، پتا چھپا ہے بنی اعلیٰ کہتا ہے "ان لمحقن فی لاجلہ طلبہا لہا الکرامہ بدوقا مضود"۔

س : قول تعالیٰ "مَلَكًا غَضِبُوا" کے کیا معنی ہیں؟

ج : ایک دوسرے میں لے ہوئے ہمارے اللہ کہتا ہے "طو لہضاء لہو لرض طلفہ ... معضوۃ الکثحہن رتا فیضم"۔

س : قول تعالیٰ "فَوَلَّوْا سَبِيحًا" سے کیا مراد ہے؟

ج : بدل (درست) اور حق (ناست) است پھر کہتا ہے "لمن علی ماستر مع اللہ قلہ ... عد مال قولاً کان نہ سندا"۔

س : قول تعالیٰ "وَالْوَاكِنَةُ" سے کیا مراد ہے؟

ج : بھٹی (راست) خود کی رشت (اور ذرہ بھٹی) قول (قرآن) کے آئے ہیں گھوٹا کر کہتا ہے۔

حرى اللہ الا کان یبسی ویبہم جزاء ظلموم لا یوثر عا جلا

ن۔ قولہ تعالیٰ "مولا" سے کیا مراد ہے؟

ج۔ وہ مہاکامادار شیخ محمد بن علی کے نکال دیں کہ کتاب کا بڑا کقول ہے "بعد منہ العبد" اور "وہ نبی لا ربا الا للہ تعالیٰ عبادہ"۔

ن۔ قولہ تعالیٰ "من نفعتم" سے کیا مراد ہے؟

ج۔ دو مفید راست (حق کی مرض کا) کو گمراہ کی گھٹی پر پہناتا ہے۔ اس پر یہی نصرت و آقا ہے۔

لہم لن منہم فسطح ولا ریت ولا صوف ولا قطنین

ن۔ قولہ تعالیٰ "الکسبہ" کے کیا معنی ہیں؟

ج۔ "کسبہ" ان دو بزرگوار کو قرار دیتی ہے کہ کسبہ حق مہکواہد کتابہ جو ان کے بغیر وہ کھلا اور ریت۔

ن۔ قولہ تعالیٰ "مرانہا بیہا" کے کیا معنی ہیں؟

ج۔ سلفہ اور معنی انہوں کو سادہ پاتا ہے وہ کھولتے حق کی گولیاں کا قتل ہے۔

ان وعدہ اہل رب و ان انی امروا ہر ما یقدر و ان الہات و القدر

ن۔ قولہ تعالیٰ "ان لستکم تانی کھڑا"۔ کچھ کی مراد ہے؟

ج۔ یہ کہ تم تکلیف دے کر اور وقت میں اس قدر کھڑے ہو کہ وہ ان کی زبان میں آتا ہے ایک شرمناک کتاب ہے۔

کے سری لمن عدو اللہ مستطہہ یقفون صکک مفہوہ و معصوہ

ن۔ قولہ تعالیٰ "کذا تم بعدا" سے کیا مراد ہے؟

ج۔ محمدی اکابر نے فرمایا کہ انہوں نے اس کتاب کی رائے کو قبول کیا ہے کہ وہ یہ ہے کہ ان میں وہ جہی و اس میں ہے کہ ان میں اس

سجود ہے۔

ن۔ قولہ تعالیٰ "فلا یلجوا" سے کیا مراد ہے؟

ج۔ محنت اور وقت کی کٹیف، کیا تم نے شرم کا کچھ قبول نہیں ہے کہ وہ خدا کا وعدہ راستہ۔ کسی پر ایمان و سحر اور کھولتے۔

ن۔ قولہ تعالیٰ "ولا یسلوہ بقرہ" سے کیا مراد ہے؟

ج۔ تحریر سے ہے کہ یہ حق کی گھٹی کے نکال دیں کہ ان کی پہلو ان میں درخت آرتاب نامہ کا قتل ہے۔

و انہوہ ما عیر فاسدہ و مہام

ن۔ قولہ تعالیٰ "انکرا" کے کیا معنی ہیں؟

ج۔ یہ وہی شرمناک کتاب ہے۔

نعمتہ نقد المخلوط، مہکک فہرستہ یومانی الیہ مہکک علی و اہل

ن۔ قولہ تعالیٰ "الخط لا یتش من الجہہ الا شہدہ"۔ کیا مراد ہے؟

ج۔ ان میں سفید کتاب کی طرف سے ہے اور وہ اس وقت ہے کہ حق پر چھٹے کا وہ کتاب ہے۔

الخط لا یجس خیرہ الصبح مستطہ و محیط الا سورہ لولہ النفل مکھوہ

س : قول تعالیٰ "کاٹھنل" سے کیا مراد ہے؟

ج : جیسے تل کی چمٹ (گدا) کی قم نے شاعر کا قیل قیل نہیں بنایا ہے "سٹری جالعیس لعیوہ کلہا۔۔۔ رنعت لازمہ من عرف مہلا۔"

س : قول تعالیٰ "انفذا و پینو" سے کیا مراد ہے؟

ج : سخت واقعہ جس سے کوئی پادشہ یا شاہنشاہ مل سکے۔ شاعر کہتا ہے "حزب لہذا و سہری لہ حات۔۔۔ و کلا تراد عہدا و پینو۔"

س : قول تعالیٰ "منکواہی لعدو" سے کیا مراد ہے؟

ج : دشمن کی زبان میں اس کے سختیوں میں کہ بھاک لھے ویکو عدوی بن نہ کہتا ہے۔

فتکوا فی البلاد من عدو لہو۔۔۔ و ہانوا فی الارض ای محال

س : قول تعالیٰ "الکفہ شون" کے کیا معنی ہیں؟

ج : عجم و غیرہ کی وہ بے حدن کی لینے کا وہ ذات اظہار سرنگوں ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے "و حسن عینی حواسہا قودہ سر لظرف کلاہل البصاح۔"

س : قول تعالیٰ "من ثم شریع" سے کیا مراد ہے؟

ج : باطل سے یا شرعیت ہے۔

فراعت فایزدہ۔۔۔ جاحش اعدا۔۔۔ فلاح کائنہ خیر طہ و شریع

س : قول تعالیٰ "حشا تغیب" سے کیا مراد ہے؟

ج : حشہ معنی غائب کیا ہے، غیب کا قول ہے "عدو کے بھٹکوں و انتہ رہ۔۔۔ تکلیف لعلو و لغتوم۔"

س : قول تعالیٰ "واکلوہ" کے معنی کیا ہیں؟

ج : وہ کوڑے جس میں ہاتھ نہیں لگے ہوتے حذقی کا قول ہے "نعم بطنی شعلت حشی ملکات۔ کاکب لہ نکل لہ عاقلرا۔"

س : قول تعالیٰ "ولا فہم خفا بقرنوں" سے کیا مراد ہے؟

ج : انہ میں نہ آئیں گے خود انہی کا قول ہے "نہم لا یبرکون عہ و لکن۔ یا حب فہم۔ وہ و غفانی۔"

س : قول تعالیٰ "کان عزنا" سے کیا مراد ہے؟

ج : سخت لازم لینے والا جس طرح قریش غزوہ بدر کا دیکھا لئے۔ ہتا ہے۔ تیمور میں الیاہ لازم کا قول "وہوم لہما و ہوم لہما و ہوم لہما و ہوم لہما۔"

س : قول تعالیٰ "زشتہ" سے کیا مراد ہے؟

ج : ہر گز کے بدلے نہیں دے سکتا (میں نے ان سے بیرون رکھنا نہیں سکتا) شاعر کہتا ہے "و لظرف علی زلیہا شرفا بہ لہا و لظرف۔"

س : قول تعالیٰ "و تخشع قرنا کورا" سے کیا مراد ہے؟

ج : ہلاک ہونے والی قوم۔ عمان کی ملت میں تو ملک یمن کا ایک حصہ ہے شاعر کہتا ہے "ولا سکھروا ہمد فضا لہکمر۔ و کتاہا فاکمر و لہما۔"

س : قولہ تعالیٰ "فَلَنَسْفَعُ" کے معنی بتائیے؟

ج : عیسٰی معنی ذات کے تحت ہماروں کا کرنا کر جاتا بلکہ یہ کہ قول ہے "ہلکے سے لعش ہو جیسا۔۔۔ وسعد طول العمرۃ فعموماً۔"

س : قولہ تعالیٰ "قد مضى" سے کیا مراد ہے؟

ج : وہ چھوڑا جس پر ہٹل امر میں الجھتا ہے۔ ہٹل شاعر کہتا ہے "لا تحت الا حمار سوما وسوما۔۔۔ وحسب العدا ملاقا۔"

س : قولہ تعالیٰ "بہمنال خبیثہ" سے کیا مراد ہے؟

ج : وہ کشت گوشت، زکرم پتھروں پر پھینکا جاتا ہے۔ کیا تم نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا "نعم روح وعلو المعصن فہم شرفہم لہ شلار واسبہ۔"

س : قولہ تعالیٰ "من الاصلاب" کے معنی کیا ہیں؟

ج : قبروں سے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو راد کا قول "حیاء یقولون لقا مردا علی حفنہ۔۔۔ ارشدہ یارب من غلظ وقدر شلہ۔"

س : قولہ تعالیٰ "فلو نہ" کے معنی بتائیے؟

ج : تمہارے اور پریشان ہو جانے والا۔ بشر کی باقی حازم کا قول ہے "لا ماننا للہیم خطہ، ولا مکتبا خلقہ علنا۔"

س : قولہ تعالیٰ "وولات حین ماض" سے کیا مراد ہے؟

ج : وہ جو گئے اور تھے ہرگز نہیں، اٹھن کا قول ہے۔

تذکرہ لیلی جہیں لات ندکھر وقد ہنت منها والمناس بعدہ

س : قولہ تعالیٰ "وأنس" سے کیا مراد ہے؟

ج : آسرو، دہنے سے جس کے رے سے شکر کی حمایت کی جاتی ہے (بہتر کی ذرا) شاعر کہتا ہے "سبہ سونی قد احکم معہا۔ منحد الاواح منسوحۃ النسر۔"

س : قولہ تعالیٰ "ہرزا" کے کیا معنی ہیں؟

ج : حسن (عجب) کیا تم نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا ہے "رقد تو عیس وکم لفر ندس۔۔۔ ہلہ قصوت وامامی سمعہ کلب۔"

س : قولہ تعالیٰ "بایرہ" کے کیا معنی ہیں؟

ج : بگڑے ہوئے، چہرے (خوف یا غم) کی وجہ سے چہرے کی حرکت کا بدل جا اور تاریک ہو جانا (بہتر کی ذرا) شاعر کہتا ہے۔

صیغنا تمیصا غداۃ النسا رشہبا عسومۃ بامسہ

س : قولہ تعالیٰ "ہنزی" کے کیا معنی ہیں؟

ج : حیرت مگر جھگڑا، امر کی انھیں کہتا ہے "خلوت ہوا مد بمعہم۔۔۔ لعلہن انرس بالذنب۔"

س : قولہ تعالیٰ "لنہ بنت" کے کیا معنی ہیں؟

ج : اس کو برسوں کا زمانہ گزرنے سے کسی خرچ کا قہر لاتی تھیں۔ یعنی سالہا سال کے مرد نے اس پر کوئی اثر نہیں والا شاعر کہتا ہے

"طلابہ الطعم والبع معا۔۔۔ ل نزلہ معز ابن انس۔"

س : قولہ تعالیٰ "سلا" سے کیا مراد ہے؟

ج : وہ باز تخت پر کھڑا، باظہر، شاعر کہتا ہے "قد علمت واستغنت دعت نسہا۔۔۔ بان لا تعاف کدہ سرسی ولا غفری۔"

س : قولہ تعالیٰ "تَنْزِيلُ الْفُطْرِ" سے کیا مراد ہے؟

ج : ثابہ کہ یہ تم نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا ۔

فَانْزِلْنِي فِي مَرَاثِلٍ مِنْ حَدِيدٍ فَتُورِ الْفُطْرَ نَبَسٌ مِنَ الْبِرَاءِ

س : قولہ تعالیٰ "اَنْزِلْ سَبِيحًا" سے کیا مراد ہے؟

ج : بیکو کا محلِ شاعر کہتا ہے ۔

مَا مَغْزَى مَرْدُ تَرَا هِيَ بِعَيْنِهَا اَمِنْ خُضُوضِ الْفُطْرِ مِنْ حِلَالِ الْخُطُ

س : قولہ تعالیٰ "اِنْشُرُكُوتَ" سے کیا مراد ہے؟

ج : اس نے نفرت کی عمرو بن کثوم کا قول ہے "بِأَعْضِ فَنَدَاتِهَا اَلْفُتُكُوتَ ۔۔۔ رَوَقَةُ جُشُورَةٍ رِيَّةَ" ۔

س : قولہ تعالیٰ "حَدَدٌ" کے معنی کیا ہے؟

ج : طریقے ۔ کیا قرآن نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا ہے ۔

فَدَعَادَرُ الشَّيْعِ فِي صِفَحَاتِهَا جَدَا كَانَهَا طَرِيقٌ لِمَا حَتَّ عَلَيَّ نَكَمٌ

س : قولہ تعالیٰ "اَنْزِلْ رُفْعِي" سے کیا مراد ہے؟

ج : شکر کی سے معنی بخلا اربل دارلے سے بھرجو کر یا (یعنی ضرورت کے لئے کائنات و معشوقہ کی اور خوشحالی و دل) معجزہ یعنی کا تو ہے "فَعَزَّ جَانَهُ وَالْمَلِكُ وَالْعَلَى ۔۔۔ اِسْمُ امْرَأَتِ مَوْتِ اَنْ سَمِ الْفُلُ" ۔

س : قولہ تعالیٰ "لَا يَنْظُرُكُمْ" سے کیا مراد ہے؟

ج : تمہارے لئے کوئی کی نہ کرے گا ۔ فی اس کی بول چال ہے "طَرِيقٌ نَبَسٌ شَاعِرُ كَبْتَا" "الْمَلْعُ سَبَا" اِسْمُ سَعْدِ خَلْعَةٍ ۔۔۔ جَعْدُ فَرَسَةٍ لَا فَا وَلَا كَابَا" ۔

س : قولہ تعالیٰ "وَأَنَّا" سے کیا مراد ہے؟

ج : اے ۔۔۔ وہ نئے جو چار پایہ چالوں کے چارہ میں استعمال کی جاتی ہے (چارہ) شاعر کہتا ہے "تَرَى سَهْلًا لَامٌ وَالْفُطْرَ مَحْطَلًا ۔۔۔ حَفَرٌ اَشْرَبُهُ يَمْرُؤٌ نَحْتُهُ غُرْبٌ" ۔

س : قولہ تعالیٰ "لَا تَوَلَّوْا لَهَا" سے کیا مراد ہے؟

ج : سر پہنچت کرنے کے لئے یہ کہو ہماری اقباس کا قول ہے "اَلْاَرْمِسْتُ ۔۔۔ سَهْلًا نَبَسٌ ۔ کَبْرُوتٌ وَتَا لَحَسٌ اِسْمُ اَشْأَلِي" کیا ہمارے پیچھے کہہ کر کہ یہ نہیں (یعنی میں) اسن رسوہ ہو گیا ہے ہر یہ کہ اس کے اپنے ٹوٹ گئی یہ بھی طرح کا نہیں کر سکتے ۔

س : قولہ تعالیٰ "جِدَّ لِنُبْنُوذَ" سے کیا مراد ہے؟

ج : یہ کہ تم اس میں اپنے جانوروں کو چراتے ہو ۔ اُنکی کا قول ہے "وَمَعْنَى اَنْعَمَ بِالنَّبَا بِأَيِ الْفَرْ ۔ غَاوُ اَمَّا مَعْلُومُ اَنْ اَلْمَعْنَى" ۔

س : قولہ تعالیٰ "ذَرَّ جُوْدَانِيَةً وَفَلَا" سے کیا مراد ہے؟

ج : خدا کی عظمت سے ادا کی گئی تھیں روتے ۔ بل فریب کہتا ہے "اَلْمَالُ مَعْدُ : اَلْحَالُ اِسْمُ بَرَجٍ اَلنَّبَا ۔ اَلْحَالُ اِسْمُ مَتْنِ غَرَبٍ عَوَامِنٌ" ۔

س : قول تعالیٰ "امرنہ" سے کیا مراد ہے؟

ج : صاحب مہجت (حاجت منہ، مسکن) اور جتنا ہے معیت محض شاعر کا قول ہے ۔

ترت : وذلک نعم قول ذرا لکھا (و زعمت عدل السعداء) ۔ جانا لکھا

س : قول تعالیٰ "مطہرین" کے کیا معنی ہیں؟

ج : قرآن پذیر اور بات دانے والے۔ نیک کا قول ہے "معدنی نوری سجدہ قدرہ"۔ و سوس معدنی مدس و مہج ۔

س : قول تعالیٰ "علیٰ آفتہ لہ شہید" سے کیا مراد ہے؟

ج : بیٹا (بچہ) شاعر کہتا ہے "لنا شہیدی ملت مہ مکر"۔ ولسا وہ مکتوب "روح" ۔

س : قول تعالیٰ "بذہر" سے کیا مراد ہے؟

ج : یک "چمک" ہے شاعر کا قول ہے ۔

سخت سہارۃ فظلی عتاتہ فلی شعللی کیفیت نہ پسر قد

س : قول تعالیٰ "بقر، بالنسۃ" سے کیا مراد ہے؟

ج : تاکہ جو بوجہ ہے امر بنی القیس کا قول ہے "ننسی فتنہا عمر نہا"۔ اھبف بنوہ ملاؤنہ ۔

س : قول تعالیٰ "کل ذابہ" سے کیا مراد ہے؟

ج : لکھن کے مرے کیا تم نے سطر کا قول نہیں سنا "ضم فو اس اھبھا قوس"۔ ارا بقول الیاسہ بالاس ۔

س : قول تعالیٰ "واخضر" سے کیا مراد ہے؟

ج : بادشاہ (الامی) کو یکجوشم کا قول "علہ فی اذہن سرار و خفیت کفہ عصار" ۔

س : مراد "سے کیا مراد ہے؟

ج : کثرت، پختہ پن کی حالت میں۔ چنانچہ عمر کہتا ہے "لا تروا الارض جہر فاب سدی"۔ حاد منی ابراہیم ولف ادبی ۔

س : قول تعالیٰ "ضما" سے کیا مراد ہے؟

ج : تخت اور مضبوط، کہ قرآن علی خطاب کا یہ قول نہیں "وہی لقرم و اس فرما لکھا"۔ لاء مدنی معہم مضط ضلا ۔

س : قول تعالیٰ "لا تخرأ غیر ممنون" سے کیا مراد ہے؟

ج : تم نہ کی گئی (جس میں گات کہتے ہو) بل نہ زنا وعدہ پر اقرار کیا یہ کہ قول ہے "مضن الحمرہ"۔ حسی اھل لکھا "لا"۔ جعفر بداف

مستور اور نہ مانا ۔

س : قول تعالیٰ "خادۃ العفرۃ" سے کیا مراد ہے؟

ج : پردہ والی پتھر کی چٹانوں میں خقب لگا کر (ان کو تراش کر) رہنے کے گھر بنائے اور یہ کہتا ہے ۔

و شق ابصارنا کبسا نعیش بہا و خاتک لمسع اصماحنا و ادا

س : تو قرآنی "مُشَاحِدٌ" کی کیا مراد ہے؟

ج : بہت زیادہ ہے۔ اس کے قول ہے: "يَنْتَظِرُ لَهُمْ مَعَهُمْ مُشَاحِدًا" (وَمَا عَسَلِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ)۔

س : تو قرآنی "مُتَاقِنٌ" کے معانی کیا ہے؟

ج : تاریکی (گہرا اندھیرا) کی مراد ہے۔

عَلَّامٌ نَحْوَبِ يَدَاغَا وَهِيَ لَا حَبِيَّةٌ حَتَّى إِذَا جِئَ الْإِطْلَامُ وَالْخَفِيقُ

س : تو قرآنی "مُتَوَجِّعٌ" سے کیا مراد ہے؟

ج : غافل (بھول) اور غافل (بھول) کی آیت میں "مُتَوَجِّعٌ" کا قول نہیں ہے؟ "مُتَوَجِّعٌ" کا معنی "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔

س : تو قرآنی "مُتَوَجِّعٌ" سے کیا مراد ہے؟

ج : "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔ "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔ "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔

س : تو قرآنی "مُتَوَجِّعٌ" سے کیا مراد ہے؟

ج : اس کے معنی "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔ "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔ "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔

س : تو قرآنی "مُتَوَجِّعٌ" سے کیا مراد ہے؟

ج : اس سے کوئی شک نہیں ہے۔ "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔ "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔

س : تو قرآنی "مُتَوَجِّعٌ" سے کیا مراد ہے؟

ج : اس پر (میں) پچھتاؤں گا۔ "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔ "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔

س : تو قرآنی "مُتَوَجِّعٌ" سے کیا مراد ہے؟

ج : پچھتاؤں گا۔ "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔ "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔

س : تو قرآنی "مُتَوَجِّعٌ" سے کیا مراد ہے؟

ج : "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔ "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔

س : تو قرآنی "مُتَوَجِّعٌ" سے کیا مراد ہے؟

ج : "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔ "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔

س : تو قرآنی "مُتَوَجِّعٌ" سے کیا مراد ہے؟

ج : بہت سی باتیں۔ "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔ "مُتَوَجِّعٌ" سے مراد ہے "مُتَوَجِّعٌ" ہے۔

س : تو قرآنی "مُتَوَجِّعٌ" سے کیا مراد ہے؟

رج : قولہ تفسیراً۔ معنی کا قول ہے۔

نہ یثبوت فی المشاء مدعی بطور مکمل و جاز انکم شعبہ بہتین عہدنا

کی : قولہ تعالیٰ "وَلْيَقْرَأُوا مَا يُفْقَهُمْ فَرَدَّ" سے کیا مراد ہے؟

رج : چاہئے کہ جو کچھ وہ کانا چاہتے ہیں اسے کما لیں۔ دیکھو بید کا قول ہے "وَابْنِي لَابِ مَالِكِيْتِ وَابْنِي... لَنَا اخْرَفَتْ عَسِي عَلِي كَزَابُ" (ترجمہ) جو کچھ مجھے کرنا تھا وہ تو میرے لئے کر لیا لیکن اس میں لک نہیں کہ میں اسے عس کی کمانی سے اپنی حاجت پر عرف کر لیا ہوں۔

مسائل نافع بن الارزق کی روایت کے دیگر طریق

اس مقام پر نافع بن الارزق کے سوالات کا ترجمہ ہو گیا۔ میں نے ان سوالات میں بعض سے کچھ اہم سوالات تحلیل و آن کے عام طور پر مشہور ہونے کے خلاف بھی کر دیے ہیں اور ان سوالات کا ترجمہ نے فرود آفرنا مختلف اسنادوں کے ساتھ ان عباس سے روایت کیا ہے۔ اب جو کرنا الانباری نے اپنی تالیف کتاب الوقف والا بیتاء میں ان سوالات کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔ وہ کہتا ہے "حدثنا بہشیر بن خسر" انہما محمد بن علی بن الحسن ابن شریق، ابننا ابو صالح مہدی بن سعید، ابننا سعید بن شعاع۔ ابننا محمد بن زیاد القشقری، عن جسون بن مہرک۔ قال۔ نافع بن الارزق "سبحہ میں داخل ہو اور پھر ان کے سوالات کا ذکر کیا ہے اور طبرانی نے اپنی کتاب معجم الکبیر میں بھی ایک حصہ ان سوالات کا روایت کیا ہے۔ طبرانی کی روایت جو جرح کے طریق پر شاک، ابن حوام سے ہے اور وہ کہتا ہے "نافع بن الارزق (مجمع سے نکلا) اور پھر سوالات کو بیان کیا ہے۔

اور کتاب اللہ کی منہ خائف محفہ میں بنیاد سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا "قبیلہ" سمیری کی بول چال میں "فلسون" بجگی کی چوٹی (جائے یا قہو پئے کی) چوٹی کو کہا جاتا ہے اسی کتاب میں قول تعالیٰ "قلہ فیلسون فسون اسون" کی بابت ابی صاریح سے روایت کی ہے کہ "فلسون" بمعنی "فسون" (فیس جانا) کے بارے میں یہ جوہر قبیلہ صولان کی زبان کا ہے اور فراموشی کا یہ قول نقل کرتا ہے کہ "نہیں بلکہ یہ قطع قبیلہ" کی بول چال میں اس معنی کے لئے آتا ہے۔

قرآن کے غیر تجازی الفاظ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تافع بن الارزق سے بیان کئے ہیں اور تافع بن الارزق کے مذکورہ سابق مولا میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اخطا و غلطی کی تفسیر اور ان کی نسبت دوسری مذاہب کی طرف یوں کی ہے۔

- (۱) بقیہ کتب : تم کو کمرہ کریں جو ان کی بول چال میں۔
- (۲) مؤذرا : تیار، ہلاک شدہ، دہان کی زبان میں۔
- (۳) فسونا : بھابھ، بھائی، بھین کی زبان میں۔
- (۴) لا یفسونکم : تم کو قہر نہ کرے گا تم میں کی ضد لے گا وہی صس کی زبان میں۔
- (۵) مرفنا : کش، دھڑکا، چٹکا، نہ لڑ کیوں کی بول چال ہے۔

سعد بن مسعود نے اپنے مشن میں قول تعالیٰ "نبیل لغیر" کے بارے میں عمرو بن مسمیٰ سے روایت کی ہے کہ اس کے معنی "فلسون"۔ شک مال کے ہیں۔ اور یہ کہ ان کی زبان ہے جو پہچانی تفسیر میں روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "بس فسک ب فسک" کے معانی "مکھو"۔ (لکھا گیا) بیان کرتا ہے اور اس جوہر کی زبان کا لفظ جاتا ہے کہ کدہ جیری قوم کے لوگ کتب کو "فسون" کہتے ہیں۔

مختلف عرب قبائل اور ممالک کی زبانوں کے الفاظ جو قرآن میں آئے ہیں

اور اب القاسم نے اس نوس کے بیان میں جو وہ مس کتاب تالیف کی ہے اور اس میں لکھتے ہیں۔ قرآن میں جن مختلف عربی قبائل اور ممالک کی زبانوں کے الفاظ آئے ہیں ان کی تفصیل مع تفسیر کے حسب ذیل ہے :

کنانہ کی بول چال کے الفاظ : عسھا، (چال لوگ) عسبہ (ذکر لڑکوں)، فسونا (اس کی بانیہ) لا فسونا (بہرہ و کس مل) و فسونا فسونا (تم کو آزادی) ب (خارج طور پر) فسونا (مفسرین) (کچھ لوگ، ساتھین) بزمہ (الغیب، پوشیدہ ہوتا ہے) فسونا (محمود، کمال کر، جگہ) فسونا (اسیہ) ایک کنارہ ایک گوش) فسونا (ملحد، پند لیتے ہیں) فسونا (بسنون، ڈانسیہ ہونے والے) فسونا (سارنہ) فسونا (جنگل کے جانے کے طور پر) فسونا (ختم چھوٹے لوگ) فسونا (کلاہیں) فسونا (تبع کھ گئے) فسونا (سمنوں کی ہاشمی کرنے والا)۔

سعد بن ابی بول چال کے الفاظ : فسونا (غلاب) فسونا (خرید و فروخت کی) فسونا (پیرت کردیا) فسونا (طلاق) فسونا (خدا) فسونا (پاک اور بے گناہ) فسونا (رات کی ساتھیوں) فسونا (وہیہم) فسونا (اپنے قصد سے) فسونا (نگار، بے درجے) فسونا (مفسرین) فسونا (کھنک کی جگہ) فسونا (برائے کھنک کی) فسونا (فد، سمجھنے سے مراد) فسونا (رازدار، ہمراز) فسونا (جگہ کے لئے چوڑی) فسونا (روڑ سے دیکھنے والے) فسونا (اہم، گناہ) فسونا (بہرہ مند) سمیری زورہ کے ساتھ مروی ہے کہ فرعون ایک سمیری زورہ پہنچتا تھا اور غرق ہونے کے بعد اس کی لاش سے زورہ کے جس کے جسم پر تھی وہ اپنے گناہ پر جاوڑی تھی) فسونا (شہر) فسونا (سمنوں) (زوال آقاہ) فسونا (اس کا کنارہ گوش) فسونا (گناہ سے) فسونا (خدا) فسونا (خوف کرتا ہے) فسونا (زورہ کے نقص) فسونا (فسونا)

(عبداللہ) وفضائل شریف (تیزی سے چلے) الاغصاب (تیرہ) نقوب (چکھدار) تلمیہ (ان کا حال) نمشونون (سوئے ہیں، لیٹے ہیں) مٹونہ (غضب) شتر (تھلیلے لوبے کی پٹھیں) غفلت (غیب) ازخانیہ (اس کے سرف اور گوشے) انڈوز (ریگ ریگ) بڑا (نید) واجبہ صافیہ (ڈری ہوئی) شنیعہ (گرجی) قسیر (فٹوں خرچ)۔

غٹ حیر کے الفاظ : غفلت (دونوں بزدل ہو) غفل (مطلوع ہوا) شمدہ (جنون) ایلنا (ہم سے تیزی سے بڑھتا) منوع (حقیر کم رو) البسفانہ (لونا پانی پیے کا برتن) منسون (بڑا بڑا جس میں سڑ جائے کیو آئے گی ہو) ایشام (کتاب) منسجود (تحریک کرتے ہیں، جھڑپے ہیں) خسلنا (خسٹک) منسجک (کڑوہ دی لاٹری) شارت (حائض) خرسنا (خدا) (معمول مکان چھو) عرسنا (ملاؤ۔ انصریہ (گھر) شکر الاضوب (بڑی آواز) بزرغ (تم کو تاس کر دے) مدینہ (کاسب کے جانے والے) زبہ (خت) ونبہ (شہید) بسکتر (مصلح صاحب حکومت) منرس (ز) فیکر (تانا)۔ منسوز (خچ کی گئی) منسوزہ (میں، مگر تدر)۔

انصر بریم کے الفاظ : نبوا (مشو جب ہوئے) شفاق (گمری) خیر (دل) اغصاب (خواب سے بچے ہوئے) نولوا (نبیلوا (حق سے غدار کرو) بکتر (حق پایا پھل پایا) شتر (برباد کیا) ایلنا (ہمارے یہاں کے کہنے) غیب (شہید) لیفا (سب کے سب اکٹھا ہو کر) منسوز (مستحق، اٹھ تھک) خذب (جانب) فجلار (ابر) کوزی (پیش) شرونہ (ٹھکری گردہ) رنج (طریق) منسون (لیٹے ہیں) شونا (مزاح) مرکب (ہام آجیز کیا ہوا) انشک (ماتے) شوز (دچار)۔

ازدھم کی زبان کے الفاظ : لا جینہ (کوئی وضاحت نہیں) انشول (میں، مار لائی) لک (شیں صمدی) اوسر (کنوے) مکنیس (کروچن، تکلیف میں مبتلا رہیدہ) بلسین (خسٹک اور صوبہ کا گرم آقا ہو پانی) شواتہ (نہایت موخر کر دینے والی، رفت و رخ) زنت (جارج) شینہ (صاحب قدرت جو کچھ چاہے کرے والا) بلیم تر غفل (بھولت بات کے ساتھ) فوجینہ (گھر کے سامنے پایا) اس کے اطراف کا گھٹا یا چھوٹی ہوئی زمین) شفا (ایک دانت تک) قلتر مٹونہ (موٹر، ٹاک)۔

عظم کی زبان کے الفاظ : نیشون (تم جانتے ہو اپنے چار پائی کر) نونج (شتر، پرانہ) شفت مات (بھل) غلونا (گھر انچھے والا) شلنا (بھولت)۔

قیس خیالان کی لغت سے : سحلہ (فریضہ ضروری یا شمس واجب الا) حریج (بھل) لسانسرون (ضائع کرنے والے ہیں) شغفون (آبی آراتے ہیں) جینا صنفہ (ان کے قلعے بنا دینے کی جھپٹیں) نیشون (آرام پاتے ہیں) ونبہ (لھون) ونبہ (تم کو تاس داتا ہے)۔

نوسعدا الحشیر کی لغت سے : غلندہ (خادم لوگ) کل (حالاں) یو یو، جس کی پرورش و پرورش کا ہوا گیزہ کرنا ہے)۔

کندہ کی لغت سے : بندنا (دانتے) نشت (پارہ، دجائے، پھٹ کر) لاشین (دانتے) (تم نکلا)۔

غدرہ کی لغت سے : انسون (قصان مار گانا آواز)۔

حضر موت کی لغت سے : بیژن (نامور لوگ) شغفنا (ہم نے ہوا کر دیا) لغوب (حقن) شنبہ (اس کی لاش)۔

فشان کی لغت سے : طوف (اس دونوں نے ارادہ کیا) شیس (شہید) جینہ (ان کو بچھڑنا)۔

حریج کی لغت سے : لا انشوا (فریادی نیکرنا)۔

نعم کی لغت سے : منادی (ہوک) وفتون (ہاں پر ضرور تیر مڑتی کرو)۔

جدام کی لغت سے : لندنا (بدلان) شیز (گل کو پیوں کو چھان دانا، ہر یک بھل گئے)۔

مؤلف نے یہاں دو چیزیں لکھیں ہیں : (۱) سید (فرحی) نے معنی آئے ہیں ماسرین صحیحہ کی زبان سے لفظ۔ (۲) سید نے یہی

قیف کی امانت ہے: غور، سچائی کرے اور بھلے کے معنی میں استقامت: وہ ہے جو

نیک کی نعت ہے ۔ ”سید (زین العابدینؑ) نے مغرب میں بارہوا ہے۔“

قرآن کا نزول قریش کی زبان میں ہوئے کامطلب

ابن عبد البر سب تنہید میں بیان کرتا ہے: "نفس فخر سے کہہ کر قرآن و احادیث قریش کی زبان اور دلیل پر دل نہ دے۔ اس کے گوش کے
منہ سے نہ کہے، کیسا وہ بیوقوف و کمزور انسان کی زبان میں نکلتا ہے! وہ اس کی وجہ سے کہے کہ وہ عقرواؤں میں رہتا ہے قریش کے علماء اور
زبان کے حاملہ بھی اس سے ہیں۔ مثلاً: تحقیق مجھ کو غیر و لاہر بات ظاہر ہے قریش کے لوگ نہ وہ غلط فہم کرتے تھے۔

قرآن کا اکثر حصہ مجازی زمان میں نازل ہوا۔

[illegible]

بالتفصيل، القائلون بغيره: من في اهل حماني انما هي كل امة

شیخ جمال الدین اہلبیت نے انہوں کو قوم کو یوں نے "ابا بنی نصر" میں "صحن" کو نصب کیا ہے اتفاق رائے سے وہاں کی مسجد ہے
 کوٹلی نام کی زمین میں منجلی "مناظر" میں نصب کیا ہے۔ اسی ہے انہوں کی طرح تو یہ ہیں ہے "مناظر" کے نصب کیے ہیں جہاں پر ہے۔
 دیکھو کہ چوتھی جگہ سے فرق ہے "مناظر" کوٹلی نامی ہے اور "صحن" کوٹلی نامی ہے۔ "صحن" کوٹلی نامی ہے اور "صحن" کوٹلی نامی ہے۔
 ان کے میں ہے کہ "ابا بنی نصر" کے "صحن" کوٹلی نامی ہے اور "صحن" کوٹلی نامی ہے۔

لہذا: قرآن میں قریشی و لغت کے صرف تین غریب لفظ آئے ہیں

اسلامی جہاد: جہاد قرآن میں قربانی کی لغت ہے۔ جہاد میں لٹکوں کے ساتھ اور کوئی غریب لڑتا نہیں ہے۔ جہاد راہی کی وجہ سے یہ قربانی کا کام نہیں ہے۔ اور جہاد میں جہاد اہل عرب کی ہیں یہ اہل اہل سے اہل اور غریب (دشمنی سے) اور لڑتا ہے۔ اہل عرب سے یہ قربانی میں لڑتا ہے۔ جہاد میں

- (۱) فوجیہ تنظیموں کے لئے جہاز کے قتلے۔
(۲) زمین کے قتلے کے لئے جہاز کے قتلے۔
(۳) فوجیہ تنظیموں کے لئے جہاز کے قتلے۔

[illegible]

قرآن میں معرب الفاظ آئے ہیں حکمت اور خُداوند

[illegible]

الغزوہ "بائے بن" کے مجوزوں و نصیحتیں کرنے کی دلیل

ہیں۔ اگر بعد میں نے لکھا کہ کوئی طرح تو ان میں سے ایک میں سے ایک ہے، تو یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ اس طرح
میں نے یہ بات لکھی ہے، تو ان میں سے ایک میں سے ایک ہے، تو یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ اس طرح
میں نے یہ بات لکھی ہے، تو ان میں سے ایک میں سے ایک ہے، تو یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ اس طرح

[illegible]

عبارت کا نظم کیا جاتا ہے اور اس کے صل میں اس سے لطیف مذاق نہیں اور قلوب پر چنے کی چیزیں ملنا کرنے کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ کہہ سکتا کہ کیا کرنے پینے کا ملو پہلے ملنا ہے جس خوشامعاہات ہو نہ تھا باغ و بہار یہاں ساکن ہو وہ اس طرح کی روح پرور وائیں چل رہی ہوں۔ اور نہ کسی قید خانہ یا قفس کے مقام میں محنت و اذعان کا ملنا روز پر کا محنت پر نہادوں یا تمس براہ میں۔

غرض یہ کہ اسی وجہ سے غلام کو نہ کہ کیم نے جس کا ذکر فرمایا اور وہاں اچھے مکانوں اور باغوں کے حکا کر کے کا وعدہ کیا۔ چونکہ یہ بھی مناسب تھا کہ کہاں کی قسم سے اچھی دہلی کی چیز کا ذکر کیا جائے اس واسطے دیکھا کہ بہترین اور سب سے زیادہ کھس کپڑا (پیش کش) کیڑا (مذکورہ) ہو کیونکہ سونے چاندی کا کپڑا انہیں جاتا اور ان کے سامان و حربہ کے علاوہ دوسری قسم کے کپڑوں میں دہلی کی چیز اور دہلی کی کوئی طرف نہیں تصور ہوتی بلکہ یہاں دہلی کے بلکہ اور یہ کپڑوں کی قیمت سونے اور دہلی کی چیزوں سے زیادہ تر ادنیٰ جاتی ہے۔ مگر حریف میں جس قدر دہلی کی چیز اور چنگنی پائی جاتی ہے اور وہ چنگنی یہ اور وہ دہلی جاتا ہے۔ یہیں جس خوش چان مقرر کا فرض تھا کہ وہ دہلی اور چنگنی۔ یعنی کپڑے کا ذکر کر کے تاکہ لوگوں کو خوشی دلانے اور اس طرح کی طرف جانے میں کوئی قصور نہ واقع ہو سکتا۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ اس واجب الذکر شے کا بیان یا تو اسی ایک لفظ کے ذریعے سے ہو گا جو اس کے لئے سربراہ موضوع ہے اور یا کتنا یا دوسرے لفظوں میں اس کا بیان کیا جائے گا لیکن اس میں شک نہیں کہ ایک طرف صرف ایک لفظ کے ذریعے سے اس کا ذکر کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ جس میں اختصار کا حکم کے علاوہ کچھ بھی آنے کا بھی پورا افاقہ نہ حاصل ہو سکتا ہے اور یہ لفظ "المختصر" تھا۔

چنانچہ اگر فرض اس لفظ کو ترک کر کے اس کی جگہ کوئی اور اور لفظ لائے کی آواز دکر تا تو وہ بھی اس پر وہاں کچھ کامیاب نہ ہو سکتا کیونکہ اس کی جگہ پر قائم ہونے والا یا تو ایک ہی لفظ ہو سکتا ہے اور یا چند اور لفظ ہو سکتے ہیں عربی محض کو "بسنرف" کے معنی "پیدا کر کے والا" چنی زبان کا ایک لفظ ہے لیکن یہی نہیں سکتا اس لئے کہ یہ بھی کپڑوں کا استعمال اہل عرب نے قدس و احوال سے معلوم کیا اور ان کے ملک میں یہ کپڑا نہ تھا اور عربی زبان میں دہلی اور چنگنی پر چڑھنا کے لئے کوئی اسم نہیں کیا گیا تھا۔ پس انہوں نے اہل عرب کی زبان سے اس کپڑے کا جو نام سنا ہی کے لفظ کو اپنی زبان کے وضع کر لیا کہ اسے استعمال کر لیا اور اس ملک عرب سے کیم آیا اور تار اور جو کپڑے کے لئے خاص لفظ وضع کرنے سے بے پروا ہو گئے۔ لیکن اس معنی کو ایک سے زیادہ اور دیکھائی ایک لفظوں کے ساتھ اور دیکھا جائے تو اس سے بدقت میں خلل پڑتا ہے اس لئے کہ جس معنی کو ایک ہی لفظ کے ذریعہ اور کتنا سکتا لیکن وہ اس کو خود خود لفظوں میں بیان کرنا یا کر کے طوالت تھی۔ اور یہ امر بدعت کے حصول سے خارج ہے۔ غلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا اہل عرب کی بات سے ثابت ہو گیا کہ یہ فصیح فصیح کے لئے مصلحت و عمل پر لفظ استعراق کا بیان ضروری ہے اور اس کو اس کا قائم مقام دوسرے لفظ نہیں سکتا۔ اور اس سے زیادہ کرنا افسوس نہ ہو سکتی ہے کہ وہ "اس کا نظم لفظی شکل نہ سکتا"۔

غیر عربی الفاظ کے قرآن مجید میں آنے کی بابت ابو عبیدہ کی متوازن اور منصفانہ رائے

ابو عبیدہ بعد قاسم بن مسام پہلے غیر عربی الفاظ کے قرآن میں آنے کی بابت علماء کا قول اور پھر علماء عربیت کی ایسی بات کہنے سے مضامین بیان کر کے تھا ہے اور میرے نزدیک وہ مذہب دوست ہے جس میں فقہوں و قولوں کی تہمت تصدیق ہوتی ہے اور وہ مذہب (دائے) یہ ہے: "اس میں شک نہیں کہ علماء کے حسب بیان ان الفاظ کی اصل بھی زبانیں ہیں مگر بات یہ ہوتی کہ ان کلمات کے استعمال کی ضرورت اہل عرب کو بھی پڑی اور انہوں نے ان کلمات کو عرب بنا کر اپنی زبان سے انکار کرنے کے قابل کر لیا۔ پھر بھی الفاظ کی ضرورت سے ان کی ضرورت بھی بدر کر انہیں اپنی زبان کے الفاظ سے مشابہہ بنالیا اور اسی طرح یہ کلمات عربی زبان کے بڑا ہو گئے۔ چنانچہ اس وقت قرآن کا نزول ہوا ہے اس وقت یہ الفاظ عربی کلام میں ایسے مل گئے تھے کہ ان کا استیاد کرنا مشکل تھا۔ لہذا اس لفظ سے جو لوگ ان کو عربی زبان میں شامل جانتے ہیں، وہ بھی اور جو لوگ ان کلمات کو بھی قرار دیتے ہیں وہ بھی دونوں جے خود جیسے ہیں۔" لہذا اہل عربی اور انگریزی اور بہت سے دیگر علماء بھی اس قول کی جاہ مائل ہوئے ہیں۔

اس لئے کہی ہوئی چوا، کی زبان میں اہل لڑکھنئے ہیں۔

میں نے ان کی زبان سے اس سے کہی جیسی غلط فہمی اور اس کو شدید طور پر قہقہے سے بیان کیا ہے۔

جو اہل حق، خیر و بے اسر کو غلامی پہنچا رہا ہے۔

ابو نعیم نے دلائل القہر و قہر میں یہ روایت کی ہے کہ یہ (راوی) اس وقت ایران میں کالی ہے۔

جو انسانی مادیات سے پیچیدہ ہے، وہ انسانی کے عقلی نہیں، نہ ہر اس کو صرف علم و ہنر، مگر ان دونوں کے سمجھا ہے۔

پھر سے خاک کی طرح مٹی میں ڈال دیں۔ یہی بات خواجہ صاحب نے ان کو بتائی تھی کہ ان کو اس کا سامنا کرنا پڑے گا۔

مظاہر نے یہ راقی کہتے۔

جو حاضرہ ادیبین کے ان الفاظ و نظم کتابِ اُمرتہ میں پائے جاسکتے ہیں، ان کے بارے میں

برہم پور شہر کے محل میں۔ - مذہب پر فی زمانہ کا ہر اس کی مصلحت ہے۔ ۔۔۔۔۔ کے ساتھ ہے۔

گرمائی کی ترقی کے لیے اس وقت کے غلط اور اس کے معنی "تو اس پر ترقی کے لیے"۔

”جاننا جاگت کہ بڑی زبان میں اور نہ تحقیق کو کہتے ہیں ہر لفظ اللہ محمد جتائے کہ پڑھ لکھتے ہیں۔“

یعنی "توبہ" کا تعلق صرف اللہ کی طرف سے ہے۔

ہذا کیلئے ان کے کتب خانوں کا تعاون جس میں ان کے خط و کتابت کے ذریعہ ان کے اہل خانہ کو بھی خبریں مل سکیں۔

نیکو! جنتی! اے کے منوں۔ اس کے

اور یہ صرف یہ حال ہے، اگر یہ فیصلہ ۱۹۷۱ء کے انتخابات میں نہ کرنا پڑتا تو اس کے بعد بھی یہاں میں مائیکن اور یو

جوتن آفریقہ، ۱۹۶۰ء میں اور لوشی کشمیر کے کھمبہ، ۱۹۶۱ء کے کھمبہ، ۱۹۶۲ء کے آفریقہ

۱۔ اشیاء کے قیاس سے ان کی حقیقت کا تعین کیا جاتا ہے۔

تواریخ اور شعاعی لکچر: پروفیسر نے اس کو لاؤریٹ ڈیون کا اعطاء کیا ہے

مردودہ الما لجزاء کے طریقہ راہی سے زندہ رہا کرتے ہیں۔

[illegible]

الکونز والکلام: قرآن مجید

[illegible]

کنٹر کنٹر

موت قریب تھا۔ ان کو جو کچھ سترے تھے وہ ان کے پاس ہی رکھ کر ان کے پاس سے گئے۔

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم منارة للهدى، وهدى إلى صراط مستقيم.

میں نے کہا: "اگر آپ کو یہ سب معلوم ہے تو آپ کیسے اسے دیکھ سکتے ہیں؟"

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

[illegible]

2000年1月1日以后，凡在境内从事生产经营活动的纳税人，其应缴纳的税款，除另有规定外，一律由税务机关依法征收。

مختار

۱۰. کھانے اور پینے کے وقت اس بات پر غور کرو کہ آپ کھانے کی چیزیں کب کھائیں گے۔ ان چیزوں کو کھانے کے وقت کھائیں گے۔ ان چیزوں کو کھانے کے وقت کھائیں گے۔

کہ ماہی کا کتاب الخیر میں شحاک۔ عدوی کہ یہ ماری زہا ہے اس کی اصل انون تھی جس کے منی ہیں
"یہ تمہارا سر کر۔"

خلقا : کہا کرتا ہے کہ میری زبان میں اس کے سنی ہیں "ہم تو بہت کچھ اس بات کو شہداء اور کبر کو توں نے بیان کیا۔ ہے۔
 فوفو : جو نیکی ہے تو یہ بھی خدا کا عہد ہے۔ مراد ہے۔

ابن علی حاکم سے یہ سونے کی بیروں سے قبول تھا کہ "مستحب ان علی لا یخرج خزانہ" کے معنی میں روایت کی۔ یہ اس نے کہا۔
 "سر پہلی تہاں میں نے اس کے معنی میں لکھنا اور تصحیف سے اس کی روایت کی ہے اور پہلی بیروں کے معنی میں ہے کہ یہ
 مستحب ہے کہ ان کی بیروں میں نہ آئے۔"

غیث لک : ان علیہ رحمۃ اللہ ہمارے دوست ہی ہے کوا مقبول ہے کہ " قتلِ زبان میں غیث لک کے بعد غیث لک (خیر نے ہے، آج) آتا ہے۔ " ان کہتے ہیں کہ یہ مقلد اس جرمِ برائی زبان میں آتے ہیں جس کا کوئی جرم نہ ہو۔ وہ اپنے کیا ہے، مگر وہ کوا قول ہے کہ یہ مقلد زبان میں آیا آتا ہے۔ " کی روایت، ہر شخص نے کی ہے، ہر روز یہ اللہ کی کافور ہے " یہ کہ وہ مقلد زبان کا ہے۔ " مقلد اصل مقلد بھی نہ ہی "۔ " لک (اس کے نوکر)۔ "

کہا گیا ہے کہ خلیفہ بن ہشام نے اس کے حقیقی بیٹے معاویہ کے لئے اہرام کی یہ بات شیخ = جو یہ کہنے کی جہاد باوجود سمجھنے لگی تھی
جو واقعی نے اس کو بھی قید و بند کی حالت پر کھاتہ ہے۔
جو واقعی نے اس کو کئی غیر مرئی الفاظ دیے۔

[illegible]

ثالث۔ جو اعلیٰ تعلیمی درجہ میں بیٹرو کوں نے اس لوگاریں کیا ہے۔

میں نے اپنی حاکمیت کو ہاتھ میں لے کر ان کے سامنے کھڑی ہو کر کہا کہ میں نے ان کے لئے ایک نیا راستہ تلاش کیا ہے جس سے ان کے لئے سب سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ ان کے سامنے میں نے اپنی تمام باتیں کہیں اور لکھ کر رکھی ہیں۔ ان کے سامنے میں نے اپنی تمام باتیں کہیں اور لکھ کر رکھی ہیں۔ ان کے سامنے میں نے اپنی تمام باتیں کہیں اور لکھ کر رکھی ہیں۔

اللہ عزوجل نے قولہ تعالیٰ "ہم نے تم کو خلائق کیا" اور "ہم نے تم کو انسان بنایا" کی تفسیر فرمائی ہے۔ "ہم نے تم کو انسان بنایا" کی تفسیر فرمائی ہے۔ "ہم نے تم کو انسان بنایا" کی تفسیر فرمائی ہے۔

مُتَلَوْنَ : اِسْمُ الْفَاعِلِ کہتے ہیں مفسرین کہ یہاں مفسرین نے "مُتَلَوْنَ" سے مراد ہے۔

ٹھیکہ دار (فریئر) نے اہل غریب کی زبان میں اس کے معنی میں لکھا ہے: (۲) ہے۔

قیم : منصفہ بنامہ سرخون شہرہ الکتبہ ایضاً بخاری تاج ہے جو فیہ فیہ میں سرخون کہتے ہیں۔ حیدر آباد
کے قریب درون میں۔

فیروزہ
 اگر یقینی کاغذ ہے تو یہ تو زبان کاغذ اور صرب ہے۔ یہ وہی کاغذ ہے جس نے اب مغرب میں اس سے اس کو
 مجبوراً کہنے کا اس کی قریب کرنا ہے۔

آنتالیپی سورس نوع (۳۹)
وجوہ اور مظاہر کا بیان

اس واقعہ کی قدیم تفسیر حقائق کی طیمان کی ہے جو فریضہ میں ہے۔ ان الفاظ کی تفسیر اللہ تعالیٰ والا نہیں ہیں، بلکہ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

وہو: اہر روظائز کی تعریف

دوسرے مشرک افکار کو کب معقول میں شامل ہوئے مثلاً لفظ "نبی" اور میں نے اس میں ایک بڑا مشکل کتاب تالیف کی ہے جس کا نام "مشرک افکار کو فی شرک" (قرآن و مکاتبات) تھا۔ ہر جمعہ مناسبت رکھنے والے حضرات اور مصلحین علماء کو بھیج دیتا تھا۔

وجوہ اور زہار میں فرق

کئی کتابیں لکھاں لکھائیں اور جو دعائی میں پڑے جانتے ہیں کہ قبول ہوئی ہے اس لئے کہ اس پر یقین تھا جاتا ہے تو وہ اور لکھاں لکھ کر سب مشغول تھا دعائی میں پڑے تھے۔ عارضہ ویت نہیں کیونکہ حکمرانوں بالاسنہ نے ان کی کئی کتابوں میں ایک ہی قسم کی الفاظ کہیں ہی جگہوں میں دہرائیں۔ یہ امر وہ نہ تو ایک قسم کے مضمون کو دہرائے اور اس سے بڑھ کر کہ وہ اس الفاظ کی توجہ نہ دے ایسے ساتھ مضمون دہرائے اس بات کو قرآن کا تعجب بھی بیان کیا۔ پہلی اس کا کہ آپ نے لکھا کہ وہ اس سے زائد امر جو پڑھا ہے اور بات اس قسم کے کلام میں دہرائیں گائی۔

علم الخوارج وانهم في اجماع

مفاہک نے اپنی کتاب کے آغاز میں یہ فرمایا صریحاً کہ اگر کسی ہے کوئی شخص اس وقت تک پورا نہیں ہو تا جب تک کہ اس کو قرآن کی بہت سی یادوں پر فکر نہ لگنا پڑے۔ جس کتاب میں اس حدیث کو اس سلسلہ میں نقل کیا گیا ہے اور اس سے روایت کیا ہے اس میں یہ ہے :
 (۱) معاذ بن جندبہؓ کہ فرماتا ہے : "اور بعض علماء نے اس حدیث میں یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جو شخص اپنے خدا کو سب سے پہلے دیکھے وہ اس سب سے پہلے اس کو یاد کرے اور اگر اس کو یاد نہ ہو تو اس کا نام (تسبیح) (تسبیح) دوسرے کے بعد پڑھے۔ (۲) ابی حنیفہؒ نے اس حدیث میں سے اس کو یاد کرنے کی تلقین کر دی ہے۔

۱۰. کجایا شخصیات اس وقت تک پرانی صورت نہ بنیں گے۔

۱۔ توبہ کی بات اچھی ہے۔ جس کا جواب ہے کہ اگر توبہ کی بات اچھی ہے تو یہ کیوں کہہ رہے ہو؟

اور ان سے نہ کر۔ کے طریق پر لیکن یہاں سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے انہیں کہا کہ خوارق خوارق کی طرف مہارت کرنے کی غرض سے اس سال کرتے ہوئے ان سے کہا "تم خوارق کے پاس جا کر ان سے مہارت کرو مگر خوارق ان سے دہل نہ لانا کیونکہ وہ بہت سے جوہر رکھتا ہے بہت شہت کو دل میں پیش کرتا"۔ پھر پھر اور یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کی بات سن کر کہا "امیر المؤمنین ابن خوارق کی نسبت سے کتاب اللہ کا بہت اجماع عالم ہوں، کلام الہی ہمارے گہروں میں ڈول رہا اور ہم سے بلا کر ان کے کا کھینچنے والا کوئی ہے" علیؓ نے فرمایا "تم یہ کچھ کہتے ہو لیکن قرآن "عالم ذو جود" ہے تم ایک بات کہو کہ وہ دوسری بات کہیں گے (یعنی تم ایک لفظ کے جو معنی بیان کر دے گی لفظ کا دو لوگ دوسرے معنی لکھیں گے) مگر تم ان سے مہارت کرنے میں مدد نہ دے تو علیؓ علیہ السلام کو دہل جاتا کیونکہ اس سے انہیں کچھ کا سوتل نہ ملے گا۔" چنانچہ ابن عباسؓ اور خوارق کے پاس گئے اور احادیث سے استدلال کر کے انہیں تامل بنا دیا اور بند کر دیا۔

اور اس نوع کی مثالوں میں سے چند مثالوں (خاص لفظ) یہ ہیں :

قرآن مجید میں کئی وجوہ رکھنے والے چند خاص الفاظ

کئی شکلوں سے آتا ہے

لفظ

الہدی : یہ لفظ سترہ وجوہ پر آتا ہے۔

(۱) بمعنی ہدایت ، وعدۃ القضاۃ فیستقیم۔ (۲) بمعنی ایمان ، اولئک علیٰ ہدٰی میں رہنم۔ (۳) بمعنی دین ، ان الہدیٰ ہدیٰ اللہ علیٰ ہدٰی میں رہنم۔ (۴) ایمان ، ویوحیۃ فیمن اعتدواخذی۔ (۵) کجواہ ، زلیخۃ قوم فام۔ (۶) وخلقنا فیمن خلقنا یہتدون بانہما۔ (۷) رسولوں اور کتابوں کے مستویں میں ، لیلمنا فیمن ینتہی قادی۔ (۸) سرفراہ ، ربنا ینصحبہم فیمن یہتدون۔ (۹) نبی اللہ کے معنی میں ، اذ قویمن یکنشون نالزلنا فی البینات والہدی۔ (۱۰) وشد خاہ فیمن ینصحبہم فیمن۔ (۱۱) تورات ، ولشد انیساموسنی فیمن۔ (۱۲) استرجاع ، واولئک فیمن یستجیر۔ (۱۳) حجت ، لا یہدی القوم الضالین : تورات کی "قسم لڑائی ہدی حجاج یزیدہم فی زبہ" کے لفظ بمعنی خدا ان کو کئی حجت میں سمجھاتا۔ (۱۴) توحید ، ان ینع فیمن یغفل۔ (۱۵) صحت (چوری)، وحقنا فیمن یغفل : انا علی انکارہم معتبر۔ (۱۶) اصلاح ، اذ اللہ لا یہدی کبدہ السحقیں۔ (۱۷) الہام ، اعطی کئی قسمی خلفہ ثم ہدی : یعنی اسی کو زندگی بسر کرنے کا طریقہ پڑھ دیا کہ الہام بتایا۔ (۱۸) توبہ ، اذ اھدانا فیمن۔ (۱۹) ارشاد (رہائی)، ان یعدنی سنوۃ شعل۔ (۲۰) مٹاؤں کی تعداد میں ایک چیز نامہ عبادۃ عازس صرف سترہ وجوہ کسی معنی میں یہ اصل کتاب کی پابندی ہے۔ (مترجم)۔

الشوہ : یہ حسب ذیل وجوہ پر آتا ہے۔

(۱) حق ، نسوۃ فیکم سنوۃ القضاۃ۔ (۲) کوئی کام ، ولا ینسوا فیمن۔ (۳) زح ، ماسوۃ من ارادہ خلق سنوۃ : اور خلائق کو بڑا سوہ۔ (۴) بریں (مفید اور)، سبھا من غیر سنوۃ۔ (۵) عذاب ، اذ فیجری فیوم والشوہ۔ (۶) ترک ، ساقط العمل من سنوۃ۔ (۷) قسم (گالی)، لا ینصبت اللہ لھم بالشوہ ولستم بالشوہ۔ (۸) گناہ : یعملون الشوہ بمعہ۔ (۹) معنی یس ، ولھم سنوۃ النار۔ (۱۰) بریں وقت ، ویکشف الشوہ ، وامننی الشوہ۔ (۱۱) کل بارگشت ، لم یمنعہم سوہ۔

الصلوۃ : یہ کئی وجوہ پر آتا ہے۔

(۱) نماز چکانہ ، یسبون الصلوۃ۔ (۲) نماز عصر ، کجیو نہما من بعد الصلوۃ۔ (۳) نماز جمعہ ، انا توہدی الصلوۃ۔ (۴) نماز چارہ ، ولا نغنی علی غیبہم۔ (۵) دعا ، وضلی علیہم۔ (۶) کوئی مصلحت ناکارہ۔ (۷) قرأت،

[illegible]

الرَّحْمَةُ :

[illegible]

أَقْبَلُ

[illegible]

تَعْلَمُ -

[illegible]

1. $\frac{1}{2}$

[illegible]

مَنْ

[illegible]

ذکر ہوا ہے ایک چرخہ کی طرح اور اس کے دو بازو دی گئے۔ نیز عموماً آسمان کی صورت کے معنی میں آیا ہے مگر کسی جہاں
 "سبح" کی مثال میں کی یہاں آواز تکلیف کے معنی میں ہے شیطان سے ہرگز الجھن اس کی فوج چلے (مرا دیں مگر) "وَقَدْ خَلَقْنَا آدَمَ خَلْقًا سَاجِدًا"
 میں یہ سوجھ بوجھ کے برکتی بندہ سے مراد ہیں۔ معقول لوگوں کے ذکر کے ساتھ آنے کے علاوہ اور جن مقامات پر شہید کا لفظ قرآن میں آیا ہے
 اس سے لوگوں کے معاملات میں کوئی نہ ہے والا نفس مراد ہے دوسرے لفظ ہاں کہہ ۔ کی مثال میں یہ مراد ہے کہ آپ شریک لوگوں کو نہ دے۔
 اصحاب اہل بیت سے ہرگز نہ دینی لوگ مراد ہیں مگر "وَمَا تَخْشَى خِلَافَتَهُمْ فَخُذْ مَا مَلَاحُظَ الْوَقْتِ" میں ہرگز نہ دینے مراد ہیں۔ صوبہ کا لفظ عموماً
 عہدیت اور ہمت کے معنی میں ہے مگر "وَسَلْوَاتُ وَنَسَاجِدُ" کی اس سے مقامات مراد ہے مقصود ہیں۔ خلاصہ (بہرین) ہرگز ایمان کی پست اور
 خاص کر قرآن کے سنتے سے ہرگز نہ ہونے کی بات آیا ہے مگر ہرگز مراد میں اس سے دینی اور مطلقاً نہیں مراد ہے۔ لفظ کا لفظ ہر موقع پر برا
 دے اور عذاب کرنے کے لے آیا ہے لیکن "وَلَقَدْ هَمَمْنَا الْفُلَ" میں اس کے معنی مار چکے گئے ہیں۔

فصل نمبر ہرگز عذاب فرما ہوا کی معنی میں آیا ہے لیکن "مَنْ لَمْ يَرْزُقْ" میں اس سے مراد ہے کہ وہ لوگ افراد کہنے والے ہیں۔ کہہ
 لفظ ہر موقع پر ملنے کے معنی میں آیا ہے لیکن جو لفظ کس سورۃ اقلیم میں آیا ہے اس کے معنی میں ایک لفظ کا لفظ (کتاب) قرآن میں جس جس
 موقع پر مصباح کا لفظ آیا ہے اس کے معنی سارہ کے ہیں مگر سورۃ النور میں چرخہ کے معنی میں وارد ہوا ہے۔ نکاح کے لفظ سے عموماً تعلقات
 زانیہ اور زانیہ مراد ہیں مگر "حَتَّىٰ يَخْشَوْا فِي الْكِبَرِ" میں بن کر کو بچھن مقصود ہے۔ ماد کا لفظ ہرگز فرح کے معنی میں آیا ہے مگر "مُعِينٌ عَلَيْهِمْ
 لَا يَأْتِيهِمْ" میں اس سے علیس نہ سوجھنا مراد ہے۔ وَاَزْدًا ہر موقع پر باطل ہونے کے معنی میں آیا ہے مگر "وَلَقَدْ وَزَّيْنَاهُ مَدَنًى" میں یہ مراد ہے کہ
 اس پیشہ پر بیچ کیا لیکن اس میں داخل نہیں ہوا۔ قرآن میں جہاں جہاں "لَا تُكَلِّفُ" لفظ "لَا تُكَلِّفُ" وارد ہوا ہے اس سے یہ مقصود ہے
 کہ وہ لوگ کریم کی معنی میں اس کی قوت سے زیادہ تکلف نہیں بنا کر طلاق کے بارے میں اس جملہ کے مانے سے ہمت کا رد کیلئے ہرگز
 لیا گیا ہے۔ ہاں کا لفظ ہرگز آمد کی معنی میں آیا ہے مگر سورۃ بقرہ میں "جَوَانِدُ" یا "جَانِدُ" آیا ہے وہ طے ہے لیکن اس کے معنی میں کیا معلوم نہیں کیا
 اور قرآن میں صبر کا لفظ ہرگز عذاب کا لفظ ہرگز مراد میں اس کے خلاف ہے "وَأُولَٰئِكَ صَبَرْنَا عَلَيْهِمْ" میں اور دم
 "وَصَبَرْنَا عَلَيْهِمْ" میں۔

ان الفاظ میں نے ہمیں تک ذکر کیا اور اس کے علاوہ کسی اور شخص نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے کہا ہے "قرآن میں صوم کا ذکر جہاں کہیں
 بھی آیا ہے اس سے عبادت کا وہ مراد ہے مگر "تَلَذُّوا لِرِزْقِ خُذُوا" میں خذو سے پسند چکا کہہ کر مراد ہے۔ طلبہ اور عود کا جہاں کہیں
 بھی ذکر ہوا ہے اس سے کھانا اور اس سے مراد ہے مگر سورۃ النور کے "لَا تَشْرِبُوا مِمَّا زَكَّيْنَا" میں زکائی اور زکی کی مراد ملتی گئی ہے۔ جہاں کہیں استغفار
 (عزیز کرنے) کا لفظ آیا ہے اس سے معذرت مراد ہے مگر "فَقَدْ أَفْلَحْنَا وَقَدْ أُفْلِحْنَا" عموماً مقصود ہے بدل کہتا ہے "قرآن میں
 جہاں کہیں طسفر کا لفظ آیا ہے وہ ہرگز حرف خدا کے ساتھ مشابہ کے معنی میں آیا ہے ہر ایک جگہ حرف خدا کے ساتھ معنی "مَنْ زَكَّاهُ" کے لفظ
 باز کرنے کے علاوہ ہرگز "فَلَوْلَا بَلَدٌ" کا لفظ "فَلَوْلَا بَلَدٌ" میں ہاں مایہ کہتا ہے "قرآن میں بعد معنی فعل صرف ایک جگہ آیا ہے۔ "وَلَقَدْ خَلَقْنَا
 فِي ۙ رَّبِّهِمْ كَذِبًا كَبِيرًا" مغلطانی کتاب کبیر میں بیان کرتا ہے کہ وہ ہم نے ایک دوسرا نام بھی پایا ہے "وَلَقَدْ خَلَقْنَا" "وَلَا رَحْمَةً لِّكَ
 نَحْلَسَا" ہے۔ ہر موی کتاب کتبہ میں بیان کرتا ہے "میں پر بعد معنی فعل کے ہیں اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ نے زمین کی دیووں میں پیدا فرمایا اور
 آسمان کی خلقت پر متوجہ ہوا۔ چنانچہ اس کا قہار سے زمین کی آخر میں خلقت آسمان سے قبل ہوئی ہے۔"

میں کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ اور تابعین نے بھی اس اور میں کچھ یا تم فرمائی ہیں چنانچہ امام احمد نے اپنے مسند میں
 وارد ان میں قائم و غیرہ سے سوانح کے طریق پر روایت ملی کتبہ، ابی سعید الخدریؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 "قرآن کا ہر ایک حرف جس میں قوت کا ذکر ہو اس سے طاعت (عبادت) کہلاوے۔ اس حدیث کے علاوہ روایت بھی ہیں اور ان جہاں اس کی
 جمع کرتا ہے مدائن علی عام کر کے طریق پر ان میں اس سے روایت کی ہے ان میں اس سے روایت کی ہے کہ "قرآن میں جہاں کہیں "فَلَمَّا" کا لفظ آیا ہے

اوس قبل کر لیا، غرض کا یہ قول اس طرح پروردگار کی آیات کے خلاف ہے کہ: "لا کاہنی ہوتا اس کے دو خزانوں پر وضع کرنے کی وجہ سے ہے جو اس کو کھانا، پانی اور حاجت تکمیل دیتی تو عوام پر ہر جہاں باقی ہے، جس طرح کہ رسول کا صلہ لفظ حذف کر دیا جائے کہ نہ ہے کہ اس سے مخفی سمجھتی نہیں ہوتا۔"

”ہاں“ کے استعمال کے دو طریقے

[illegible]

اس مذاکے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ جہل ہے اخص ای بات کو کہتا ہے اور اسی کو کہتے ہیں۔ مگر یہ ترجیح دینی ہے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ یہ طرف مکان ہے اس کو کہہ رہا ہے اور اسی کی ترجیح ابن مسعود نے کی ہے بشر اقول طرف زمین ہونے کا ہے۔ درجہ اول اس کا
خاص بارود دشمنی کی اسے ترجیح دینے والا ہے۔ دشمنی کیلئے اس کا عامل دو فعل و قتل و قود ہے جو لفظ منافیہ سے مشتق ہوتا ہے جو کہتا ہے 'عبارت کی
تفسیر یہ ہوتی ہے 'لستم اعداء' تحکم خدا علیہ السلام اللہ فی ذلک لوفیت' انہ بشام کہتا ہے 'یہ بات دشمنی کے ساتھ کسی بارود خوبی سے منسوب نہیں
ہوتی ورنہ علامہ شوعبہ علیہ السلام اس بات کو کہتے ہیں کہ 'بنا کو کہتے ہیں یا عند نصب دیا کرتی ہے' انہ بشام کہتا ہے 'اور منزل (قرآن) میں
بہر جگہ قرآن اس کے ساتھ ہنرمند واقع ہوئی ہے۔

(۳) "اِذَا" غیر معًا جاتی ہے : دوسری جہاں اِذَا کے استعمال کیا ہے کہ وہ فاعلیہ نہیں، بلکہ اس فعل میں مضمر وہ فعل متقبل کا معرف حصہ یعنی شرا کے ہوتے ہوئے فعل مضارع ملوں میں داخل ہونے کے لئے مضمون کا جواب کلکان کے خلاف بنا وحسنہ کے ہندے کا مضمون واقع ہوتا ہے اور اس فعل اس کے ہوتے ہوئے یہ ظاہر ہے "اِذَا خَدَا عَنْهُ الْعِلْمُ عَنِ الْغَلْبِ مَدْرُوسًا" اِذَا اسْتَشْفَا اسْتَفْت" اور ہر کا جواب فعل ہوگا استفہ "فَإِذَا خَدَا عَنْهُ الْعِلْمُ فَغُلِبَ" اور یا پہلا اس پر حرف "تہ" کے ساتھ اقرون جیسا "فَإِذَا انْقَرَضَتْ سَيَافِرُ الْعَالَمِ تَنَزَّلَتِ" عَنِ بَرَاءٍ عَظِيمٍ" اور "فَإِذَا تَنَجَّيَ فِي الصُّورِ فَلَا يَسْتَفْ" اور یا جواب جملہ فعلیہ طبعیہ کہ گوارہ وہ اسی طرح "اقرون استفہ" وگا جس طرح "مَسْبِيَةٌ خُذْنِي بِيَدِي" اور یا اس کا جواب یا پہلا اس پر وگا جس کو گوارہ فاعلیہ کے ساتھ اقرون (داخل) بنا یا گیا ہو مثلاً "اِذَا دَعَاكَ رَبُّكَ فَاسْتَجِبْ" اِذَا تَقَرَّ عَمْرُو" اور "فَإِذَا أَصْبَحَ بِهَا مِنَ الْمُنَادِي" میں جلیقہ و فاعل مستعمل ہوں "توڑ" میں یہ بھی ہوتا ہے کہ اِذَا کا جواب پورا اس کے کس کا اگلی خود اس پر دلالت کرے ہو یا اتفاق دلالت اس کے لئے کی ضرورت نہ رہے پھر یہ خود مقدم ہو کر آتی ہے۔ اور اس کا پہلا ان حذف کی باتوں میں کیا ہے کہ گوارہ کا ہے یا نہ اِذَا قرینت سے تکرار ہوم تا ہے "فَإِذَا تَوَلَّى سَوَاسِ الْأَرْضِ لَلْأَرْضُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" جس طرح اِذَا حاد وفاق کے بارے میں کہتا ہے کہ اس میں حق نے اِذَا وجرم پاستا میں حق توڑ دیا "وَاِذَا رَفَعْتُ الْفُؤَادَ" کے بارے میں کہتا ہے "مَنْ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ" خَلِيفَةُ رَافِعَةُ "کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے پہلے دعا کو مستحق اور دوسرے بعد کو خبر مانے ہیں اِذَا ان دونوں منصوب ملکوں کو حال کہتے ہیں اسی طرح فیسس اور اس کے معمولات کا جملہ بھی بتا کر کے حق یہ ہیں کہ "والدہ کے واقع ہونے کا وقت ایک گروہ کو پست" اور دوسرے گروہ کو بلند بنانے والے ہے اور وہی وقت زمین کے اُٹانے کے لئے ہے۔

۱۔ عہدِ خلافتِ حق کو بے کج تئیر و رائے پر مبنی۔
 ۲۔ پھر جب کہ اسی سے متاثر ہو گیا، ان کے اہل طرز پر، قرآن و سنت کے بغیر چلائے۔

جی تھوڑی بات "الو انٹیف المساء" ہے۔ جی میں کا فعل امر۔

اور منسل جنابت کے واسطے کسی کا قورح نامور ہے حرف میں وارد کیا کیونکہ جنابت ۔ حدیث کی نسبت کہہ کر لیا کرتی ہے یا اور نہ کرتا ہے ۔ خدا
 جان غفمتہ لختہ فی ظلمانی کلید وہ ان نعمہ منہ بنفہ یغفرہ " اور فرمایا " وَاذْكُرْ اِلٰهَ اَنفَا اَنفَا رَحْمَةً مِّنْ رَّحْمٰتِہٖ سَدَّ ذَاتَ فِتْنَتِہٖ تَقْبَلُہٗہٗ
 رَحْمَتُہٗ مِّنْہٗ سَلَامٌ " ویکھو ان مثالوں میں پروردگار تعالیٰ کی جانب میں اذکر لایا کیونکہ حدیث پر قدرت کی تعین کیلئے اور یقینی میں ہو برکی کی
 جانب میں ہو گوادر کیا اس لئے کہ بدنی تم باص دہونے وطن اور مشکوک چیز ہے ۔ پس اس کا وہ پروردگار بیشمار شکل رکھتا ہے اسی میں ہم کی مثال قورح نامی
 " ذَاہِنٌ مِّنْہُمْ " اور " قَبْلَ ذٰلِکَ " ہے کہ ال میں ہوا جو موت کے یقیناً قار دہونے والی شے کے ۔ نیز یہ دیکھا گیا اور دوسری کی مثال قول تعالیٰ " وَذَا
 مِّنْہٗ سَلَامٌ مِّنْہٗ ذَاہِنٌ مِّنْہُمْ اِیْہٗ لَمْ یَذْہَبْ اَوْ ذَاہِنٌ مِّنْہُمْ قَدْ رَحِمْنَاہُمْ مِّنْہٗ " کہ یہاں دونوں طرفوں میں اذکر کو اور کیا ہے ۔ پہلی مثال کے
 مشکل کو حل کرنے میں ہے کہ کورح کیا ہے کہ " موت کا وقت جو کہ معلوم نہیں ہو سکتا اس لئے اس کو میری جتنی سے کے قائم مقام بنایا اور دوسری مثال کے
 مشکل کو حل کرنے میں ہے کہ کورح کیا ہے کہ " اس مقام میں ملامت کرنے اور خوف دہانے کے ۔ اور اسے خدا خود کریم نے اذکر استعمال فرمایا تاکہ
 بندے سے یہ یاد میں بات کو معلوم کر لیں کہ ان کو ضرور کہو مذہب (سزا) جھٹکا ہو کہ یہ متصل (کسی غائب) لفظ منس ہے یا خود ہوتی ہے اور لفظ
 خبر کے لئے کہتا ہے ۔ گئے ۔

اب یہی بات کہ قول تعالیٰ " وَذَاہِنٌ مِّنْہُمْ لَمْ یَذْہَبْ " اور " ذَاہِنٌ مِّنْہُمْ قَدْ رَحِمْنَاہُمْ مِّنْہٗ " کو اس کی نسبت یہ
 جواب دیا گیا ہے کہ منس میں جو خبر ہے وہ ضرور دیکھائی کرنے والے کی جانب مچتی ہے نہ کہ " مطلق انسان کی طرف اور ذکا لفظ میں اس
 امر سے آگاہ ہونے کے واسطے لایا گیا ہے کہ ایسا محکوم گردانی کرنے والا شخص یقیناً شر (غریبی) میں مبتلا کیا جائے گا اور اگر یہی کہتا ہے ۔ میرے
 خیال میں یہ بات آتی ہے کہ " ہذا " یہ حرف اور شرط ہر دو متفق اور مشکوک دونوں پر اسکا ہے یعنی شرط ہونے کے لئے اس سے اس کو مشکوک پر اور
 طرف ہونے کی وجہ سے مکمل تمام طرفوں کے متعلق پر اس کا قول سمجھو ۔

(ترجمہ) محرم کا کا کندہ دینے میں " ہذا " اور " ان " کا فرق : محرم کا کندہ دینے میں بھی کورح نامور ہے کہ جس اور خلاف ہے ۔ میں محرم
 کہتا ہے " اگر تم یہ کہو کہ " خطبہ زید قدم سرور " تو اس سے یہ خود حاصل ہوگا کہ جس میں اقتدار ہے کہہ دیا اسی وقت ہم بھی محرم اور اور ای
 بات صحیح ہے ۔ ہذا میں اگر شرط ہوا ہم (محرم) ہو تو جزائی اہل اہل واقع ہو جائے گی شرط میں جزاء کا قدر فی الحال اس وقت تک نہ ہوگا
 جب تک کہ شرط ہو گیا کہ جو سے یہی کا شمت و ہوا ہے اور ان میں اس کی جزاء پیشہ اس کی شرط کے عقوبت میں آتی ہے اور اس سے متصل
 ہی رہتی ہے میں کہ شرط میں جزاء کی تقدیم ہوتی ہے اور نہ غیر کران اس کے خلاف ۔ چنانچہ اذکر قول " (میں پروردگار) کہتا ہے)
 جزاء تکہ رجا میں کی یہ ہے ۔ کہ کورح شرط دہی کے لئے نہیں ہے ۔

خاتمہ ۔ " ہذا " زاکر بھی ہوتا ہے

کہا گیا ہے کہ بھی ہذا زاکر بھی ہے اس کی مثال میں " ہذا منسہ غفمتہ " کو پیش کیا گیا ہے جس سے " غفمتہ لختہ " مراد ہے ۔
 منس " یقیناً فضاہتہ " ہے یعنی ۔ " ہذا اس میں زاکر ہے ۔

" اذکر " کے معنی : سیوہ کہتا ہے اس کے معنی جواب یا جزاء کے ہیں " شرط میں کہتا ہے کہ ہر قول پر اس کے معنی میں ہوں گے " اور دہی کا
 قول ہے کہ میں نے کورحوں پر یہ معنی نہیں گئے ۔ اکثر یہ وجہ ہے کہ " ہذا " بن " اسو " کے جواب میں واقع ہوا ہے اور دونوں ظاہر میں ہوتا ہے ۔
 فرما کہ قول ہے " کورح جس جگہ ہذا کے بعد آئے گا تو ضرور ہے کہ اس سے جس لفظ " مقدم ہو " اگر چہ ظاہر اس کا کوئی نہ ہو مگر شرط و قولی
 " ہذا زکرت " محلی لفظ کہتا " غنی " اور اذکر حرف عامل بھی ہے جو صدر میں آنے کی شرط پر فعل مضارع کو نصب دیتا ہے ۔ یہاں شرط و کورح کی کورح
 مضارع کے معنی اشتہال کے ہیں اور وہ " جسم " یا " لا " ذہی کے ساتھ متصل یا متصل واقع ہوتا ہے ۔

علمائے عرب کا بیان ہے کہ جس حالت میں ہذا کا قورح " و ذو " یا " فا " کے بعد آتا ہے اس حالت میں دونوں جگہ اس کا اندہ جائز ہوتا ہے
 (یعنی رفع اور نصب ہر دو) مثلاً " ہذا لا یسألون " حلق " کورح " لہذا لا یسألون " لیسر " اور دونوں صورتوں میں مثلاً " کورح " یا " فا " کے ساتھ

”سن“ کو قیقا کا: انکی طرح پر بھی قائم رکھنا چاہیے تو قولی ”واعتد من اللہ“ میں ”سن“ اور ”اعتد“ کے لیے ایک ہی وقت کی کتابت و اذکار کی ضرورت ہے کہ گویا اس طرح کے الفاظ نام کے ساتھ صرفہ کے جانے والے نام اور اسم جنس کمرہ کے مابین وہی فرق ہے جو فرق مذکور مطلق کے مابین ہوتا ہے۔ کیونکہ صرفہ کے الفاظ جن حقیقت پر دلالت کرتا ہے وہ اس کو ماضی کی الذکر ہونے کی حالت میں مقید کر دیتا ہے اور اسم جنس کمرہ مطلق حقیقت پر دلالت کرتا ہے نہ باعتبار کسی قید کے۔

(۳) الف لام زائد: الف لام کی تیسری قسم زائد ہے۔ اس کی دو نوع ہیں۔

(۱) لازم: لازم اس قول کے اعتبار سے کہ ”موصولات کی تعریف حمل کے ذریعے سے ہوتی ہے“ موصولات میں پایا جاتا ہے۔ یا جہ کہ اعلام العقارب میں پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے فعل کے باعث الف لام کو لازم لینے میں جیسے الثلاث اور قلنی اور للیہ استسما کی وجہ سے ان ناموں کے ساتھ الف لام کو لازم دیا جاتا ہے مثلاً کعب کے لئے ”الیت“ طوطے کے لئے ”طسب“ نورج کے لئے ”لجس“ کے اسول کی خصوصیت ہے اور یہ الف لام اصل بعد کا الف لام ہے۔ لیکن ابی حاتم، مجاہد سے قولی قولی ”ولانہ“ ”ولانہ“ کے معنوں میں روایت کرتا ہے کہ جب نہ لے گا ”سب“ سے مراد ہے۔

(۲) عسولام: الف لام زائدہ غیر لازم ہوتا ہے اور اس طرح الف لام میں حال پر واقع ہوتا ہے جیسے کہ بعض لوگوں کی قراءت قولی ”یسر سن الا غریبہ“ میں ”سن“ سے ”یا“ کے ساتھ ”نفسہ“ روایت کی گئی ہے جس کی دلیل کے نکل جاتا ہے کیونکہ ل کا کمرہ والا واجب ہے مگر یہ قراءت فصیح نہیں اور بہتر یہ ہے کہ اس کی روایت مصنف کو حذف کر دینے کی بنیاد پر کی جائے۔ مگر عبارت کی تقدیر مسروح ”نذرت“ قرار دی ہوئے شخص میں مصنف ”غرج“ کو حذف کر کے مصنف ”یہ“ الاذکر کو نہ بنایا گیا ہے اور بختری نے بھی اسی کو نہ بنی مقدم کیا ہے۔

مسئلہ: اسم ”اللہ“ کے الف لام کی بحث

اسم اللہ تعالیٰ میں جو الف لام ہے اس کی بابت مختلف اقوال آئے ہیں۔ یہ یہ کہتا ہے کہ الف لام حذف شدہ صمد کے عوض میں مسماط پر آیا ہے کہ فاشی میں ”نھی“ اس پر الف لام اصل کیا تو صمد کی حرکت نقل کر کے ”نھی“ لکھی اور کوئی اور نام میں ”اللہ“ کہہ کر بنا۔ بخاری کا قول ہے کہ اس بات پر جو (سیدہ نے لکھی) اللہ کے صمد کا معنی اور لازمی ہونے پر بھی دلالت کرتا ہے۔ اور سہ علماء کا بیان ہے کہ یہ الف لام ضم اور ضمیر کی غرض سے حذف کر دیا گئے وہاں ذکر ان کی اصل اولاد بھی اور ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ الف لام زائدہ اور لازم ہے تعریف کے لئے لکھی۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ اصل صرف تجلی کی ”لا“ تھی اس پر لام لکھ دیا گیا کہ اسے توفان ہو گیا۔ مگر تفسیر کے لحاظ سے اس پر الف لام کا اضافہ ان کو توبہ کے خیال سے اس کی تہ (پہرے کے پردے) کی (یوں اللہ ہو گیا) اور علی اور بیت اور سے لوگ کہتے ہیں کہ لکھ لی بغیر اسمی اللہ ہے وروہ اسم علم ہے جس کا اشتقاق اور جس کی اصل یہ بھی نہیں۔

خاتمہ: الف لام کا ضمیر مصنف الیہ کے قائم مقام ہونا

کونوں نے باہر میں اور بعض صمد کے کونوں نے بھی یہی ماحثرین کے گردہ تفسیر کے الف لام کا ضمیر مصنف الیہ کے قائم مقام ہونا بنا رکھا ہے اور اس قاعدہ پر ”فان ذلک جہا“ کی کوئی اور دلیل نہیں ہے اور اس امر کی مخالفت کرنے والے یہاں ”اللہ“ ضمیر متضلل کو مقدم کرنے میں لگتی ہیں۔ مگر ان کی عبارت کی اصل قرار دیتے ہیں۔ (مترجم) اور بختری نے اسم مصنف کی بابت میں بھی الف لام کا آج نہ جاتا ہے۔ اس کی مثال ”وعلیہم اللہ“ ”وعلیہم اللہ“ میں ”یہ“ کہتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں ”فانہ“ ”فانہ“ تفسیر نہیں۔

۱. ایک ہی صمد ہونے سے متعلق ہے۔

دوسری وجہ : اس کا استعمال ان کی تقلید سے تعقیف کر کے ان رہنمائی ہے۔ اس حالت میں وہ فعل معین یا اس کے کسی قائم مقام دوسری معنی لفظ کے بعد واقع ہوتا ہے جس طرح قول ثعلبی "فَلَا يَرْوُونَ، لَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ" اور "وَأَنْ يَرْجِعُوا"۔

تیسری وجہ : جب کہ فعل تعقیف کے لئے ہو جائے "کے معنی میں جس طرح قول ثعلبی "فَلَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ"۔ بلکہ فعل "لَا يَرْجِعُونَ" اور اس کی شرط ہے کہ ایک جملہ اور اس کے سابق جملے آئے اس واسطے جس شخص نے قول ثعلبی "وَأَنْ يَرْجِعُوا"۔ جب کہ فعل "لَا يَرْجِعُونَ" اور اس کی شرط ہے کہ ایک جملہ اور اس کے سابق جملے آئے اس واسطے جس شخص نے قول ثعلبی "وَأَنْ يَرْجِعُوا"۔ جب کہ فعل "لَا يَرْجِعُونَ" اور اس کی شرط ہے کہ ایک جملہ اور اس کے سابق جملے آئے اس واسطے جس شخص نے قول ثعلبی "وَأَنْ يَرْجِعُوا"۔

چوتھی وجہ : اس کا استعمال ان کی تقلید سے تعقیف کر کے ان رہنمائی ہے۔ اس حالت میں وہ فعل معین یا اس کے کسی قائم مقام دوسری معنی لفظ کے بعد واقع ہوتا ہے جس طرح قول ثعلبی "فَلَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ"۔ بلکہ فعل "لَا يَرْجِعُونَ" اور اس کی شرط ہے کہ ایک جملہ اور اس کے سابق جملے آئے اس واسطے جس شخص نے قول ثعلبی "وَأَنْ يَرْجِعُوا"۔ جب کہ فعل "لَا يَرْجِعُونَ" اور اس کی شرط ہے کہ ایک جملہ اور اس کے سابق جملے آئے اس واسطے جس شخص نے قول ثعلبی "وَأَنْ يَرْجِعُوا"۔

پنجمی وجہ : اس کا استعمال ان کی تقلید سے تعقیف کر کے ان رہنمائی ہے۔ اس حالت میں وہ فعل معین یا اس کے کسی قائم مقام دوسری معنی لفظ کے بعد واقع ہوتا ہے جس طرح قول ثعلبی "فَلَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ"۔ بلکہ فعل "لَا يَرْجِعُونَ" اور اس کی شرط ہے کہ ایک جملہ اور اس کے سابق جملے آئے اس واسطے جس شخص نے قول ثعلبی "وَأَنْ يَرْجِعُوا"۔ جب کہ فعل "لَا يَرْجِعُونَ" اور اس کی شرط ہے کہ ایک جملہ اور اس کے سابق جملے آئے اس واسطے جس شخص نے قول ثعلبی "وَأَنْ يَرْجِعُوا"۔

چھٹی وجہ : اس کا استعمال ان کی تقلید سے تعقیف کر کے ان رہنمائی ہے۔ اس حالت میں وہ فعل معین یا اس کے کسی قائم مقام دوسری معنی لفظ کے بعد واقع ہوتا ہے جس طرح قول ثعلبی "فَلَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ"۔ بلکہ فعل "لَا يَرْجِعُونَ" اور اس کی شرط ہے کہ ایک جملہ اور اس کے سابق جملے آئے اس واسطے جس شخص نے قول ثعلبی "وَأَنْ يَرْجِعُوا"۔

ساتھ کی وجہ : اس کا استعمال ان کی تقلید سے تعقیف کر کے ان رہنمائی ہے۔ اس حالت میں وہ فعل معین یا اس کے کسی قائم مقام دوسری معنی لفظ کے بعد واقع ہوتا ہے جس طرح قول ثعلبی "فَلَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ"۔ بلکہ فعل "لَا يَرْجِعُونَ" اور اس کی شرط ہے کہ ایک جملہ اور اس کے سابق جملے آئے اس واسطے جس شخص نے قول ثعلبی "وَأَنْ يَرْجِعُوا"۔

آٹھویں وجہ : اس کا استعمال ان کی تقلید سے تعقیف کر کے ان رہنمائی ہے۔ اس حالت میں وہ فعل معین یا اس کے کسی قائم مقام دوسری معنی لفظ کے بعد واقع ہوتا ہے جس طرح قول ثعلبی "فَلَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ، لَا يَرْجِعُونَ"۔ بلکہ فعل "لَا يَرْجِعُونَ" اور اس کی شرط ہے کہ ایک جملہ اور اس کے سابق جملے آئے اس واسطے جس شخص نے قول ثعلبی "وَأَنْ يَرْجِعُوا"۔

چهارم : چونکہ اسی اسم "عز و کرم" کا نام کی ندا سے نئے والا لکھ رہا ہے : جیسے "اللہ عز و کرم" یا "اللہ العزیز العزیز"۔

اِثبات: اس کے ضمیر ہونے میں علماء کا اختلاف

فرجاء اس کو اہم ظاہر کرتا ہے اور ہم درمیانہ تپتا کرتے ہیں کہ یہ نمبر ہے۔ مگر جیسو نے کسی اتوار کے ساتھ اس کے بارے میں اختلاف بھی کیا ہے جو حسب ذیل ہے:

اول یہ کہ اہلکار جو ٹیمپریس کے ساتھ حاصل ہوتی ہے وہ سب مل کر شامیہ تعمیر ہی ہوتی ہے۔

دوم : یہ کہ انہاں خیمے کے دوں کو بعد اُس سے مضامین شدہ اسم ہے اور اس بات کی تفسیر کرتا ہے کہ "ہمنا" سے نظم بخیر اور موعظ کیا چیز مراد ہے۔ جس طرح قول حق تعالیٰ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" اور "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" میں ہے۔

سوم : یہ کہ جہاں کو ایسی نصیر چلاؤ اس کا بعد اسے حذف ایسے مراد کی تفسیر تم ہیں۔

چہارم : یہ کہ ہمارا خدا ہے اہم اس کا بعد اصل ضمیر ہے جس شخص نے بنا کو مشتق قرار دیا ہے اس نے عمتِ انسانی کی ہے۔

”ایٹا“ کے بارے میں مسات لغتیں

اگر کوئی ایسا شخص نہ ہو، تو مختلف دلوں، صوفیوں کے ساتھ مجمع انفراد کے پڑھا گیا ہے، اور یہ کہ کمزور اور متوسط طبقہ کے ساتھ چلی کر رہی اس کی قیادت کی گئی ہے۔ اس ضمن میں، محاورہ پیش کیا گیا تھا کہ سولہ ہے، جن میں سے ایک طریقہ "نئی" "ہ" کے شعور اور طور پر (معا) ہونے کا ساتھ ہو کر، فی سات طریقہ رہ جاتے ہیں۔

ایمان : مستقبل کے استغمام کے لئے آتا ہے

امام استفہام ہے اور اس کے ساتھ محض مذکورہ مستقل کی نسبت سوسا کیا جاتا ہے۔ دیکھا کہ اس نے لکھ اور دیکھا جن نے اس بات کا رد قول ظاہر کیا ہے اور اس کے بارے میں کوئی اختلاف یہاں نہیں کیا۔ کتاب البیان المعانی کے ہفتے میں اس کا استفہام مذکور ہے جس کے لئے آج بھی ذکر کیا ہے۔ کہا گیا کہ ابون کا استفہام ان موقعوں میں ہوتا ہے جہاں نعيم مغلوب ہو جاتی ہے۔ میرا قول تعالیٰ "فَإِنْ سُرْنَا" اور "فَإِنْ نَزَلْنَا" علامہ غفر گزیرہ ایک مشہور ہے کہ فاعل محض تھی کہ جو اس کا غلبہ اور گھٹا کر بھی کیا اس استفہام میں ہے یہ میرا قول (یعنی اس کے محض نعيم کے مواقع پر مستقل ہونے کا) طالعہ غفر گزیرہ سے نقلی ہے۔ لیکن کا قول ہے اور کتاب بیہ کے مصنف نے اس کی پیروی کی ہے۔ چنانچہ وہاں کہتا ہے "فَإِنْ" کا استفہام صرف کسی شے کے استفہام میں ہوتا ہے جس کا معاملہ نہ بہت بزرگ اور ہاتھ نہ ہو۔ تفسیر شافعی میں آیا ہے کہ فاعل لفظ ایمان سے مشتق ہے جس کا رد ہے۔ خلاصہ کی جگہ اس کے نقلی وقت اور اعلیٰ نقلی وقت زمانہ سے ملتا ہے۔ جس کی وجہ ہے کہ بعض (جز) نے اس کی طرف پہنچ لی اور اس پر عمل کیا ہے۔ قریہ قول بعد (مذکورہ) ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کی اصل "فَإِنْ" قرآن مجید میں آجہاں کا خبر اور فتح کی دوسری ہے اور اس کو حذف کرنے کے بعد و لا (آؤں) کو یہ کے ساتھ بدل کر (فَإِنْ) کی جگہ لی گئی ہے۔ کو اس میں لاف نہ کر دیا اس طرح ہو گیا چنانچہ اس کی ترقی نہ ہو کر وہ دوسرے کے ساتھ جی آئی ہے۔

این : مکان کا استفہام ہے

یعنی جیلر کی فہرست ہی کے ساتھ سواں لیا جا رہا ہے۔ جیسے تواریق علیؒ، فکرو، تقیہ نوازؒ، ابو بعض، بکسوں میں نام شرط کے طور پر بھی ہوتا ہے اور انشا ہی سے بھی ہوتا کہ نام سے جیسے تواریق علیؒ، اُسٹاؤ خٹہ، انارہ، سحر۔

(١٤٤٠) ١٤٤٠

ذو

یعنی کے بغیر صرف و درجہ ہوتا ہے۔ ہذا مشہور قول کے اعتبار پر اس کی تصریح نہیں مل جاتی۔ ایک قول اس کے تصرف ہوئے کی نسبت بھی آئی ہے۔ غرض یہ کہ دونوں وجوہ اس کی قراءت قرآن تعالیٰ "وَسَمَّا لَآئِیْہِ دَلَالٰتٌ" میں آتی ہے بھی دلائل اور نصب و دلوں عربوں کے ساتھ۔ ذو نہ معنی غیر اسم کی ہوتی ہے مثلاً قول لغات "الذو ذال ذو" یعنی "ذو" معنی غیر ذال و آخری کہتا ہے ذو ذال کے معنی شے سے قریب ترین اور نزدیک جگہ کے ہیں اور اس کا استعمال حالت غفلت میں ظاہر کرنے کے واسطے ہوتا ہے جیسے "ذو ذود عیر" یعنی زید یا نسبت عمر کے واسطے اور ہم میں کو بیچ پر ہے اور اس میں بدعت ہے کہ اس کو دوسرے گزرنے کے معنی میں استعمال کر لیا گیا۔ جس طرح تو لیا جلی "ذو لیس" معنی ذو لیس یا بیٹا" جس سے یعنی اللہ و ایمان کی راہ کی کو گھردی، وہی کی طرف تجاوز نہ کرنا (سماعوں کو چھوڑ کر گھر سے رات نہ بیچ لگنا)۔

ذو : صرف اضافت کے ساتھ مستعمل ہے

یہ امر ہے معنی صاحب کے۔ ہے اور اس سے شروع کیا گیا ہے کہ سوائے اجناس کے ساتھ جمع کوا دلوں کے اضافت تک حصول کر دے۔ جس طرح کہ الفی حوں کے ساتھ صرف بنائے گئے حصول کے واسطے کہ دوسرے کے واسطے شروع کیا گیا ہے اور ذو کا استعمال صرف مفادات کے ساتھ ہے۔ یعنی یہ مفاد ہوا کرتا ہے مگر ضمیر اور امر و مشتق کی طرف مفاد نہیں ہوتا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس بات کو جائز رکھا ہے کہ مشتق کی طرف اس کی اضافت ہو چنانچہ اس کی مثالی میں لیں صورا۔ کی قراءت "ذو" صرف لفظ ذو "ذو" معنی غلبہ" روایت کی ہے اکثر لوگوں نے اس مقام پر یہ جواب دیا ہے کہ عالم اس جملہ انبیا کی طرح صدور ہے، شفق نہیں۔ یا یہ لفظ ذو نرا دہ ہے۔

صاحب کی پہ نسبت ذو کے ساتھ وصف کرنا زیادہ بلیغ ہے

تجلی کا قول ہے "الذو صاحب کے ساتھ وصف کرنے سے لفظ ذو کے ساتھ وصف کرنا زیادہ بلیغ ہے اور اس کے ساتھ اضافت ازادیاں واجب ہوتی ہے۔ کیونکہ ذو کا معنی کی طرف مفاد سے ہر صاحب متعلق کی جو نسبت مثلاً کہا جاتا ہے "ابو ہریرہ" معنی صاحب الکتاب اور یہ بھی کہنا جاتا کہ "ابو" معنی صاحب الکتاب ہریرہ معنی "محرر کوئی کتابت نہیں اس میں تم کہتے ہو کہ "ابو" اور "ذو" لغات عربیہ "وہ کچھ ہیں یہاں ہم شورا ہے و تاج نہیں۔

ذالین اور کھانا ب معنوت میں فرق

چنانچہ ان فرق کی : یہ پہلی ہے کہ خداوند کی کہتے سورۃ "انما" میں فرمایا "ذو ذلک" کو کھویر یہ خدا نے ذالین اضافت تو نہیں کی بلکہ یہ اور توں کہتے ہیں "محمداً" کو پھر دیکھو خدا نے پاک نے سورۃ فی میں فرمایا "ذالک" معنی صاحب السموات" سمیل کہتا ہے دونوں مقاموں پر معنی تو یکساں ہیں۔ مگر یہ دونوں معنوں کی طرف اشارہ کی طرفی کالی لک کرتے ہوئے الفاظ کا غفلت سے کہہ میں ہوتا ہے اس کا فرق کرتے ہوئے خداوند کریم نے جس وقت ان (ضمیر غرض) کا ذکر ان کی تعریف کرنے کے موقع پر کیا تو وہی "ذال" کے ساتھ ان کا بیان کیا کہ لک دا کے ساتھ اضافت اشرف صحیح اور پھر ان کا لفظ وارد کیا جو یہ نسبت غفلت (محمداً) کے ذریعہ ان دار اور ذلی ہے اس لئے کہ وہ ایک سورۃ کا نام اور اس کا آغاز کا حرف ہے۔ مگر حوت کے لفظ کو یہ خصوصیت تھیں کہ اس بنا پر جس سورۃ ان میں تیسری میری سے منع فرما "طلوب قلوب میں اس کا ذکر صاحب السموات" کے الفاظ سے کیا۔

روایت

یہ امر ہے۔ اس کے ساتھ جب بھی اکلم آتا ہے تو معنیہ (تفسیری) سمجھیں اس آتا ہے اور اس کے ساتھ ہر کے کو علم دیا جاتا ہے۔ "یٰٰ ذالذال" روایت تفسیر ہے اس کے معنی چھوڑنے اور مل (مہلت دینے) کے ہیں۔

وَتَّ اِس کے معنی میں ”ٹھہرنا آئے ہیں“

اقول : یہ کہ وہ ہمیشہ قلیل (کی نگاہ کرنے آئے) لئے آئے گئے ہوتے ہیں۔ وہ کلمہ ایک ہی بات پر زور دیتے ہیں۔

وہم : یہ ہمیشہ غلط (زیادتی نگاہ کرنے) کے لئے آئے ہوتے ہیں۔ وہ کلمہ دو باتوں پر زور دیتے ہیں۔ ایک کہ وہ مسلمان ہونے کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ دوسری کہ وہ کلمہ ایک ہی بات پر زور دیتے ہیں۔ یہ کلمہ ان کے حوالے سے زیادتی پر زور دیتے ہیں۔ ان کے لئے درست ہو جائیں گے۔ ”لہذا“ قلیل کے معنی غالب ہیں۔

سہم : یہ کہ وہ قلیل و غیر معمولی قوت کے لئے نکال دیا ہے۔

چہارم : یہ کہ یہ قلیل قلیل کے ساتھ ساتھ کلمہ کے لئے مناسب ہے۔ یہی قول ہے۔

پنجم : یہ کہ یہ قلیل۔

ششم : یہ کہ وہ قلیل و غیر معمولی قوت کے لئے نکال دیا ہے۔ یہ کلمہ ایک ہی بات پر زور دیتے ہیں۔ یہ کلمہ دو باتوں پر زور دیتے ہیں۔ ایک کہ وہ مسلمان ہونے کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ دوسری کہ وہ کلمہ ایک ہی بات پر زور دیتے ہیں۔ یہ کلمہ ان کے حوالے سے زیادتی پر زور دیتے ہیں۔ ان کے لئے درست ہو جائیں گے۔ ”لہذا“ قلیل کے معنی غالب ہیں۔

ہفتم : یہ کہ وہ قلیل و غیر معمولی قوت کے لئے نکال دیا ہے۔ یہ کلمہ ایک ہی بات پر زور دیتے ہیں۔ یہ کلمہ دو باتوں پر زور دیتے ہیں۔ ایک کہ وہ مسلمان ہونے کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ دوسری کہ وہ کلمہ ایک ہی بات پر زور دیتے ہیں۔ یہ کلمہ ان کے حوالے سے زیادتی پر زور دیتے ہیں۔ ان کے لئے درست ہو جائیں گے۔ ”لہذا“ قلیل کے معنی غالب ہیں۔

الثمین : (س) کے معنی

(س) حرف ہے۔ یہ کلمہ قلیل مضارع کے لئے دھم سے عوارب مضارع داخل ہوتا ہے جو اس کو بعض متقبل کے معنی میں کر دیتا ہے۔ یہ کلمہ قلیل و غیر معمولی قوت کے لئے نکال دیا ہے۔ یہ کلمہ ایک ہی بات پر زور دیتے ہیں۔ یہ کلمہ دو باتوں پر زور دیتے ہیں۔ ایک کہ وہ مسلمان ہونے کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ دوسری کہ وہ کلمہ ایک ہی بات پر زور دیتے ہیں۔ یہ کلمہ ان کے حوالے سے زیادتی پر زور دیتے ہیں۔ ان کے لئے درست ہو جائیں گے۔ ”لہذا“ قلیل کے معنی غالب ہیں۔

سین : اصرار کا نام دہرنا ہے کہ مستقبل کا

یہ کلمہ قلیل و غیر معمولی قوت کے لئے نکال دیا ہے۔ یہ کلمہ ایک ہی بات پر زور دیتے ہیں۔ یہ کلمہ دو باتوں پر زور دیتے ہیں۔ ایک کہ وہ مسلمان ہونے کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ دوسری کہ وہ کلمہ ایک ہی بات پر زور دیتے ہیں۔ یہ کلمہ ان کے حوالے سے زیادتی پر زور دیتے ہیں۔ ان کے لئے درست ہو جائیں گے۔ ”لہذا“ قلیل کے معنی غالب ہیں۔

یہاں ان کی صداقت کو دیا گیا ہے کہ ان کی کتاب عجائب میں لکھا ہے ”عجب از عجیب امر یہ ہے کہ کتاب مفصل میں اس کو نہ جہ کا مفصل مطلق
تھا کیا گیا ہے جس کے معنی میں وہ اور کے ساتھ اپنی ادا کو بلند کرنا نہ سکتے تھے میں اس شعر سے استنباط کیا ہے ۔“

فتح الائنہ و حورہ تغیب نکلتا مسیح الحیجج و کبروا اعدلا

اسی اہل علم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ”تو رسول اللہ ﷺ کے مقررہ میں کوئی اضافہ نہ کرے اور نہ کٹاؤں کرے۔“

”فرض“ کے دو معانی۔ خیال غالب اور یقین

اس کی مسئل اعتبار اور آداب خیال کا کچھ ذکر کرنے کے بعد جسے قول قولی میں مسنون ہے، ملاحظہ فرمائیے اور کچھ عقیدوں کے متعلق میں مسئل ہوتا ہے مثلاً قول قولی "لَا تُدْرِسُ عَلَیْکُمْ لُحْمُ مَلَاغُزِ الْکُتْمِ" (۱) ایمان والی کو قلم اور دیگر دروغوں سے منع ہے۔ دیکھو کہ جس نے کہا "قرآن شریف میں ہر ایک حکم کا لفظ یقین کے معنی میں آتا ہے" اور یہ قول "شیر ہر مسئلہ میں ہے ہر ایک آیت میں جن میں سے ایک مذکورہ فوق کی آیت ہے جس بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ کچھ میں اس کا لفظ غلظت کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے۔

قرآن میں اس لفظ کے ان میں سے کوئی ایک معنی متعین کرنے کے دو قاعدے

[illegible][illegible]

ابن لادن کی یہ بات ہے "قلب نے کہا ہے کہ اعلیٰ عرب لفظ عربی و علمی و جنگ اور کذب و قیوس معقول میں استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ عربی و علمی و قیوس اور وہ جنگ کی دوسروں سے جدا کرنا درست ہیں تو ایسے موقع پر عربی و قیوس کے معنی میں آئے گا۔ لیکن جس شکل میں تمہیں اور جنگ دونوں کی ایک شکل معلوم ہو اس وقت عربی و جنگ کا جواب کہ جنگ کی وہی شکل قیوس کی۔ قیوس پر نہ کہ جواباً کہ تو جان اس کا کذب ہے۔ کہ۔ اندر کہ قرآن ۴۱ سے "ہو خذوا زینتکم"۔ جلی جلی (تخلات ہیں)۔

ایک یہ کہ رسول اللہ کے خلاف ایمان اور معافی دونوں کا ظرف ہوتا ہے اور ہم یہ کہ عبد حاضر اور غائب دونوں میں مستغفر ہوتا ہے نہ کہ کسی کا
استغفار صرف حاضر میں ہو۔ جہاں ان دونوں وجوہ کو اس کی تفسیر وغیرہ کے ذکر کیا ہے۔

عَبُو : معرقت آنے کی شرط

یہ اسم ہے کہ اس کا لغت اور اہم مقام ہوتا ہے اسی اسم سے جب تک یہ دو تشابہ اقدار کے معاشقہ نہ پڑے اس وقت تک معرقت نہیں
ہوتا۔ مگر ہر معرقت قرآنی تفسیر سے غلبہ نہیں ہوتا۔ جس کے ساتھ معرقت کی توضیح جاری ہوئی اس کا اصل یہ ہے کہ معرقت ہر کسی
کو آتی ہے۔ "لَا تَعْلَمُ مَعْرِقَتِي إِلَّا اللَّهُ" میں ہے۔

غیر بطور "ی" نافر کے آنے تو محال واقع ہوتا ہے

اس کی جگہ پر لاہور نے ان ملاحضات کے تحت یہ حال واقع ہوتا ہے اور نافر کے اس جگہ پر آنے کی معرقت پائی جائے تو یہ تشابہ
نہیں ہوتا ہے اس صورت میں غیر محرمی ہر جگہ ہوتا ہے جو اس کام میں لاکے ہوتا ہے۔ لہذا اگر کوئی محرم ہے۔ یہ تشابہ تو آتی ہے۔ اور یہ تشابہ
ہر معرقت غیر قرآنی تفسیر کی قرأت میں محال ہے۔ نافر کے ساتھ لگتی ہے کہ اس میں غیر معرقت کی صفت ہے۔ اس تشابہ سے معرقت
آتی ہے۔ اس طرح اس کو جلی ڈال دیا ہے اور نافر کے ساتھ ہر جگہ ہوتا ہے۔ اور قرأت ہر جگہ سے خارج ہو گئی ہے۔ معرقت قرأت کے
قرأت کیا گیا ہے۔ اور اس بات کی ضرورت میں یہاں کہتا ہے۔ عوالتی قرأت پر کیا جاتا ہے۔

(۱) یہ کہ قرأتی کے لئے آنے جس سے کسی کتاب اور اس کی کیا تفسیر ہے۔ "سورۃ" سے اصل غیر معرقت "قرآن" کا نام نہیں لیتا۔ بلکہ پاک
نہیں ہے۔ "وَرَأَىٰ خَلْفَهُ مَاءً" اور "وَلَوْ كُنَّا نَعْلَمُ"۔

(۲) "وَرَأَىٰ خَلْفَهُ مَاءً" اور "وَلَوْ كُنَّا نَعْلَمُ" سے معرقت ہوتا ہے۔ "وَرَأَىٰ خَلْفَهُ مَاءً" اور "وَلَوْ كُنَّا نَعْلَمُ"۔

(۳) "وَرَأَىٰ خَلْفَهُ مَاءً" اور "وَلَوْ كُنَّا نَعْلَمُ" سے معرقت ہوتا ہے۔ "وَرَأَىٰ خَلْفَهُ مَاءً" اور "وَلَوْ كُنَّا نَعْلَمُ"۔

انشاء (ف) : کئی وجوہ پر وارد ہوتی ہے

۱۔ یہ معرقت ہے اور اس وقت میں اس کا کاروبار کرتی ہے۔

(قول) ترتیب : معنی یہ ہے کہ قرآنی "وَرَأَىٰ خَلْفَهُ مَاءً" میں ہے۔ "وَرَأَىٰ خَلْفَهُ مَاءً" اور "وَلَوْ كُنَّا نَعْلَمُ"۔

(دور) : ترتیب : معنی یہ ہے کہ قرآنی "وَرَأَىٰ خَلْفَهُ مَاءً" میں ہے۔ "وَرَأَىٰ خَلْفَهُ مَاءً" اور "وَلَوْ كُنَّا نَعْلَمُ"۔

اور خود خداوند کریم ہی نے فرمایا ہے "ذَیْئُ الْمُنْزِلِ بِطَلِّ مَا لَمْ تَنْتَمِ بِهِ قَدْ خَلَقُوا" جسی "مسیحی اور عیسائی یہ بتاؤ کہ ان کے لئے کیا ہے؟ (اسی چیز پر ایمان لائے گا جس پر تم ایمان نہ کرو گے) ان لوگوں کے ایمان کا مثل نہیں ہے، اس کو طے سے آیت میں تقدیر نظام پر ہوگی کہ "یس خذ فی شیء" (اُس کی ذات کسی کوئی چیز نہیں اور اُن کو طے سے آیت میں تقدیر نظام پر ہوگی کہ "یس خذ فی شیء" (خدا کی صفت بھی کوئی صفت نہیں) اور اس سے پہلے یہ صفت بھی کہ اگر خدا کی صفت ایسی بہت سی باتوں سے ملتا تھا تو کیا ہے جس سے انسان کی صفت بھی کی جاتی ہے مگر یہ صفتیں جو خدا کے لئے ہیں ان مخلوق کی طرح (افسوس) نہیں ہوگی انسانوں کا باہت استعمال نہ جاتی ہے۔ "وَلَمْ يَلَمْسْ إِلَّا نَجْمًا"۔

تعبیر: حرف کاف مثل کے معنی میں اُم بھی وارد ہوا کرتا ہے

اپنے موقع پر ہر جگہ اعراب میں ہوتا ہے اور کسی کی طرف صبر پھری جاتی ہے۔ زمرہ کی آیت "وَلَمْ يَلَمْسْ إِلَّا نَجْمًا" کی تعبیر میں آج کے کس میں جو تعبیر آئی ہے اس کا مراد "نَجْمًا" کا حرف کاف ہے۔ لیکن اس سے مراد ہے کہ میں اُن مثال (شکل) سے دور ہوں کہ خدا کا وہ تمام چیز جس کی طرح وہ جاتی ہے۔

مسئلہ: اَبَاكَ اور اَبْنُكَ وغیرہ "کاف" کی حیثیت

جنگ میں اموات اور کس کی خبریں یا اُن کی مائتد اور الفاظ میں "کاف" خطاب کا حرف ہے اور اُس کے لئے کوئی عمل اعراب کا نہیں۔ اور لفظ "اَبَا" میں جو کاف ہے اس کی نسبت کیا گیا ہے کہ وہ حرف ہے اور یہ قول بھی وارد ہوا ہے کہ "اَبَا" اور "اَبْن" کا اعراب ایسا ہے اور "اَبَا" میں جو کاف ہے اس کی نسبت بھی خطاب اُن کے لئے ہیں کوئی حرف ہوتا ہے اور کسی نے کہا ہے کہ وہ صبر ہے جو ایک قول کے لحاظ سے کاف ہے میں اور اس کے قول کی بنا پر کاف صبر میں واقع ہے کہ اُن دو کافوں میں سے پہلا کاف بدل گیا ہے۔

"نکاح" کے معنی: اس کی نفی اور اثبات

فعل کا فعل ہے اس سے صرف نفی اور منہ راع کے انوکھا آئے ہیں۔ اس کا ایک اسم مرفوع ہے اور اس کی خبر میں فعل مضارع ہوگا۔ اُن سے نکلے ہوئے واقعہ ہے۔ جس کے معنی میں غائب (نہ ہو گیا) اس لئے اُن کی نفی کی جائے گی تو یہ واقعہ ثابت (یا محض قریب) ہونے کی نفی ہوگی اور اس کا اثبات معنی مقدمت کے اثبات کے ہوگا۔ اور صبر سے لوگوں کی نفی یہ بات مشہور کی گئی ہے کہ اس کی نفی اثبات اور اس کا اثبات نفی سے معنی شرا ہے۔ جذبات اور قول "کاف" نے مختلف معنی سے نفی اور ثبات کی راہ کاٹا (یعنی "نکاح" کی نفی سے یہ ہے کہ اس نے نہیں کیا وہ فعل) اور "نکاح" کے معنی قول "نکاح" نے "نکاح" کے معنی سے یہ ہے کہ کیا (فعل)۔ اس نے اس کے معنی سے کہ اس نے طریق پر حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "تو اُن میں جو چیز مسخذا (مسخذا اور نہ کھانے والی چیز) واقع ہوئی نہ ہو"۔ "نکاح" کے معنی سے بدعت واقع ہونے پر دلالت کرے گا خداوند تعالیٰ ہے۔

اس کی ماضی کی نفی معنی اثبات اور مضارع کی نفی معنی نفی آئی ہے

ایک قول میں آیا ہے کہ اس کے الفاظ کی نفی معنی اثبات آئی ہے جس کی دلیل قول ثقیانی "وَمَا شَأْنُ الْإِسْلَامِ نَحْنُ" ہے اور (اس کے) مضارع کی نفی قول ثقیانی "تو کفارہ" کی دلیل ہے نفی ہی کے معنی میں واقع ہوا کرتی ہے۔

کیونکہ "نہ بکفارہ" کے ساتھ اس بات کو بھی غور کرنا چاہیے کہ اس کی نسبت یہ نفی کی ہے اس نے کسی چیز کو رکھا ہی نہ تھا۔

قول: یہ کہ کسی اہم مگر دیا معارف کی اہمیت (صفت) ہو اس صورت میں وہ اپنی سموت (موسموف) کی کارل پر اہمیت کرتا ہے، اس کی
اسفند ایک انکا اہم تاہر کی جانب واجب ہوتی ہے جو کہ لفظ اور معنایوں طرح پر اس کا معاشل ہو، جیسے تو زمانی "نفسہا مخی البسط"
یعنی سفا کل البسط (جیسا کہ وہ کہ: کہ ہر طرح کشادہ ہو جائے) اور "فان لیبروا مخی البسط"۔

۱۱۔ یہ کہ حضرت علیؑ کی تائید کے لئے آئے : اس صورت میں اس کا کاروبار مسموم ہوتا ہے اور اس کی اضافات بہت کم کی جانب پھرنے والی ضمیر کی طرف راہ پائی ہے۔ "فانما انا بندگان خالکونہ" نہ موقوف عقرب اور زحمری۔ یہیں وقت میں زور ہے، طار اس کی اضافت کا متعلق کر رہا ہوگا جائز نہ رہا ہے۔ جس کی مثال بعض لوگوں کی قرأت "بسم اللہ" ہے۔ اسی ہے۔

[illegible]

اور جس جگہ وہ خسر فنی میں واقع ہوگا یعنی اُس طرح کہ حرف فنی اس پر مقدم ہو۔ فنی فنی اس سے قبل آئے تو اس حالت میں فنی کی توجیہ خاص کر حضرات کے ساتھ کی جائے گی۔ اور قصہ کل سے بعض افراد کے لئے اثباتِ فعل کا کارہ و سکاہور کر لینی اس کے۔۔۔ میں واقع ہوئی تو وہ ہر ایک فرد کی طرف متوجہ ہوگا۔ علم کے پیر۔ نے اس کو پہنچا کر کیا ہے اور اس کا قاعدہ پر تو رتھائی "وَقَدْ أَتَيْتُمْ خُلُوفَ الْمُنْتَابِ فَسُودَ" اشکال بھی وہاں کرتا ہے کہ اس سے اس شخص کے لئے جو ان دو مضمون میں سے ایک ہی مضمون چکا ہو خدا کی محبت ثابت ہونے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ مگر اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مضمون کی ادالت پر کسی معارض۔ کہ نہ موجود ہو۔ نہ کی حالت میں باہم اختیار کیا جاتا ہے اور یہاں معارض موجود ہے کہ ایک اثر اسے ہر فکر کرنے پر مطلق حرام ہونے کی دلیل دینی جاتی ہے۔

مسئلہ "کُلَّمَا" کی بحث

مگر نکلے۔ سنا کے راجہ متعل ہو جاتا ہے۔ جیسے قولہ تعالیٰ - "فَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَمْ يَفْزُقُوا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُكُمْ وَلَا يَحْزَنُونَ"۔ اور یہ عام اصول یہ ہے کہ مگر کی حالت میں کل سے نہ نکل کر روئے، اپنے مسئلہ کل کے کسی طرح طرف زبانی کا نائب ہو جائے جس طرح کہ کہ معدودہ صراحتیں کا نائب رہتا ہے اور نکلنے سے معنی "نکل" و "نائب" جب جبکہ جس جس وقت کہ ہیں۔ اور ان واسطے اس کا معدودہ یہ طریق یعنی طرف کا نائب ہے کہ تو طرف کہتے ہیں، نکلنا یا نکلنا نکل طرف ہونے کی وجہ سے منسوب ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسی شے کی طرف مصروف ہے جو طرف کی تکمیل مقام ہے اور کل کا نائب اور فعل ہے تو کہ معنی میں جواب الایع ہوا ہے۔ تنہا اور ہمہ موصول کے مالکوں نے ذکر کیا ہے کہ نکلنا نکل کے واسطے آج ہے۔ اور یہ ان کہتا ہے یہ بات صرف لفظاً نہ کی کہوں کی وجہ سے یہاں ہوئی ہے کیونکہ طرفیت سے محض مراد ہوتا ہے اور کل نے اس کی کیا کہہ کر دی ہے۔

نکلا اور کشا : دو اسم ہیں، لفظاً مفرد اور معنی کے لحاظ سے مثنیٰ ہیں

نور ہمیشہ لفظاۓ مدح و ثناءوں میں طرہ پر ایسے نکلے کی طرف مضاف ہوتے ہیں۔ جو ایک ہی لفظ اور معنی پر ہزاروں مخصوص پرواہت کرتا ہے۔
 راسخ کہتا ہے یہ دونوں شئیوں میں وہی خصوصیت رکھتے ہیں جو لفظ علی کو جن میں خاص ہے اللہ پر کہ لڑتا ہے "کَلَّا لَا تَتَّبِعُنِي أَنِّي مَن مِّن دُونِ
 مَن لَّيَّا" ایک دفعہ دونوں۔

کَلَّا کی اصل اور اس کا مقصود

کَلَّا ثعلب کے نزدیک پکاف تھیہ اور لا تہیہ سے مرکب ہے۔ اس کی باہم کوئی کی تعویذ کی دلیل سے نشہ ید کی اور اس میں خواہم کوئی کلمہ بھی مقصود تھا کہ دونوں کلموں کے معنی ہوتے ہیں۔ ثعلب کے علاوہ کسی اور شخص نے اس کو ایسا علم دیا جس سے یہ ہے۔

کَلَّا حرف ر د و م ہے۔ اس قول پر ابن بشار کا اعتراض اور علماء کا اختلاف

سیدہ یکتا جواد اکثر لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ کَلَّا حرف ہے جس کے معنی ر د و م ہیں لیکن ابو زکریا اور ابو حنیفہ نے ثابت کرنا کے لیے ان کے نزدیک اس کے سوا کَلَّا کوئی اور معنی بیان نہیں کیا۔ یہاں تک کہ وہ ہمیشہ اس پر اصرار کرتے رہے ہیں اور اس کے مابعد سے ابتدا کرنا دانتا ہے۔ بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ جس سورۃ میں کَلَّا ہے کَلَّا کا تفسیر سنو جس پر ان کا یہ کہنا کہ جو نے کَلَّا میں اس واسطے کہ کَلَّا میں ہر کلمے کے معنی ہیں اور یہ کَلَّا کا بدلہ آخر کلمے میں ہوا، یہاں سرانجامی اور قرآنی ہر معنی ہوتی تھی۔ ابن جبار کہتا ہے کہ اس بات کے تسلیم کرنے میں ایک کام ہے کہ اس قول میں "کَلَّا" سے "سَمَاءُ بِقَوْمٍ ذُنُوبٍ كَثِيرَةٍ يَنْحَسِرُونَ" اور "كَلَّا" سے "لَبِيبٌ عَلِيمٌ نَذَارٌ كَلَّا" میں اس کا رجحان (تحریر کی سرزنش) کے لئے ہونا معلوم نہیں ہوتا ان کو ان کا ان کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کے معنی ہیں۔ "ہو ہی نزل الاملا" انصوری ای سورۃ شفاء، فہ و بلیغہ، و جہ عز المفعلة بالقرآن (و اس طرح پر ایمان کو ترک کرنے سے باز رکھ کر انسان کی صورت خدا کی مرضی کے مطابق جیسے اس نے چاہی بنائی، نہ بگھے اور قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے کو ان کے لئے اور قرآن کو صبر کرنے سے باز رکھ)۔

یہ امر صرف ثعلب اور خواہ مخواہ کچھ تان کر ایک معنی پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس لئے کہ کَلَّا دو آیتوں میں خدا کی صورت کر کے اور قیامت کی دوبارہ زندگی سے انکار کرنے کی ایک شخص نے بھی خطاب کَلَّا سے کیا نہیں کیا ہے۔ اور تیسری آیت میں قرآن کے ساتھ کَلَّا کرنے کی ممانعت کے معنی ہیں درمست نہ ہو کہ کَلَّا کے ذکر اور کَلَّا کے مابین ایسا واسطہ ہے اور یہ بات بھی قیامت کا طے یہ سورۃ الفتن کی پہلی آیت میں پائی آیتیں قابل ہو کر ہو گئیں اور ہر بعد میں "کَلَّا" کا تفسیر بطلانی کا زہریلی ہوا اس طرح ہر کَلَّا کا کلام میں آیا ہے۔ اور دوسرے جملے دیکھا کہ ر د و م کے معنی ہیں کَلَّا میں، یہی نہیں کہ جسے قرآن میں نے ایک معنی اور بھی بڑھادیا کہ کَلَّا سے پہلے اور اس کے قریب وقف کر کے پھر اس سے بڑھ کر مانجھ ہونا ہے مگر بعد میں ان کے مابین اس دوسرے معنی کی تفسیر کے باہر اختلاف ہو گیا اور ہر شخص الگ الگ دے قائم کرنے لگا۔ کہ کَلَّا کی کیا ہے کہ کَلَّا میں اس پر بطلانی خفہ کے ہو گا اور ابو حاتم اس کو "استفہاح" آغاز کلام میں آنے والا آیت ہے ہیں۔ ابو حاتم کہتا ہے کہ کَلَّا کو صرف استنکاف کہنے میں ابو حاتم کو قیامت کوئی واسطہ ہے اور اس سے قیامت کسی نے اس کے معنی نہیں قرار دیے تھے۔

پھر ایسا جماعت جس میں زبان بھی متاثر ہے اگر دے میں انی قائم کی قیادت ہے۔ ضرر میں اس کو غزل اور اس وقت کے حرف لکھا جاتا اور کہتا ہے کہ اس کے معنی ہیں قول تعالیٰ "کَلَّا وَفَسَحْب" کو کس کیا گیا ہے۔ فرما اور ابن سعد ان سے سرفراہ کے معنی میں بتاتے ہیں اور اس بات کا ہونے نے اپنے نہ کروں بیان کیا ہے۔

کَلَّا کی توجیہات

علامہ یکتا جواد کہتا ہے کہ کَلَّا سننا کے معنی ہیں آج ہے تو وہ اسم ہے اور کَلَّا سنکھڑا نہ ہونا بہتوں سے ساتھ اس کی قیامت کی گئی ہے اور اس کی توجیہات کی گئی ہے کہ کَلَّا بمعنی انما تھک گیا کا مصدر ہے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ اپنے دعویٰ میں تھک گئے۔ "نہا، و امر ذلک تم قطعاً" اور اس سے الگ ہو چکے یا اس کا خلاف کَلَّا بمعنی "کَلَّا" یعنی نکل کر میں ہوا (ماری بنا) ہے اور اس پر کہ سنسلا، کَلَّا بمعنی انہیں نے ہار کر ان کو برداشت کیا۔" اور پھر کسی نے اس کا حرف ر د و م ہوا یا کر کہا ہے۔ جس کو "کَلَّا" کے طور پر توجیہ دی گئی تھی اور یہاں اس کی تردید

تو نے یہ سنا کہ اسے گناہوں میں مبتلا کر دیا گیا ہے کہ وہ اس کے اصل بے توبہ جہنمی دوستوں کے ساتھ ہے۔ اس نے اپنے اصل
 کی طرف راجع ہو گیا۔ اس نے مشامِ بچتا سے پوچھ کر سنے اپنی توجہ کو صرف یہ گوروں کا ہوا کہ ان کے ہمراہی اس کے ہمراہ نہیں رہے۔ اس نے ان کی طرف
 اتفاق سے پہل کی۔ اس کا نام نہ رکھا ہے جو کہ نسبت سے سب سے زیادہ کر دیا گیا ہے اور پھر ۱۵۵۱ء تک کی نسبت سے اصل کر دیا گیا۔

”کہ:“ قرآن میں استعمال کیا گیا

[illegible]

”کنہ“ کی اصل

کسائی سے مروی ہے کہ حکم کی اصل کھانگی بھرہ چنے کے طریقہ پر اس کا الف حذف کر دیا گیا کہ یہ قول زیادہ سہولت سے بیاں کیا ہے اور بھرہ غرضاً یہ کہہ کر اس کی تردید بھی کر دی ہے کہ اگر کسائی کی یہ رائے صحیح ہے تو حکم کی یہ سیم کو مستثنیٰ سے روکا جائے تو یہ تھا حالانکہ کیا کسی سے۔

”سُجّی“ کے یہ معنی

حرف ہے جس کے سامنے ہیں اور قطعی جیسے قول تعالیٰ "مَنْ لَا يَمْلِكُ لَوْلَا فَجَاءَ بِالسَّحَابِ مِنْ ذَاتِ السَّمَاءِ" میں ہے۔ درہم مصدر یہ کہ معنی میں ہے اس طرح قول تعالیٰ "سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ" میں آیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ پر حرف "لَا" آجائے ورنہ اگر وہ حرف تھیں تو اس پر ہر اسم تعلقاً اہل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

”کھف“ کے اٹھماں کے دو طرح کے

[illegible]

مُتَدَعَاۤیِ سَمَیِّیَ "کیف" کا استعمال

دعوتِ نبویہ کی تکلیف کے ساتھ سرفہم ہیں چنانچہ سوال کیا کہ تاہم جس کے بارے میں شیعہ اور غریبیہ کہتا ہے کہ سنیوں نے امت کو نبی کے بارے میں شک کے ساتھ سوال کیا کہ دوست ہیں اور خود کو کفر میں لے آئے، ان مقامات پر فرقہ کیس کے ساتھ اپنی ذات پاک سے غریبی سے بے وقوفانہ طور پر بالاتر آئے، مخاطب سے مخاطب غریب کے لئے ہے کہ کفر و جہالت پر مشرکوں کی غلط فہمی اور شکست بھری اندیشوں سے

لام : لام کی چار قسمیں ہیں :

(۱) چارو (۲) باندو (۳) جازو (۴) مہل جو کہ چوہی میں لپٹا نہیں کرتے۔

امام چارہم ذخیرہ کے ساتھ کھڑا ہوا ہے اور بعض لوگوں کی قرائت الحمد للہ ایسی صریحہ انتہا سے عاریں ہو چکا ہے۔ مضمیر سے ساتھ دہ

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مثال کی آئی ہے وہ علم ہے۔

ذیل استحقاق : اور کسی بھی اور ایک ذات کے دو تین واقع ہوتا ہے۔ مثلاً : آدم علیہ السلام نے اللہ اکبر وہل تسلیفین“
”اللہم صل علیٰ خلیفہ“۔ ولعلہم یسئلون علیٰ خلیفہ ودرہ۔

دوم یعنی اختصار : جیسے اللہ تعالیٰ اور فلاں فلاں کے لئے بجز۔

سوم یعنی ملک (مالک ہوتا) : مثلاً اللہ ملیک السموات وارضی اور یہی۔

چہارم یعنی تعلیل : جیسے ”وانہ انزلہ علیہ السلام“ میں ہے کہ وہ بیعت مال کے نقل ہے دروازہ خالی ہو، انزلہ اللہ تعالیٰ فیہین
ایسا ایک کلمہ قرآن مجید... ”عزہ کی قرأت میں (کر وادام کے ساتھ) مثنیٰ ہو جس کے کہ ہم نے تم کو کوئی کتاب اور کچھ حکمت عطا
کی تھی۔ پھر تم نے ان کو اس کے واسطے اتر دیا کہ جب وہ تمہاری کتابوں کی تصریح کرتے ہوئے آئیں تو تم کو ضرور ان پر ایمان لانا۔
یہ پھر اس آیت میں ”لعلہ“ کہ ”سورہ یہ ہے درام تصریح دے دیا تاکہ قرآن خالی نہ رہے۔“ میں بھی لام تعلیل ہے اور اس کا تعلق
بغضائے کے ساتھ ہے اور ایک قول میں ”یاسے کہ گناہ گناں کا تعلق اس سے کہ قرآن حسنہم کعظیم، مائیکون کے ساتھ ہے۔ (یوں کہ
”مصلحتہ تشبیب“ کا خوب دلائل قرآنی ہیں، اور اس قول کی تفسیر میں طرف پر کی گئی ہے کہ سورہ اسے انیس اور تریس آئی بن کعبہ“ صحف
میں درج ایک ہی صورت ہیں۔

چہم یعنی موافقت : جیسا کہ ایل کی مثالوں میں ہے۔ ”بلا رمان، وحی تھا“ ”کل یحییٰ لاجل شہم“ اور

ششم علی کی موافقت کے لئے : جس طرح تو نے تعالیٰ و بحرؤن بعد اللہ، دنا العظیمہ وندہ النخیز، وندہ اللہ، لہا اور اللہ
اللہ میں ہے کہ یہاں پر لام یعنی حق کے قیام پر قرآن ماضی کا ہے۔ اور

اعتراف کی موافقت کے لئے : قول حق ”ووضع الخواص امس“ ”لیم یقنعہ“ ”لانیبکما الیہا الیہا“ اور ”لانیبکما قدس
بہی“ میں نام موافقت کی لئے آیا ہے اور یہاں کہ اس مثالوں میں لام تعلیل کے لئے بھی دنا، یعنی حق کے قیام پر قرآن ماضی میں نے
ایک مرتبہ کی زعمی کے لئے کوئی اور پہلے سے تیار کر لیا ہوتا۔

ہشتم یعنی تعینی میں : جس طرح پھر قرآن قرأت ”انما یبایعنا الیہا الیہا“ ”فہ (یعنی غناہم وندہ جب ان کے پاس آیا)۔

نہم یعنی سند : جیسا کہ قول تعالیٰ ”ہم علیہ الذکر الیہ الشہ“ میں آیا ہے (بعد میں انفس زنی آفتاب کے بعد کہ

وہم عز کی موافقت کے لئے : مثلاً قول تعالیٰ ”ولا قدس کعز الیہ الشہ“ ”انما یبایعنا الیہا الیہا“ ”فہ (یعنی غناہم وندہ جب ان کے پاس آیا)۔
حق اور ان کے سندوں کی نسبت اور مسلمانوں کے حق میں کہا ہے کہ انہوں نے اپنے انفس کا غلبہ مسلمانوں کو بنایا جو ہر نہ ماستنونا
کی ایک خاصہ ہے نہ کہ جاتا۔

یازدہم یعنی کے لئے : اور یہ پہلی قسم کی اس کے ساتھ اس پر جو جہاں کرتے ہو کہ اس اسم کے حق میں ہو مثال ”انوں مجھ کو ان کہ

وہاں وہم پر اسے صبر و استقامت اور ان کو لام طاقت میں کہتے ہیں جیسے قول تعالیٰ ”فانصطہ“ ”فرعون یحذون ہم غنوا وغنوا“۔

دس یہ بات (مثلاً اس پر دعویٰ کا نام نہ ہو) فرعون نے حق میں دشمنی اور باعث تکلیف بن جائے (یعنی فرعون کے گرد والوں سے)
اس پر دعویٰ کے لئے اٹھا لے گا انجام موت کہ اس کی علت یہ ہے کہ وہ اسے کال لینے کی علت ہو کہ اسے چھیننے کے لئے کہ وہ اس کے گرد والوں سے
اس مقام پر ہم کہتے ہیں کہ وہ اس کا دعویٰ کرتے ہوئے کہ ہے۔ یہاں ہم را تعلیل کے وقت ہے کہ کہ اس پر (یعنی اس کا دعویٰ ہے)
اسے دعویٰ کے لئے ہی کے لئے ہے۔ وہ وہم میں تو وہ ان کی فرعون کی یہ فرعون بھی کہ وقت وہ فرعون ہے۔ اس واسطے میں یہ جہاں اس
جہاں وہ (دعویٰ کے لئے) کہ فرعون کی جہاں پر قائم رہا۔

[illegible]

پس تہجد اقول اوشیت لا ادرست الی ہوت پروردگار ہے کہ اسے کا احترام ہو اس کے سبب سے اگر اس کا بھی احترام ہو تو اس پر ہر کسی کیوں پر جو اس کا احترام نہ کرے اس کی وجہ سے اس کی قوت پر اعتراض کیا کرے ہے مثلاً قوت قناری و سوا اس معنی انداز میں سرس شہرہ و اولیہ و اسرار بقدر من اشد و سببہ العلم فاعلمت کلمات اللہ اور "واللہ اعلم بالصواب" کہوں میں سے کوئی آیت میں عدم غلام (پیشانی و سببہ العلم) سے توجہ نہ کرے کہ کوئی نہائی نے بالکل جان رہے ہر شے پر پھر بعد میں لڑنا نہ اسے اس کے تحت زیادہ بھانسنے و قوتی چارہم جو انہوں تک کا قوت سے اس کے ایہ طرف سے جو کہ اپنا پالی درمستل کچھ کا قیام چاہتا ہے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی کوئی لا متعل امری نہ کہ وہ خود ہم پر تیز ہو کر اور عرب کی یہ افتاد اور اکثر جہلی قناری سے کوئی تعرض نہ کرے مثلاً کہ وہ بد و سرور و کمال میں زیادہ سے قیام پر شہمی ہونے کا کھلم کھایا کہ وہ اور اس کی یہ بھی غلطی کیا ہے کہ وہ اپنے دوست کے لئے غم کے کسی قیام سے غارت ہونے کا گور نہ کرے کہ وہ بہت غمی یہ قیام نہیں کرنا کہ وہ غمزدگی سے کوئی ایسا قیام نہ کرے جو اس کو بھگنے کے قیام سے نہ ہو کہ ہے انہیں بھی اس نے کوئی ایسا قیام نہیں کیا کہ اس میں غمزدگی سے کہ بہت بھی نہیں غمزدگی سے نہ ۔

تادمہ : قرآن شریف میں ”لو“ کے استعمال کی تین خصوصیات

فریق بنی حاتمہ کے شو کہ کے طریق پر ان میں جو فرق ہے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ اس میں تشریف میں جس جگہ پر ہم کو آیہ بنائے کے معنی ہیں کہ یہ بات بھی نہ ہوگی۔ (۲) جس کو ذکر کیا یہ بات عقل کے ساتھ خاص ہوتا ہے ہر حق تعالیٰ غفلت نہ تہہ نہ غفلت میں نہ جہ نہ غفلت میں نہ باتو کیا وہ اولاد و ہمد ہے نہ جہش کی کہتا ہے جس وقت شو کہ ہر حق واقع ہو تو واجب ہے کہ ان کی غیر عقل ہوتا ہے کہ وہ عقل نہ دے کا معاوضہ نہ سکے اور ان صاحب نے ان کی غیر قرآن بھی کرادی ہے کہ انہیں کریم و جواد و ناموس میں انہوں نے اس کے ذکر پر اس کے ذکر کے بعد آیا ہے نہ کسی کی غیر عقل نہیں واقع ہوا ان صاحب کہتے ہیں یہ بات عقل اس وقت پائی جاتی ہے جب کہ ان کی غیر عقل شش جون کہ جو ہر اور ان صاحب نے اس قول کی تہہ دی ہیں مودی ہے کہ شاعرانہ قول

لو كنت بمياميرك الفصح
أدركه صلا نخب الرياح

فانی گریہ کہ کھادو کا کھانا میں نے کئی خیرباد جو عشق ہونے کے فعل میں ہے۔ ان میں سے سب سے پہلا ہے کہ میں نے تو اس میں ایک آیت کو بھی پال لیا ہے جس میں ان کی خیر باتوں کا ذکر ہے اور دشمنی کے اس کی طرف غریبوں کی شہادتیں و عبادت لکھی ہیں۔ یہ خیر باد دیکھا، ان میں صاحب کو اس کو پہنچا دیا اور میرا کس بات سے منع نہ کرے چنانچہ مالک کو بھی یہ آیت پہنچا دی اور اس نے شعر و سدا و دل میں پیش کرنے کی ضرورت نہیں دیکھی۔ دوسری آیت تو اللہ تعالیٰ "تسویقہ المسلمین" افقوں میں لا غریب ہے۔ اور ایک آیت میں نے لکھی بھی بالی میں اس کی کئی طرف دانی ہے۔ یہ صاحب نے پال لیا تھا۔ "تسویقہ المسلمین" عمر بھر ہی کے کتاب پر ہر ماں میں اور انہی میں سے اس قول کی توجہ دیوں کہ یہ ہے کہ یہ آیت پال کر کسی کے لئے پائے ہر ماں پر اس کو بارے میں لکھو۔ یہ ہے جو افق کا کہ دور تیار ہے چھاس سے بھی نہ کہ یہ اس پر

یہ ہے کہ دختر کی بات جو بات میری اس سے پہلے کہ چکا تھا۔ چکا تھا یہ استدراک ہو کر اس کے ساتھ اندر تک پہنچا ہے۔
 وہی انسان اللہ کی خیر القایات میں سے ہے۔ نہ اس کے متعلق اس کے عقیدہ (جائے انسان) کو غیر مرتفع میں جو ہے
 یعنی اس نے اسے اور اس کے اخلاق (معمنی اوقات) نے اسے اب میں نے کہا ہے۔ یہ الی کہتا ہے کہ لو کہ وہاں علم لا کر حرمہ کہہ سکتے، ہو کر
 شوہر ان بعد۔ جدا لا حرمہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس جگہ تم نے کوئی مہیا نہیں رہیں۔ نہیں کا ہے۔ جو اس بات (مطلب) فعل کا جو مقام
 ہو سکتے جو میری آکا کلام ہے اور وہ اندر کریم فرماتا ہے: "وَأَن لَّيْسَ لَكَ خِيَارٌ أَنْ تُؤَدِّيَ الْاِقْرَبَ بَلْ لَكَ الْقَرِيبُ بِالْاِقْرَبِ"۔ اس بات میں یہاں پر وہی تعالیٰ نے
 ان کی خیر صفت کو قرار دیا ہے۔ کہ کوئی لوگوں اور اس جگہ یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ یہ اس کے معنی میں آیا ہے۔ اس کے معنی میں کہہ سکتے۔ کا کا نام مقام
 کیا ہے۔ یعنی اس طرح کہ یہ لفظ "لَوْ" کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ لفظ تعالیٰ نے "لَوْ" کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ لہذا جواب پہلے فعل مضارع ہے جو اس کی لفظ
 لفظ کے ساتھ آئی ہے۔ اس بات کو فعل، یعنی لفظ "لَوْ" کے ساتھ اس کا جواب ہے اسے اور فعل باقی صفت کو اس کے جواب میں لایا گیا (بشرط
 اس طرح کہ اس پر اس میں ہوتا ہے جیسے تو تعالیٰ "لَوْ" کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے بعد یہ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔
 "لَوْ" کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔
 (۳) دختر کی بات ہے کہ "لَوْ" کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔
 یہ ہے کہ پہلے فعل میں صرف دو الفاظ کو باہم لیا ہے۔ یہ اور ایک فعل کو جس کے معنی دوسرے فعل سے متعلق قرار دیا ہے۔ اور اس کے معنی
 دوسرے معنی سے مترشح کرنا۔ مطلب یہ کہ جو کماؤتین پر زمانہ دوسرے جملہ میں اس فعل کے ساتھ دوسرے فعل کے ساتھ دوسرے فعل کے ساتھ دوسرے فعل کے ساتھ
 معنی بھی مثال اور مترشح ہیں۔ اور یہ کہ ایک اور شے کی لفظ کے ساتھ لیا جاتا ہے کہ جس کا نام لیا گیا ہے اسے اس کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ لیا گیا ہے۔
 معنی یہ ہے کہ اس کا نام لیا گیا ہے اس کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ لیا گیا ہے۔
 تو تعالیٰ "لَوْ" کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔
 بات سے کہ اس کا نام لیا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ لیا گیا ہے۔
 اس معنی میں کہ "لَوْ" کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔
 اس معنی میں کہ "لَوْ" کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔

تنبیہ : زمانہ مستقبل (آئندہ) میں تو شرط یہ بھی آیا کرتا ہے

یہ یہ وہی ہے کہ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔
 لو مصدر بھی ہوتا ہے یا اس طرح کا "لَوْ" ہے جس کی جگہ پر "لَوْ" کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔
 کرتا ہے مثلاً تو تعالیٰ "لَوْ" کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔
 (عمرانی) اور انشاء اللہ یہ "لَوْ" کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔
 ہوا تو تعالیٰ "لَوْ" کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔
 جس کی مثال تو تعالیٰ "لَوْ" کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔

نوٹ : یہ بھی لکھی ہو جو پراگتا ہے

یہ کہ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔
 ہوتا ہے کہ وہی مثال تو تعالیٰ "لَوْ" کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔
 "لَوْ" کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔
 یہ جیسے تو تعالیٰ "لَوْ" کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔ اس کے ساتھ لفظ "قَرِيبًا" لیا۔

[illegible]

۳۔ یہ کہ عقلم کے لئے آئے اس بات کا اگر وہی نے کیا تو اور میں کی شان میں ہے قول تعالیٰ "لَا تَعْلَمُ سِرَّهُ" "نورِ انوار علیہ السلام" غایب ہے کہ غزلہ اس وقتوں میں بھی غزلہ کے آیا ہے۔

[illegible]

فائدہ : فقہیل سے منقول ہے کہ اس نے قرآن شریف میں جو قول حق لایا، وہ سب جنت کے کوری تمام عقائد پر
جہنم پہ لایا ہے۔ وہ خدا کے سزا میں ہے اور انکس کے اس بیان میں جو مذکورہ فوق بیت کے لحاظ سے کام لیا جاسکتا ہے، پھر ان کے علاوہ
اسی طرح جو قول حقانی "فوق کائنات" تھا تو وہاں رتبہ اور نوا ائمہ میں ہے اور اس کا جواب مذکور ہے۔ یعنی "لہذا یہاں تاثر لکھنا" (جسے شک و
سب سے اہم السلام پر) کل ہو جاتا ہے۔ جس طرح بعض شہوت ہوئے اور ان کے خیال "انما لا یسئلہ عنہ غیبہ" اور قول حقانی
"وہاں رتبہ علی فقہ" یعنی لایا ہے (وہاں) وہاں کر رہی ہو جو وہ

[illegible]

میرزا غلام لاہوری کے یہ کلام اللہ تعالیٰ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" اور "مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ" کے ساتھ صرف غرضمندی سے لکھا ہے۔

ٹیٹ : حرف جہاں کلمہ اور خبر کو ملے رہتا ہے اور اس کے معنی میں لٹھی۔ اور توفیق ہے کہ ایک تاکہ کسی کام کو خود نہایت۔

تیسری: عقل پر دہرے ہو کر یا دلی سے بہت لوگوں نے اس کے خلاف ہڑتاد کوئی کیا ہے اور اس کے حق میں دماغ میں مضبوط جھلکی کی گمانور غیر زمانہ حال کی فکری نہ تھے، تو کچھ کتابیں دوزخ سے دماغ کے سوا دوسرے ناموں کی بھی یکساں گرا رہے۔ ان صاحب نے سقراط کو زعمانی "انسان پر یہ تسلیم نہیں مستعد نہ تھے" سے استدلال کرتے اور اسی وقت چھٹی کی بے یوکر نہ آتے تھے۔ تیسری کے ساتھ متفعل کی بھی نہ تھی ہے بلکہ ایک گہرا سادہ نفسی عالم اور مستغرق عالمی دماغی کے لئے کتاب جس سے جس کی بھی مراد ہو کرتی ہے جس طرح اس پر کے لئے عقلی مضامین اور ان سے ہرگز تیسری کی اس خصوصیت کو جو یہ گمانور کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی مثال قرآن عظیم ہے۔

”وہ کوئی معوضہ نہیں“، ”وہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے (اور یہ بات کہ) اسے منگوا کر لے کر دے، یہ اللہ کا فضل ہے، نہ اس کا عوض۔“ (۱) اس سے پہلے کی مثالوں میں (معوضہ) یعنی ایسا ایسا اور اشتراک کے کسی طرح کے پائے جاتے ہیں کیونکہ وہ کوئی کم و بہت سے مراد ہے۔ وہ مکان و زمان کی قید سے لبرکرتی ہو سکتا ہے جس کے بغیر اشتراک ممکن نہیں۔ قرآن کا یہ وہ یہاں جاتا ہے تو یہاں پر اشتراک اور اشتراک سے بڑا (علم) معنویت اور مفاد مراد ہے۔ واضح ہے کہ اس اشتراک کی طرف سے مضامین ہوتا ہے وہ مخصوص ہوتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا فقرہ میں ہے۔

”میں“ حرف جر اور بہت سے معنوں کے لئے آتا ہے

- ۱۔ سب سے زیادہ مشہور معنی ابتداء و غیرت کے ہیں خواہ مکان کے لحاظ سے ہو یا زمانہ کے اعتبار سے۔ مثلاً ”میں نے اللہ کو شکر ادا کیا۔“
- ۲۔ ”میں“ میں ہونے کی جگہ پر لفظ بعض کو بابتلفظ لگائیں۔ مثلاً ”میں نے اللہ کو شکر ادا کیا۔“ اور اس کی قیادت میں معوضہ دینے کے معنی میں لگائی جاتی ہے۔
- ۳۔ ”میں“ میں ہونے کی جگہ پر لفظ بعض کو بابتلفظ لگائیں۔ مثلاً ”میں نے اللہ کو شکر ادا کیا۔“ اور اس کی قیادت میں معوضہ دینے کے معنی میں لگائی جاتی ہے۔
- ۴۔ ”میں“ میں ہونے کی جگہ پر لفظ بعض کو بابتلفظ لگائیں۔ مثلاً ”میں نے اللہ کو شکر ادا کیا۔“ اور اس کی قیادت میں معوضہ دینے کے معنی میں لگائی جاتی ہے۔
- ۵۔ ”میں“ میں ہونے کی جگہ پر لفظ بعض کو بابتلفظ لگائیں۔ مثلاً ”میں نے اللہ کو شکر ادا کیا۔“ اور اس کی قیادت میں معوضہ دینے کے معنی میں لگائی جاتی ہے۔
- ۶۔ ”میں“ میں ہونے کی جگہ پر لفظ بعض کو بابتلفظ لگائیں۔ مثلاً ”میں نے اللہ کو شکر ادا کیا۔“ اور اس کی قیادت میں معوضہ دینے کے معنی میں لگائی جاتی ہے۔
- ۷۔ ”میں“ میں ہونے کی جگہ پر لفظ بعض کو بابتلفظ لگائیں۔ مثلاً ”میں نے اللہ کو شکر ادا کیا۔“ اور اس کی قیادت میں معوضہ دینے کے معنی میں لگائی جاتی ہے۔
- ۸۔ ”میں“ میں ہونے کی جگہ پر لفظ بعض کو بابتلفظ لگائیں۔ مثلاً ”میں نے اللہ کو شکر ادا کیا۔“ اور اس کی قیادت میں معوضہ دینے کے معنی میں لگائی جاتی ہے۔
- ۹۔ ”میں“ میں ہونے کی جگہ پر لفظ بعض کو بابتلفظ لگائیں۔ مثلاً ”میں نے اللہ کو شکر ادا کیا۔“ اور اس کی قیادت میں معوضہ دینے کے معنی میں لگائی جاتی ہے۔
- ۱۰۔ ”میں“ میں ہونے کی جگہ پر لفظ بعض کو بابتلفظ لگائیں۔ مثلاً ”میں نے اللہ کو شکر ادا کیا۔“ اور اس کی قیادت میں معوضہ دینے کے معنی میں لگائی جاتی ہے۔
- (۱۱) ”میں“ میں ہونے کی جگہ پر لفظ بعض کو بابتلفظ لگائیں۔ مثلاً ”میں نے اللہ کو شکر ادا کیا۔“ اور اس کی قیادت میں معوضہ دینے کے معنی میں لگائی جاتی ہے۔
- (۱۲) ”میں“ میں ہونے کی جگہ پر لفظ بعض کو بابتلفظ لگائیں۔ مثلاً ”میں نے اللہ کو شکر ادا کیا۔“ اور اس کی قیادت میں معوضہ دینے کے معنی میں لگائی جاتی ہے۔
- (۱۳) ”میں“ میں ہونے کی جگہ پر لفظ بعض کو بابتلفظ لگائیں۔ مثلاً ”میں نے اللہ کو شکر ادا کیا۔“ اور اس کی قیادت میں معوضہ دینے کے معنی میں لگائی جاتی ہے۔
- (۱۴) ”میں“ میں ہونے کی جگہ پر لفظ بعض کو بابتلفظ لگائیں۔ مثلاً ”میں نے اللہ کو شکر ادا کیا۔“ اور اس کی قیادت میں معوضہ دینے کے معنی میں لگائی جاتی ہے۔

”یا“ خدا کے لئے آتا ہے، تاکہ کافرانہ دینا ہے

نمائے بعد کا حرف ہے (اور کے آدھی کو پکارنے کے واسطے)؛ وہ خدا و شہادتاً ہو یا حکماً اور حروفِ نمائش سے کثرت استعمال کی حرف کے حصہ میں چلی ہے بلکہ اذنب کرنے کے وقت اس کے ساتھ کوئی اور حرف نہ ہو مگر دیکھیں کیا جاتا۔ مثلاً زب فہ غیر فی۔ بعد یوسف انحرض لہرام اللہ تعالیٰ اور کھڑا کی کد صرف ہی یا کے ساتھ کی جاتی ہے۔ زحری کہتا ہے یہ تاکہ کافرانہ دینا ہے۔ یعنی اس بات کو اشارہ کرتا ہے کہ وہ خطاب اس کے بعد آیا ہے وہ نہایت کاملی لحاظ ہے اور اس کا ورد و جمید کے واسطے بھی ہوا کرتا ہے اسی حالت میں یہ فعل اور حرف پر بھی داخل ہوتا ہے مثلاً لَا یَسْتَحْذَرُ مَا لَبِثَ فَرِحْتُ بِفُلَانٍ۔

تنبیہ : ان حروف کی بحث میں اختصار برتنے کی وجہ

جو حروف قرآن میں واقع ہیں اب میں منید اور مقرر طریقہ پر ان کی شرح بیان کر چکا۔ میرے اس بیان سے ان کا قصود حاصل ہو سکتا ہے زیادہ (تفصیل) سے اس واسطے پر بیہوش کیا کہ اس کا موقع فی مرتبہ (زبانِ عالی) اور علمِ نحو کی کتاب میں اور اس کتاب کی تمام انواع میں محض قواعد اور اصول کے بیان کر دینے سے غرض رکھی گئی ہے۔ نہ یہ کہ جملہ قواعد اور جزئیات کی تفصیل و تفسیر جو جس میں ہے وہ طوائف ہو جاتی ہے۔

اكتالیسویں نوع (۴۱)

اعراب قرآن

اس موضوع پر کتابوں کے نام

علماء کی ایک جماعت نے اس عنوان پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں مثلاً علی: اس کی کتاب غامض کر مشکلات قرآن پر لکھی گئی ہیں۔ لوقی: اس کی کتاب بنیہ دیگر تفسیر کے اپنے موضوع کے بارے میں بہت واضح ہے۔ جوبیتا، العکری کی تالیف نے شہرت خوب پائی۔ الحسن کی کتاب آپ اپنی شکل ہے اور اس بارے میں سب تصنیفوں سے بڑی مہارت کی میں غول بھرتی اور طوالت سے کام لیا گیا ہے لیکن سناقی نے اسے علامہ کر کے زائد سے پاک بنا دیا ہے۔ اور ابی حیان کی تفسیر بھی اعراب قرآن کے بیان سے ہے۔

اس نوع کی اہمیت اور فوائد

اس نوع کا ناکہ معنی کی شناخت سے ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ عراب ہی معانی کو تہیز دیا ہے اور کلام کرنے والوں کے غرض سے آکاہ ہے۔ ابوعبید نے اپنی تفسیر غامض میں عربی خطاب سے روایت کی ہے کہ غول نے کہا تم لوگ جس طرح قرآن کو سمجھتے ہو اسی طرح مجھ پر غرض اور میں کو بھی سمجھو (میں لب و لہجہ اور صحت تلفظ اور بکلی زبان حق سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے حسن سے کہا: "ابا۔ مید کیا ایک شخص عربی زبان معانی کی تعلیم اس لئے حاصل کرتا ہے کہ اس کے ذریعے اس لب و لہجہ خوشنما بنائے اور قرأت کر کے گور مت کر سکے؟" حسن نے جواب دیا: "ابا میں ہنسی"۔ یہ جس کو ضرور تصور کرنا ایک شخص کی آیت کو پڑھتا ہوں کی وجہ کے معلوم ہونے سے عاجز ہو جا جا اور اس کے بارے میں غلط پڑھ جانے کے باعث الجھات میں مبتلا ہوتا ہے۔

وہ امور جن کو اعراب دیتے وقت ملحوظ رکھنا چاہئے

جو شخص کتاب اللہ کا مطالعہ کرتا اور اس کے سرور کو معلوم کرنا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ ہر لفظ کے صنف اور اس کے محل پر بھی غور کرے یعنی دیکھے کہ مبتدا ہے یا خبر، نازل ہے یا مفعول اور سببی کلام (کلام کے ابتدائی حصوں) میں سے ہے (وہ کسی رابطہ کلام کا) جواب مادی یا طرح کی دوسری باتوں کو معلوم کرنے کی سعی کرے اور اپنے مخصوص پر چند امور کی رعایت واجب ہے جو حسب ذیل ہیں:

قول: "اس پر پہلا فرض ہے کہ اعراب سے پہلے جس لکھ کو وہ مغرب یا نہ کر قرار دے کہ اعراب دینے والا نہ کرنا ہے اس کے معنی سمجھ لئے جائیں، کیونکہ عراب معنی کی شناخت سے ہوا اس واسطے مورتوں کے فوائد (شرع کے لحاظ) پر کوئی اعراب نہیں۔ کیونکہ فن کے معنی معلوم نہیں ہو سکتے اور بیان کر چکے ہیں کہ دایسے کتاب الفاظ ہیں جن کے معانی صرف خداوند تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ علماء نے قول تبارکی "وَأَن تَكُونَ زَكِيًّا" کی تفسیر کی ہے۔ "تکسب دینے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ نصب اس لفظ کے مراد پر موقوف ہے۔ لہذا اگر کلام بیت کا کام ہو تو وہ حال واقع ہوا ہے اور نیز وٹ کی خبر ہے اصفت ارکان نامہ ہے یا کلن نامہ۔ ہے اور اختلاف اس کی خبر ہے اور یا یہ ہو کہ اختلاف بیت کا کام نہ ہو بلکہ رش (واریت لوگوں) کا کام قرار پائے تو اس حالت میں وہ کسی اضافہ کی خبر پر رش کا کام ہوگا جسکی ذات اختلاف اس کی حامل عبارت وہی ہوگی۔ ذات اضافہ مقدمہ کے اضافہ پر کو متصوب بزرع ناقص کر دیا۔ اور یہ بھی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے حال یا خبر واقع ہوگا اور یا لفظ اختلاف قرابت کا کام ہوگا اور اس حالت میں وہ فعل نیز وٹ کے جب سے مشمول واقع ہوتا ہے تو قول تبارکی "تَكُونَ زَكِيًّا" میں اگر اضافی سے

دہم : یہ کہ کوئی اعراب بغیر کسی معنی (چاہے والے امر) کے اصل یا ظاہر کے خلاف نہ روایت کرے : اور یہی وجہ ہے کہ کسی نے قول شامی "وَلَا تُنْفِقُوا مِمَّا جَاءَكُمْ بِالْغِبَةِ" کے بدلے میں یہ کہتے ہوئے سخت غلطی کی ہے کہ اس میں تکلیف کا کاف ایک مفصل مطلق (مضوف) کی صفت واقع ہے یعنی خبر عبادت بطلان کا بطلان لفظی اور محکم ہے۔ یہ کہ وہ کاف علامت کا اصل واقع ہو ہے۔ یعنی اس سے متعلق ہیں تو ہم کہیں غصہ کا بدلہ ہیں کہ یہ صفتوں کو باطل نہ کرو) لہذا اس قریب میں کوئی حذف نہیں پایا۔

یازدہم : یہ کہ اصلی اور مذکورہ حرف کی خوب کر پڑ کرے : مثلاً "وَلَا تُنْفِقُوا مِمَّا جَاءَكُمْ بِالْغِبَةِ" میں غلطی ہوئی ہے، غلطی ہوئی ہے ج۔ میں غلطی ہوئی ہے دہم دل میں نہ سکتا ہے کہ تنفق کا دافع کی خبر ہے اور اس حالت میں فون کا ثابت نہ ہو مشکل نظر آنے لگا ہے۔ حالانکہ بات کچھ دہے یعنی یہ کہ نہ ہو مگر ہے اس واسطے اصلی ہے اور فون غیر مفعول کا ہے جس کے ساتھ حرف کر لیں اس کو اور اس کا وزن مختلف ہے بخلاف "وَلَا تُنْفِقُوا" کے جس میں دائرہ میں ہے اور اصلی کا حرف نہیں۔

دوازدہم : اس بات سے پرہیز کیا جائے کہ کتاب اللہ میں لفظ زائد کا اضافی کرے : کیونکہ انہوں نے لفظ سے بھی یہ سمجھ لیا ہے کہ اس کے کوئی معنی ہی نہیں حالانکہ کتاب اللہ اس بات سے منزه ہے کہ اس میں کوئی بھی اضافی لفظ آئے کسی واسطے بعض لوگ قرآن شریف میں کسی حرف کو زائد جانے سے بے خبر ہیں کہ اس حرف کے معنی کیا ہیں نہ کہ اس حرف کی جملہ تا کیہ ملامت اور منہم کے ساتھ ہے۔

اس میں غلطی ہے کہ اس بات کے جائز ہونے میں مخالفت کیا گیا ہے کہ قرآن شریف میں لفظ زائد کا اضافی کرنا جائز نہیں۔ اکثر لوگ تو اس بات کو مانتے ہیں کہ یہ کہ جائز ہے اور یہ اس لحاظ سے ہے کہ قرآن شریف کا نزول نبی عرب ہی کی زبان میں ہوا اور ان کے معنی داور ہل چال کے مطابق ہوا لہذا چونکہ عربی کلام میں حرف کی زبانی حذف کے متبادہ میں مسلم ہے۔ اس لئے جس طرح وہ حذف کو اختیار اور محذوف کے خیال سے دوار کئے ہیں وہی عربی زبان کی اور قویہ کی فرض سے اجاڑتے ہیں اور بعض لوگ زبان کے ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جن الفاظ کو زائد ہونے پر قول کیا گیا ہے وہ بھی کچھ خاص معنوں اور فوائد کے لئے آئے ہیں اس واسطے ان پر زائد ہونے کا اطلاق نہ کیا جائے گا۔ اس میں غلطی ہے کہ قول یہ ہے کہ اگر حرف کی زبانی سے کسی ایسے سن کا ثبوت مقصود ہے جس کی کوئی حادیت نہیں تو یہ زبانی اصل ہے۔ کیونکہ وہ محض (فعلی) ہوتی ہے اور اس مقدمہ کے اعتبار سے یہ بات متعین ہوتی ہے کہ اس کو اس زبانی کی حادیت ضرور ہے مگر اب دیکھا یہ ہے کہ جن چیزوں کی حادیت مختلف اور مقصودوں کے لئے لگا ہے کم بیش ہو کر رہتی ہے اس سے وہ لفظ جس کو ان لوگوں نے زائد شمار کیا ہے اس کی حاجت حتیٰ پر نہیں ہو سکتی جس قدر کہ اس لفظ کی حاجت ہے جس پر زبانی کی گئی ہے۔

اور میں یہاں کہ نہیں سکے۔ دوازدہم اور غیرہ دونوں لفظوں کے انکسار ہونے کی ضرورت سے ادا ان کے انشہ فصاحت اور بلاغت کے متعلق یہ نظر کرنا شرط ہے۔ ورنہ اگر ترک کر دیا جائے تو بغیر اس سے مگر چکام اصل معنی مقصود کا قاعدہ ہے کچھ جام و اتر اور بلاغت کی روشنی سے بلا شہدہ ہی ہوگا اور اس کی بات پر ادھم جس طرح بیان کا مایہ فصیح لوگوں کا پڑھنے اور ان کے واقع استعمال سے واقف ہوا ان کی لفظی بندشوں کی شیریں کا زائد تیرہ معنی استعمال ہوا سکتا ہے ورنہ شک مغربی کا اس سے کہ سرکار۔ بول کسی شاعر۔

"چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

نتیجہ :

جب معنی اور اعراب میں کشمکش ہو جائے تو کیا کیا جائے

(۱) کبھی ایک ہی معنی میں معنی اور اعراب دونوں کی عکس پڑ جاتی ہے یوں کہ کلام میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ معنی تو ایک امر کی طرف جاتے ہوں اور اعراب دوسرے امر کا ہوں۔ ایسی حالت میں جس امر سے تشبہ کیا جائے گا وہ معنی کی محبت اور اعراب کی کوئی مناسب

[illegible]

معنی اور اعراب کی تفسیر

(۲) کبھی سفرین کے کام میں؟ تاکہ اسے کس معنی کی تفسیر ہے اور عوام کی تفسیر یہ اور ان دونوں باتوں کے مابین جو فرق ہے آیت بھگتا جائے کہ احزاب کے بارے میں تواتر اور صاف گوئی کا لازمہ ضروری ہے اور تفسیر معنی کے بارے میں تو ہمہ گویا حالت تکوین میں نہیں رہی۔

بعض وہ روایات جن میں کاتبین قرآن کی غلطیاں بتائی گئی ہیں اور ان کے جوابات

[illegible]

دراویڈیوں نے کہا: "عدا کا یہ دشمن بدرواں میں مونی۔" خبری الریڑ میں دھڑ بٹھ مکر رہ کر کہہ کر رہے کہ: "میں وقت مصافحہ لکھے جانے کے بعد حضرت مکان میں کے سامنے پیش ہوئے تو میں انکو لفظاً قلماً پائے گئے۔ حضرت مکان بڑھنے کہ: "کو تو بدلو کیونکر عرب (کے لوگ) کو خورد و پیش بدلائیں گے؟ (یعنی کچا کر لیں گے)۔" یا انہوں نے کہا: "سندھ بھلا سنبھلا۔" (دراویڈیوں نے انور سے ان کا اعتراف (صحیح) کر لیا ہے کاش اگر لکھے والا قیود ضعیف کا اور زبان جانتے والا قیود مذہل کا محض جہ تو اس (صحیفہ) میں یہ قیود (خلل) نہ پاتے۔"

مصروف عثمانی کی صحت پر ابن الانباری کا مدلل بیان

اس روایت کو کہیں والا تبارکی نے دینی کتاب حمد علیٰ من سوانح مصحف حکیم علیہ اور ابن اثیر نے کتاب المصاحف میں لکھا ہوا کیا ہے۔ پھر جو کچھ باری نے اسی طرح کیا، وہی ہے عبداللہ بن عمر کے طریق۔ یہ سارہ ابن اثیر نے فکاحی و روایت علی بن عمر کے طریق سے بیان کی ہے۔ اسی طرح کے طریق پر سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ وہ فہم بن جبیر سے روایت کرتے تھے کہ یہ اگھے لوگوں کی غلطی ہے۔ اور یہ خبر جو قس بن سعد نے بیان کی ہے وہ اس کی غلطی سے ہے۔

نول: صحابہؓ کی نسبت کثرتِ فیما یراجا اسکا ہے کہ وہ اہلِ حج کے رفیع: اگر نام لکھو میں غلطی کریں گے چچا عکرم قرآن شریف میں۔

۱۰۴۸۔ ابن کی بابت یہ گمان کس طرح لیا جائے قرآن شریف جس گواہیوں نے نبی ﷺ سے اس کے نزول کے سلسلہ کی تائید کی ہے اور اس کے بارے میں کھلم کھلا ہے کہ ایک شوشہ و کوشش نہ ہو بلکہ نبی ﷺ کی ساری مخلوق نے اسے سچا و سچا تسلیم کیا، پھر اس کو کتب و نسخہ و روایات میں مندرج کیا، اس میں مان سے قاطعہ کی قطعی واقع ہو، بالکل عین حقائق و حقائق ہے۔

سورہ ۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ سب کے سب پڑھنے اور سمجھنے میں کسی لغزش کی پروا قائم اور متحرک ہے۔

چهارم : یہ امر صحیح نہیں آج کہ انھیں اس کا پتہ کیوں نہ تھا اور کیوں نہ دوسرے پڑھنے والے اور مزید بریں مکانِ مقدس کی بابت یا مکانِ مجسمے کی بات کی کہ انہوں نے آج کو جو کس طرح غلطی کو درست کرنے سے منع کر دیا اور وہ بریں یا مبرا ہو گی مشکل میں نہیں آتا کیونکہ غرضی غلطی کے انعقاد پر قرأت کا مقصد بطلان ہے حالانکہ قرآنِ مطہر سے لے کر خلف تک الطہور و اترا کے سرور ہوئے آ رہے۔ غرض کہ یہ بات قصہ شرع اور عادت ۔ برائیتِ حدیث سے کمال نظر آتی ہے۔

خدا راں کے تین جواب دیئے ہیں :

(۱) یہ کہ نہ روایت کی صحت پر مبنی ہو کہ اس کا پتہ نہیں ہوئی۔ اس کے ساتھ کہ وہ مضطرب اور حقیقت میں ہیں اور پھر یہ بھی ایک ذلیل و نامر ہے کہ عثمانؓ نے تمام لوگوں کے لئے واجب الاقدام کیا تھا جزاءِ تذکرہ لیکن شاگرد اس میں ویرانہ کوئی غلطی غلطی نہ کی کیونکہ اس کو اس لئے مجبور دینے کو اہل عرب نے اپنی زبان سے درست نہیں کئے۔

پھر حالِ جبکہ وہ لوگ جن کے سپرد قرآنِ شریف کے جمع کرنے کا کام ہوا تھا انہوں نے باوجود چھپہ افراد صحابہؓ اور اہل بیتؓ کے اہل دیان ہونے کے میں غلطی نہیں کی اور سب نہیں کیا تو ان کے سامان وہ سب لوگوں میں کیا طاقت تھی جو وہ اس قرآنی جھلک کر سکتے اور علماء و ائمہ میں مٹان دہنے کے بعد میں کچھ نیک بھی سمجھتے تو کہہ نہیں کیا تھا بلکہ کسبِ سمجھ لکھے تھے، اس واسطے اگر گناہ ہے کہ سب صحابہؓ میں غلطی واقع ہوئی تو اس بات کا قیاس میں آتا ہے کہ سب صحابہؓ کا ہونے سے غلطی پر اتنا قی کر یا ہو اور قرآنی ایک میں یہ نقص رہ گیا تو اس سے دوسرے صحابہؓ کی صحت کا عطف اٹھ ہوتا ہے حالانکہ یہ بات کی قطعاً ہے یہ ان کی غلطی ایک صحیفہ میں تھی اور دوسرے میں نہ تھی بلکہ صحابہؓ میں تو جو کچھ ان باتوں کے جوہر قرأت شدہ غلط ہیں اور کوئی اختلاف بھی آیا ہے نہیں اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ جو قرأت و اختلاف غلطی غلطی پر نہیں۔

(۲) اس روایت کو صحیح، سنے پر علماء نے کہا ہے کہ اس قول کا منہوم مرحزائش روا اور نہ ان کے سوا اہل پر محمول ہے۔ جیسے "انکسب انقضیہ من الطہور جو ان سے ملنے غلطی یا نہیں ہوں۔

(۳) یہ کہ اس روایت کی تاویل میں اشیاء کے ساتھ کی گئی ہے مگر کارم لفظ اس کے خلاف ہے۔ مثلاً انہوں نے لکھا ہے "لا اؤ صغیرا۔ لاؤ صغیرا" کے بعد ایک الف اور چار الف اور "عزراؤ الخ" لکھیں "اور الف و ہوں کے ساتھ ہوا اور آئینہ و یا ان کے ساتھ اس سے مراد ان لفظ کی قرأت کتبائی کی ظاہری حالت کے مطابق کی جائے تو اس میں کچھ نہیں کہ یہ غلطی غلطی ہوگی۔ اور ان اشعار سے اس جواب اور اس سے ہوا وہی ہے کہ کتاب تصانیف میں جو (ذوق) گریہ ہے اور اس بارش کی کتاب لودھی من عطف مصحف عثمانی جہ میں یہ ان کیا ہے کہ اس بارے میں جو حدیثیں صحیح ہیں سرور دینی ہیں ان کے کچھ ہونے پر کوئی حجت ہے کہ کچھ ہوتی کیونکہ وہ سب قطعاً غیر متصل ہیں اور متصل سے بات نہ تھی جہاں کہیں حدیث صحیحہ اور اس سے نہ میں تمام مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی دشمنوں کو ہر ایک ایسا مصنف تیار کرانے جو سرور اور آئینہ دینی لفظوں کا رجحان ہو اور اس مصنف میں کسی طرز کا غلط یا اس کی کتابت میں غلطی نہ کی کہ اس کی اصلاح نہ کرے کہ اس میں جو کچھ نہیں۔

واللہ اعلم فی فیست کوئی صاحبِ قیاد اور متصفِ دین غرضی ایسا وہ بھی نہیں کر سکتا کہ انہوں نے اس طرح کا سائل راہ رکھا ہوگا اور نہ کوئی ان کے متعلق یہ خیال کرنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ انہوں نے اس غلطی کی اصلاح نہیں کی بعد انے والوں کے لئے مجبور دینی۔ کوئی نہ بعد آئے والے لوگ جنہوں نے مصحف جن ہے، کہ ہم لفظ و کتابت قرآن کا دہرہ دہرہ رکھا اور اسی حکم پر قیاد، اعتبار کیا اور جس میں کاتوں ہے کہ جن میں حدیث نے قول "ازی ب الخ" (میں اس میں غلطی غلطی یا کیا ہے) سے یہ روایت غلطی یا ان کو مصحف لکھنے کی کتاب میں غلطی مطلوب

۱۔ جہاں کہہ دیتے ہو۔ ناچار یا مصحف تھا جس کو انہوں نے اپنے دہانے میں انہوں کے کہنے کے ساتھ حرام

ہوئی ہے اور چونکہ وہ اس شریعت کی ممانعت بھی نہیں کرتے اور کثرت سے قرآن و احادیث کی غلطیوں میں اسد و مخرناب لے کر ہوتی ہیں۔ لہذا ان کے پیچھے ہٹ کر انھیں وار نہ دیتے ہیں اور یہی سب سے خرابی ہے جو غور پر لگ جائے۔ یہ شخص اس وقت کا قابلِ غلطی ہے اور اس نے کوئی درست بات نہیں کہی۔ اس لئے یہی حکم ہے کہ ان سے قطعاً بچتے ہوئے جو شخص غلطی نہ کرے گا وہ دوسرے کو غلط کرنے میں بھی غلطی نہ کرے گا اور عثمان بن عفان میں اس طرح کے نقص نہ تھے اور قرآن میں ابواب کوئی قرآنی آیت نہ تھی اور کتب میں بھی وہی آیت نہ تھی اور اس میں تفسیر و تاراج نہ کرتے اور نہ لکھتے اور جو یہ معلوم ہے کہ عثمان بن عفان قرآن و احادیث میں نہ کرتے تھے۔ اور نہ خود کو بہت غلطی نے مرتبہ ادا کرتے تھے اور یہی آیت اہل ایمان میں سے ان کے مطابق تھی جن کو کتب و احادیث میں سے ان کے لئے ان کے غلطیوں میں ان کو نہ لکھتے اور نہ دیکھتے تھے۔

[illegible][illegible]

میں نے ہمارے والد کو اپنے اہل خانہ کے ساتھ لے کر آج کے روزے کی تقریب میں شرکت کی۔

[illegible][illegible]

۵۔ یہ کہ خامیر قصہ کی بلا کا مہم رفیق تھا۔ یہاں چنداثر ہیں۔ مگر اس جہ کی تردید پہلے یوں کی جا چکی ہے ان کا جدوگر کے کتبہ ہمارا اور خدا کو حمد کے رسمہ کتابت میں منسلک کرنا اس قول کی صحت تسلیم کرنے سے روکتا ہے۔ میں کہتا ہوں مجھے ایک درجہ بھی "و جی" ہے اور وہ یہ کہ حدیث میں مناسبت اور نہ تو خدا کی مناسبت سے تلف لایا گیا جس طرح کہ سنا جاتا کو نقل کیا گئی کہ اس ہمارا کتبہ ہمارا کی مناسبت سے تو یوں کی گئی ہے۔

والتعظیمین المصنوة کے اعراب کی توجیہات

قولہ تعالیٰ: "فَتَقَبَّلَ صَلَاتَهُ" میں بھی گئی ایک سب اہل (اعراب کی) کو جن میں ہیں :

۱۔ یہ کہ وہ مقررہ اہل الدرع ہیں۔ اناج کی تقدیر پر کیونکہ یہ وہ پہلے تر ہے۔

۲۔ یہ کہ وہ یقیناً نہ تو ان کی تقدیر میں جو مقرر ہے ان پر معصوف ہے۔ یعنی اس کی تقدیر تو یقیناً نہ تو ان کی تقدیر ہے۔ اور یہ کہ انہما ہیں اور ایک قول کے لحاظ سے ملائکہ (فرشتے) اور کہا گیا ہے کہ خدا کی تقدیر "مؤمنون و مدبر" "المعصوم" ہے۔ نیز اس سے صلح ہو کہ مراد اہل کے خدا کا کیا ہے کہ اس کی عبارت کی تقدیر یا حدیث ہے۔

۳۔ یہ کہ وہ اصل پر معصوف ہے یعنی تقدیر جو اس (سین قبل) معصوم ہے۔ چنانچہ نقل (مقابل) حذف کردہ اور مضاف الیہ اس کا کام تمام بنایا گیا (یعنی معصوم پر بزرگ غافل ہے)۔

۴۔ یہ کہ وہ قبل میں جو خطاب کا کاف ہے یہ اس پر معصوف ہے۔

۵۔ یہ کہ وہ بلکن کی کاف پر معصوف ہے۔

۶۔ یہ کہ وہ بنفہم میں جو ضمیر سے اس پر معصوف ہے۔ ان وجہ کو کہ وہ البقاء نے بیان کیا ہے۔

قولہ تعالیٰ: "وَلَا تَبْذُرُوهُ" میں بھی گئی جن میں ہیں :

والتصانیون کے اعراب کی توجیہات

۱۔ یہ کہ وہ جس سے اس کی خبر حذف کردی گئی یعنی اصل میں "والتصانیون مختلف" تھا۔

۲۔ یہ کہ وہ الیہ کے اسم کے ساتھ ہی کے فعل پر معصوف ہے۔ یہ کہ وہ اس کے اسم دونوں کا فعل و لام بقا ہے۔

۳۔ یہ کہ وہ عذر اس میں جو (ضمیر) غافل ہے، اس پر معصوف ہے۔

۴۔ یہ کہ وہ بنفہم کے اسم سے اس پر معصوف ہے۔ نیز الخلیفین انہما اس کا ملاحضہ فرماتے ہیں ہے اور اس پر ذات بنفہم کا مصنف ہے۔

۵۔ یہ کہ وہ تصانیون جمع کا صیغہ ہے مگر فرد کا قائم مقام بنادیا گیا اور اس میں چون حرف اعراب (اگرچہ) ہے ان وجہ کا بیان بھی بجا بقا ہے۔

تذہیب : کتابت قرآن کی اخلاط کے متعلق دیگر روایات اور ان کے جوابات

بانی حاضر مدظلہ عباد کی جو روایت پہلے بیان ہو چکی ہے اسی کے قریب قریب امام احمد کی روایت بھی ہے جس کو انہوں نے اپنی سند میں بیان کیا ہے اور ان اشعار بھی کتابت مصاحف میں اس کو نسخ کیا ہے۔ یہ روایت منسلک اس کے طریق پر گئی حج کے مولیٰ ابی خلف سے

(۲) نور کا اور وہ علاحدہ خدا ہے یعنی نوع اللہ کر (زکر کیا کہ نور سے) اوستی کعبہ ہم جنت و بہشتی نور خرب مر فہملا لا بتعارف الناس حيث غفل ما لا يفت اس امر العبادات (یک عجیب طرح کا پردہ) (اعجازی حال) ہے جس کو لوگ پہچانے بھی نہیں اور وہ اس طرح آگ کو نہ کر لیتا ہے کہ ہر قسم کے جانوں میں سے کوئی بھی اس طرح آگ کو نہ چاہے نہیں سکتا) و تسجدتہم نحرہ فی النار غلی حیاتہ یعنی ایک طرح کی زندگی پر (اور وہ لوگ سخت حیرت میں ہیں اور اسے نہ مانتے ہیں) درازی عمر کی خواہش ہے کہ لوگ باقی اور دنیا کے زمانوں میں دنیا عمر کی حیرت سے نہیں ہوتے۔ و قال تعالیٰ و اولادہ فہم علی غایتہ فی النار غلی حیاتہ یعنی ان کو ایک ساتھ ہی معلوم ہو گئے ہیں یعنی (خدا سے) جو ہر ایک کی افواہ میں سے ایک نور کو نہ پائے کی افواہ میں سے ایک نور کو نہ پائے کے بعد اسے یہ یاد آید جو پائوں کے افواہ سے ہر ایک نور کو بغضوں کے افراد کے ایک نور سے پیدا کیا۔

(۳) عظیم کا اندازہ اس معنی میں ہو رہا ہے جس کی قیمت کہا جاسکتا ہے۔ تیس اور تعریف کی حد سے بڑی ہوگی (عارضہ) سے یعنی اُس کی عظمت کا اندازہ اس کی تعریف کر سنا کمال ہے۔ مثلاً غنائو، عزیز، نیک، محبوب، ہی خوب (لڑائی کے لئے اور کسی لڑائی کے لئے) جس کا جان نہیں ہوسکتا۔ وَفَهُمْ عَظَمُ - وَمَلَأَ عَلَيْهِ يَوْمَ ذِي الْقَعْدِ الْإِلٰهِي رُبْعَهُم - كَوْفَهُمْ خُلْفَتِهِ۔

[illegible]

(۵) تحقیق اس مسئلہ میں کہ اس شخص کی شان اس حد تک گرجتی ہے جس کی وجہ سے اس کا عرف ہو گا غیر ممکن ہے۔ حالانکہ تواریخ میں یہ نظر نہ لایا گیا۔ یعنی ایسا عقیدہ جو (مکتبہ) میں لکھا گیا ہے کہ یہ شخص شہرہ ہوا اس کی وجہ دی کر کے کہ کون سا کس کی مجلس ہے کہ وہ علم کی بی بی کی کریں وہ اس کی دلیل ہے کہ وہ تاحالی، بلکہ یونان، بلا غلطی، اور تواریخ میں "حسن اے خیر خلق" بھی اسی ہوگی مثال ہے جن میں (سہ ماہی) کو ایک حقیقت ہے اور اس پر سے یہ ادا کیا اور پھر آئی ہے کہ اسے قول "ہر شخص" سے بیان بھی کر دیا۔

[illegible]

اور لاکھوں اہل بیت کو بھی اس طرح تکلیف میں مبتلا کیا ہے کہ ان تکلیف کی خفیت سے ہر وہی مطلب شے کی ہونے والی بات سمجھتا ہے۔ چنانچہ ان سے مل کر یہ صورت پیدا ہوئی ہے کہ ایک امر ختم سے تعجب کیا جائے اور نہ تو فہم کی انہماکی بنایا جائے۔ غرض، یہ وہی غلط فہمی خدایانہ علیٰ صورتہ انسان بنوں کا ہے؟

اداسی اصول کی بنیاد پر خداوند کریم نے کفر سے تباہی طافانے کی طریقہ پر خطاب کیا ہے۔ "هل یأتیکم علی ذلک منکم" مگر کیا وہ لوگ اس کی توجہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پہنچاتے ہیں۔ جیسے جو رکاوٹ کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے فقیر کے سبب میں عموماً کے قصہ کو بھی بھرا کیا ہے۔ یہ ضرور کہ وہ اس کی سیاق میں اور مثلاً نہ رہتے ہیں۔ غلامت یا شرط کے سوا ہی کیا اور وہ مسئلہ بن خدا بنیں فسفر بھی بنیں فسفر؟ یا یحییٰ بن ابراہیم بن علی (ع) کے سوا ہی کیا ہے۔ جیسے ورنہ بن ابراہیم بن علی (ع) اور بن علی (ع) کے سوا ہی کیا ہے۔

بیان حروف الف (آخر چوتھی عرب)

[illegible]

فائدہ . سورۃ الاخلاص میں احد نکرہ اور احمد کے معنی کی تفسیر

تو زبانی "فہمہ، فہمہ احمد" "فہمہ، فہمہ احمد" کے گروہ اور مصلحتوں کے سربراہان کی محنت دریافت کی گئی اور میں نے اسی کے جواب میں ایک "مقبول ثالث" فقہی میں توضیح غرضی کا حاصل پسپے کر اس بارے میں کہی "جواب" میں یہ کہتا ہوں اور اسے ذیل "اسد" کی تعبیر میں غرضی سے لے کر اس کی تعبیر اور یہ اشارہ کر کے مرثوق کو "اسد" فائدہ دل جو کہ خدا کی ذات مقدسہ سے کسی کی تعریف و تلمنہ ذات احاطہ کر لینا غیر ممکن ہے۔

۱) اخلاص: بروئے حق اللہ کی کج فہمیاں کو کھینچ کر اپنے صریح غیر کلیدی مضامین یا بعد ازاں کتاب کو انھیں بخیرہ نہایت ہے تاکہ اگر کوئی انھیں نہ اقرأت قبول نہ لے گا۔ خدا کا قصد انہی کی ہے اس قرأت کو کہ حاکم کتاب از دست میں انھیں لے کر گئے اور اسے سے جان بچا ہے۔

(۲) یہ سہ خدائیں میں جو ذات انہی امور ہیں کہ "فصل" جہتہ اور اللہ تعالیٰ نے ہرچیز اور ہر آدمی میں اس واسطے فرمایا ہے کہ ہر ایک انسان کو اپنا اور اپنی وجہ سے کفایت دے سکے۔ ان میں کوئی اور کوئی جزو مفرق قرار دینے کے لئے ان کو دوسرے ہر کام میں نہیں اور ہر معنی میں بلا اپنی سے طلاق ہو کر نہ رہا ہے۔ انہی بات کو کھرچ چھوڑ جس میں خدا کو کوئی معزرت نہیں یا تو اس میں کجی ہے کہ اس میں جہتیں ہیں ان میں کہ وہ کھڑے ہو کر حاصل ہو گیا تھا اس سے۔ چنانچہ اگر کوئی اس شخص پر لائے اور ان کو کوئی خدائی قرار دے لیا ہے، احمق نہ کہ جہتہ اور اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز ہو تو انہی خدائیں میں کجی کو اس کے اندر مقرر تھا کہ ہر ذاتی امور سے بہت چوٹیں کھڑی ہونے والی کے معنی میں جو دوسرے ہر کام میں جہتہ ہو چکے ہیں جس کی طرح ہر آدمی میں ان کی طرف سے ساتھ دینے تاکہ ان میں بھی نقصان نہ پہنچے اور انہی سے اختیار سے ہر کام کا کام حاصل ہو۔

فاما بعد و دیگر متحقق از حریف و تنکیر

چونکہ تعریف و تہلیل ہی کے متعلق ہے جبکہ ان کے ہاں کرود و رہو تو اس کے عیاں غزال ہوتے ہیں۔

(۱) ایک: بیوں معرفہ۔ (۲) بیوں کمرہ۔ (۳) بیوں نمبر اور نام معرفہ۔ (۴) اس کے برعکس اس بیوں کو، یہ معکوس بیوں۔

[illegible]

صبح اور عصر

صبح مغرب اور عصر کی حق آتی ہے اس لئے کہ صبح و عصر (یعنی صبح و عصر) نے ایک کا پیچہ ہے۔ ہذا، مغرب و صبح کی ایک اور صورت ہے۔ اختلاف کرنے والا جو کہ صبح و عصر کے لئے کہ صبح سے آوازوں کا قلعی ہے جو کہ ایک ہی کیفیت (وہیت) ہے اور نہر و کائن اور سبب و نسبت عالم کے ساتھ جو کہ صبح و عصر کے لئے کہ صبح و عصر (یعنی صبح و عصر) نے ایک کا پیچہ ہے۔ ہذا، مغرب و صبح کی ایک اور صورت ہے۔ اختلاف کرنے والا جو کہ صبح و عصر کے لئے کہ صبح سے آوازوں کا قلعی ہے جو کہ ایک ہی کیفیت (وہیت) ہے اور نہر و کائن اور سبب و نسبت عالم کے ساتھ جو کہ صبح و عصر کے لئے کہ صبح و عصر (یعنی صبح و عصر) نے ایک کا پیچہ ہے۔

انصاف اور الشافعیین

انصاف و انصاف اور الشافعیین کو صبح و عصر کا پیچہ ہے اور انصاف و انصاف (یعنی صبح و عصر) نے ایک کا پیچہ ہے۔ ہذا، مغرب و صبح کی ایک اور صورت ہے۔ اختلاف کرنے والا جو کہ صبح و عصر کے لئے کہ صبح سے آوازوں کا قلعی ہے جو کہ ایک ہی کیفیت (وہیت) ہے اور نہر و کائن اور سبب و نسبت عالم کے ساتھ جو کہ صبح و عصر کے لئے کہ صبح و عصر (یعنی صبح و عصر) نے ایک کا پیچہ ہے۔

الانصاف

انصاف و انصاف اور الشافعیین کو صبح و عصر کا پیچہ ہے اور انصاف و انصاف (یعنی صبح و عصر) نے ایک کا پیچہ ہے۔ ہذا، مغرب و صبح کی ایک اور صورت ہے۔ اختلاف کرنے والا جو کہ صبح و عصر کے لئے کہ صبح سے آوازوں کا قلعی ہے جو کہ ایک ہی کیفیت (وہیت) ہے اور نہر و کائن اور سبب و نسبت عالم کے ساتھ جو کہ صبح و عصر کے لئے کہ صبح و عصر (یعنی صبح و عصر) نے ایک کا پیچہ ہے۔

انصاف و انصاف اور الشافعیین کو صبح و عصر کا پیچہ ہے اور انصاف و انصاف (یعنی صبح و عصر) نے ایک کا پیچہ ہے۔ ہذا، مغرب و صبح کی ایک اور صورت ہے۔ اختلاف کرنے والا جو کہ صبح و عصر کے لئے کہ صبح سے آوازوں کا قلعی ہے جو کہ ایک ہی کیفیت (وہیت) ہے اور نہر و کائن اور سبب و نسبت عالم کے ساتھ جو کہ صبح و عصر کے لئے کہ صبح و عصر (یعنی صبح و عصر) نے ایک کا پیچہ ہے۔

انصاف و انصاف اور الشافعیین کو صبح و عصر کا پیچہ ہے اور انصاف و انصاف (یعنی صبح و عصر) نے ایک کا پیچہ ہے۔

انصاف و انصاف اور الشافعیین کو صبح و عصر کا پیچہ ہے اور انصاف و انصاف (یعنی صبح و عصر) نے ایک کا پیچہ ہے۔ ہذا، مغرب و صبح کی ایک اور صورت ہے۔ اختلاف کرنے والا جو کہ صبح و عصر کے لئے کہ صبح سے آوازوں کا قلعی ہے جو کہ ایک ہی کیفیت (وہیت) ہے اور نہر و کائن اور سبب و نسبت عالم کے ساتھ جو کہ صبح و عصر کے لئے کہ صبح و عصر (یعنی صبح و عصر) نے ایک کا پیچہ ہے۔

خوف اور خشیت میں فرق

چنانچہ ایسی چیز ہے خشیت و خداوند کریم کے قول "يَسْتَوْفُونَ لَهَا" و "يَخَافُونَ سُوءَ عِقَابِ" میں اللہ سے ڈر جانے کے ساتھ عام اس پر کیا ہے۔ اور ان دونوں لفظوں کے معنی یوں ہیں کہ خشیت اس شخص کی خشیت کی وجہ سے ہوتی ہے جس سے ڈرا جائے اور اگر چہ "یخافون" (ڈرنے والا) کا یہی مطلب ہے۔ اور خوف ڈرنے والے شخص کی دلی کمزوری کے باعث ہوا کرتا ہے چاہے انسان عالمی معنی میں سمجھ اور عقیدوں سے محروم اس بات پر تسلیم یوں قائم ہوتی ہے کہ گمشدہ اور ان میں تو ہیں حروف کے ذریعہ اس میں خشیت کا اثر نہیں ہے جیسے غلط فہمی یا بے سواد کے لئے موضوع ہے۔ اور غلط فہمی موضوع اور خشیت کے لئے اسکی وجہ ہے اور اسی واسطے خشیت کا لفظ پیشتر خداوند کریم کے حق میں ہے مطلقاً میں خشیت لانا۔ "رَبِّهِمْ يَخَافُونَ" اور یہ بات کہ پھر بعد ان کے "وَنَعْتَمُزُ مِنْ فَوْقِهِمْ" اور انسانی ہی کے لئے ان میں آیا ہے تو معلوم کرنا چاہئے کہ اس قدر ہر ایک طیف تحت ہے اور وہ یہ کہ اس جامعہ فکر (فرشتوں) کا وصف یہاں اور انشاء ہے چونکہ خدا نے تعالیٰ نے ان کو کثرت اور معجزاتی قوت کا لکھا تھا اس واسطے ان کے حق میں خوف کا لفظ لایا اور اس سے یہ بات یوں کرنی مطلوب ہے کہ کوئی شخص بڑے اور نہایت قوی میں لیکن ہرگز ان کے حضور میں کمزور اور عاجز ہیں۔ اور اس کے بعد اس میں وہ فہم کے لحاظ سے قوت (برتری) کا اظہار کر کے یہ تر کیا کہ خدا کی حضرت کے سامنے فرشتوں کی بھی کوئی ایسی کس اور فوقیت عظمت ہوا دات کر لی ہے۔ غرضیکہ خدا تعالیٰ نے ان کو ہر کوئی باہم جمع کر دیا کہ ان کے بارے میں اس بات کی تحقیر یوں نہیں کی کہ شرابی کرہی ایک مٹی، کوئی بات جس میں اس کے لئے کوئی حاجت نہ تھی کہ زیادہ زور سے کر اسے ثابت کیا جائے۔

المنح والیحمل اور انصاف میں فرق

فہم اور کمال کہ شیخ کے حق سخت ترین کمال جو کہ ہے۔ (اسی میں اسرا غیب کا قول ہے کہ تم اس شخص کا کام ہے جس کے ساتھ میں) (عاف) میں پائی جاتی ہے۔ اور مگر کسی نے تم اور ممکن کے مابین یہ فرق کیا ہے کہ میں کی اس عاریتی چیزوں کے واسطے صحابہ کمال رہ گئی جانے والی دنیا، میں، دن ہے اس لئے کہ جاتا ہے۔ منہیں "جوبہ" اور میں نہیں کہ جان کیونکہ طریقت بہت سے ہوتے کے عاریت ہوتے کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے۔ پس اگر گریہ کرنے والا شخص کسی چیز کو بہ کرتا ہے تو وہ اس کی ملکیت سے خارج نہ جاتی ہے۔ عمارت (مکمل و عاف) اس کے خلاف ہے یعنی اس میں مذمت دینے والے شخص کی ملکیت بحال رہتی ہے اور اس واسطے خداوند کریم نے فرمایا کہ "وَمَا مَوْسُوں لِقَابِ" منہیں فرمایا۔

سبیل اور طریق

میں مشہور ہے پہلا لفظ پیشتر قیام باتوں میں آتی ہے اور طریق کے نام۔ یہ قریب قریب اس وقت تک مٹی کا انگرہاں میں ہوتا جب تک کہ وہ کسی وصف یا اضافت کے ساتھ قول کرتا ہے۔ اور وہ وصف یا اضافت اس شخص کی ہو جو کوئی طریق کو غیر حق کے لئے نہیں بناتی وہ مطلقاً لغوی "تجہی علی الخلق" و "موجہی شہینہم"۔ اور غیب کا قول ہے مکمل اس راستہ کو کہتے ہیں جس میں گمراہی نہ ہو۔ اور کوئی کثرت وہ ان میں ذکر فرمایا۔

جاء اور اتی میں فرق

جاء اور اتی دونوں کے معنی ایک ہیں لیکن ان کے استعمال میں فرق ہے اول یعنی جاء، "وہ گھر آ رہا تھا" کے بارے میں کہ جاتا ہے۔ اور دوم یعنی اتی، "اگر ماؤں کے بارے میں استعمال ہوتا ہے اسکی وجہ سے غلط جاء، کا قول "وَاللّٰهُ عَالِمُ" و "وَاللّٰهُ عَالِمُ" ہے۔

۱۔ وہ اپنے علم تکون کرتا ہے مٹی کی کونے میں مشاغل کرتا ہے۔

۲۔ اور وہ اصول (غیب) پر چھوڑ دیا ہے۔ یعنی غیب کی باتوں کے لئے نہیں کہتے۔

فَعُوْدٌ اور جُلُوْس میں فرق

اس میں سے پہلا لفظ یعنی قعود اس بات کے لئے آتا ہے جس میں تنگ ہلچا جاتا ہو بخلاف انظر وہم معنی مٹوں گے۔ چنانچہ اسی سبب سے قَوْلُهُ ذَلِیْبٌ کہا جاتا ہے اور سَبَلِسٌ قَبِیْتُ نہیں کہا جاتا اس لئے کہ قعود کے لفظ میں از و ملور و تک (تفریق) کے معنی پائے جاتے ہیں اور گھر کے ستون اور اس کی بنیادیں بھی ایک ہی جگہ قائم رہتی ہیں اور سَبَلِسٌ قَبِیْتُ کہنا اور قَبِیْتُ ذَلِیْبٌ نہ کہنے کی یہ علت ہے کہ شاعری در بانوں میں کثرت تک جیسا مذکور تکلیف گرنا واجب ہے۔ چنانچہ انجی و جہ سے پہلا لفظ یعنی فَعُوْدٌ قول تعالیٰ میں فَعُوْدٌ مفعول صلیٰ اس بات کا اثر و اثر کرنے کے لفظ مستعمل ہوا ہے کہ اس اشیت کو ذرا بھی سہارہ چو تک مٹوں گا انھیں اس کے خلاف تھا لہذا انھیں صحرانہ اخص السحاب اس لفظ سے لڑا ہوا کیونکہ مٹوں میں تھوڑی دیر بیٹھنے کا معمول ہے۔

تعام اور کمال میں فرق

پہلوں لفظ معنی میں سلامت ہیں اور قول تعالیٰ "اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَقَبَّلْتُ عَنْكُمْ بَعْضُی" میں یہ دونوں یکجا مع ہو گئے ہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ تمام کے معنی میں حاصل کے تعین (کی) کا ذکر نہیں کرنا اور اکمل کے معنی ہیں کہ اصل کے پورے ہو جانے کے بعد جو نقصان اصل کے موقوف میں رہتا ہے اس کا بھی ازالہ کرنا اور قول تعالیٰ بَلَّغْ غُرَّتَهُ تَجْلِبَہُ اس بات سے اچھا ہے کہ بجائے تَجْلِبَہُ کے اس میں تَجْلِبَہُ لایا جاتا کیونکہ بعد کا یہ اور قول غُرَّتَهُ ہے ہرچہ کہ تھوڑے محض اس پر محال کی گئی کہ تصور ہوا جو اس کے کمالات میں نقص ہوئی باتوں میں گزرتا ہے۔ اسی ایک قول میں اس لئے ہے تَعْمٌ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو تمام ہوئی اس میں پہلے کی نفس موجود تھا مگر کل سے اس بات کا تصور نہیں حاصل ہوتا۔ (پسکری کا قول ہے کہ کل موصوفہ) (جس کا وصف کمال کے ساتھ کیا جائے) کے بعض (خصوصاً افراد) کے لفظ ہوا جائے کلام ہے۔ اور تمام اس جزو کا نام ہے جس کے ذریعہ سے موصوفہ تام (پورا ہوتا ہے)۔

چنانچہ انجی جہ سے کہا جاتا ہے لفظ تمام الیت قافیہ شعر پورا کرنے والا ہے اور وہ کمال الیت نہیں کہلاتا۔ ہاں اگر یہ کہنا ہو کہ پورا شعر تو کہیں گے "قَبِیْتُ بَعْضُہ" یعنی اس کا سب شعر مگر جو حیثیت سے۔

اعطاء اور ابتداء میں فرق

انجی کا قول ہے ہاں زبان قریب قریب من دون الفصول کے معنوں میں کوئی فرق نہیں کرتے ہیں مگر محض چار من دون الفصول کے استواء میں یہ فرق محض ہوا ہے جو کتاب اللہ کی بلاغت کا عجیب و غریب ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ لفظ ابتداء اپنے مفعول کو ثابت کرنے کے بارے میں لفظ اعطاء سے زیادہ قوی ہے کیونکہ اعطاء کا مطلق بھی ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے اِنْفَاطِیْنِ مَفْعُوْلَتِ اس لئے مجھ کو یاد۔ پس میں دیا گیا مگر ابتداء کے باب میں۔ قَبِیْتُ قَبِیْتُ نہیں کہا جاتا کیونکہ ابتداء کے فاعل مفعول کا ہونا چاہئے۔ لفظ مفعول کا ہونا چاہئے۔ ہوا کرتا ہے وہ نسبت اس فعل کے جس کا مطلق نہیں ہوتا۔ اپنے مفعول کے ثابت میں بہت کمزور ہوتا ہے کیونکہ جب تم کو گے فَعْلُہ فاعل قطع میرا لے اس کو کا جبکہ وہ کثرت کیا تو یہ قول اس بات پر دلالت کرے گا کہ فاعل کا فعل کل کے بعد ایسے قول (اثر پر موقوف تھا کہ کثرت ہوتا تو مفعول بھی ثابت ہی نہ ہو سکتا کہ اس لئے فَعْلُہ فاعل میں نے اس کو کا تو وہ نہیں کتا کہنا بھی صحیح ہوتا ہے۔ اور جس فعل کا مفعول نہیں آیا تو اس کمزوری سے نری ہے یعنی اس کے بارے میں عدم اجابت مفعول غیر جائز ہے مثلاً کوئی شخص کہے فَعْلُہ فاعل یا لَسْتُ اَفْعَلُ اور خَرَجْتُ فاعل فاعل فاعل فاعل انصرت تو یہ کہنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ فعل جس بات کی فاعل سے صادر ہوتے ہیں تو ان کا مفعول بھی اس وقت تک میں ثابت ہو جاتا ہے کہ جن فاعل کا مفعول نہیں ان کے کرنے میں فاعل مستحق بالذات ہوتا ہے یعنی مفعول کا فاعل نہیں رہتا۔

۱۔ عاصم ایک فعل کا دوسرے فعل کی صورت میں ہونے کے بعد اس طرح کا نامی فعل ہندی کے اپنے مفعول کے ساتھ تعلق کرتے وقت اس تعلق کا اثر قبول کرانے پر دلالت کرتے۔ جیسے بعدہ جاسع میں نے اسی کو ذکر کیا گیا پس وہ اس کا اثر ہوا۔ یعنی مفعول کے فعل کا اثر قبول کرنا چاہی اس کا فعل میں جمع مفعول ہے۔

یہ وصف بیان کر دیا گیا جو معرفتِ باری تعالیٰ کی طرف رجحانی ترقی ہے اور انی جہ سے فرعون نے اس جواب کے سوا سے مطابقت نہ کرنے پر تعجب کرتے ہوئے اپنے درباری لوگوں سے کہا: "أَفَلَا تَعْلَمُونَ" یعنی کیا تم اس شخص کا جواب نہیں سنتے ہو۔ دیکھو کیونکہ یہ جو ذرا دوسروں سے بالکل الگ ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: "وَلَشَكُّمْ وَذُنُودُ الْعَالَمِينَ" یہ جواب ان لوگوں کے فرعون کی رویہ کیست کے اعتبار کو سامنے کرنے پر لازم ہے (صحاح) امثال تھا مگر چاس کے پہلے ہند میں مفسر انکی قدیم اساتذہ کی پالی جاتی ہے۔

چنانچہ یہ جواب سن کر فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تسخیر کیا اور جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا ان لوگوں نے ان کی بات تک نہیں سمجھی تو انہوں نے سدا ہوا دواست کرنے کی طرز پر جواب دیا: "وَلَشَكُّكُمْ تَعْلَمُونَ" اور جواب میں سوال سے زیادتی کرتے ہوئے مطلق "لَشَكُّكُمْ تَعْلَمُونَ" کہ ہے کیونکہ یہ قول "مَنْ يَسْأَلُكُمْ عَنْ عِلْمِهِمْ قُلْ لَكُمْ عِلْمُهُمْ" کے جواب میں کہا گیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا قول: "جِسْمُ غَضَائِي أَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَأَعْتَصِمُ بِمَا عَنِّي فَلِمَ يُضَيِّقُ" بھی اسی طرح کا ہے کیونکہ ان سے لگتا تھا کہ ان کے لئے صرف یہ سوال کیا تھا کہ "وَمَا تَنْتَفِعُونَ بِإِسْمِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَنْفَعُ الْغُلَامَ" (یعنی اسے موسیٰ جواب دے رہے تھے کہ کیا ہے؟) مگر موسیٰ علیہ السلام نے باری تعالیٰ کے سوال کی نفرت سے سرور ہو کر جواب میں مذکور کر دیا۔

اسی طرح اگر انہی علیہ السلام کی قوم کا جواب "سَبَّحْتَ فَسَبَّحْتَ فَفَعَلْتَ لَنَا مَا نَحْبِبُ" بھی اصل سوال "وَمَا تَنْتَفِعُونَ" سے زائد ہے۔ اسی کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے نسبت پرستی کی صورت کا اظہار اور اس سے رتے رہنے پر متعلق کرنے کا اقرار کر کے کہا کہ اس کو جتنا کہنے کی غرض سے جواب میں "سَبَّحْتَ فَفَعَلْتَ" کر دیا۔

جواب میں سوال کی نسبت سے کمی جوئے کی امثال ہے

تو تَعْلَمُ" فَلَمْ يَسْأَلُوهُ لِيْ فِيْ كَيْفَةِ" اور قول: "سَبَّحْتَ فَفَعَلْتَ" کے جواب میں آیا ہے۔ چنانچہ اس قول میں صرف تہذیبی کے سوال کا جواب دیا گیا اور اعتراض (خود بخود توفیق دینے) کا ذکر ہی نہیں کیا۔ حشر کی آیت میں کہا ہے کہ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَعْلَمُونَ" کے امکان میں ہے مگر حشر اس کی قوت سے بڑھ کر ہے۔ لہذا اس کا ذکر ہی کر دیا کیونکہ اس کا جواب نہ پائے گا تو خود سمجھ جائے گا کہ یہ ایک نا ممکن امر کی خواہش تھی۔ لہذا اس کا جواب نہیں ملتا۔

کسی اور عالم کا قول ہے کہ "تہذیبی پر نسبت اعتراض کے بہت ہی سہی ہے اور جبکہ تہذیبی ہی کے ممکن ہونے کی نفی کر دی گئی ہو اس صورت میں اعتراض کی نفی بدجہتی ہو گئی۔"

تنبیہ: بعض اوقات سوال کے جواب سے بالکل ہی عدول کر لیا جاتا ہے

یہ اس وقت کیا ہوتا ہے جبکہ مسائل کی مراد اچے سوال سے یہ ہو کہ جس شخص سے سوال کیا گیا ہے اس سے جواب دینے میں لغزش ہو اور وہ نمک جواب دے سکے۔ پھر ہم اس کا مستحکم کر لیں۔ جیسے قول تھائی: "وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْفَوَاحِشِ قُلْ فِيهَا فَوَاحِشٌ مِّمَّا يَفْعَلُ الْبَشَرُ"۔

کتاب الافاضل کے مخالف نے بیان کیا ہے کہ "یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا کہ آپ ﷺ اس کا جواب دینے سے عاجز ہیں کہ عورتوں کی طرح آپ کو سر پریش کر سکیں گے کیونکہ: "وَلَا يَحِلُّ لِمَا كَانَ مِنْ رِّجَالٍ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ رِجَالٍ" حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک دوسرے فرشتے اور فرشتوں کی ایک صنف، ان سب مسنوں پر حشر کی غور سے ہوا جاتا ہے۔ چنانچہ یہودیوں کا اسی سوال کرنے سے مراد تھا کہ رسول اللہ ﷺ جس شخص (چیز) سے ساتھ ان کے سوال کا جواب دیں گے اسی کو وہ کہیں گے کہ ہم نے تو اسے نہیں دیا۔ لہذا ان کو جواب بھی محض مراد یہ سوال ان کے قریب کے مقابلہ میں اس کی کٹ کرنے والی چال تھی جس سے وہ لوگ اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔

جواب: اپنے والدین (کفار) سے کسی مطالبہ نہ کرے تو ضروری تھا کہ وہ انزال (الغزل قبل ان) کے اقرار کرنے والے نہ بن جاتے۔ چنانچہ وہ قرآن پر یقین کرنے سے سزا میں داخل ہو کر رہے۔

حیرت میں رہے کہ سواں کرنے والے کو جو شہ سوا ہے وہ صرف اسی شخص کے بارے میں ہے جس نے وہ ۵۵۰ م کیا ہے۔ حیرت افزا یہ کہ جواب میں مفتی کے اجتہاد سے بھی غافل متہم کیا جائے۔ کیونکہ سالکی کی غرض کا تحقق اپنی سے ہے ورنہ اصل تو خود اسی کو مطلع ہے کہ وہ اسے فعل کے سواں کرنے کی کوئی وجہ ہے۔ لہذا مناسب یہی ہے کہ فعل کو جو کہ کے پچھلے حصے میں ملایا جائے جو کہ کام کے فعل اور مصلحتات والے اصول کا عمل ہے۔

مذہبِ اسلامی کے عقول پر بنی فلسفہ کیلئے ”سائنس اعلیٰ“ آج بھی ہے کیونکہ یہ ”آئینِ نفلتِ خدا“ کے جواب میں رہا ہے، دانی میں جو غافل ہی تو پوچھا تو یہ نہ کہ غفلت کی نسبت کہل سوال ہے۔

[illegible]

شاہد قاضی کا قول۔ ”جو کہ“ جس کا سوال منوعہ (زبان سے) کیا گیا ہے وہاں جواب میں اکثر فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور حالامذاکرہ پر، قصداً (کھٹکا) کر جیتے ہیں۔ درج من مقام پر سوال منطرا (چو شیدہ) ہوتا ہے جس میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ فعل کو تعریف کر دی جاتی ہے جس میں کسی وجہ اس سوال کی ضرورت ہی ہے۔

اور میری مثال "بسیج" کے لیے یہاں نقل و احوال، حال، ایک فعل مجہول کے ساتھ قرأت ہے۔ "بسیج" فعل مجہول ہے۔ "بسیج" اس کا
عقب کاٹل ہے اور "وحال" اس کے بعد نقل و احوال ہے کہ کسی نے دریافت کیا "بسیج" تو اس کے جواب میں کہا گیا "وہ اس کا
بسیج ہے۔" (یعنی بسیج کا ترجمہ)

مفائدہ : صحابہ کے رسول اللہ ﷺ سے سوائے جو قرآن میں مذکور ہیں

[illegible]

- (۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا أَمْوَالَكُمْ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ
- (۲) فَتَصْنَعُوا فِتْنَةً عِنْدَ اللَّهِ
- (۳) يَتَّبِعُونَ شُرَكَاءَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضِهِمْ
- (۴) يَتَّبِعُونَ شُرَكَاءَ فِي مَنَاقِبِهِمْ
- (۵) يَتَّبِعُونَ شُرَكَاءَ فِي مَنَاقِبِهِمْ
- (۶) يَتَّبِعُونَ شُرَكَاءَ فِي مَنَاقِبِهِمْ
- (۷) يَتَّبِعُونَ شُرَكَاءَ فِي مَنَاقِبِهِمْ
- (۸) يَتَّبِعُونَ شُرَكَاءَ فِي مَنَاقِبِهِمْ

1. نئی کتاب "انسی عشرہ مسند" کے "اربعہ مصرعہ سرنا" جلا کیاتے یعنی بارہویں جگہ درج مسائل سے دریافت کرتے۔

یہ کہ سہولت کے دستان میں پائی جاتی ہے، یہ فعل ضرور ہی ضرورت میں آتا ہے۔ مثلاً جہاں وہ مسکند خدا کا شہر ہے۔ اس لئے کہ یہاں
 جانی میں مروت ہے وہاں لوگوں کو صفت کے بغیروں کی من مروت کو ترک کر کے کا کا لہو کے ان کے اپنے اپنے اپنے لئے کے وقت
 ختمی مروت کی انتہی (تصنیف) کو لے کر رہے۔ یہی مروت ہے کہ وہاں دوسرے کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 بندھا ہوا تھا۔ اس کا نام "مروت" ہے۔ یہ مروت ہے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 دہائی جاتی ہے۔ یہ مروت ہے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 طرح "مروت" ہے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 یہ خلاف ایمان کے کہ اس کی حقیقت ایسی ہے جو غلبہ کے ساتھ قائم رہتی ہے اور جو اس کی حقیقت ایسی ہے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 شہر میں جاتی، مروت اور مروت کی حقیقت ایسی ہے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 متوجہ اور متوجہ رہتے ہیں۔ یہی مروت ہے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار

انسانی مروت ہے۔ اس میں مروت ہے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 ان کے لئے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 ان کے لئے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار

تعبیرات

تعبیرات: زمانہ ماضی میں تہذیب سے مراد خدا ہے۔ یہ مروت ہے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 ان کے لئے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 ان کے لئے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار

تعبیرات: زمانہ ماضی میں تہذیب سے مراد خدا ہے۔ یہ مروت ہے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 ان کے لئے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 ان کے لئے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار

تعبیرات: زمانہ ماضی میں تہذیب سے مراد خدا ہے۔ یہ مروت ہے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 ان کے لئے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 ان کے لئے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار

تعبیرات: زمانہ ماضی میں تہذیب سے مراد خدا ہے۔ یہ مروت ہے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 ان کے لئے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار
 ان کے لئے کہ وہاں لوگوں کو یہی قید کر کے چاہے جسے ملتی ان کے لئے کا کار

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الاعتناء في علوم القرآن

جلد اول

شماره

تلاوه جلال الدین سبزوئی

۱۔ ازین کتاب سبزوئی نے قرآن مجید کی روشنی میں
قرآن مجید کے لیے ۱۱ کتابیں تصنیف کیں اور ان میں سے

پیشہ : تلمیذِ اشرافِ طہانی
 ملامت : ہفت روزہ ”المیزان“، تونسہ
 صفحات : 4/70 صفحات

تہذیبی سہ کاردہی

انجمن اہل تشیع دینی، ملی، مرکز ہوں، چھ سیریں حوالہ دہاں بات کی گئی
 نے تہذیبی سہ کاردہی میں ہوں، ہر کچھ کو بھی لکھتے تھوڑا
 اٹھانے کے لئے ہوں، ہر کچھ میں ہوں، ہر کچھ میں ہوں، ہر کچھ میں ہوں

..... ملنے کے لئے ہے

اس کتاب کو تہذیبی سہ کاردہی
 20/10/2007ء کو
 کتب خانہ اسلامیہ، تونسہ
 لکھنؤ، اتر پردیش، بھارت
 میں شائع کیا گیا ہے۔

اس کتاب کو تہذیبی سہ کاردہی
 کتب خانہ اسلامیہ، تونسہ
 لکھنؤ، اتر پردیش، بھارت
 میں شائع کیا گیا ہے۔

تہذیبی سہ کاردہی

Islamic Studies Centre
 1/11, H. C. Road,
 Buxar, Bihar, India

Islamic Studies Centre
 1/11, H. C. Road,
 Buxar, Bihar, India
 Tel: 05342110101

تہذیبی سہ کاردہی

ISLAMIC STUDIES CENTRE
 1/11, H. C. Road,
 Buxar, Bihar, India

ISLAMIC STUDIES CENTRE
 1/11, H. C. Road,
 Buxar, Bihar, India

فہرست مضامین "اللائقان فی علوم القرآن"

(آرڈو) حصہ دوم

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۴	آیت قرآنی کی تفسیریں	۲۹	نیزالیسویں سورہ (۲۴)
۲۵	منظوم لفظ معنی کی مزید پانچ تفسیریں	۲۹	حکم اور کتاب
۳۶	کسی معنی کو ترجیح دینے میں غور و فکر کرنا	۲۹	قرآن حکم ہے یا کتاب
۳۶	فصل: تشابہ کی قسم میں سے نول احادیث کی آیتیں ہیں۔	۲۹	حکم اور تشابہ کی تفسیر کے متعلق موقوفہ آئے ہیں
۳۷	استواء کی صفت اور اس کے متعلق سات جملات	۲۹	اول :
۳۷	نول :	۲۹	دوم :
۳۷	دوم :	۲۹	سوم :
۳۸	س :	۲۹	چہارم :
۳۹	چہارم :	۲۹	پنجم :
۳۸	پنجم :	۲۹	ششم :
۳۸	ششم :	۳۰	ہفتم :
۳۸	ہفتم :	۳۰	ہشتم :
۳۸	نصر کی صفت	۳۰	نہم :
۳۹	روح کی صفت	۳۰	دہم :
۳۹	ہوس کی صفت	۳۰	یازدہم :
۳۰	رد کی صفت	۳۰	تیردہم :
۳۰	السان کا لفظ	۳۰	چہار دہم :
۳۱	الصب کا لفظ	۳۰	فصل : کتاب قرآن کا علم خدا کے علاوہ کسی کو ملے گا
۳۱	القرب کی صفت	۳۰	پانچویں؟
۳۱	صفت غریب	۳۱	کتاب کے بارے میں احادیث و روایات
۳۱	صفت معنی	۳۳	حکم کتاب یا نص دیکھ کر محفل ہوا کی تعریف
۳۱	طلب : غضب، برضا، تصحار و رحمت کی صفات	۳۳	کتاب دیکھنے کی حکمت اعلیٰ
۳۲	حد کا لفظ	۳۳	کتاب کی رو تفسیریں
۳۲	فراغت کا لفظ	۳۳	کتابیات اور کج رواد

51 (۶) مزاجت	51
52 (۷) ایچے ان مائے ملی	52
53 (۸) سلیقہ	53
54 (۹) بدست	54
55 (۱۰) کھاتے	55
56 (۱۱) تہی نہی نہی	56
57 (۱۲) تہی نہی نہی	57
58 (۱۳) تہی نہی نہی	58
59 (۱۴) تہی نہی نہی	59
60 (۱۵) تہی نہی نہی	60
61 (۱۶) تہی نہی نہی	61
62 (۱۷) تہی نہی نہی	62
63 (۱۸) تہی نہی نہی	63
64 (۱۹) تہی نہی نہی	64
65 (۲۰) تہی نہی نہی	65
66 (۲۱) تہی نہی نہی	66
67 (۲۲) تہی نہی نہی	67
68 (۲۳) تہی نہی نہی	68
69 (۲۴) تہی نہی نہی	69
70 (۲۵) تہی نہی نہی	70
71 (۲۶) تہی نہی نہی	71
72 (۲۷) تہی نہی نہی	72
73 (۲۸) تہی نہی نہی	73
74 (۲۹) تہی نہی نہی	74
75 (۳۰) تہی نہی نہی	75
76 (۳۱) تہی نہی نہی	76
77 (۳۲) تہی نہی نہی	77
78 (۳۳) تہی نہی نہی	78
79 (۳۴) تہی نہی نہی	79
80 (۳۵) تہی نہی نہی	80
81 (۳۶) تہی نہی نہی	81
82 (۳۷) تہی نہی نہی	82
83 (۳۸) تہی نہی نہی	83
84 (۳۹) تہی نہی نہی	84
85 (۴۰) تہی نہی نہی	85
86 (۴۱) تہی نہی نہی	86
87 (۴۲) تہی نہی نہی	87
88 (۴۳) تہی نہی نہی	88
89 (۴۴) تہی نہی نہی	89
90 (۴۵) تہی نہی نہی	90
91 (۴۶) تہی نہی نہی	91
92 (۴۷) تہی نہی نہی	92
93 (۴۸) تہی نہی نہی	93
94 (۴۹) تہی نہی نہی	94
95 (۵۰) تہی نہی نہی	95
96 (۵۱) تہی نہی نہی	96
97 (۵۲) تہی نہی نہی	97
98 (۵۳) تہی نہی نہی	98
99 (۵۴) تہی نہی نہی	99
100 (۵۵) تہی نہی نہی	100

۱۸	۱۸
۱۹	۱۹
۲۰	۲۰
۲۱	۲۱
۲۲	۲۲
۲۳	۲۳
۲۴	۲۴
۲۵	۲۵
۲۶	۲۶
۲۷	۲۷
۲۸	۲۸
۲۹	۲۹
۳۰	۳۰
۳۱	۳۱
۳۲	۳۲
۳۳	۳۳
۳۴	۳۴
۳۵	۳۵
۳۶	۳۶
۳۷	۳۷
۳۸	۳۸
۳۹	۳۹
۴۰	۴۰
۴۱	۴۱
۴۲	۴۲
۴۳	۴۳
۴۴	۴۴
۴۵	۴۵
۴۶	۴۶
۴۷	۴۷
۴۸	۴۸
۴۹	۴۹
۵۰	۵۰
۵۱	۵۱
۵۲	۵۲
۵۳	۵۳
۵۴	۵۴
۵۵	۵۵
۵۶	۵۶
۵۷	۵۷
۵۸	۵۸
۵۹	۵۹
۶۰	۶۰
۶۱	۶۱
۶۲	۶۲
۶۳	۶۳
۶۴	۶۴
۶۵	۶۵
۶۶	۶۶
۶۷	۶۷
۶۸	۶۸
۶۹	۶۹
۷۰	۷۰
۷۱	۷۱
۷۲	۷۲
۷۳	۷۳
۷۴	۷۴
۷۵	۷۵
۷۶	۷۶
۷۷	۷۷
۷۸	۷۸
۷۹	۷۹
۸۰	۸۰
۸۱	۸۱
۸۲	۸۲
۸۳	۸۳
۸۴	۸۴
۸۵	۸۵
۸۶	۸۶
۸۷	۸۷
۸۸	۸۸
۸۹	۸۹
۹۰	۹۰
۹۱	۹۱
۹۲	۹۲
۹۳	۹۳
۹۴	۹۴
۹۵	۹۵
۹۶	۹۶
۹۷	۹۷
۹۸	۹۸
۹۹	۹۹
۱۰۰	۱۰۰

۸	۷۴	سورۃ الفاتحہ کی تلاوت
۸۲	۷۵	سورۃ الفاتحہ
۸۳	۷۶	سورۃ البقرہ
۸۵	۷۷	سورۃ البقرہ
۸۶	۷۸	سورۃ البقرہ
۸۷	۷۹	سورۃ البقرہ
۸۸	۸۰	سورۃ البقرہ
۸۹	۸۱	سورۃ البقرہ
۹۰	۸۲	سورۃ البقرہ
۹۱	۸۳	سورۃ البقرہ
۹۲	۸۴	سورۃ البقرہ
۹۳	۸۵	سورۃ البقرہ
۹۴	۸۶	سورۃ البقرہ
۹۵	۸۷	سورۃ البقرہ
۹۶	۸۸	سورۃ البقرہ
۹۷	۸۹	سورۃ البقرہ
۹۸	۹۰	سورۃ البقرہ
۹۹	۹۱	سورۃ البقرہ
۱۰۰	۹۲	سورۃ البقرہ
۱۰۱	۹۳	سورۃ البقرہ
۱۰۲	۹۴	سورۃ البقرہ
۱۰۳	۹۵	سورۃ البقرہ
۱۰۴	۹۶	سورۃ البقرہ
۱۰۵	۹۷	سورۃ البقرہ
۱۰۶	۹۸	سورۃ البقرہ
۱۰۷	۹۹	سورۃ البقرہ
۱۰۸	۱۰۰	سورۃ البقرہ
۱۰۹	۱۰۱	سورۃ البقرہ
۱۱۰	۱۰۲	سورۃ البقرہ
۱۱۱	۱۰۳	سورۃ البقرہ
۱۱۲	۱۰۴	سورۃ البقرہ
۱۱۳	۱۰۵	سورۃ البقرہ
۱۱۴	۱۰۶	سورۃ البقرہ
۱۱۵	۱۰۷	سورۃ البقرہ
۱۱۶	۱۰۸	سورۃ البقرہ
۱۱۷	۱۰۹	سورۃ البقرہ
۱۱۸	۱۱۰	سورۃ البقرہ
۱۱۹	۱۱۱	سورۃ البقرہ
۱۲۰	۱۱۲	سورۃ البقرہ

۱۰۳	۱۰۳	۱۰۳
۱۰۴	۱۰۴	۱۰۴
۱۰۵	۱۰۵	۱۰۵
۱۰۶	۱۰۶	۱۰۶
۱۰۷	۱۰۷	۱۰۷
۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸
۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹
۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰
۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱
۱۱۲	۱۱۲	۱۱۲
۱۱۳	۱۱۳	۱۱۳
۱۱۴	۱۱۴	۱۱۴
۱۱۵	۱۱۵	۱۱۵
۱۱۶	۱۱۶	۱۱۶
۱۱۷	۱۱۷	۱۱۷
۱۱۸	۱۱۸	۱۱۸
۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹
۱۲۰	۱۲۰	۱۲۰
۱۲۱	۱۲۱	۱۲۱
۱۲۲	۱۲۲	۱۲۲
۱۲۳	۱۲۳	۱۲۳
۱۲۴	۱۲۴	۱۲۴
۱۲۵	۱۲۵	۱۲۵
۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶
۱۲۷	۱۲۷	۱۲۷
۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸
۱۲۹	۱۲۹	۱۲۹
۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰
۱۳۱	۱۳۱	۱۳۱
۱۳۲	۱۳۲	۱۳۲
۱۳۳	۱۳۳	۱۳۳
۱۳۴	۱۳۴	۱۳۴
۱۳۵	۱۳۵	۱۳۵
۱۳۶	۱۳۶	۱۳۶
۱۳۷	۱۳۷	۱۳۷
۱۳۸	۱۳۸	۱۳۸
۱۳۹	۱۳۹	۱۳۹
۱۴۰	۱۴۰	۱۴۰
۱۴۱	۱۴۱	۱۴۱
۱۴۲	۱۴۲	۱۴۲
۱۴۳	۱۴۳	۱۴۳
۱۴۴	۱۴۴	۱۴۴
۱۴۵	۱۴۵	۱۴۵
۱۴۶	۱۴۶	۱۴۶
۱۴۷	۱۴۷	۱۴۷
۱۴۸	۱۴۸	۱۴۸
۱۴۹	۱۴۹	۱۴۹
۱۵۰	۱۵۰	۱۵۰

۱۲	۱۲
۱۳	۱۳
۱۴	۱۴
۱۵	۱۵
۱۶	۱۶
۱۷	۱۷
۱۸	۱۸
۱۹	۱۹
۲۰	۲۰
۲۱	۲۱
۲۲	۲۲
۲۳	۲۳
۲۴	۲۴
۲۵	۲۵
۲۶	۲۶
۲۷	۲۷
۲۸	۲۸
۲۹	۲۹
۳۰	۳۰
۳۱	۳۱
۳۲	۳۲
۳۳	۳۳
۳۴	۳۴
۳۵	۳۵
۳۶	۳۶
۳۷	۳۷
۳۸	۳۸
۳۹	۳۹
۴۰	۴۰
۴۱	۴۱
۴۲	۴۲
۴۳	۴۳
۴۴	۴۴
۴۵	۴۵
۴۶	۴۶
۴۷	۴۷
۴۸	۴۸
۴۹	۴۹
۵۰	۵۰
۵۱	۵۱
۵۲	۵۲
۵۳	۵۳
۵۴	۵۴
۵۵	۵۵
۵۶	۵۶
۵۷	۵۷
۵۸	۵۸
۵۹	۵۹
۶۰	۶۰
۶۱	۶۱
۶۲	۶۲
۶۳	۶۳
۶۴	۶۴
۶۵	۶۵
۶۶	۶۶
۶۷	۶۷
۶۸	۶۸
۶۹	۶۹
۷۰	۷۰
۷۱	۷۱
۷۲	۷۲
۷۳	۷۳
۷۴	۷۴
۷۵	۷۵
۷۶	۷۶
۷۷	۷۷
۷۸	۷۸
۷۹	۷۹
۸۰	۸۰
۸۱	۸۱
۸۲	۸۲
۸۳	۸۳
۸۴	۸۴
۸۵	۸۵
۸۶	۸۶
۸۷	۸۷
۸۸	۸۸
۸۹	۸۹
۹۰	۹۰
۹۱	۹۱
۹۲	۹۲
۹۳	۹۳
۹۴	۹۴
۹۵	۹۵
۹۶	۹۶
۹۷	۹۷
۹۸	۹۸
۹۹	۹۹
۱۰۰	۱۰۰

۱۵۱	معتوف مایہ کا حذف	۱۳۵	حذف کی سات شرائط ہیں
۱۵۱	مذنی معذول میں ماضی کے	۱۳۵	دوسری شرط
۱۵۱	فعل کا حذف	۱۳۵	وقت
۱۵۱	مطلوب کا حذف	۱۳۶	فعل کا شروع کرنا
۱۵۱	مناکی کا حذف	۱۳۶	مناات کو یہ
۱۵۱	مانہ کا حذف	۱۳۶	تیسری شرط اس وقت ہے
۱۵۱	موصول کا حذف	۱۳۶	دوسری شرط یہ ہے کہ حذف فعل مثل جڑو کے ہو
۱۵۱	فعل کا حذف مثلاً ہے جبکہ ماضی ہو	۱۳۷	تیسری شرط یہ ہے کہ حذف ہو بعد
۱۵۲	(حرف کے حذف ہو۔ یعنی مثلاً میں)	۱۳۷	چوتھی شرط یہ ہے کہ حذف کرنے سے فقرہ کا اعتبار نہ ہو
۱۵۲	موسوسہ حرفی کا حذف	۱۳۷	پانچویں شرط یہ ہے کہ حذف کسی
۱۵۲	بہرہ کا حذف	۱۳۷	مذنی معذول میں نہ ہو
۱۵۲	عاطفہ کا حذف	۱۳۷	ساتویں شرط یہ ہے کہ حذف سے مال فتن کی ضرورت نہ ہو
۱۵۲	نار جواب کا حذف	۱۳۷	فائدہ۔ حذف میں تدریج کا اعتبار
۱۵۲	حرف نہ کا حذف	۱۳۷	تاکید۔ حذف میں تدریج کا اعتبار
۱۵۲	فائدہ کا حذف	۱۳۷	تاکید۔ حذف میں تدریج کا اعتبار
۱۵۲	لام مقی کا حذف	۱۳۷	تاکید۔ حذف میں تدریج کا اعتبار
۱۵۲	زہ قلیل کا حذف	۱۳۸	تاکید۔ حذف کی کوئی صورت اختیار کرنا ہوتی ہے
۱۵۲	لام امر کا حذف	۱۳۸	تاکید۔ حذف کی کوئی صورت اختیار کرنا ہوتی ہے
۱۵۲	لام لفظ کا حذف	۱۳۸	تاکید۔ حذف کی کوئی صورت اختیار کرنا ہوتی ہے
۱۵۲	نون تاکید کا حذف	۱۳۸	تاکید۔ حذف کی کوئی صورت اختیار کرنا ہوتی ہے
۱۵۲	نون تنبیہ کا حذف	۱۳۸	تاکید۔ حذف کی کوئی صورت اختیار کرنا ہوتی ہے
۱۵۲	نونی کا حذف	۱۳۸	تاکید۔ حذف کی کوئی صورت اختیار کرنا ہوتی ہے
۱۵۲	لام امر کا حذف	۱۳۸	تاکید۔ حذف کی کوئی صورت اختیار کرنا ہوتی ہے
۱۵۲	(ایک کلمہ سے زیادہ حذف ہونے کی مثالیں)	۱۳۸	تاکید۔ حذف کی کوئی صورت اختیار کرنا ہوتی ہے
۱۵۲	وہو فیان کا حذف	۱۳۸	تاکید۔ حذف کی کوئی صورت اختیار کرنا ہوتی ہے
۱۵۲	تین متعلقہ جملے کا حذف	۱۳۸	تاکید۔ حذف کی کوئی صورت اختیار کرنا ہوتی ہے
۱۵۲	باب ظن کے دواں مضمون کا حذف	۱۳۸	تاکید۔ حذف کی کوئی صورت اختیار کرنا ہوتی ہے
۱۵۲	ناقصہ سے متعلق کا حذف	۱۳۸	تاکید۔ حذف کی کوئی صورت اختیار کرنا ہوتی ہے
۱۵۲	نہی شرط و اس کے فعل کا حذف	۱۳۸	تاکید۔ حذف کی کوئی صورت اختیار کرنا ہوتی ہے
۱۵۲	شرط کے جواب کا حذف	۱۳۸	تاکید۔ حذف کی کوئی صورت اختیار کرنا ہوتی ہے

۱۸۲	انھن کی بلوغت	۱۸۲	انھن کی بلوغت
۱۸۳	انھن کی بلوغت	۱۸۳	انھن کی بلوغت
۱۸۴	انھن کی بلوغت	۱۸۴	انھن کی بلوغت
۱۸۵	انھن کی بلوغت	۱۸۵	انھن کی بلوغت
۱۸۶	انھن کی بلوغت	۱۸۶	انھن کی بلوغت
۱۸۷	انھن کی بلوغت	۱۸۷	انھن کی بلوغت
۱۸۸	انھن کی بلوغت	۱۸۸	انھن کی بلوغت
۱۸۹	انھن کی بلوغت	۱۸۹	انھن کی بلوغت
۱۹۰	انھن کی بلوغت	۱۹۰	انھن کی بلوغت
۱۹۱	انھن کی بلوغت	۱۹۱	انھن کی بلوغت
۱۹۲	انھن کی بلوغت	۱۹۲	انھن کی بلوغت
۱۹۳	انھن کی بلوغت	۱۹۳	انھن کی بلوغت
۱۹۴	انھن کی بلوغت	۱۹۴	انھن کی بلوغت
۱۹۵	انھن کی بلوغت	۱۹۵	انھن کی بلوغت
۱۹۶	انھن کی بلوغت	۱۹۶	انھن کی بلوغت
۱۹۷	انھن کی بلوغت	۱۹۷	انھن کی بلوغت
۱۹۸	انھن کی بلوغت	۱۹۸	انھن کی بلوغت
۱۹۹	انھن کی بلوغت	۱۹۹	انھن کی بلوغت
۲۰۰	انھن کی بلوغت	۲۰۰	انھن کی بلوغت
۲۰۱	انھن کی بلوغت	۲۰۱	انھن کی بلوغت
۲۰۲	انھن کی بلوغت	۲۰۲	انھن کی بلوغت

۲۰۸	مراجہ	۲۰۲	ترجیب
۲۰۹	مبالغہ	۲۰۲	ترقی و ترقی
۲۱۰	مبالغہ کی دو قسمیں ہیں	۲۰۲	تقصیر
۲۱۱	() مبالغہ بالوصف	۲۰۲	انہماک
۲۱۲	(۲) تمہید و مبالغہ ہے	۲۰۲	تجسس
۲۱۳	فائدہ عقائد دینی میں مبالغہ کی فوج	۲۰۳	تجسس و مفارحہ
۲۱۴	فائدہ	۲۰۳	تجسس و افاق
۲۱۵	مطابقت	۲۰۳	تجسس و ارفاق
۲۱۶	مطابقت کی دو قسمیں ہیں	۲۰۳	تجسس و انصاف
۲۱۷	مطابقت کی طرف	۲۰۳	تجسس و غلبہ
۲۱۸	مطابقت و مطابقت کی فرق	۲۰۳	تجسس و اعتقاد
۲۱۹	مطابقت کی نوعیت	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۲۰	مطابقت کی مختلف صورتیں	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۲۱	مطابقت کی قسمیں	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۲۲	نوعیت	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۲۳	مراجعت	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۲۴	نوعیت	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۲۵	اجزاء	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۲۶	آئینوں (۵۹)	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۲۷	نوعیت آیات	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۲۸	فائدہ کی طرف	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۲۹	فائدہ کی آیات میں فرق	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۳۰	فائدہ کی آیات کے ساتھ ہونے	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۳۱	فائدہ کی نوعیت	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۳۲	فائدہ کی نوعیت	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۳۳	آیات کو نام کی رکھنا اطلاق ہوتا ہے	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۳۴	آیات کی نوعیت	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۳۵	فائدہ کی نوعیت	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۳۶	فائدہ کی نوعیت	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۳۷	فائدہ کی نوعیت	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۳۸	فائدہ کی نوعیت	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۳۹	فائدہ کی نوعیت	۲۰۳	تجسس و الحاق
۲۴۰	فائدہ کی نوعیت	۲۰۳	تجسس و الحاق

۲۵۸	لفظ ہذا کے ذریعے دو باتوں کو الگ کرنا بھی حسن انگلیس
۲۵۸	کے قریب قریب ہے
۲۵۸	حسن مطب
۲۵۸	کا بعد ایسا کلیہ جو تمام قرآن کی باہمی مہاسوں کو
۲۵۸	پاسکتا ہے
۲۵۸	تجربہ بعض روایتیں جن میں مہاسبت و جہل نظر آتا ہے
۲۵۸	فصل
۲۵۹	سورۃ ناس کی ترتیب کے اسباب اور اس کی تفسیر
۲۶۰	مفصل : سورۃ ناس کی حروف مقفولہ کے ساتھ خاص
۲۶۱	ہونا جن سے ان کا آغاز ہوتا ہے
۲۶۲	آدم
۲۶۳	الحواری
۲۶۴	فصل
۲۶۵	سورۃ الاسراء میں سورۃ اور سورۃ و تفسیر کے ساتھ
۲۶۶	کچھ شریعتیں
۲۶۷	سورۃ الفاتحہ کے آیت میں اس قدر کی حکمت
۲۶۸	مستعملوں اور مستعملوں کے لئے حکمت
۲۶۹	فصل آئے کی ترتیب
۲۷۰	ترتیب سورۃ نوح (۶۳)
۲۷۱	مطلب آمیز
۲۷۲	ہی منسوب ہے مگر ان کے نام
۲۷۳	انہوں کے باہم مشابہت کے ساتھ
۲۷۴	چند مشابہ آیات کی مہاسبت کی توجہ
۲۷۵	چاندھویں سورۃ (۶۳)
۲۷۶	اجازہ قرآن
۲۷۷	مغرب کی طرف اور نصیر میں مغلی
۲۷۸	قرآن شریف کے مجرہ ہونے کے دلائل و ثبوت
۲۷۹	فصل : قرآن میں اس لحاظ سے اجازت دینا ہے
۲۸۰	قرآن سے نامزد کے وہ ہیں
۲۸۱	تالیف قرآن کے چار مراتب

۲۸۱	غرب اوسٹائن تھو اعدہ رکن کی اہمیت	۲۷۱	تجربہ یمن کے دور میں قرآن کے نون الگ الگ کر
۲۸۲	فصل - قرآن مجید کے ضرب الامثال کی روشنی میں	۲۷۱	وہ بچے کے ادا کرے الگ الگ اہمیت کے ساتھ
۲۸۳	ظاہر اور باطن کی مثالیں	۲۷۱	علم الہی
۲۸۳	کائنات پر شہداء اور ان کی مثالیں	۲۷۱	علم التفسیر
۲۸۶	مرسٹون نوٹ (۶۷)	۲۷۱	علم اصول
۲۸۶	قرآن مجید کی قسمیں	۲۷۲	علم الخطاب
۲۸۶	خدا تعالیٰ کے قسم کھانے کی کیا سیاق ہے؟	۲۷۲	علم اصولی عقدہ علم الفروع و احکام و مسائل و التفسیر
۲۸۶	قسم صرف کسی قسم یا مہر کے ساتھ کھائی جاتی ہے	۲۷۲	علم الخطاب و الواعد
۲۸۷	خدا تعالیٰ نے مخلوق کی قسم میں کہاں؟	۲۷۲	علم التفسیر و الفروع
۲۸۷	ذکیا ج	۲۷۲	علم الفرائض و المیراث
۲۸۷	دوسری جہ	۲۷۳	علم الکوائت
۲۸۷	تیسری جہ	۲۷۳	علم العدلی و الدیانی
۲۸۷	چھٹی جہ	۲۷۳	علم الاشارة و المصنف
۲۸۷	طہر کی روشنی میں	۲۷۳	علم العقب
۲۸۷	جلی قسم	۲۷۳	علم الزندرس
۲۸۷	دوسری قسم	۲۷۳	علم ابدال
۲۸۸	قسم کے کائنات مقام خدا کی قسمیں	۲۷۳	علم الجبر
۲۸۸	قرآن میں کلمہ خدا تعالیٰ کی قسمیں و اسی کے ساتھ آیا	۲۷۳	طراویح
۲۸۸	کرتی ہیں	۲۷۳	دستکاریوں کے اصول ان کے آلات کے نام اور
۲۸۸	خدا تعالیٰ کے قسم کھانے کے طریقے	۲۷۳	اشیاء و امور و اشیاء و حکومات کے اہام
۲۸۹	خدا تعالیٰ نے کہا کہ ہر قسم کھائی ہے	۲۷۳	قرآن مجید کی ہر اہام میں کاظم انساب بھی ہے
۲۸۹	امروہ کی قسم کی مثال	۲۷۳	قرآن مجید کے علوم کی تعداد
۲۸۹	امروہ کی مثال	۲۷۳	قرآن کی اہام و علوم میں بانہیں ہیں
۲۸۹	امروہ کی مثال	۲۷۳	قرآن کی اہام کی ہر اہام
۲۸۹	امروہ کی مثال	۲۷۳	کتاب اللہ کی ہر اہام ہے اس کی تفصیل و شرح
۲۸۹	امروہ کی مثال	۲۷۳	بعض علوم قرآنی پر مشتمل کتب میں مذکور
۲۸۹	قرآن میں قسم کا جواب کب مذکور کیا جاتا ہے؟	۲۷۳	فصل - قرآن میں حکام آیات کی تعداد
۲۸۹	قرآن میں اللہ تعالیٰ کی قسموں کے احکام	۲۷۳	قرآن مجید سے احکام مستنبط کرنے کے طریقے
۲۸۹	امروہ کی قسم نوٹ (۶۸)	۲۷۳	پہلی قسم نوٹ (۶۸)
۲۸۹	قرآن کا ہر اہام (طراویح)	۲۷۳	امثال قرآن

۲۹۹	(۱۰) حضرت ابو علیہ السلام	قرآن عظیم پر ہفتوں اور دیکھوں کی تمام اذکار و
۲۹۹	(۱۱) حضرت صالح علیہ السلام	مستقل ہے
۲۹۹	(۱۲) حضرت شعیب علیہ السلام	قرآن کے سرور و مہر استاد کی روزگاریں
۳۰۰	(۱۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام	نبی گامی کی تعریف
۳۰۰	(۱۴) حضرت ہارون علیہ السلام	سورۃ الحج میں مختلف مقامات
۳۰۰	(۱۵) حضرت داؤد علیہ السلام	جسمانی عباد پر استاد کی پانچ طرحیے
۳۰۰	(۱۶) حضرت سلیمان علیہ السلام	کلی قسم
۳۰۰	(۱۷) حضرت ایوب علیہ السلام	دوسری قسم
۳۰۱	(۱۸) حضرت ذوالکفل علیہ السلام	تیسری قسم
۳۰۱	(۱۹) حضرت یونس علیہ السلام	چوتھی قسم
۳۰۱	(۲۰) حضرت زکریا علیہ السلام	پانچویں قسم
۳۰۲	(۲۱) حضرت اسمعٰیل علیہ السلام	وعدہ نیت پر استاد کی
۳۰۲	(۲۲) حضرت یحییٰ علیہ السلام	فصل دوم و تقسیم
۳۰۲	(۲۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام	قول و اوصاف
۳۰۲	(۲۴) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	تسلیم
۳۰۲	زائد :	اجمال
۳۰۳	(۲۵) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	اقتضال
۳۰۳	فائدہ :	ملاحظہ
۳۰۳	پانچ نبیوں کا نام ان کے عالم وجود میں آنے سے قبل دیکھ	انتمیز و بی نوع (۶۹)
۳۰۳	و دیکھا ہے	قرآن میں کون سے ایسے کتبیں
۳۰۳	۱۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	اور القاب و القاب ہیں
۳۰۳	۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام	(۱) حضرت آدم علیہ السلام
۳۰۳	۳۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام	(۲) حضرت نوح علیہ السلام
۳۰۳	۴۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام	(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام
۳۰۳	۵۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام	(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام
۳۰۳	۶۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام	(۵) حضرت اسماعیل علیہ السلام
۳۰۳	۷۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام	(۶) حضرت اسماعیل علیہ السلام
۳۰۳	۸۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام	(۷) حضرت اسماعیل علیہ السلام
۳۰۳	۹۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام	(۸) حضرت اسماعیل علیہ السلام
۳۰۳	۱۰۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام	(۹) حضرت اسماعیل علیہ السلام

۳۰۸	قرآن	۳۰۷	علم
۳۰۸	عہد پہلے	۳۰۶	تعلیم
۳۰۸	حق	۳۰۴	قرآن میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام
۳۰۸	جزا		قرآن میں دنیا جبر اسلام کے اور نیک لوگوں کے
۳۰۸	لغات	۳۰۴	نام
	قرآن میں تحریر کے کاموں میں سے سب ذیلی نام	۳۰۵	قرآن میں مروت کے نام
۳۰۸	آیتیں	۳۰۵	قرآن پاک میں وفود کے نام
۳۰۸	قرآن	۳۰۵	قرآن میں نکات کے نام
۳۰۸	بھی	۳۰۸	قرآن میں قابل کے نام
۳۰۸	آورد		قرآن کے اسما، جو کہ روئے انہوں کی طرف سے
۳۰۸	تشریح	۳۰۶	قرآن
۳۰۸	سورہ	۳۰۶	قرآن میں وہی کے نام
۳۰۸	اٹھان		قرآن میں شہریوں، غلام، کافروں اور پہاڑوں
۳۰۸	عہد	۳۰۶	کے نام
۳۰۸	قرآن میں لکھنے کی طرف سے سب ذیلی نام	۳۰۶	کے
۳۰۸	الآخر	۳۰۶	عہد
۳۰۸	قرآن	۳۰۶	بہرہ
۳۰۸	اسلام	۳۰۶	عہد
۳۰۸	العربی	۳۰۶	مفسر قرآن
۳۱۰	قرآن میں نبوت کے نام	۳۰۶	تعلیم
۳۱۰	فہم	۳۰۶	مفسر قرآن
۳۱۰	قرآن میں اللہ	۳۰۸	آیت اور لکھ
۳۱۱	لکھ	۳۰۸	آخر
۳۱۱	نہیں	۳۰۸	اخلاق
۳۱۱	زلف	۳۰۸	خود
۳۱۱	قرآن	۳۰۸	آخری
۳۱۱	قرآن	۳۰۸	عہد
۳۱۱	تعلیم	۳۰۸	الذہب
۳۱۲	قرآن میں (۱۰)	۳۰۸	آخری
۳۱۲	کلمات قرآن	۳۰۸	آخری

[illegible]

۳۳۳	زنجی کے وقت کی	۳۳۳	ادری آیت
۳۳۴	جواز پر اور نہ کی دیا	۳۳۴	میری آیت
۳۳۵	دور اور کا علاج	۳۳۵	پہلی آیت
۳۳۶	پوری سے امان کا طریقہ	۳۳۶	پانچویں آیت
۳۳۷	کچھ وقت پر چلنے کی دیا	۳۳۷	پہلی آیت
۳۳۸	فاتر سے بچنے کے لئے سورۃ الفجر	۳۳۸	ساتویں آیت
۳۳۹	دور اور کا علاج	۳۳۹	دعاویں آیت
۳۴۰	بیم کا علاج	۳۴۰	کتاب میں تحت قرین آیت
۳۴۱	معدلات سے بچنے کا طریقہ	۳۴۱	سورۃ النبی میں ہر طرح کی آیتیں سورج میں
۳۴۲	نہ سے مسات سے نجات پانے کا طریقہ	۳۴۲	قرآن پاک کی شش تہیں آیت اور جامع اعام
۳۴۳	تہیہ قرآن سے اور عیدین بکرت کے کوہ پر کث	۳۴۳	آیت
۳۴۴	مسند قرآن کو سر پر چا	۳۴۴	قصہ پروف علیہ السلام حسن القصص میں کی وہ
۳۴۵	چھپرہ میں فرغ (۷۱)	۳۴۵	"عائشہ" میں ہر صلا کے بعد رکعت
۳۴۶	قرآن کا رسم خط اور اس کی کتابت کے قواعد	۳۴۶	تکلف آیت کے مخصوصات اور امتیازات و فکر
۳۴۷	روئے سے خطی اشکال کا ذکر	۳۴۷	"رغ" سے شروع ہونے والی آیت
۳۴۸	رسم الخط کی ابتدا اور اس کی تاریخ	۳۴۸	چار پر اور یہ احادیث کے ساتھ
۳۴۹	فصل قرآن کی کثرت سے صحیفہ عثمانی کے رسم خط	۳۴۹	پچھترہ میں فرغ (۷۵)
۳۵۰	نیا پند کی ضرورت ہے	۳۵۰	نواہی قرآن
۳۵۱	قرآن پاک کا رسم الخط اور اس کا ذکر ہے	۳۵۱	ان احادیث کا ذکر میں جو اس فرق کا ذکر ہے
۳۵۲	"ی" حذف ہونے کے مقامات	۳۵۲	قرآن میں شفا قرآن پاک کا استعمال بطور دعا
۳۵۳	۱۱ حذف ہونے کی تفصیل	۳۵۳	در اصل وید کا علاج
۳۵۴	فرغ حذف کے بیان میں جو کہ قاعدہ کے تحت میں	۳۵۴	و شفاء و لھا فی الصدور
۳۵۵	دوسری قسم ہوا	۳۵۵	حباب کے کائے کا علاج
۳۵۶	"ی" کو حذف قاعدہ و حذف کرنے کی مثالیں	۳۵۶	تکلف بناروں اور ان کے علاج کے لئے مخصوص آیات
۳۵۷	واو کے خلاف قاعدہ حذف و حذف ہونے کی مثالیں اور	۳۵۷	ادسرتی
۳۵۸	اس کی وجہ	۳۵۸	خلل دماغ کی وجہ کا علاج
۳۵۹	دوسرا قاعدہ و حذف کرنے کے بیان میں	۳۵۹	طبعان کو بکام کے لئے آیت آخری پر صفا
۳۶۰	تیسرا قاعدہ کثرت جزو کے بیان میں	۳۶۰	بھول کا علاج
۳۶۱	چوتھا قاعدہ و حذف کرنے کے بیان میں	۳۶۱	قرص ادا ہونے کی دیا
۳۶۲	پانچواں قاعدہ و حذف کرنے کے بیان میں	۳۶۲	سورۃ کے جانور کو دیکھنے کی نہ زیب

۳۱۲	الزبد :	۳۹۰	انہی کی کتب سے تفسیر کے متعلق روایات
۳۱۳	ابراہیم :	۳۹۱	دیکھ کر مسرت پائی انہی نے
۳۱۳	الحجر :		تفسیر کے سب سے بڑے عالم کہ میں انہی عباسی تھے
۳۱۳	الشجر :		کے رفقاء اور گور میں انہی مسودہ تھے کے اصحاب اور
۳۱۴	الاسراء :	۳۹۱	انہی میں ہیں
۳۱۵	الکہف :	۳۹۰	نہایت میں
۳۱۶	مریم :	۳۹۰	طہ تفسیر میں امام کا نام
۳۱۶	طہ :	۳۹۰	طہ تفسیر میں سعید بن جبیر کا نام
۳۱۶	الانبياء :	۳۹۱	طہ تفسیر میں کریم کا نام
۳۱۷	الحج :	۳۹۱	دیکھ کر انہی تفسیر میں
۳۱۷	المومنون :	۳۹۱	انہی میں امام کا نام ہے انہی کی جامع تفسیر
۳۱۷	النور :	۳۹۱	انہی میں جریر طبری کی تفسیر
۳۱۷	الفرقان :	۳۹۱	سائرین کی تفسیر
۳۱۷	القصص :	۳۹۲	نام خاص انہی میں طہ کی تفسیر میں
۳۱۷	العنكبوت :	۳۹۲	برقی میں اور طہ کی تفسیر
۳۱۷	النمل :	۳۹۳	قابل اور اور مشہور تفسیر میں جریر طبری کی ہے
۳۱۸	الجملة :	۳۹۳	لا اثنان کا سبب تفسیر
۳۱۸	الاحزاب :	۳۹۳	تفسیر قرآن سے متعلق روایات و احادیث
۳۱۸	صبا :	۳۹۳	القصص :
۳۱۸	الطغر :	۳۹۳	الطغر :
۳۱۹	یونس :	۳۹۵	آل عمران :
۳۱۹	الصدقات :	۳۹۶	النساء :
۳۱۹	الزمر :	۳۹۷	الجملة :
۳۲۰	غافر :	۳۹۷	الاعتماد :
۳۲۰	فصلت :	۳۹۸	الاعراف :
۳۲۰	ممتحن :	۳۹۹	الانفال :
۳۲۰	زمر :	۴۰۰	براءہ :
۳۲۰	الدخان :	۴۰۱	یونس :
۳۲۱	الاحقاف :	۴۰۱	ہود :
۳۲۱	الفتح :	۴۰۲	یوسف :

۳۲۵	الفجر	۳۲۱	الحجرات :
۳۲۵	البنت	۳۲۱	انذاراۃ :
۳۲۵	والشمس :	۳۲۱	اعلور :
۳۲۶	علم بشرح :	۳۲۱	النجم :
۳۲۶	انزالۃ :	۳۲۱	ابرحمن :
۳۲۶	العاديات :	۳۲۲	ابوالقہ :
۳۲۶	الہاکم	۳۲۲	المعدنہ
۳۲۶	الکھنثر	۳۲۳	الغلافی :
۳۲۶	الانخلاص :	۳۲۳	ن :
۳۲۶	الطہلی :	۳۲۳	المہارج :
۳۲۷	الناس :	۳۲۳	المزمل :
۳۲۷	حدیث مفرد حرمی - حدیث القرآن اور حدیث مسند دارکر	۳۲۳	معدنہ :
۳۲۷	التجرہ	۳۲۴	السا :
۳۲۷	رسالہ مہدی نے قرآن پر شہرہ آبی پاک کی تحریر صحابہ	۳۲۴	الکعبہ :
۳۲۷	رضی اللہ عنہم سے بیان کردی تھی	۳۲۴	الانقطار :
۳۲۸	مہر قرآن و اظہار اشعار و کتاب الاطلاق کا جائزہ	۳۲۴	المطہین :
۳۲۸	ہم معرفتوں کی حالت	۳۲۴	الاستغراق :
۳۲۸	عرض مترجم	۳۲۵	البروج :
۳۲۸	نعت داناہور	۳۲۵	الاعلی :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تینتا لیسویں نوع (۳۳)

محکم اور مشابہ

قرآن محکم ہے یا مشابہ

قال اللہ تعالیٰ حمزہ مدنی انزل عنک کتاب بنہ انت منکذت لہم ثم فکذبت واسم منکذہا ان اسے نے تجھ پر کتاب نازل کی۔ اس میں بعض باتیں ہیں اور وہی کتاب کی جو ہیں اور وہی مختلف اہل حال ہیں (۳۳)۔ اس میں صیب بیش پوری نے اس مسئلہ میں تین قول ذکر کئے ہیں اور حسب ذیل ہیں:

(۱) قول تعالیٰ "کتاب انکذبت الیہ" کے لفظ سے تمام قرآن محکم ہے۔

(۲) قول تعالیٰ "کتاب انکذبت الیہ" کے مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے سارا قرآن کتاب ہے اور

(۳) صحیح قول یہ ہے کہ اس آیت کے بموجب قرآن کی تقسیم محکم اور مشابہ دونوں قسموں کی طرف کی جاتی ہے۔ پہلے اور دوسرے دونوں قولوں میں جن آیتوں سے استدلال کیا گیا ہے ان کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ پہلی آیت میں قرآن اور دوسری آیت میں قرآن کے مشابہ کہنے کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن (۱) کی آیتیں (۲) و (۳) و (۴) اور (۵) میں باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

بعض علماء کا قول ہے "مذکورہ بالا آیت اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ قرآن کا دوسرا حصہ جو اس میں ہو گیا ہے اس لئے اس میں کوئی طریقہ دھوکا دہن کرنے کا نہیں پایا جاسکتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "تیسرے لفظ میں مذکور آیت کے مفہوم پر اگر کر کے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ محکم کی شناخت وہاں پر موقوف نہیں رہتی اور مشابہ کا بیان ہی ایک غلط تفسیر امر ہے تو پھر یہ تقسیم اور بھی ناقابل تقسیم ہو جاتی ہے۔"

محکم اور مشابہ کی تقسیم کے متعلق سوال قول آئے ہیں

۱۔ یہ کہ جس امر کی مراد صاف طور پر بتا دیں کہ یہ سچہ معلوم ہو جائے اور محکم بنا اور جس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی لئے خاص کیا ہے جیسے فیما صحت قائم ہو اور وہاں کا شروع اور سورتوں کے اوائل کے حرف متعلق یہ سب مشابہ ہیں۔

۲۔ یہ کہ جس چیز کے معنی واضح اور کھلے ہیں وہ محکم ہے اور جو اس کے برعکس ہے وہ مشابہ ہے۔

۳۔ یہ کہ جس امر کی ایک ہی چیز پر چوبیس ہونے کے محکم ہے اور جس کی تادیل کی وجہ کا محالہ نہ ہوتی ہو وہ مشابہ ہے۔

۴۔ یہ کہ جس بات کے معنی متضاد ہوتے ہیں (یعنی ان کو عقل قبول کرتی ہے) اور محکم ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ مشابہ ہے۔ مثلاً نمازوں کی تعداد اور روزوں کا شمار رمضان کی لئے خاص ہو اور شعبان میں نہ ہوتا۔ یہ قول صحیح ہے۔

۵۔ محکم۔ قول یہ ہے کہ جو شے مستقل بنفسہ ہو وہ محکم اور جو چیز غیر مستقل بنفسہ ہو وہ مشابہ ہے۔ مثلاً سورہ صافات پر دلالت نہ کرتی ہو وہ مشابہ ہے۔

۶۔ محکم۔ قول یہ ہے کہ محکم اس کو کہتے ہیں جس کی تادیل غرض کی تخریل ہے اور مشابہ وہ ہے جو بغیر از تادیل سمجھ سکتے ہیں۔

روایت کی ہے کہ "ان لوگوں نے جو جلیلہ اس کی دلیل جانتے ہیں ان کو کھانا ملے معلوم ہوتی تو ان کے طرح تو مسخورتہ و محال کو
 اس سے کہہ دیا کہ ان کے حکم کو قتل سے نہ پہچان سکتے۔" خودی نے اس قول کو بہت پسند کیا ہے۔ چنانچہ وہ طرکِ شرع میں لکھتے ہیں کہ "بے شک یہ
 صحیح ترین قول ہے کیونکہ یہ بات میرے دلچسپ ہے کہ اصفیٰ اپنے بندوں سے اسکا باقوں کے ساتھ خطبہ فرماتا ہے جس کو اس کی حقوتی میں سے کوئی
 جان نہ لے سکتا۔" ان صاحب نے کہا کہ یہ قول باطل واضح و صاف ہے مگر صاحبہ رضی اللہ عنہما، تابعین اور ائمہ کے بعد اسے کتبِ جامعین اور دیگر
 علم و فاضلین خصوصاً اعلیٰ مفت میں ہے بہ کثرت علامہ دوسرے قول کی طرف لگے ہیں اور یہ دوسرا قول ائمہ میں سے بعضوں و ائمہ میں سب
 سے زیادہ صحیح ہے۔ "ابنِ اسماعیل کہتے ہیں "یہاں قول چند لفظ کا ہے اور انھوں نے اس کو پسند کیا ہے۔" ابنِ اسماعیل نے کہا ہے کہ "اس میں شک
 نہیں کہ انھیں نے اب اس حدیث کا معتقد تھا لیکن اس مسئلہ خاص کے بارے میں اسے کچھ اور اس میں کوئی تعجب نہیں اس واسطے کہ ہر شے
 دنیا گھڑا کبھی نہ بھی گھڑ کر رہا تھا اسے اور ایک سالہ میں ہی دنیا سے کوئی نہ کوئی سے مراد ہر سال میں نکلتی جاتی ہے۔"

میں کہتا ہوں "تیسرے ہندو کے مذہب کی محنت پر درودِ رایت بھی ولایت کرتی ہے جس کو عبد اللہ رزاق نے اپنی تحسیر میں اور حاکم نے اپنے مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ پڑھا کرتے تھے: "وَمَا سَأَلْتُمْ خَلْقًا إِلَّا بِنَايَةِ اللَّهِ وَنُفُوذِ الْوَلَايَةِ بِسُحُوفِ الْعِلْمِ بِأَنَّ" جس ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ قرأت صاف طور سے ولایت کر دیتی ہے کہ اس میں دو احوال نظر آتے ہیں، بلکہ احتیاج یہ ہے اور گواہ روایت کا قرأت ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ تاہم کہ فراموشی کو یہ درود ضرور حاصل ہے کہ کتبِ مسند کے سرگرم پڑھنے والے قرآن (ابن عباس رضی اللہ عنہما) کا قولِ تعلیم کیا گیا ہے اور تفسیر کا کام اللہ کے بارے میں زبان کا بیان دوسرے اذن کے بعد اور ان سے کم وجہ دیکھنے والے لوگوں کے جان پر بہر حال مقدم ہوگا۔ پھر اس کی تائید بھی ہوتی ہے کہ خود بیت کہ بعد از کتاب کے پیچھے پڑنے والوں کو انہماک اور دلجوئی اور مستند و والی کا خواہش تائید اور ان لوگوں کی جنہوں نے کتاب کا مطالعہ کیا ہے وہ کہ اس کے سامنے کے لئے سر تسلیم خم کرے، یا کسی اور طرف کی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے تفسیر پر بیان کیا ہے۔ فراموشی کو یہ کہ ابی الدین حبیب رضی اللہ عنہ کی قرأت بھی: "وَنُفُوذِ الْوَلَايَةِ بِسُحُوفِ الْعِلْمِ بِأَنَّ" تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کتاب المعاصف میں معترض نے طرہی پر روایت کی ہے کہ "ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں یہ بیت نہیں ہے۔" "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ بِنَايَةِ اللَّهِ وَنُفُوذِ الْوَلَايَةِ بِسُحُوفِ الْعِلْمِ بِأَنَّ" تفسیر وغیرہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "رسول اللہ ﷺ نے اس آیت: "عَلَّمَ الْقُرْآنَ" غُثًّا رَغِيًّا" کو "لَوْ لَوْ الْوَلَايَةِ" کے ساتھ پڑھا۔" "عَلَّمَ الْقُرْآنَ" غُثًّا رَغِيًّا" سے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ناخواب ہو کر، شام فرمایا "جس حبیب میں لوگوں کو دیکھو جو قرآن کے تفسیر کی جڑوں کرتے ہیں تو وہی لوگ ہی ہیں جن کا کام اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) بیان سے اور تم ان سے پرہیز کرو گے۔"

مثنوی کے بارے میں احادیث و روایات

طبرانی نے اپنی کتاب المعجم میں ابوالخاک اشعریؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پر فرماتے ہوئے سنا: ”مجھے اپنی موت کے بعد سے میں صرف تمیں و تمہارے پیروں سے جانے کا خوف ہے۔“

(۱) یہ کہ ان کے پاس مال و دولت کی کثرت ہو جائے جس کی وجہ سے ان کی ملکیت پر دوسرے سے حسد کریں اور قتل و خلع پر کمر بستہ ہو جائیں۔
(۲) یہ کہ ان کے پاس کتاب اللہ کے بارے میں سنا کر دیا جائے تو سوچیں اسے نہ لڑیں اس کی تاویل کرنا چاہے حالانکہ اس کی تاویل علم اللہ تعالیٰ کے امر و نہی اور کلام اللہ نہیں ہے۔ آج اگر حدیث یا بیان مردودینے عمر بن عبدالمطلب کی حدیث بیان کی ہے جس میں عمر بن عبدالمطلب اپنے والد شیب سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس سے رسول اللہ ﷺ سے رہو گی پس کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”قرآن اے واسطے ہرگز عزلی نہیں ہوتا ہے کہ اس میں سے بعض حدیث کے بعض حصے کی تکذیب کرے۔ لہذا اس آیت میں سے تمہاری سمجھ میں نہ آئے اس پر عمل کرو اور جو خطابہ معلوم ہو اس پر ایمان لانا۔“

حاکم نے اپنی "مستدرک" کے واسطے سے رسول کریم ﷺ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "پہلی کتاب (آسانی) ایک ہی باب (طرز) سے ایک ہی حرف پر نازل ہوا کرتی تھی مگر قرآن کا نزول سات کتاب سے سات حروف پر ہوا ہے۔ (۱) میرزا اور مرثدئی نے والا ہے۔ (۲) امر (نظم) ہے۔ (۳) طلال ہے۔ (۴) حرام ہے۔ (۵) حکم ہے۔ (۶) اختیار ہے اور (۷) مثال ہے۔ لہذا تم لوگ اس کے طلال کو طلال جانو، اس کے حرام کو حرام سمجھو، وہ کام کہ جس کے کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ اس بات سے باز رہو جس سے باز رہنے کی تم کو ہدایت کی گئی ہے۔ اس کی مثال کو عبرت کی نگاہوں سے دیکھو، اس کے حکم پر عمل کرو اور اس کے کتاب پر ایمان لاؤ اور کہو: "ہم اس پر ایمان لائے، سب کچھ اہل حق کی طرف سے ہے۔"

پہلی نے کتاب "شعب الایمان" میں بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کے موافق روایت کی ہے۔ ابن جریر نے اپنی عباسیہ سے مرفوعا روایت کی ہے کہ "قرآن چار حروف پر نازل ہوا ہے۔ (۱) طلال و حرام جس کے نہ جاننے کی وجہ سے کوئی شخص مصیبت مانا جائے گا۔ (۲) وہ تعبیر جو کامل عرب کرتے ہیں۔ (۳) وہ تعبیر جو کلاما کرتے ہیں۔ اور (۴) مکتبہ کہ اس کو خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور خدا تعالیٰ کے جاگزیل اس کے علم کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹ ہے۔"

پھر اسی روایت نے یحییٰ بن یزید کو دوسری سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی سونڈا بھی روایت کیا ہے۔ ابن عباسی حاتم نے غنی کے طریق پر اپنی عباسیہ سے روایت کی ہے کہ "ہم حکیم پر ایمان لائے اور اسے دین (کامل پابندی) مانے (اس پر عمل کرتے) ہیں اور تنبیہ پر ایمان لاکر اس پر عمل نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ سب خدا تعالیٰ کی طرف سے (یعنی حق اور عزوجل سے ملتا) ہے۔ نیز اہل علم و تحقیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی روایت نے یحییٰ بن یزید کو روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "ان لوگوں کا علم میں مضبوط یا نہ ہو تھا کہ وہ کتاب قرآن پر ایمان لائے۔ حالانکہ وہ اسے جانتے نہ تھے۔" پھر اسی روایت نے ابو الحسن اور ابو جریج سے بھی روایت کی ہے کہ ان دونوں نے کہا: "تم لوگ اس آیت کو طلاق پر مبنی ہو حالانکہ یہ موقوفہ (مبتدا کا نہ مستقل) آیت ہے۔"

دارقطنی نے اپنی مندرجہ میں بیان میں صیاد سے روایت کی ہے کہ مصحف نامی ایک شخص سادینہ میں آیا اور اس نے قرآن کی مشابہت کی نسبت سوالات کرنے شروع کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس شخص کو اپنے پاس بلوایا، اس کے مزاج سے کئے گئے کجگواری کو بھی شامیں تنہا رکھی تھیں۔ (وہ آگیا تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا: "تو کون ہے؟" اُس شخص نے جواب دیا: "میں عبد اللہ بن مصحف ہوں۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کجگواری کی طرف پکار کر اس کے سر پر ماری یہاں تک کہ خون بہہ نکلا۔ اور ایک روایت میں یہی روایت سے یہ بتدیل ہے کہ "پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو کجگواری کی مثالوں سے مارا یہاں تک کہ اس کی پشت کو بالکل زخمی کر کے چھوڑا۔ جب وہ اٹھا تو وہ گویا تو وہ مار دینے میں مارا اور جب اس دفعہ بھی اس کے زخم اٹھے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تیسری بار بھی دسکی میں اسے بٹکا اور وہ گویا تو اس شخص نے کہا: "اگر تم مجھ کو جان سے مارنا چاہتے ہو تو مجھے طریقے سے مار دو۔" یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حکم دیا کہ اپنے ملک کو واپس چلا جائے اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اس شخص (مصحف) کے پاس کوئی مسلمان نفست دیر قیامت نہ دے۔"

دارقطنی نے حضرت عربین خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "اس میں شک نہیں کہ عترتِ قریش کو یہی لوگوں کو دیکھو گے جو تمہارے سامنے آکر قرآن کے خطابات میں تم سے بحث کریں گے۔ لہذا تم کو چاہئے کہ تم انہی حدیثوں کے ساتھ انہیں بند کرو۔ کیونکہ حدیثوں کے جانتے والے ہی کتاب اللہ کے بہت اچھے جانتے والے ہیں۔" فریضہ یہ تمام مذکورہ بالا حدیثوں اور آثار (اقوال و ملف) صاف طور سے روایت کرتے ہیں کہ کتاب قرآن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے بلکہ اس میں خود کو خود کو خوار کرنا چاہنا نہیں ہے۔ آگے چل کر اس کے متعلق اور زیادہ وضاحت سے صاف کایاں آئے گا۔

واحد و جسود صحت بعدہ " (پچھلے دو جملوں کا ترجمہ مذکور گیا اس سے "مجھے کا ترجمہ ہے۔ جو اس پر ایمان لا کر لایب نے اور اس کی نسبت سوال کر؟ بدعت ہے۔)۔ چنانچہ نے مالک سے ہی روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "خدا دیباہی ہے جیسا کہ اس نے اپنی ذات پاک کا وصف فرمایا اور اسے نہ کہا ہے مجھے کہ کرکھر؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کیف کا سوال اٹھایا (یعنی اس کی چوڑی نہیں)۔ لا کا لائی نے عربی انہیں جتنے سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "مشرق سے مغرب تک تمام نقباء (جالوں) کا صفات باری تعالیٰ پر بشیراً و نصیراً تفسیر و تفسیر ایمان لانے کی نسبت اتفاق رائے ہے۔"

اور ترمذی نے حدیث روایت پر کام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اہل علم اور ائمہ مثلاً سفیان ثوری، مالک ابن المبارک، ابن حبیب، احمد و غیرہ کے نزدیک اہل بار سے شیخ پسندیدہ و مذہب یہ ہے کہ انہوں نے یہ صراحت کہا ہے کہ ہم ان حدیثوں کی وہی طرح روایت کرتے ہیں جس طرح یہ آتی ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جائے کہ کیا کیوں کر ہے۔ اور نہ ہم ان کی تفسیر کرتے ہیں اور ذہن کے بارے میں کوئی دہم رکھتے ہیں۔" علامہ اہل سنت میں سے بعض کا یہ قول ہے کہ "ہم نہ خود انہوں کی حدیثوں کی حدیثوں کی حدیثوں کے ساتھ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمت کے شایان نہیں ہیں۔" اور یہ مذہب غلط کا ہے۔ امام اطریشی اسی کے حائل تھے مگر بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کیا اور مذہب سلف ہی کے حائل ہو گئے۔ چند نچہ انہوں نے "مسند النعمان" میں لکھا ہے کہ "جس چیز کو یہودیوں نے مانا پسند کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے اس پر عمل کرنے کا نکرہ کرتے ہیں وہ سلف کی پیروی ہے کیونکہ وہ لوگ صفات کے معانی میں خود کرنے کو ترک کرتے رہے ہیں۔"

ابن الصلاح کا بیڑن ہے کہ "اسی طریقہ پر سنت کے پیشوا اور اس کے سرور (بزرگانِ سلف) بھی ملتے رہے اور اسی کو فقہ کے مدارس اور ائمہ حدیث نے بھی مانا ہے اور بعد میں یہ صاحب میں سے جو لوگ علم کمال کے پادشاہ ہیں وہ بھی اس کے ماننے سے انکار نہیں کرتے مگر وہ یہاں نے جو اہل مذہب پسند کیا ہے۔" ابن الصلاح نے لکھا ہے "اور بعض کے بعض اختلاف کی اصل یہ ہے کہ کیا بات درست ہو سکتی ہے کہ قرآن میں کوئی ایسی چیز موجود ہے جس کے معنی میں مضمون نہیں؟ یا اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے بلکہ (مضمون) فی المقام اس کے معنی جانتے ہیں۔" ابن حجر العسقلانی نے افرات و فرافکہ کو چھوڑ کر خود کی روایت کیا ہے۔ ابن کلابین نے کہ "اگر کوئی ایسی بات کہی جوتی جہاں عرب کی زبان سے قریب ہے پھر اس کو منکر نہیں ٹھہرایا گیا ہے اور کوئی دلیل بعید ہے تو اس حالات میں ہم اس کی ایسا تلاش کریں گے اور اس کے معنی پر اسی طریقہ سے ایمان لائیں گے جو کہ سے مروی ہوئی ہوگی۔ پھر اس کے ساتھ ہی متن پر باقی بات کی کبھی ضرورت نہ لائیں گے اور اگر ایسا ملنا کے معنی اہل عرب کے یا کسی طرز خطاب کی زد سے نکلا ہو اور عام طور پر مضمونوں کے ترجمہ میں کوئی غلطی (غلطی و غلطی) کے معنی میں گمراہی کے قائل ہو جائیں گے۔ جیسے قول تعالیٰ "یا خیر بنی نفل ما نزلت فیہ خب لک" میں لفظ "حب" کے معنی ہیں کہ ہم اس کا عمل خدا کے لکے اور اس کے لئے واجب ہو تو یہ کرتے ہیں۔" اب اس مذکورہ بالا جوں میں حسب طریقہ اہل سنت کی جو یہ روایتیں ہم کو ملی ہیں ان میں بیان کرتا ہوں جو حسب ذیل ہیں:

استواء کی صفت اور اس کے متعلق سات جوابات

(۱) "استواء" کی صفت اس کے بارے میں جو روایتیں میری نظر سے تھیں ان کا ماحصل سات جوابات میں:

اول: "متاع اللہ لکھنوی نے کہا کہ اس میں حدیث کی ہے "استواء استفسار" (قرار بخلاف) کے معنی میں آیا ہے۔ اور اگر یہ قول صحیح ہو تو اس کے لئے کسی حدیث کی حاجت نہ پڑتی ہے کیونکہ قرار بخلاف ہی اس کے لئے مخصوص ہے اور اس معنی سے سزا اللہ تعالیٰ کو محسم ہمارا ہے۔

دوم: یہ کہ استواء (عالمی) کے معنی میں ہے اور یہ قول دو وجہ سے رد کر دیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ کوئی حدیثی دونوں یہاں اور جنت و دوزخ اور دونوں کے لئے ہے دونوں میں ہر قدر متعلقہ ہے جہاں ایک حدیث میں اس کے غلبہ کے لئے قریش کی تفسیر کرتے کا نام دیا ہے؟ دوسرے یہ کہ مثلاً (تو یونان) قبر محمد علیہ السلام کے بعد جتنا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے۔ لاکھائی کے کتاب السنۃ میں ذہن الاعرابی سے

مگر اس نے یہ سامنے رکھ کر دلائل کے لئے "وہی اللہ ہے اللہ" فرمایا۔ جس میں اس نے جو کچھ ہے اس سے بڑا اور بڑا نہیں ہے۔

عندہ کالفظ

نہایت ہی بڑی بات ہے کہ "وہی اللہ ہے اللہ" میں بھی یہی قہر کا لفظ ہے اور وہی اللہ ہے اللہ۔ اس نے یہ کہہ کر اس سے تمہیں اللہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور اس کی قہر سے بڑا اور بڑا "وہی اللہ ہے اللہ" میں بھی یہی قہر کا لفظ ہے اور وہی اللہ ہے اللہ۔ اس نے یہ کہہ کر اس سے تمہیں اللہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قرآنیت کا لفظ

تیسری بات یہ ہے کہ قرآنیت کا لفظ ہے اور وہی اللہ ہے اللہ۔ اس نے یہ کہہ کر اس سے تمہیں اللہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تیسری بات: بظن سے کیا مراد ہے

اس میں یہ ہے کہ قرآنیت کا لفظ ہے اور وہی اللہ ہے اللہ۔ اس نے یہ کہہ کر اس سے تمہیں اللہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فصل: سورتوں کے بعض فقرات کے معانی جو معانی سے منقول ہیں

سورتوں کے بعض فقرات کے معانی جو معانی سے منقول ہیں۔ اس میں یہ ہے کہ قرآنیت کا لفظ ہے اور وہی اللہ ہے اللہ۔ اس نے یہ کہہ کر اس سے تمہیں اللہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

انہی ائمہ میں ائمہ اور ان کے معانی

اس کے علاوہ اس کے معانی سے منقول ہے اور وہی اللہ ہے اللہ۔ اس نے یہ کہہ کر اس سے تمہیں اللہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور ذرا بعد اس کے تخریق کے مجھے کوہل پہنچا۔ ابوالفتح محمد بن کعب القرظی سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا: "اگر (میں) اس سے ہے،" اسی ایک ہی روایت تھی، مگر اس نے کہا: "واللہ انہ کانم لہما خاساں کما روواہما، فہما سکا جے۔" مگر یہی وہی عموماً کا قول ہوا۔ "فہما سکا جے" کے معنی "میں نے ان کو لڑائی میں ہار دیا" ہے۔ (اس کا تعلق ان دونوں کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ انھیں "سکا جے" کہا گیا۔) اور قول بھی آیا ہے کہ "اگر میں ان سے لڑتا، تو ان سے ہار دیتا۔" (اس کا تعلق ان دونوں کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ انھیں "سکا جے" کہا گیا۔) اور قول بھی آیا ہے کہ "اگر میں ان سے لڑتا، تو ان سے ہار دیتا۔" (اس کا تعلق ان دونوں کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ انھیں "سکا جے" کہا گیا۔)

کعبہ بن کعب کے معانی

یہاں یہی وہی روایت ہے جس نے پہلے "ابوالفتح محمد بن کعب القرظی" کے بارے میں بیان کیا تھا۔ یہی وہی ہے کہ انھوں نے کہا: "اگر میں ان سے لڑتا، تو ان سے ہار دیتا۔" (اس کا تعلق ان دونوں کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ انھیں "سکا جے" کہا گیا۔)

یہاں یہی وہی روایت ہے جس نے پہلے "ابوالفتح محمد بن کعب القرظی" کے بارے میں بیان کیا تھا۔ یہی وہی ہے کہ انھوں نے کہا: "اگر میں ان سے لڑتا، تو ان سے ہار دیتا۔" (اس کا تعلق ان دونوں کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ انھیں "سکا جے" کہا گیا۔)

کعبہ بن کعب کے معانی

یہاں یہی وہی روایت ہے جس نے پہلے "ابوالفتح محمد بن کعب القرظی" کے بارے میں بیان کیا تھا۔ یہی وہی ہے کہ انھوں نے کہا: "اگر میں ان سے لڑتا، تو ان سے ہار دیتا۔" (اس کا تعلق ان دونوں کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ انھیں "سکا جے" کہا گیا۔)

یہاں یہی وہی روایت ہے جس نے پہلے "ابوالفتح محمد بن کعب القرظی" کے بارے میں بیان کیا تھا۔ یہی وہی ہے کہ انھوں نے کہا: "اگر میں ان سے لڑتا، تو ان سے ہار دیتا۔" (اس کا تعلق ان دونوں کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ انھیں "سکا جے" کہا گیا۔)

(یعنی کہ ہم کو متفرق طور پر ان میں وارد کیا گیا ہے کہ کہانی نے قولِ توفانی "ق" کے بارے میں یوں کیا ہے کہ وہ نہ احمقانی نے ہم کو بار بار قہر جو نیک حرف ہے۔ کہانی کے سوا کسی دوسرے شخص نے قولِ توفانی "نہ" کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ نہ احمقانی نے ہم کو بار بار احمقانہ کے الفاظ کا خاتمہ ہے۔

حرف مقطوع کا جو عربی شاعری میں

باقی سوال حاصل یک سوال کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو یہ ہے کہ ایسے تر مکلمات کی طرف متبادہ ہیں جن میں ہر ایک حرف غصہ خانی کے کسی حصے کا مؤلف ہے۔ یہ بات اگر کلمہ کے کسی جز پر استغناء کر لیا جائے تو عربی اور لغوی میں ایک مضبوطی سے جوڑنا چاہنا ممکن ہے۔۔۔

فقلت بعدا فہیں غصانک وقد جئنی ذنبت (میں نے تیری گناہوں پر غصہ کر لیا ہے۔ یعنی وہی ذنبت غصہ خانی کا) اگر تیرا چاہو تو تیرے لیے کہ

یا علی کہہ دو کہ ذنبتک غصہ خانی کا ہے یعنی غصہ خانی (یعنی غصہ خانی کا)

اور ایک عالم فرماتا ہے: "اے ہم! آج صبح وہاں، مقام: حبیب خان، ایک اور ایسی جگہ ہے جہاں ایک اور ایسی ہی جگہ ہے۔"

[illegible]

حروف مقطعات قسم ہیں اور خدا تعالیٰ کے نام ہیں

ہمدی کے کہ کہ اسے اسی ہمارے بیچہ گایہ قول پہنچا ہے۔ اس میں اس کا کہہ: "نہ اقلتم خدا تعالیٰ کے ناموں میں سے ہر ایک سے اور ان پر برتری اور برتری کے علی بن ابی طالب کے طریقوں پر ان کا ہر ایک سے یہ روایت کی ہے کہ یہاں سے کہا: "قلتم" حلیہ اور حلیہ میں کے مشابہ الفاظ و حروف تہجی ہیں۔ خدا نے بھی ان کے ساتھ قسم کھائی ہے یہ سب خدا کے نام ہیں" اور اس قول میں ہر ایک کے لیے تفسیر صریحیت ہے یعنی یہ کہ وہ جملہ کلمات قدسہ اور نہ لیں ہیں اور اس میں اس بات کی بھی صلاحت پائی جاتی ہے کہ ان کو دوسرے قس میں شامل کر دیا جائے۔ پہلے اعتبار میں اس کے منجھ و تیسرے قول: "وہ ہے ابن عقیل اور ہر"۔ ہر ایک میں۔ نورائے کبر کی ہے۔ اس کی تائید میں ایک روایت آتی ہے جس میں اس نے اپنی تیسری میں طالع کے طریق پر پہنچا اور ابی جیم قورنی، فاطمہ، عیسیٰ اور منہات فہ بن ابی طالب سے نقل کیا ہے۔ ابی بنی زمر نے اپنے والد بنی ابی طالب سے سنا کہ کہتے تھے: "ما اقلتم فضل اسمائیم" (اے کاف، عاصیہ، عیسیٰ، صادق اور محمود بخش دے گا) اور یہ روایت بھی اس کی سہ ہے کہ ابن ابی قریبہ نے روایت کی ہے کہ "ما اقلتم فضل اسمائیم" کے یہ سن کر نقل کیا ہے۔ اس نے کہا: "ما اقلتم فضل اسمائیم" (اے وہ ذات پاک، زور جلاور تھی ہے اور جس پر کبر کی لی جنت میں رہتی) اور ابی بنی سے روایت کی ہے کہ اس نے بیان کیا میں نے، علی بن ابی اس۔ سوریہ نے کہا کہ آیا کسی شخص کے کہ لکھتے بات خدا سے، ہر کہہ اور اپنا نام "اسم" اور "ما" کہ لکھتا اس کے ساتھ اسے جواب دیا میری کہ میں یہ بات مناسب نہیں کہ وہ کہہ لکھتا تعالیٰ فرماتا ہے: "اسم" اور "ما" کہ لکھتے کو یہ کہہ لکھتا ہے

لکھا گیا ہے کہ یہ حرف مٹھا ہے۔ قرآن پھر اس کی طرح کتاب اللہ کے اسماء ہیں۔ یہ قرآن عبد اللہ بن ابی قحیفہ کے نقل کیا ہے۔ اس کی رو سے قرآن نام نہ نہیں تھا بلکہ اس کے معنی قرآن لغتوں کے ساتھ کہ ”کسب معانی میں لغت دفعہ اسماء اللہ“۔ (قرآن میں ست حرف گنتی بن علی دہلوی نے بھی لکھی ہے اس کے قرآن لغتوں کے ساتھ کہ ”کسب معانی میں لغت دفعہ اسماء اللہ“۔ (قرآن میں ست حرف گنتی

اذا نکل ایک فائدہ یہ ہے کہ مشاہدات کا دار و مدار ماضی مزی کی تہ تک پہنچنے میں مزید مشقت کرنے کا واجب ہے اور انسانی مشقت زیادہ اور اتنا ہی واجب بھی زیادہ ملے گا اور یہ فائدہ بھی ہے کہ اگر ماضی قرآن شریف حکم ہی ہو تو، ہجران کے کہ ایک ہی مذہب کے مطابق ہر مختلف مذہب کی کوئی تائید نہیں کر سکتا حالانکہ وہ صراطِ اس ایک مذہب کے ہر تمام مذاہب کو، جس میں ۱۲۰ اور یہ بات اس کی تکی جو کہ اور مذہب والوں و قرآن شریف کے دیکھتے، اسے قبول کرنے اور اس پر غور کرنے اس سے قطعاً اٹھانے سے نفرت والا ہے۔ خدا واجب کہ قرآن شریف حکم اور کتاب دونوں جسم کی تینوں پر مشتمل ہے تو اب ہم ایک مذہب کے آدمی کو اس میں کوئی اپنے عقیدے کی تائید اور طرفدار کی کرنے والے، نہ اسے تسلیم جانتے کی طرح ہوگی اور حقائق مذہب میں وہ دیکھیں گے۔ اور نہ صرف دیکھیں گے بلکہ بہت غور کرے گا تو اس نے حقائق اور مطالب سمجھنے کی سعی کریں گے۔ پھر جس وقت وہ ہم قرآن شریف کی جدوجہد میں راہِ مذہبی مہلت کریں تو حکم آتینے تک بلا توجہ کی تفسیر میں گواہ کو تمام مذاہب جنوبی تار میں گئی اور اس طریقہ پر ایک کوئی راہ میں انھیں کو غور سے لے پست سے اس کا ان کے اصول حق پر پہنچ جاتا نصیب ہو جائے گا۔

اذا نکل ایک فائدہ یہ بھی فائدہ ہے کہ قرآن شریف میں مشاہدہ تینوں کے وجود میں سے اس کی تعلیمی کے طریقوں کا علم اور بعض دوسرے کے بعض دوسری آیت پر ترجیح دینے کا اصل معلوم کرنے کی حاجت پڑتی ہے۔ اس بات کو معلوم کرنا زبانی، نحو، معانی، بیان اور اصولی نقطہ و ضرورت سے علوم کے حاصل کرنے پر موقوف ہے۔ لہذا اگر قرآن شریف کی مشاہدہ تینوں میں سے ہم سے علوم کے حاصل کرنے کی کیا حاجت پڑتی؟ یہ مشاہدات کی برکت ہے جس سے لوگ ہم علوم کو سمجھتے اور اپنے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ پھر مسئلہ ان لوگوں کے یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ قرآن شریف عام اور خاص ہر طبقہ کے لوگوں کو درستی سے اس پر مشتمل ہے اور عام لوگوں کی طبیعتیں و فطرتیں میں جتنوں کا اس کا کرنے سے ذہن جھٹکتی ہیں۔ لہذا عام میں جو شخص پہلے ہی پہل کی ایسے سوچو کہ اسے دیکھنا سنا کر کہ نہ سمجھے اسے تیرا اور نہ مطالعہ الہ ہے تو وہ نفس میں مایوس کرنا ہے کہ یہ کوئی وجود نہیں بلکہ عدم درستی ہے۔ اس خیال سے وہ انھیں (انکارِ باہرِ حقایق کے عقیدہ) میں مبتلا ہو جائے گا تو اس مذہب میں یہ بات بھی کہ بندہ اس کو ایسے مطالعہ کے ساتھ مطالبہ دینا چاہے جو ان کے اس مذہب میں ان کے عقیدہ کے مطابق ہو جائے اور نہ اس کے ساتھ اس خطاب میں یہی باتوں کو بھی غور کیا گیا ہو یوں کہ صرف ان کی بات پر دلالت کرتی ہیں۔ یہی قسم اول جس کے ساتھ پہلی ہی مرتبہ بندہ اس کو مخاطب بنانا چاہے وہ مجھ سے مشابہت ہوگی۔ دوسری قسم کا خطاب جو آخر میں ان پر خطاب کو باطل کھلا ہے وہ نعمات میں شکر ہو گا۔

[illegible][illegible][illegible]

2000

[illegible]

میں کہہ بیوں کہ وہ بالائے زمین جس کو کونہی نے بیان کیا ہے سب اقسام فرس کے علاوہ اور معاملات میں کاروبار میں ہیں۔ لہذا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے ماسک میں شامل ہوا دولت سادہ کے بہت عام عقلی سوال پر بھی دیکھتا ہے کہ فرس اداکار میں اس کی مثال مزید دلچسپ ہے۔ اور اگر وہ اس نے بہت کم خود دہلے کے بعد فرس کی طرح کی ایک بہت اسی تلاش کو ملے ہے جو کہ بالکل عام اور اپنے موسم پر پائی ہے اس میں نہایت ہی خصوصیت نہیں پائی اور یہ بہت آسان دلی - فرس خلیک کے ساتھ ملنے سے ہے۔

(۲) عام جس سے غصہ میں مبتلا ہو۔ (۳) نام مخصوص۔

[illegible][illegible]

رسول اللہ ﷺ کے خطاب ”یا ایہا الناس“ وغیرہ میں اُمت بھی شریک ہے یا نہیں؟

دوسرا مذہب یہ ہے کہ اس خاص خطاب میں اختلاف کیا گیا ہے جس کے خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مثلاً ”یا ایہا المسلمین“ اور ”یا ایہا الذین آمنوا“ اختلاف اس بات کا ہے کہ آیا اس خطاب میں امت بھی شریک ہے کیونکہ پیشوا کو جو حکم دیا جاتا ہے وہ میرا ہوتا ہے کیونکہ عرفا اس کے بھی لوگوں کو بھی ساتھ ہی سمجھ دیا ہے۔ مگر علمائے اصول میں کچھ نزول خطاب میں امت کی شرکت کا موضوع ہوتا ہے کیونکہ صیغہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے مخصوص ہے۔

”یا ایہا الناس“ کا خطاب رسول اللہ ﷺ کو بھی شامل ہے یا نہیں؟

تیسرا مذہب ”یا ایہا الناس“ کے خطاب میں اختلاف ہے کہ آیا یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل ہے یا نہیں؟ اگر چاہیں اختلاف کے کئی مذاہب ہیں لیکن میں سب سے زیادہ صحیح اور ایسا مذہب جس کو اکثر لوگ مانتے ہیں، یہ ہے کہ صیغہ کے محکم کی وجہ سے وہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی شامل ہے۔ اس بنا پر حاکم نے زہری سے روایت کی ہے کہ ”یا ایہا الناس“ جس وقت اللہ پاک ”یا ایہا“ لفظ ”یا ایہا“ اور ”یا ایہا“ ہے اس وقت ہی صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہ امتیں کے ساتھ شریک خطاب ہوتے ہیں۔“

دوسرا مذہب یہ ہے کہ نہیں، وہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل نہیں ہوتا اور اس کی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ وہ خطاب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبان سے دوسروں کو تبلیغ کرنے کے لئے ادا کیا گیا ہے۔ لہذا یہ ذات کی جگہ مناسب ہو سکتی ہے کہ یہ خطاب بھی اس خطاب میں شریک ہو چکا ہو یا کسی صورت دوسرے بندوں اور فرمان برداروں کے لئے بھیجا گیا ہے۔ مگر اس کے بعد وہ بھی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیتیں بھی ان کی تعلیم میں شامل نہیں ہوتیں۔

تیسرا مذہب یہ ہے کہ اگر وہ خطاب ”یا ایہا الناس“ کے ساتھ متعلق بنایا جائے تو پھر اس وجہ سے کہ اب وہ تبلیغ کے بارے میں ظاہر ہو رہا یا اس حکم ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل نہ ہو گا اور اس کا عمل امراتہ کے بعد معمول کا قریب ہے لیکن اگر وہ ”یا ایہا“ کے ساتھ متعلق نہ کیا جائے تو ایسا حالات میں یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے قبول میں لے سکتا ہے۔

چوتھا مذہب جو کہ اصول میں صحیح ترین مذہب ہے وہ یہ ہے کہ ”یا ایہا الناس“ کے خطاب میں کار اور عہد (زندہ و مومن) اور ان شریک ہونے ہیں کیونکہ سب کا لفظ عام اور اس میں کسی انسان شامل ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہیں اس کا عموم کافر کے لئے نہیں ہوتا جس کی بنا پر ہے کہ کافر کو فوری احکام کی پابندی سے متعلق نہیں ہوتی اس کی حالت غلام کی بھی ہے۔ اس واسطے کہ وہ اس کے تمام اخلاق شرع کے اعتبار سے اس کے انسانی لحاظ سے جامع ہوں گے۔

جمع ذکر اسلام و مومن کو بھی شامل ہوتا ہے یا نہیں؟

چشمہ یہ اختلاف ہے کہ آیا یہ لفظ ”یا ایہا الناس“ مومن کو بھی شامل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ صحیح ترین قول یہ ہے کہ ہاں مومن اور نہ مومن دونوں کے لئے آتا ہے۔ مگر مقلد مذہب والوں کا اس میں اختلاف ہے وہ ”نفس“ کو ذکر کے لئے مخصوص مانتے ہیں اور یہی دلیل یہ ہے کہ قول تعالیٰ ”ومن آمن من قبلك من الذین آمنوا من قبلک“ کہ یہاں خدا کے لئے ذکر مومن و مومن کے ساتھ ایک کام کرنے والوں کی تصویر کی ہے۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ لفظ ”یا ایہا الناس“ مومن اور مومن دونوں کو شامل ہوتا ہے اسی طرح قول تعالیٰ ”ومن آمن من قبلك من الذین آمنوا من قبلک“ اور جمع ذکر اسلام کے بارے میں بھی یہ اختلاف ہے کہ آیا جمع ذکر اسلام میں کوئی مومن داخل بھی ہو تو کسی قرینہ کی وجہ سے یہاں ہو گا۔ ہاں جمع کسر میں مومن کے داخل ہونے سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

یا اہل الکتاب کے خطاب میں مؤمنین بھی شامل ہیں یا نہیں؟

”شم اس بات میں اتفاق ہے کہ یہ ”یا اہل الکتاب“ کے خطاب میں مؤمنین بھی شامل ہیں؟ اس کا جواب صحیح ٹی شدہ یا یہ ہے کہ یہ لفظ کا اختصار آئی لوگوں پر ہے جن کا یہ خطاب میں ذکر آیا ہے۔ ایک قول ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ مؤمنین کی شرکت معنی طور سے ہو تو پھر یہ خطاب انہیں بھی شامل ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کے خطاب میں اہل کتاب شامل ہیں یا نہیں؟

یہ بھی مختلف فرماتے ہیں کہ ”یا ایہ المؤمنین“ کے خطاب میں اہل کتاب شامل ہیں یا نہیں؟ کہا جاتا ہے کہ اس خطاب میں اہل کتاب شامل نہیں ہیں۔ لیکن بعض جہات و نویسندہ، کام کے خطاب میں ”یا ایہ المؤمنین“ کے قول میں آ کر کہیں وہ بھی ”یا ایہ المؤمنین“ کے خطاب میں شریک ہیں۔ ان کے معنی اس آفریقہ قول کوئی ماننا کہہ سکتے ہیں کہ ”یا ایہ المؤمنین“ کے لفظ ”یا ایہ المؤمنین“ کے خطاب شریف ہے کہ یہ تفصیل کا خطاب۔

پنجالیسویں نوع (۲۱)

مجموعہ کا بیان اور تقریب

مجھ سے کسی نہایت واضح و حدیث قرآن میں نہیں ملتا۔ یہ تو ایک خاص بات ہے کہ قرآن کے کئی کئی جہاں پر اس کے خلاف جواز نہیں ملتا۔ جس میں سب سے پہلے یہ واضح ہے کہ قرآن میں اس کے خلاف جواز نہیں ملتا۔ جس میں سب سے پہلے یہ واضح ہے کہ قرآن میں اس کے خلاف جواز نہیں ملتا۔ جس میں سب سے پہلے یہ واضح ہے کہ قرآن میں اس کے خلاف جواز نہیں ملتا۔

اشعار

ازجملہ ایک سبب اسو کہ ہے خلاف "ہاں" کہ وہ "مناہس" کہ یہاں "شعیر" واقعہ فوئہ اور غرہ کو دو یہ معنوں کے لئے مشور کی ضرورت ہے۔

حرف

دوسرا جب برف سے پیچھے آکر پہلی گمراہی نظر آئے۔ ان سے تمام خیر - کراؤں میں ہی ۱۰۔ عربی اور ان میں سے کسی ایک طرف کے برف سے
پھر ان کے انکار امام ثابت۔

تیسرا سبب مرتبہ فصیحہ کا اختلاف ہے

[illegible]

عطف اور استیفاف کا اجمال

مختلف اور احتیاف کا خیال بھی اصول پر ہونے کا موجب ہے اس کی مثال ہے کہ تعالیٰ نے آدمی کو نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے لئے اور

$$-6^{1/2} \quad -6^{1/2}$$

۲۔ بیوہ محمد عیاض کرمہ نے اپنے شوهر محمد عیاض کرمہ کی وفات پر حوالہ دیا ہے۔

۱۰. فلم خجستہ کرتے جو کہ ان سے بیکانہ ہو۔

لفظ کا غریب ہونا اور کثیر استعمال نہ ہونا

ایک سبب لفظ کا غریب ہونا بھی ہے۔ مثلاً وہ لفظ جو کثرت استعمال میں آتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔
قولہ "یٰٰسَیِّدِی" اس لفظ کا معنی ہے "میرے مالک"۔ لیکن "میرے مالک" کے لفظ کا استعمال نہیں ہوتا۔

تقدیم و تاخیر

تقدیم و تاخیر اسباب کے تحت ہوتا ہے۔ لیکن اس سبب سے کسی کمال یا نقصان نہیں آتا۔ بلکہ اس سے لفظ کی قدر بڑھ جاتی ہے۔
مثلاً "یٰٰسَیِّدِی" کے لفظ کا استعمال کثرت میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کے لفظ کی قدر بڑھ جاتی ہے۔
مثلاً "یٰٰسَیِّدِی" کے لفظ کا استعمال کثرت میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کے لفظ کی قدر بڑھ جاتی ہے۔

لفظ متقول کا بدل دینا بھی اجمال کا سبب ہوتا ہے

جیسے "میرے مالک" کے لفظ کا بدل دینا۔

تکرار

تکرار اسباب کے تحت ہوتا ہے۔ لیکن اس سبب سے کسی کمال یا نقصان نہیں آتا۔ بلکہ اس سے لفظ کی قدر بڑھ جاتی ہے۔
مثلاً "یٰٰسَیِّدِی" کے لفظ کا استعمال کثرت میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کے لفظ کی قدر بڑھ جاتی ہے۔

فصل میں بیان میں متصل، متبیین

اس میں بیان میں متصل، متبیین کے تحت ہوتا ہے۔ لیکن اس سبب سے کسی کمال یا نقصان نہیں آتا۔ بلکہ اس سے لفظ کی قدر بڑھ جاتی ہے۔
مثلاً "یٰٰسَیِّدِی" کے لفظ کا استعمال کثرت میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کے لفظ کی قدر بڑھ جاتی ہے۔

اس میں بیان میں متصل، متبیین کے تحت ہوتا ہے۔ لیکن اس سبب سے کسی کمال یا نقصان نہیں آتا۔ بلکہ اس سے لفظ کی قدر بڑھ جاتی ہے۔
مثلاً "یٰٰسَیِّدِی" کے لفظ کا استعمال کثرت میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کے لفظ کی قدر بڑھ جاتی ہے۔

آیت ربا

تو ارشاد فرماتا ہے: "وَأَصْلُ الْفَتْحِ زَيْدٌ الْإِنَّمَا" کی نسبت کہا جائے کہ یہ محمل ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں زید زنی۔ اور زنی خرید و فروخت اور بیعین ہوتی ہیں۔ پس مذکورہ آیت (فتح) کے معنی ہیں کہ زنی کے لئے کی حاجت پڑتی ہے کہ کوئی زنی زانیہ محمل ہے ہر کسی زانیہ کی کو حرام بنایا گیا ہے۔ ایک قول ہے کہ نہیں پچھلے کسی ہے کیونکہ "فتح" کا لفظ محفل شریف ہونے کی مشیت سے اپنے عہد پر ہی محفل ہوتا ہے کہ اس کے اندر کوئی بدلہ ملے گی۔ تخصیص کا مہم ہوتا ہے یہی بات ہے۔

آیت ربا کی بابت امام شافعیؒ کے چار اقوال

مذکورہ آیت کا معنی ہے کہ شافعیؒ سے اس آیت کے بارے میں چار قول منقول ہیں۔ اول یہ کہ یہ آیت عام ہے کیونکہ اس میں لفظ "فتح" عموم کے لفظ کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ اور ہر ایک "فتح" کو شامل ہوتا ہے۔ ہر قسم کی خرید و فروخت کو شامل ہے۔ ہر قسم کی کوئی مسئلہ خاص بنا دیا ہے۔ آیت میں اس کا محفل اس قول میں مذکور ہے۔ اور یہی قول شافعیؒ اور اس کے اصحاب کے نزدیک تمام اقوال سے صحیح تر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ایک عہد سے فرمایا: "تم جن کے اہل عرب و اہل تہذیب و تمدن نے جانتے ہی کہ جو بیان تم کو کیا۔ لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے پایا گیا کہ یہ قوم ہر عام کے ساتھ ہونے پر شامل ہے۔ ہر عام ہر عام کو شامل ہے۔ خاص بنا دیا ہے اس عام حاجت سے خارج ہوگی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خصوص کو بیان فرمایا ہے۔

اقوال شافعیؒ پر علامہ ماوردی کا تبصرہ

ماوردی لکھتا ہے کہ مذکورہ سابق بیان کے اعتبار پر عموم کے بارے میں چار قول ہیں۔ اول یہ کہ فتح کا لفظ عام ہے، اور اس کا عام ہونا بھی مراد لیا گیا ہے۔ اور قول ثانی ہے کہ ہر عام ہے۔ ہر عام ہر عام کو اس سے خصوص مراد لیا گیا ہے۔ "ماوردی لکھتا ہے: "اور ان دونوں باتوں میں فرق ہے کہ قول دوم میں بیان لفظ سے مشتق آیا ہے اور قول اولیٰ میں لفظ کے بعد ہیں و ان ہوا۔ لیکن خط سے متفرق (ملاحظہ) ہے۔ ہر حال دونوں قول کے اعتبار پر یہ بات ہے کہ جب تک کوئی تخصیص کی دلیل نہ ملے تو اس وقت تک اس لفظ شہید ہر عامی آیت کے ساتھ استدلال کیا جائے اور اس سے عموم کا ثبوت اٹھایا جائے۔ اور قول اول (تمام شافعیؒ) کے چار اقوال میں سے یہ کہ یہ آیت محمل ہے۔ خود آیت سے اچھی اور نہ ہی فتح کا حال کبھی معلوم نہیں ہوتا اور صرف یہی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے صحیح اور قاسم ہو کر ثابت ہوتا ہے۔

پھر ماوردی کہتا ہے کہ: "آیا یہ آیت بذاتِ محمل ہے؟ ان دونوں کے درمیان سے محمل ہر ایک جن کی ممانعت کی گئی ہے؟ یہ دونوں نہیں ہوتیں اور اگر اجمال لفظ کو چھوڑ کر اس کے معنی (مفسرین) میں سے "یعنی اور لفظ میں بھی؟" اس لئے کہ فتح کا لفظ ایک لفظی اسم اور معقول معنی رکھتا ہے۔ ہر عام کے مقابلہ میں سنت سے لے کر دلیل قائم ہوئی جو عموم فتح کی جارہی پڑتی ہے۔ اس حالت میں دونوں ایک دوسرے کو رفع کرتے ہیں۔ ہر عام کے کہ صحت ہوئی کوئی بات بیان کر کے اصل مقصود اور مراد کا قیام ہر عام میں ہوتا اور اس پر سے یہ آیت محمل ٹھہری مگر لفظ کے ساتھ سے نہیں ملے گا۔ بقایا بھی اور لفظ میں بھی محمل ہونے کی دلیل ہے کہ نہ جس وقت لفظ سے وہ چیز مراد نہ تھی جس پر ہم کا توغ ہوا ہے اور نہ لغت میں اس کی غیر مستوفی شرح میں بھی محمل تو اس وقت وہ لفظ مشکل (بجانبہ) ہو گا۔ اس طرح یہ یہ کہ وہ دونوں اور بھی اور دونوں دونوں کے اعتبار پر صحت نہ ہوگی۔ "فتح" کی دلیل لفظ جائز نہیں ہے۔ ہر عام میں آیت کے اعتبار سے فتح کی اصل معنی ہونے پر اطلاق کی ہے۔ اور یہی کہتا ہے "ماوردی" کہ محمل کے قیام کی کوئی فرق ہے کہ عموم کے نہ ہر عام استدلال جائز ہے۔ ہر عام کے اعتبار سے استدلال کرنا اور نہیں ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت عام اور محمل دونوں ہے۔ ہر عام کی تو یہ محمل کی کوئی دلیل نہ ہو گا۔ اختلاف کیا گیا ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ عموم لفظ میں اور اجمال معنی میں پایا جاتا ہے۔ اس حالت میں لفظ عام خصوص ہو گا اور معنی ایسے محمل ہوں گے جن کو تفسیر کا حق ہوئی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ

سینا یسویس نوع (۴۷) قرآن کا نسخ اور منسوخ

اس نوع کے متعلق اندازہ و شمار سے زیادہ لوگوں نے مشتعل کرنا نہیں تعذیب کی ہیں۔ اور جملہ ہر عیب کا ہمیں سلام، اور اور صحابی اور جعفر ثمالی، ابن ابی ہریرہ اور ابن عمر وغیرہ بھی ہیں۔ انہم کا قول ہے کہ جب تک کوئی شخص قرآن کے نسخ اور منسوخ کی پوری معرفت نہ حاصل کرے اس وقت تک اس کے لئے قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہیں ہو سکتا۔ حضرت غنی علیہ السلام نے ایک ایسے شخص سے جو کہ قرآن کریم کے معانی و مطالبہ بیان کرتا تھا، روایت کیا کہ آیا اسے قرآن کی نسخ اور منسوخ آجکل کا عمل معلوم ہے؟ اس شخص نے غنی میں جواب دیا اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”خود ہذا کہ ہوا اور دوسروں کو بھی دے دینا کہ کیا“۔

اس نوع میں کئی مسائل ہیں :

مسئلہ اول : نسخ کے معنی کا تعین

ایک مسئلہ یہ ہے کہ نسخ کا لفظ زائل کرنے (مٹا دینے) کے معنی میں واقع ہوتا ہے اور اس کی مثال یہ قول تعالیٰ ”فَنَسَخْنَا مِنْهُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ“ ہے۔ یہی قول تعالیٰ ”وَنَاسَخْنَا مِنْهُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ“۔ تحریر کے معنی میں آتا ہے۔ خط و موہبت کا نسخ ایک شخص سے دوسرے شخص کی جانب تحریر صحت (تحریر) کے معنی میں ہر ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کرنے کے معنی میں بھی نسخ کا استعمال ہوتا ہے۔ ”نَسَخْتُ الْكِتَابَ“ اسی قسم سے ہے اور یہ اس حالت میں کہا جاتا ہے جب کہ ہم قرآن کے لفظ و الفاظ و قول کی تفسیر دوسرے مقام پر نقل کر دوں اور اس جگہ قرآن میں پہلا جانا صحیح نہیں ہے۔ ہم اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ قرآن کی نسخ کی خوب خبر لی اور اس کی تردید میں جنت میں جہنم کی قرآن میں نسخ سے یہ بات ممکن نہیں کہ وہ منسوخ کے لفظ کو لے سکے اور جس لفظ کو لے گا وہ لفظ غلط خاص قرآن منسوخ کے لفظ نہیں ہوئے بلکہ اس کے غیر ہوتے ہیں۔ اور معنی ”کہتے ہیں کہ ہم اس کے قول کا نسخہ قرآن تعالیٰ“ ”وَمَا تَنْسَخُ مِنْ شَيْءٍ مَا تَحْكُمُ لَهُ“ ہے۔ اور یہ کہ ہے کہ قول تعالیٰ ”وَنَسَخْنَا مِنْهُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ“ تو یہ نسخہ لفظ ”نَسَخْنَا“ اس کے متعلق ہے کہ یہ بات معلوم ہے کہ جس قدر وہی متفرق طور پر زائل ہوئی وہ سب اہم کتاب ”یعنی لوہا جہنم کی موجود ہے۔ جیسا کہ خود ہر وہ عالم فرماتا ہے ”فَنَسَخْنَا مِنْهُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ“۔

مسئلہ دوم : نسخ کی علت و حکمت و نسخ اور بداء میں فرق

یہ ہے کہ نسخ جملہ ان چیزوں کے ہے جن کے ساتھ خداوند کریم نے اس خیرانعم قوم (مسلمان) کو مخصوص فرمایا ہے اور اس نسخ (احکام کا منسوخ کرنا) کی بہت سی حکمتیں ہیں گویا جملہ ایک حکمت آسانی و عطا کرنا ہی ہے مسلمانوں سے بلا وجہ اس نسخ کو جائز نہ کرے۔ یہ وہی ہے کہ نسخ سے معاذ خدا خداوند کریم عمل و عبادت کی بہت بنا، ہونے کی قیامت لازم آتی ہے کہ اس کا عملی اثر و اثر فرما دے۔ ہذا اس کو کہتے ہیں جس کے خیال میں ایک بات آئے اور پھر دوسری بات آئی اور اس کی بہت دوسری بات قائم کرے (مفسرین) ”یعنی“ اور یہی بات کا یہ اثر و اثر اس واسطے ہاں ہے کہ اس نسخ سے وہی طرح علم کی مدت بیان کرنا ضرور ہوتا ہے جس طرح کاروائی کے بعد پھر خداوند کریم کی باتوں کے بعد اور حکمت کے بعد پھر اس کے بعد اس اور مالدار ہونے کے بعد مفسر ہو جاتا ہے اس کے برعکس کہ جن باتوں کو بداء نہیں کہا جاتا اور یہی حالت امر و نہی کی حکمت ہے۔

قرآن کے ناسخ میں علماء کا اختلاف

حمار نے قرآن منسوخ کیا ہے اس اختلاف پر اسے رائد قول ہے کہ قرآن کا نسخہ جو قرآن کے اور کسی شے کے ساتھ کسی جگہ یا جگہ سے ہو کر ہو کر اہل کتاب اور کفار کے ہاں ہو گیا ہو تو یہ نسخہ کتابت بغیر نسخۃ انسخۃ ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ قرآن سے پہلے کسی کے ہاں قرآن کوئی چیز نہ تھی جسے وہ قرآن ہی ہے نہ کہ اس کے علاوہ کچھ اور یا کسی قرآن کا نسخہ قرآن ہی کے ساتھ نہیں بلکہ وہ سنت سے بھی منسوخ ہے جو ۲۰ سال کے سنت کا بھی کتابت ہو گیا ہے۔ وہ جو یہ روایت ہے کہ قرآن اہل کتاب اور کفار کے ہاں نہ تھا وہ سن کر کہے "وہ منسوخ نہیں ہے"۔ جتنی خطہ کار اہل ایمان و فریق سے کوئی بات نہیں کہنا اور صحت کی قدرت جو آگے درج ہو گی کسی قسم سے قرآنی تھی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر سنت حکم الہی کی طرح ہے تو وہ قرآن کو منسوخ کر سکتی لیکن جب کہ وہ اجتہادی ہو تو اس حالت میں قرآن کا نسخہ اس سے نہ ہو گا۔ اس بات کو بن حبيب نیخا پوری نے اپنی تفسیر میں اس طرح کہ ہے درستی کا قول ہے کہ اس مقام پر قرآن کا نسخہ سنت سے قطع ہو گا وہی قرآن اس سنت کا قول ہے۔ اہل ایمان و فریق سے قرآن سے سنت کو منسوخ چاہا جائے گا وہی قرآن کوئی اور سری حدیث کا نسخہ قرآن کی تقویت کرنے والی بھی ضرور پائی جائے گی تاکہ اس غرض پر قرآن اہدیت کا قیام قائم ہو جائے۔ میں نے اس مسئلہ کی ضرورت کا مفصل بیان علیہ وسلم کی کتاب منسوخہ میں درج کر دیا ہے۔

مسئلہ سوم : نسخ کا وقوع صرف امر اور نہی میں ہوتا ہے

خود یہ اسرار و معانی غلط فہمی (جملہ نزیہ) کے ساتھ وارد ہوں یا صحت یا اسرار و نہی (جملہ انشاء) کے ساتھ مجرور (جملہ خبریہ) طلب (انشاء) کے معنی میں نہیں ہوتی اس میں نسخ کا بھی داخل نہیں ہوتا۔ اور وہ امر و نہی اہل قبل سے ہیں۔ لہذا یہ بات ذہن نشین کر لینے کے بعد ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ ان لوگوں نے نسخ کی کتابوں میں بہت سے اشعار و روایات وغیرہ کی آیتیں اہل کردی ہیں انہوں نے بیت خدا جیسا مناسب بات کی ہیں۔

مسئلہ چہارم : نسخ کی تین اقسام

۱۔ ایک نسخہ ہے کہ وہ (تصریحی تہذیبی) کا نسخہ کسی کی بجا آؤنی سے قبل کر دیا گیا ہو اس کی جگہ سے آیت نبوی اور کسی عقلی نسخہ ہے۔
۲۔ نسخہ منسوخ حکم ہے جو کہ ہم (مسلمانوں) سے قبل کی سنتوں پر نافذ اور شروع تھا۔ اس کی مثال ہے شرع فساد اور دین کی آیت۔
۳۔ یہ بات بھی کہ امر اور نہی کا نسخہ جو تھا وہ اس کی خلاف ورزی ہو کر نہ کر کے حکم فساد کی جگہ پر نہ کر کے نسخہ منسوخ کر دیا۔
۴۔ نسخہ منسوخ کا ایک اور ذریعہ اس کے ساتھ نسخہ کر کے اس کے نسخہ کا نام۔ جو اس کی طرف سے ہو گا۔ تو چہ۔

سوم : نسخہ ہے جس کے لئے کسی سبب سے حکم باقی تھا جو کہ وہ سبب زائل ہو گیا جس طرح کہ مسلمانوں کی کثرت اور حکمت کے وقت میں میرزا و دیگر کے حکم یا کیا تھا۔ اور بعد میں یہ مذہب قائم ہو کر ان کا نسخہ کر دیا۔

چوتھ : حقیقت یہ نہیں ہے کہ نسخہ (افسوس کر دو) کسی قسم سے ہے جیسا کہ نسخہ کر دیا ہے۔ تو یہ نسخہ عام یعنی ہم اس حکم کو فراموش کر دیتے ہیں۔ لہذا ان کا حکم اس وقت تک نفوذ رکھتا رہتا ہے کہ اس سبب تک کہ مسلمانوں کی قوت میں آتی اور کثرت دینی کی حالت میں اہدیت اور تکلیف کو ممبر کے ساتھ ہر اہدیت کرنے کا حکم ہے۔

پانچواں نسخہ وہاں سے اکثر لوگوں کی اس پر ضروری کا ذریعہ بن جاتا ہے کہ اس سے ایک ذریعہ اہل نبوی بھی وہ آیت منسوخ کے ذریعہ سے منسوخ ہو گئی۔ بات یہ نہیں بلکہ اصل امر یہ ہے کہ یہ نسخہ، منسوخ، نسخہ ہے۔ جو اس حکم کو منسوخ کر دیا ہے اس کی عقلی نسخہ نہ تھی

بائیں اراہم میں جبکہ یہاں حالہ برحق ہے۔ اس بات کو اس مہرلی نے بیان کیا ہے اور اسی کے ساتھ دوسرا قول یہ بھی ذکر کیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر سنت کے ذریعہ سے پہلی سے قول تعالیٰ "تَسْلُوكُمْ مِنْ غَضَبِهِمْ فَتَرَاهُمْ" "قول تعالیٰ" وَلَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ يَتْلُو آيَاتِهِ" "آپ کریم" "رَبُّكُمْ لَنْ يَخْلُقَ" "اور اوست کی آیت آئے میراث سے منسوب ہو گئی ہے اور" "سُكُنُوا" "ایک گروہ کے نزدیک" "اور دوسری جماعت کی رائے میں منسوب ہے اور ایک حدیث" "سُكُنُوا" "کو اس کا تعلق قرار دیتے ہیں اور قول تعالیٰ" "وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ هُمْ يَتْلُوا آيَاتِهِمْ" "اللہ" "اس کے بعد میں قول تعالیٰ" "لَا يَخْلُقُ اللَّهُ لَكُمْ ذَنْبًا" "وَلَقَدْ جَاءَكُمْ" "کے آئے" سے منسوب ہو گیا ہے۔

سورۃ اقل عمران : میں سے قول تعالیٰ "بِأَنَّهُ وَاللَّهُ يَخْلُقُ ذَنْبًا" کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ قول تعالیٰ "لَا تَلْعَبُ اللَّهُ بِالْغُلَامِ" سے منسوب ہو گیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان میں سے منسوب نہیں ہے بلکہ حکم ہے اور اس سورہ میں ہر آیت مذکورہ کے اور کوئی ایسی آیت نہیں پائی جاتی جس میں صریح گواہی کیج ہو تا ہو۔

سورۃ النساء : میں قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا كَمَا تَخْلُقُوا ذَنْبًا" "قول تعالیٰ" "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" کے ذریعہ سے منسوب کیا گیا ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" کے ساتھ سے منسوب ہے کہ یہ منسوب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوب نہیں لیکن ان کو ان کے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" "آیت اللہ" کے ذریعہ سے منسوب ہے۔

سورۃ المائدہ : میں قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" "قول تعالیٰ" "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" کے ساتھ منسوب ہو گیا ہے کہ یہ منسوب ہو گیا ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" کے ساتھ منسوب ہے کہ یہ منسوب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوب نہیں لیکن ان کو ان کے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" "آیت اللہ" کے ساتھ منسوب ہو گیا ہے۔

سورۃ الاحزاب : میں سے قول تعالیٰ "بِأَنَّهُ وَاللَّهُ يَخْلُقُ ذَنْبًا" کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ منسوب ہو گیا ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" کے ساتھ منسوب ہے کہ یہ منسوب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوب نہیں لیکن ان کو ان کے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" "آیت اللہ" کے ساتھ منسوب ہو گیا ہے۔

سورۃ الروم : میں سے قول تعالیٰ "بِأَنَّهُ وَاللَّهُ يَخْلُقُ ذَنْبًا" کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ منسوب ہو گیا ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" کے ساتھ منسوب ہے کہ یہ منسوب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوب نہیں لیکن ان کو ان کے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" "آیت اللہ" کے ساتھ منسوب ہو گیا ہے۔

سورۃ النور : میں سے قول تعالیٰ "بِأَنَّهُ وَاللَّهُ يَخْلُقُ ذَنْبًا" کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ منسوب ہو گیا ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" کے ساتھ منسوب ہے کہ یہ منسوب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوب نہیں لیکن ان کو ان کے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" "آیت اللہ" کے ساتھ منسوب ہو گیا ہے۔

سورۃ الاحزاب : میں سے قول تعالیٰ "بِأَنَّهُ وَاللَّهُ يَخْلُقُ ذَنْبًا" کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ منسوب ہو گیا ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" کے ساتھ منسوب ہے کہ یہ منسوب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوب نہیں لیکن ان کو ان کے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" "آیت اللہ" کے ساتھ منسوب ہو گیا ہے۔

سورۃ المائدہ : میں سے قول تعالیٰ "بِأَنَّهُ وَاللَّهُ يَخْلُقُ ذَنْبًا" کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ منسوب ہو گیا ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" کے ساتھ منسوب ہے کہ یہ منسوب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوب نہیں لیکن ان کو ان کے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" "آیت اللہ" کے ساتھ منسوب ہو گیا ہے۔

سورۃ الروم : میں سے قول تعالیٰ "بِأَنَّهُ وَاللَّهُ يَخْلُقُ ذَنْبًا" کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ منسوب ہو گیا ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" کے ساتھ منسوب ہے کہ یہ منسوب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوب نہیں لیکن ان کو ان کے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" "آیت اللہ" کے ساتھ منسوب ہو گیا ہے۔

سورۃ النور : میں سے قول تعالیٰ "بِأَنَّهُ وَاللَّهُ يَخْلُقُ ذَنْبًا" کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ منسوب ہو گیا ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" کے ساتھ منسوب ہے کہ یہ منسوب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوب نہیں لیکن ان کو ان کے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" "آیت اللہ" کے ساتھ منسوب ہو گیا ہے۔

سورۃ الاحزاب : میں سے قول تعالیٰ "بِأَنَّهُ وَاللَّهُ يَخْلُقُ ذَنْبًا" کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ منسوب ہو گیا ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" کے ساتھ منسوب ہے کہ یہ منسوب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوب نہیں لیکن ان کو ان کے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" "آیت اللہ" کے ساتھ منسوب ہو گیا ہے۔

سورۃ الروم : میں سے قول تعالیٰ "بِأَنَّهُ وَاللَّهُ يَخْلُقُ ذَنْبًا" کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ منسوب ہو گیا ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" کے ساتھ منسوب ہے کہ یہ منسوب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوب نہیں لیکن ان کو ان کے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" "آیت اللہ" کے ساتھ منسوب ہو گیا ہے۔

سورۃ النور : میں سے قول تعالیٰ "بِأَنَّهُ وَاللَّهُ يَخْلُقُ ذَنْبًا" کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ منسوب ہو گیا ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" کے ساتھ منسوب ہے کہ یہ منسوب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوب نہیں لیکن ان کو ان کے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے اور قول تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَخْلُقُوا ذَنْبًا" "آیت اللہ" کے ساتھ منسوب ہو گیا ہے۔

غرض یہ کہ یہ سب آپس میں جو مسوخر ہائی تھی ہیں۔ اگرچہ جہنم میں کے بعض تعاقب میں کچھ اختلاف بھی ہے اور ان کے سوا اور تعاقب میں کچھ باہمی کڑائی نہیں ہے اور مستند ان اور مرتبہ کی آیتوں میں محکمہ انکار یا رد بھی ہے۔ لہذا ان دعاؤں کو نکال دینے کے بعد کھل کر ان میں مسوخر فرما جائیں پھر ان پر ایک آیت یعنی تو قرآنی "فَلَا تَسْتَعِزُّوا بِمَا كُفَرْتُمْ فَاَنْقَضَ اللَّهُ وَجْهَ الْغَيْبِ" حسب دلائل ان میں کھلا اور بھی اضافہ ہو سکتی ہے کیونکہ وہ آیت "وَلَوْ تَحَوَّلَ جَنَّتَانِ" (نور) پر غفلت شیطانی مستبعد نہ ہو۔ "لَا يَدْخُلُ فِيهَا كَاْفُورٌ" مسوخر ہونے والے ہیں اور اس طرح ہر کسی میں مسوخر ضروری ہیں اور ان کو میں نے ذیل کے آیات میں نظم بھی کر دیا ہے۔

مسوخر الحکم آیات کی منظوم فہرست

فَدَا كُنْزُ الْبَرِّ فِي الْحَمُوحِ مِنْ غَدِيدٍ
وَإِذَا حُلُوا فِيهِ أَسَا لَيْسَ نَخَعُزُ
"لوگوں نے مسوخر کی تعداد بہت بڑھا کر اس میں ہے شمار بیشمار اہل کردی ہیں"
وَحَالُكَ نَحْمُ بِرِ اِي لَامَزِيدَ لَنَا
عَلَيْكَ بِرِ خَيْرُهَا الْخُدَائِي وَالْخُكُ
"اور یہ ان آیتوں کی تحریر ہے جن پر کوئی آیت نہ آئے کچھ صرف بھی آئیں
لِکھا ہے جن کو اللہ بزرگ خدا نے مسوخر کیا ہے"
أَيُّ تَلَوَّنَا بِهِ حَيْثُ اَنْصَرَّ كَمَا وَانْ
لِيُوصِي لَافْلِيهِ جَنْدُ فُلُوتِ نَخَعُزُ
"نیک آیت توجہ کر جس طرف آؤں نہ کرے بار بار جہاد و سرری آیت بہت بڑھتی جا رہی ہے"
وَعُزْمَةُ لَا تَكُلْ نَعْدُ اَلْوَمِ نَعْدُ وَفِي
وَبُنْدُهُ لِنُطْبِقِي اَنْقُومِ اَنْقُومِ
"تیسری آیت رزد و کلام ہے کے بعد پھر (عمر) کھانے اور برکتوں سے غفلت کرنے کی حرمت
اور چہ دم روز و رات کی طاقت نہ ہونے میں موسم کا بند باندھنا"
وَاحْتِ نَعُوذُ بِهِيَ مَا ضَعُ مِنْ اَنْزِ
وَفِي الْحَمُوحِ خُصَالُ لَدَاوَلِي كَاْفُوزِ
"پہلی جگہ سے اس طرح اور اس طرح طرح ڈرنے کا حق ہے
اور چشم باہر ام میں کھارے جگہ کرنا"
وَالْاَعْدَادُ بِحَوْلِ مَعِدِ وَحَيْثُهَا
وَالْاَعْدَادُ حَيْثُهَا لِنُطْبِقِي الْجُكُ
"اعظم باتیں مال تک بود و رات کی مدت ہر اس سے واجب و میرت
ہر چشم یہ کہ ان کا لکھ جو رے عشق بھی سوائد و میرت کا"

وَالْمُحْلِفُونَ وَالْمُحْلِفُونَ وَالْمُحْلِفُونَ
 وَالْمُحْلِفُونَ وَالْمُحْلِفُونَ وَالْمُحْلِفُونَ
 "مجموعہ قرآن مجید" اور "مجموعہ کافران" کو یکجا کر دیا اور ان کی کجی کو دنیا
 پر دلا دیا۔ "مجموعہ کافران" پر سزا "مجموعہ کافران" کے لئے آواز دیا۔

وَمَنْ مِّنْكُمْ يَتَّبِعِ الْغَايِبَ أَوْ يَتَّبِعِ
 وَمَنْ مِّنْكُمْ يَتَّبِعِ الْغَايِبَ أَوْ يَتَّبِعِ
 "مجموعہ قرآن مجید" اور "مجموعہ کافران" کو یکجا کر دیا اور ان کی کجی کو دنیا
 پر دلا دیا۔ "مجموعہ کافران" پر سزا "مجموعہ کافران" کے لئے آواز دیا۔

نظم و رفع کر کے تلاوت کو باقی رکھنے کی حکمت

اور اگر ہم یہ سوال کر کہ حکم رفع کر کے تلاوت رکھنے میں کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب دو حصوں میں ملتا ہے۔ پہلا حصہ یہ ہے کہ
 قرآن کی تلاوت جس طرح اس سے حکم مقرر کر کے رکھ دیا جائے گا اس کے مطابق ہی قرآن کی تلاوت کی جائے گی۔ دوسرا حصہ یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کی جائے گی۔
 دوسرا حصہ یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کی جائے گی۔ دوسرا حصہ یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کی جائے گی۔ دوسرا حصہ یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کی جائے گی۔

رمضان جاہلیت، اگلی شریعت اور ابتدائی احکام کی تاریخ آیات کی تعداد بہت کم ہے

قرآن میں جس قدر تاریخ زمانہ جاہلیت یا ہم سے پہلے کی تاریخوں یا آثار اسلام کے احکام کی تعداد کم ہے۔ نہ ان اور نہ ان کی
 تعداد کی بہت کم ہے اور یہی مثال یہ ہے کہ آیت سے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم اور رمضان کے روزوں سے قاصدوں کے
 روزوں کا سنسنہ ہوا۔ اور یہی تاریخ زمانہ جاہلیت یا ہم سے پہلے کی تاریخوں یا آثار اسلام کے احکام کی تعداد کم ہے۔

تاریخ و سنسنہ کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر

مذہب نوادہ - لیکن ہم کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں کوئی تاریخ یا سنسنہ کی ترتیب میں اس کے پہلے یا بعد میں آیا ہے۔
 "مجموعہ قرآن مجید" اور "مجموعہ کافران" کو یکجا کر دیا اور ان کی کجی کو دنیا پر دلا دیا۔ "مجموعہ کافران" پر سزا "مجموعہ کافران" کے لئے آواز دیا۔

اور طبری اپنی کتاب کیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا: ”وہ شخصوں نے ایک سورہ پڑھی جس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پڑھایا تھا، وہ دونوں شخص نماز میں ہی سورہ کو پڑھا کرتے تھے۔ ایک حالت کو دہرائی یا دہرائی پڑھنے کے لئے پڑھتے تھے تو ان کو اس سورہ کا ایک حرف تک یاد نہ تھا۔“ کو میری رائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور انہوں نے شب کا چوتھا بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حال سن کر فرمایا: ”وہ سورہ منسوخ شدہ قرآن میں تھی لہذا تم اس کی طرف سے بے خبر ہو جاؤ۔“

صحیحین میں انہیں بھی کہ روایت سے ملتا ہے معنی: ”کے صحابہ کے قصہ میں جو کچھ کہہ دیے گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے کانوں پر دیا تھا کرنے کے لئے دعائے قوت پڑھی تھی، یہ بات مذکور ہے کہ انہوں نے کہا: ”ان لوگوں کے متولی کے بارے میں کچھ قرآن نازل ہوا تھا اور ہم نے اس کو پڑھا تھا یہاں تک کہ وہ افعالیہ میں داخل ہو کر آئے یہ تھا: اَنْ يَنْبَغِي لَهَا قَوْلُنَا بِنَا لَيْثٍ رَيْثًا فَرَسَمِي غَاوَا زَاغْنَا“۔ اور مستدرک میں صفحہ ۱۱۷ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ”یہ جو تم پڑھتے ہو اس کا ایک چارم ہے۔“ یعنی سورہ براءت کا۔ حسین بن النعمان نے اپنی کتاب الخارج والمسخ میں بیان کیا ہے کہ خالد بن ابراہیم کے جن کی کتابت قرآن سے رفع کر لی گئی ہے مگر اس کی یادوں سے افعالیہ میں گئی نماز میں پڑھ کر جانے والی قوت کی اور وہ جس میں سورہ سورہ النحل اور سورہ النحل کہلاتی ہیں۔

تجلیہ : خبر آحاد کی وجہ سے علماء منسوخ کا التلاوة کے وجود سے انکار

قاضی ابوبکر نے کتاب التعداد میں ایک قوم سے اس قسم کے منسوخ کا انکشاف بیان کیا ہے کہ کئی ماہ پرے میں اہل خیر نے آئی ہیں اور قرآن کی تلاوت کرنے والی، کچھ پرانیے عمارت سے قلعہ (یعنی کجائز نہیں ہو جس میں کوئی بخت نہیں پائی جاتی ہے۔

رسم الخط اور تلاوت کا نسخ کس طرح ہوتا ہے

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے ”رسم اور تلاوت دونوں کا نسخ صرف اسی طرح ہوتا ہے کہ خداوند کریم بندوں کو وہ آیات بھلا دیتا ہے انہیں عباد کے اوپر اسے دفع کر کے ان کو نیکم دیتا ہے کہ وہ ان آیات کی طرف سے تڑکھائی کر لیں اور انہیں اپنے مصافح میں نہ درج کریں۔ چنانچہ اس طرح پر سرور باد کے ساتھ و منسوخ قرآن بھی ویسے ہی تہ و بالا ہے نشان ہو جاتا ہے جس طرح ان تمام قدیم کتب آسمانی کا نام ہی نام ہوا تھا اور ان کا وجود کبھی نہیں ہوا۔ جس کا وجود چاروں گاہ عالم نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ہے ”اِنْ هَذَا لَخُفْصَةٌ مِّنْ ذُلِّ اَنْزِلْنِي مُصَنِّعٌ مُّزِينٌ“۔ پھر یہ بات اس بار سے بھی خالی نہ ہوئی چاہے کتب کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پہلے کی ہو، اس کا کہ جس وقت آپ ﷺ نے وفات پائی اس وقت وہ قرآن چاروں گاہ عالم سے اُتر آیا اور آپ ﷺ کی وفات کے وقت اور کچھ بعد تک وہ قرآن لکھا ہوا موجود رہا اور چھ ماہ تک رہا۔ مگر بعد میں خداوند تعالیٰ نے اسے لوگوں کی یاد سے اُتار دیا اور ان کے دلوں سے اس کو نکل کر لیا اور علی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قرآن میں سے کوئی آیت نہ لکھی گئی نہ پڑھی گئی۔

کتاب البرہان میں عمر رضی اللہ عنہ کا قول بیان کرتے ہوئے کہ انہوں نے کہا تھا: ”اگر لوگ یہ بات نہ سمجھتے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ میں زیادتیاں کر دی ہے تو بے شک میں اس (آیت رجم) کو قرآن میں لکھ دیتا۔“ لکھنے کے کہ اس قول کے ظاہری الفاظ سے آئندہ رجم کی کتابت کا کچھ نہ ہوا سمجھ میں آئے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ صرف لوگوں کے کہنے سننے کے ذیل سے عمر رضی اللہ عنہ اس کے درج مصنف کرنے سے انکار گئے اور بھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو چیز فی نفسہ جائز ہو اس کے نسخ کرنے کے لئے کوئی چیز خارج سے قائم ہو جاتی ہے۔ جس امر کو جائز ہے تو لازماً اسے کتابت بھی ہو گی۔ لہذا کتب کی نشان دہی ہے۔ کہی کہا جاتا ہے کہ اگر اس آیت کی حلاوت باقی ہوتی تو عمر رضی اللہ عنہ اس کے درج مصنف کرنے میں ہرگز تامل نہ کرتے

اور قوموں کے حصہ کے کا اطلاق یہاں نہ ہوتا ہے اس واسطے کہ لوگوں کا یہ اچھا کہنا مروج سے خارج نہیں بلکہ امت مسلمہ کی ہر امت و ہر مملکت پر امت مسلمہ کے لیے اور یہی لایا جاسکتا ہے کہ ہر شیعہ عربیہ نے اس کو کفر واحد یا کفریات تفریق کی دلیل نہیں مانتا لیکن اسے علم کا جوت تسلیم کر لیا تو نہ چنانچہ اسی سبب سے ابن القری نے اپنی کتاب الفیہ میں اس آیت کو مستثنیٰ التواتر قرآن شمار کرنے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ واحد قرآن کا کج ثابت نہیں کرتی بلکہ آیات غلو کی قسم سے ہے مگر یہ قیاس سے نہیں۔ خدا اور مفسرین و نویس یا مفسرین و نویس یا مفسرین میں ان دونوں کے مابین فرق ہے قرآن کا کج ثابت نہ ہو سکتا بلکہ اس کوئی کر دینے جاتے ہیں قرآن کا حکم معلوم ہوتا ہے کہ جب اس میں کوئی بات نہ کہ کلام و معرکہ ہے اس کو صحیح و اور خلیل کیا ہے۔ لیٰ مردود ہے کہ ہر کلمہ کا اس آیت کی کوئی سلیغ تفسیر نہ ہو سکے و نہ کلمہ کی عبارت ہو چکا ہے۔

آیت رحیم کی بحث

[illegible]

میں توجہ دولا کہ اس بات میں اچھا اختیار چلیا گیا ہے۔ اور وہ دیکھ رہے ہیں کہ آیت: ﴿مَنْ حَقَّرَ حُرَّتًا مِّنْ دُونِ مِلَّةِهَا يَبْغِ كَبِيرَ ظُلْمٍ﴾ (جو شخص غلام کو اپنی ملت کے بغیر حقارت کرے وہ بڑے ظلم کا مرتکب ہوگا) کی آیت کا علم ہوتا ہے لیکن اس آیت کی حالت اور گرفت مصحف میں شہنشاہ کی جانے کی بجائے یہ حالت گرام اور ذلت کے مرتبہ پر ہے۔ یہاں اس شخص کی حالت اور گرفت مصحف میں شہنشاہ کی جانے کی بجائے یہ حالت گرام اور ذلت کے مرتبہ پر ہے۔ یہاں اس شخص کی حالت اور گرفت مصحف میں شہنشاہ کی جانے کی بجائے یہ حالت گرام اور ذلت کے مرتبہ پر ہے۔

حضرت عمرؓ نے یہ جانتے کہ آپ میرے لئے لکھا ہے، ان مٹوں میں تھا کہ آپ میرا جیچا جو کو گھسیٹ کر اجازت خط فرمائیے اور گھسیٹتے رہتے۔ ان افسرین نے کتاب اعلیٰ القرآن میں اعلیٰ بن حسیم کے واسطے سے زید بن سلمہ کی یہ روایت درج کی ہے کہ "عمرؓ نے یہ کہہ کر اٹھ کر اپنے خانے کی طرف لوٹ گئے۔" یہ روایت بڑے جلی کوئی خدمت گزار کو کہتے یہ بات حق ہے اور میں نے اس کو اس کو سمجھ میں بھی لکھ دوں۔ پھر میں نے انہیں کہہ دیا کہ ان کے متعلق روایتیں تو انہوں نے کہا "کیا اس وقت میں اس آیت سے قرآن و حدیث میں اللہ علیہ وسلم نے لکھ دیا تھا اس وقت تم کسی نے تمہارے یہ بات نہیں دیا اور یہ نہیں کیا تھا کہ اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجہ، عمر یا حدیث لکھتے وہ لوگ اس کی حالت سے روک دے اور ان کی طرف اس کام میں مشغول رہتے ہیں؟" میں نے ان کو یہ بات کہہ دی کہ اس حدیث میں یہ بات وہی علامت ہے جس نے کاتب یون کرتے کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ کاتب اعلیٰ ہے۔

تنبیہ : تسخ کا وقوع بغیر کسی بدل کے یوں کر واقع ہو سکتا ہے

ہونا بھلا دینے اور نیکو کرنے کے واسطے ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ تو نے توں پہلے بدنامی کا مقام کے لیکن ہو سکتا ہے؟ اس لئے کہ تہذیب و تمدن کے لئے تو غور فرمائیے اس مسئلہ میں کہ وہ تو نسبتاً سادہ و بنیادی تھا تو بگھنا۔ اور ان اہل علم کے تہذیب سے آیات مسطور ہوئی ہیں ان کا کوئی قائم مقام قرآن میں داخل نہیں ہوا، وہ اس کا جواب میں دیا جائے کہ قرآن میں جو چیز اس اہل علم سے مذکور ہیں مسطور نہیں ہوئی مسطور عقائد و قرآن کا بدلہ اور قائم مقام ہے لیکن تہذیب و تمدن کے لئے جس سے مسطور فرمایا ہے وہ ہم اس کو نہیں جانتے تو ان کے بدلے میں دوسرا قرآن طاعت میں کوئی نہ جاننا اور جس کے عقائد اور عقلی قواعد کے خلاف عیوت ہم تک نہیں پہنچے ہیں۔

فیروز سوال کے دیگر جوابات

تیسرے سوال کے بارے میں بھی کئی دوسرے جواب تھے ہیں۔ ان کا مکمل ایک جواب یہ ہے کہ سب سے اوپر کے سخی میں آبیابے ہواں
 طرہ پر بہاؤ کو فی شیارہ ٹینک سوختہ اور ہوا کی ہے کہ اس خطہ میں جو تریب مرزا ہے اور تریب مرزا سے تھوڑے فاصلے پر طرح طرح کے موٹے نقلی - قسم نشان
 میں آبیابے ہواں ہے۔ یہ جاننا بھی ہے کہ کچھ میں کچھ ہواں ہے (ماخذ) اور آبیابے ہواں ہے کہ وہ خطوں کے مابین نہ تو جڑت کرنا ہے کہ
 نہ اس کی طرف سے اور نہ ہیست ہواں ہے۔ ان کے مابین میں ہے۔ ان کے سخی میں آبیابے ہواں ہے۔

جو تھے سو اس سماں اللہ کے متعلق اس عہد کے جو اب پر شمس کرمانی کا تبصرہ

میں اپنی ہر قسم کے ایک دوسری چیز پر امن میں بیٹھ گیا۔ یہ روایت کی ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا "تم لوگ مجھے ہر کوئی کہتے ہو کہ تم لوگ میرا خدا بنو"۔ انہوں نے کہا "آج ہم کو کیا ہے؟" انہوں نے کہا "ہم لوگ تم سے کہتے ہیں کہ تم لوگ میرا خدا بنو"۔ انہوں نے کہا "آج ہم کو کیا ہے؟" انہوں نے کہا "ہم لوگ تم سے کہتے ہیں کہ تم لوگ میرا خدا بنو"۔

یوم کا مفذلہ ۱۰۰۰ اور یوم کا مفذلہ ۱۰۰۰

مشکل اور متکاہرہ سن کا ایک اور مصلح جس میں وہاں بچہ کو بھی تو تھک کر آیا ہے یہ کراچی میں نے کہا اس سے سائل نے کہا کہ میں نے
 پہلے جواب دی تھی علیحدہ کا قولی جانے لپا ہے کہ کسی شخص نے ان جہاں بچہ سے بیچ دیا کہ وہ صرف ایک مصلح ہے۔ یہ تو عقلی
 دعوے کا ایک بڑا ذرا نہ ہے بلکہ ایک کلمہ کا اور ریاست کی حکومتیں اس وقت کے لیے تو وہاں دوست ہیں جن کو ان کے گھرانے اپنی
 کتاب میں فرماتے ہیں کہ وہاں ان کو ان کی خیریت میں وہاں ہے۔ ان کا عاقبت نے بھی یہی قول ای بچہ کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں
 تھوڑا زیادہ کہ ہے کہ (نہیں مگر بچہ نے کہا) "میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے اور مجھے کون پتہ ہے کہ ان کے بارے میں وہاں کون سی بات
 علم نہیں" "ماہانہ" علی علیہ السلام نے کہا ہے پھر میں نے ان کو یہ سوچا کہ اگر وہاں یہی ایک کہ سید بن مسیب کے پاس پہنچا جس سے بھی کسی کو کیا
 وہاں کسی شخص کو کوئی مناسب جواب نہ ملے تو وہ بھی کہہ دے کہ ان کو یہ پتہ نہ ہے کہ ان کو کیا کہنا ہے کیونکہ وہاں جو کہیں جاتا ہے وہاں سے کسی کو
 پہنچا ہے۔ ان کو ان کے ساتھ بچہ کا قول علیہ السلام میں اسب میرا یہ سن کہ اس شخص سے کہوں کہ وہاں سے کہنا کہ "میں وہاں نہیں جانتا"۔
 میں اس امر میں کہہ کہنے سے یہ سن کر کہ میں اور وہ مجھ سے ہر چاہا کہ (قرآن کا) ضرور تھا ہے۔

[illegible]

فتوح اسباب الاختلاف

[illegible][illegible]

۱۔ ٹکٹا ہے۔ ۲۔ سڑی ہوئی کچھ ہے۔ ۳۔ ٹکٹا ہوا ہے۔

میں نے پہلے ان کو کہا۔ تو خدا سے اس طرح اور اس طرح ان سے بات کرنے کا حق ہے۔ میں نے ان سے کہا ہے۔

ان عبد السلام نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ پہلے آیت کے معنی ہیں لوگوں کے بجز اس کے کبھی کبھی چڑ کے انادہ نے ایمان لانے سے منع نہیں کیا کہ ان کے پاس بھی زمین کے اندر دھوا دھوا کر رہے جانے یا اسی طرح اس کے دوسرے مڑاب آئیں جو کمال کھلے لوگوں پر آتے ہیں۔
 یا یہ کہ ان پر آخرت میں مڑاب لگانے کے سامنے کھڑا ہو۔ پس اللہ پاک نے یہ خبر دی ہے کہ اس کا ارادہ ایمان لانا والے بندوں کو ان دو مذکورہ بالا فوقی باتوں میں سے کسی ایک بات کی زندگی لانا تھا اس میں شک نہیں کہ خداوند کریم کا ارادہ مراد کے معانی امر کے دوسرے مانع ہوتا ہے۔ جو یہی واقعہ حقیقی سبب میں مخالفت کا حصہ ہے کیونکہ اصل اسوہ یا ہی معانی مانع ہے۔ دوسری آیت کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو ایمان لانے سے بجز اس کے کسی امر نے منع نہیں کیا کہ انہیں خدا تعالیٰ کے شر کو رسول پاک کر بھیجے سے سخت چاہتا تھا مگر غیر مومنین کا قول ہرگز ایمان سے مانع نہیں اور اس قول میں بات از ایمان ہونے کی صلا سیت نہیں مگر ان باتوں التزامی طور پر تھیر موانے اور چھینے میں جو جوئے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ امر معنی استغراب مانع بننے کے ساتھ ہے پھر ان لوگوں کا استغراب حقیقی مانع نہیں بلکہ نادانانہ آنے وال چیز ہے۔ کیونکہ ارادہ غلطہ کے ساتھ جو ایمان کا جو نہیں اور اس کے ساتھ ایمان کا پادہ جامد رہے لہذا یہ صریحاً نادانانہ آنے والی شے میں ہے۔ اور پہلا صریحی مانع میں تھا اور اب الہادوں آجوں میں بھی کوئی مخالفت نہیں رہی۔

ومن اعظم معنی والی آیات میں تطبیق

خیر قول تعالیٰ "مَنْ اعْظَمَ مِنْهُ يَغْرَى عَلَى اللَّهِ عَجَبًا" اور قول تعالیٰ "مَنْ اعْظَمَ مِنْهُ يَنْفَعُ نَفْسَهُ الْفَقْرَ" وغیرہ آیتوں کے ساتھ متبادل میں اگر نکال دیا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی پر استغراب میں سے مراد ہے صریحی ہے نہ کہ لانا خدا تعالیٰ یعنی کوئی اس سے بڑھ کر ظالم نہیں۔ چنانچہ اس اعتبار پر خبر یہ ہوگی (ملاحظہ فرمائیے) کہ خبر ہونے کی حالت میں آیتوں کا مطلب ان کے ظاہر کے مطابق لیا جائے تو وہ صریحاً اور ظاہر میں ناقص پیدا کر دے گا اس کا جواب کی طرح پوچھا گیا ہے۔ از انجملہ ایک جواب یہ ہے کہ ہر ایک مومنین اپنے صلہ کے معنی کے ساتھ مخصوص ہے یعنی وہ عبادت ہے کہ شیخ کے ہاتھ والوں میں کوئی شخص آدمی سے بڑھ کر ظالم نہیں جو کہ سمجھوں میں عبادت کرنے سے منع کرے اور افسر اور بادشاہ والوں میں اس سے بڑھ کر کوئی شخص جو کہ خدا تعالیٰ پر بھوت کی نسبت لگائے جبکہ اس میں صلات (منع صلہ) کی خصوصیت اپنی جائے تو پھر یہ ناقص بھی بنتا ہے۔

دوسرے طریقہ جواب کا یہ ہے کہ چنانچہ دینی کی نسبت سے تخصیص کی گئی ہے چنانچہ ان لوگوں سے پہلے کوئی شخص اس قسم کا اور ان کے مانند نہیں بنا تھا چنانچہ ان پر حکم لگا دیا گیا کہ اپنے بندوں میں سب سے بڑھ کر ظالم اور اپنے ان بندوں کے لئے لومہ ہیں جو ان کی راہ پر نہیں گئے اور اس کے معنی اپنے مال کی طرف مائل ہوتے ہیں کیونکہ اس سے مانع ہو اور آخرت میں کی جانب سبقت نہ لے جائے اور ہے۔

تیسرا جواب جس کو وہاں نے شیخ کے اور دست قرار دیا ہے یہ ہے کہ ظلم ہونے کی نئی سے یہ بات نہیں کھلی کہ ظالم ہونے کی نئی بھی ہو جائے کیونکہ متنبہ کے اندر سے مطلق کے انکار پر دلالت نہیں ہو سکتی۔ لہذا جبکہ اس نے ظالم ہونے کی نئی پر دلالت نہیں کی تو اس سے ناقص بھی لانا نہیں آیا کیونکہ اس میں ظلم ہونے کے معاملہ میں سب کو برابر ثابت کرنا مقصود ہے اور جبکہ اس میں یہ بھی برابر کی ثابت ہو گئی اور اب جتنے لوگوں کا وصف اس صفت کے ساتھ کیا گیا ہے ان میں سے کوئی ایک دوسرے پر زائد نہ ہوگا اور ظلم ہونے میں ان کی مساوات ہو جائے گی۔ معنی ان آیتوں کے یہ ہوں گے کہ جن لوگوں نے افسر کی یا جنہوں نے شیخ کیا اور ایسے ہی دوسرے لوگوں سے بڑھ کر کوئی شخص ظالم نہیں۔ اس کا اظہار ہونے میں سہمی ہونا کسی اشکال کا سبب نہیں ضرورت یہ چاہتا ہے کہ ان میں سے ایک شخص نسبت دوسرے آدمی کے تادہ ہو ہو اس کی مثال ہے ہمارا قول "لَا تُعْظِمُ الْفُلُكُ" اور اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ تفصیل کی نئی سے مساوات کی نئی لازم نہیں آتی۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس استغراب سے خبر اس کے لئے کہ کسی شخص کے لئے حقیقی ظلم یہ جوت کرنے کا اس کے غیر سے تخصیص کی نئی کا قصد کیا گیا ہو، صریح خلاف دلائل اور یہ بیان بجا مقصود ہے۔

آیت اکار اور مقبول باتوں میں تعارض چ کر نہیں

تائیں اور ترجمہ قرآن ہے "قرآن کی آیتیں آمراء (اعادیت) ہیں" اور ہنہ قول کا ترجمہ ہے "جو نہیں ہو چکا جن کو عقل واجبہ ضروری ہے"۔
یہاں مسئلہ اور عقلی "ملائکہ نہیں خلق علیہ" و "فانطقون بکلام" اور "وہو نفسہ علیہ" کے ساتھ معروض نہیں نہ پائیا گیا کہ یہاں پر عقلی دلیل خدا سے سوا اور کسی کے خالق ہوئے پر قائم نہیں ہوتی ہے۔ لہذا یہ بات صحیح نہیں ہوئی کہ اس کے معروضاتی دلیل میں جیسے ہمارا مذہب ہے و مخلوق کی تائید! نہ ممکن نہ وہ نفس کی تائید! انفس کے ساتھ ہی گئی ہے۔

فائدہ : اختلاف دو طرح پر ہوتا ہے

قرآن تعالیٰ "فانطقون بکلام" و "وہو نفسہ علیہ" کی تفسیر کرتے ہوئے کرہ ملی نے بیان کیا ہے کہ اختلاف دو طرح پر ہوتا ہے۔

اول اختلاف تائید میں یہ قسم اختلاف ہے جو کہ وہ جی اس میں سے ایک پہ در دوسری چیز کے خلاف بنائے کی نوازش کرتا ہے یہ اتفاق آراء میں ملایم تاخیر نہیں ہے۔

دوسرا اختلاف ملازم ہے : یہ اختلاف یہاں ہے کہ ان میں جہاں کے موافق ہو مضافاً جو کہ اسے سورتوں اور آیتوں کی مقدمہ میں منسوخ و ناسخ اور وہی اور دوسرا میر و غیر ہاں حکام کے اختلاف۔



اور سورۃ الانعام میں نفلوں کے ۱۷ ام ہونے کو صحت منسوخ کے ساتھ مقید ہے: "بے گروہ و گمراہہ پر اسے مطلق ہمارا دیا ہے۔ چنانچہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ قیام صورتوں میں مطلق کو مقید ہی پر محمول کرنا چاہیے۔ لیکن بعض علماء اس کی پابندی نہیں کرتے اور وہ ظہر و نور میں (قسم) کے کفارہ میں کافر غلام کا آزاد کرنا بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ ہر قسم کے بارے میں صرف دونوں کلاموں سے (ما اوجبہ) نسخ کر لینا کافی بتاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تقاریر (یعنی دوسرا اسلام سے) بہت مشکل ایسا حال کے درویشوں کو بوجہ سے کامیاب ہے۔

محض مقید احکام کی مثالیں

یہاں تک قسم اول یعنی عام محض اور عام مقید کی مثالیں ملتی ہیں۔ اب قسم دوم یعنی محض مقید احکام کی مثال یہ ہے کہ کفارہ نفل اور عید کے روزوں کو پندرہ پر رکھنے کی قید سے مقید یا یا ہر جمعہ کے صوم میں اتنی فرق کرنے کی قید لگائی ہے۔ پھر یہ دونوں نظیروں کے مسائل میں کفارہ قسم اور نفل کے درمیان کے روزے کسی قید کے ساتھ بھی مقید نہیں کئے گئے ہیں۔ لہذا یہ دونوں قسمیں مقید ہی پر ہیں گی یعنی ان کو سو و تھوڑے فرق دونوں طرح پر رکھ لینا جائز ہوگا کیونکہ ان کا اصل مذکورہ سابق مقید کی مثالوں پر ہوگا لیکن ان میں اتنی فرق کی قید ہے اور یہ قطع کی۔ اور کسی ایک مثال پر ان کو محمول نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کوئی ترجیح دینے والی بات پائی نہیں جاتی۔

تیسرے ہیں : مطلق کو مقید پر محمول کرنا وضع لغت کے اعتبار سے ہوگا یا قیاس کی روش سے

جب کہ ہم مطلق کو مقید پر محمول کرنے کی رائے دی تو آیہ یا امر وضع لغت کے اعتبار سے ہوگا یا قیاس کی روش سے، یہ دونوں مذہب ہیں۔ پہلے مذہب یعنی اس احتمال کے لحاظ وضع لغت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کے مذہب میں "فلان کو اچھا چاہی" کیا جاتا ہے جس کی علت مقید کے ساتھ اکتفا کر لینا اور ایسا ہزار اختلاف کی خواہش ہے۔ دوسرے مذہب کی علت یہ ہے کہ جس چیز کا جس چیز کا ہے اس میں دو حکم ایک میں آئے ہوں اور وہ ان میں جو کچھ اختلاف ہو صرف اطلاق اور مقید ہی میں ہوگا۔ جبکہ ایک شے کے بارے میں کئی باتوں کے ساتھ حکم یا کیا ہو پھر دوسری شے میں انہی امور میں سے بعض امور کے ساتھ حکم کیا ہو اور بعض امور کے ذکر سے سکوت کیا ہو تو اس حالت میں وہ اطلاق کا مقتضی نہ ہوگا۔ مثلاً "فمن شرب ماء من هذا فلا یغفر" کے حصے کا حکم دیا گیا ہے اور خیم میں صرف دو حصہ ذکر کئے گئے ہیں۔ تو اس مقام پر یہ قول کہ وضو کے حکم کا محمول جمع پر بھی کرنا چاہیے اور اس میں بھی نفل کے ساتھ سر اور وجہوں کا نسخ کرنا ضروری ہے، ہرگز صحیح نہ ہوگا۔ اور ایسے ہی عید کے کفارہ میں روزہ رکھنے، غلام آزاد کرنا اور مسکینوں کو کھانا دینے، نفل باتوں کا ذکر ہوا ہے اور کفارہ بخش کے بیان میں صرف دو باتیں یعنی روزہ رکھنے اور غلام آزاد کرنا ہی پر اشتہاد کر کے حکام کا مطلق ذکر بھی نہیں ہوا۔ لہذا اس حکم کو سابق کے حکم پر محمول کرنے اور روزہ کو احکام سے بدل لینے کا قول ہرگز درست نہ ہوگا۔

تہ نسبت خوش رو بن اور صبح اٹھ کر انھیں تھکے لہذا انھوں نے ان کی زبان آدھی سے بچنے کے لئے ان سے خطاب کر کے انھیں گھر میں پھونسی کی۔
 اور ان کی شہرہ "دنہ نمبر سنگھ" بن گئی ہے۔ اسی عہد پر لکھا ہے "لہذا اندر کے لئے اس خطاب میں صرف آدمیہ اسلام
 کی رو کیا جاتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ جانا کہ کچھ پہلے پہل خطاب دینے کے تھے اور قصور و انکسار بھی۔ جس سے پھر کہا جاتا ہے کہ
 اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیاوی زندگی میں لکھا اندر پاک سے نہایت اور مصائب کا آنا چکا اور وہی کو کہا جاتا ہے اور پھر فرمایا کہ یہ بھی ہے کہ اس طرح
 آدمیہ اسلام، مردی کو خطاب دینے میں عورت کا اگر کہہ دے کہ اسے چشم پوشی مقصود تھی۔ یہ نہ کہ مشہور قول ہے "یہ اس کو بڑا سزاوار"۔
 یعنی عورت کی پروردگار کی نشان بدی ہے۔

۱۷۔ دو مخصوص کا خطاب لفظ جمع کے ساتھ : مثلاً قرعہ تعالیٰ "ان تبارک اللہ بک سبہ قوتنا و اضلنا و ذک غلہ"۔

۱۸۔ جمع کا خطاب لفظ شہید کے ساتھ : جیسے کہ "قرعہ تعالیٰ" فقہاء کی مثال میں چلے کر ہو سکتا ہے۔

۱۹۔ واحد کے بعد جمع کا خطاب : مثلاً قرعہ تعالیٰ "وہ" کہوں میں خدا و ملائکہ مہمانوں کو بلا تھکان میں غلہ"۔ اسی لفظ کی
 کہا ہے قرعہ میں کو اس واسطے میں نہ لایا گیا ہے تاکہ وہ امت کے کئی مکی اللہ علیہ السلام کے رحم و اہل علم ہونے پر دلالت کرے اور
 اس کی مثال "واللہ اشہب" اور "الحق تعالیٰ" بھی ہے۔

۲۰۔ مذکورہ فعل خطاب کے برعکس : یعنی جمع کے بعد واحد کا خطاب دینے کی مثال ہے "قرعہ تعالیٰ" "واللہ اشہب" اور "الحق تعالیٰ"۔

۲۱۔ واحد کے بعد دو مخصوص کا خطاب : مثلاً قرعہ تعالیٰ "اعطنا لفقہنا و عبادنا و عبادنا علیہ ما نزلنا و لکنا لکرم یا مہر الخیر"۔

۲۲۔ اس کے برعکس : یعنی شہید کے بعد واحد کا خطاب دینے کی مثال ہے "قرعہ تعالیٰ" "من و لکنا ما نزلنا"۔

۲۳۔ عین کا خطاب : حالیکہ اس سے غیر مراد ہو : جیسے "لہذا اللہ اشہب" اور "لہذا اللہ اشہب"۔ اس میں خطاب تو فی جلی مذ
 علیہ السلام سے اور مراد ہے آپ ﷺ کی ذات۔ اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود قرعہ سے اور معاذ اللہ آپ جت سے
 کہہ کر اذاعت کتب ہو سکتی تھی۔ اس کی دوسری مثال ہے "قرعہ تعالیٰ" "عزنا و شمس جبر" اور "لہذا اللہ اشہب"۔ لہذا اللہ اشہب کے بعد پھر
 فکھانہ "آیہ" کہہ کر ہوا حضرت سہلیؓ کا لہذا اللہ اشہب کہہ کر ہو سکتا تھا۔ اس لئے کہ یہ اس طرح کے خطاب سے کہانی
 تقریبی مراد ہے اور اس کی حاکم نے اس کیفیت کے متعلق اس میں ہلکا ہلکا قیاس کیا ہے کہ "یہ بھی کہا" "قرعہ تعالیٰ" "لہذا اللہ اشہب"۔
 و لکنا لکرم یا مہر الخیر"۔ اس بات کو کسی سے اور نہ لیا "ایہ بھی قرعہ تعالیٰ" "وہ" اور "لہذا اللہ اشہب"۔ اس لئے کہ
 بھی ہے یہ اسی طرح کی دوسری کیفیت۔

۲۴۔ غیر کی جانب خطاب کرنے حالیکہ اس سے عین مراد ہو : مثلاً "واللہ اشہب" اور "لہذا اللہ اشہب"۔

۲۵۔ وہ خطاب عام جس سے کوئی ممکن مخاطب مقصود ہو : جس طرح "قرعہ تعالیٰ" اور "لہذا اللہ اشہب"۔ "واللہ اشہب" اور "لہذا اللہ اشہب"۔
 "لہذا اللہ اشہب" اور "لہذا اللہ اشہب"۔ "لہذا اللہ اشہب" اور "لہذا اللہ اشہب"۔ "لہذا اللہ اشہب" اور "لہذا اللہ اشہب"۔
 طور پر اس خطاب کا مخاطب ہے۔ اور قد علم کے لئے خطاب کرنے کی ضرورت میں یہ مثالیں یاد دلائی ہیں۔ یہ اس لئے کہ اندر پاک کی
 مراد یہ ہے کہ وہ اس کو کہنا اس حد تک نہایت اور واضح ہو گیا ہے کہ اس کے پاس پہنچنے میں کسی دشواری نہ ہو۔ لہذا
 خصوصیت نہیں رہی۔ اور یہ بات نہیں کہ یہ شخص دیکھا ہو اور نہ دیکھا ہو بلکہ قرعہ اور لکنا کی بات ہو۔ لکنا کی بات یاد دلائی
 ہے وہ سب اس خطاب میں داخل ہیں۔

۲۶۔ ایک شخص سے خطاب کرنے کے بعد پھر اس کی جانب سے دوسرے کو مخاطب بنالینا : اس کی مثال ہے
 "قرعہ تعالیٰ" "لہذا اللہ اشہب"۔ لکنا کی بات کے مخاطب تھا علی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے۔ اور اس سے بعد پھر "قرعہ تعالیٰ" نے

تھی، اس لیے اس کا صحیح معنی یہ ہو گا کہ یہ عقیدہ صحیح ہے، مگر اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کو قبول کرنے والے کو اس کی حقیقت سے واقف کر دیا جائے۔
 : شہادہ کی نسبت سے یہ مصروف، مگر ان کے رجوع و استقامت کے واسطے مثال اور نمونہ
 غزالی کی مثال "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے" ہے۔

وہ کسی مثال ہے "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔
 "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔

مثال کی مثال ہے "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔
 "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔
 "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔

مثال کی مثال ہے "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔
 "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔

مثال کی مثال ہے "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔
 "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔

مثال کی مثال ہے "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔

مثال کی مثال ہے "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔
 "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔
 "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔

مثال کی مثال ہے "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔
 "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔
 "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔ یہ غزالی کی مثال ہے۔ "وہ شخص جس کا خدا کا خوف ہے"۔

بادلوں کی نوع (۵۲) حقیقت اور مجاز قرآن

حقیقت کی تعریف۔

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن میں حقائق کا وقوع ہوا ہے۔ اور حقیقت ہر ایک ایسے علقہ کو کہے ہیں جو کہ اپنے موضوع معنوں پر باقی رہا ہو اور اس میں کسی طرح کی تخیل یا اور تاخیر نہ ہوئی ہو اور یہ بات کلام کے اکثر حصہ کو حاصل ہوتی ہے۔

قرآن میں مجاز کے وقوع پر بحث

مجموعہ نے جو نزاع کا وقوع بھی قرآن میں اٹھایا ہے لیکن ایک جماعت اس بات کا انکار کرتی ہے۔ لہذا اجمالاً ظاہر یہ فرق کے لوگ بھی ہیں۔ مثلاً لوگوں میں سے کچھ ان الفاظ اور مبالغہ نہ سب دلوں میں۔ جہاں خود برآمد ہوئے قرآن میں وقوع مجاز کا انکار کیا ہے ایسے لوگوں کے نزدیک شہرہ دار ہوتا ہے کہ مجاز ایک قسم کا کذب (جھوٹ) ہے اور قرآن کریم کذب سے منزه ہے۔ مگر یہ کلام کرنے والا شخص کسی وقت مجاز کی طرف مودل نہ کرتا ہے جبکہ حقیقت کا میلان اس کے لئے ٹھیک ہو جائے اس وقت وہ استعارہ کر لیتا ہے اور خداوند تعالیٰ کے حق میں یہ امر بجا نہیں ہے۔ یعنی اسے کبھی حقیقت کی کمی نہیں پر کسی لیکن اس لوگوں کا یہ شبہ باطل ہے کیونکہ اگر قرآن شریف میں مجاز واقع نہ ہو یا اس میں سے مجاز کو نکال ڈالا جائے تو ایک بڑی خرابی اس میں پائی ضرور ہے گی۔ اس واسطے کہ بلیغ لوگوں کا یہ عقلی طریقہ مسئلہ ہے کہ حقیقت کی نسبت سے مجاز کا درجہ خرابی کلام میں زیادہ نہ رہا ہو اسے بھروسہ کے علاوہ جبکہ قرآن کو مجاز سے خالی مانا جائے گا تو یہ بھی واجب آئے گا کہ وہ عذوف ہو کر یہ اور شخص کے دوبارہ لائے میں یا ایسے ہی اور اس سے بھی خالی ہو۔

مجاز کی دو قسمیں

امام علامہ ابن عربی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور میں نے اس کتاب کی تلخیص مع بہت سی زیادتوں کے ایک علیحدہ کتاب میں کر دی ہے جس کا نام میں نے "معارج فہرہ فی معارج لغز ان" رکھا ہے۔ مجاز کی دو قسمیں ہیں۔

قسم اول۔ مجازی ترکیب۔ اس کو کماز الاستعارہ و مجاز مطلق بھی کہتے ہیں اس کا مکرر سے طرہ است۔ یہ اس طرح ہوتا ہے کہ کچھ یا بیشاپ فعل اس امر کی طرف متعلق کیا جائے جو صلاہ اس کے باوجود کلمہ پر ہے (یعنی جس امر کے لئے مطلق یا بیشاپ فعل کو صلاہ متعلق کر گیا ہے اس شخص یا شے کے علاوہ کسی اور صلاہ کی طرف اس فعل یا بیشاپ فعل کی نسبت کی جائے)۔ اور یہ نسبت اس لئے ہوتی ہے کہ فعل یا بیشاپ فعل اس غیر متعلقہ صلاہ کے ساتھ ملائیں (بمشکل) ہوتا ہے مثلاً اولیٰ تو لی "وَأَنذَرْتُ غَلِيظَ عَذَابٍ لِّذٰلِکُمْ اِنْ لَّمْ یَتُوبُوا" کہ اس میں کا زیادہ کرنا جو کہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے آیات کی جانب منسوب ہوا اور جو نسبت یہ ہے کہ وہی مخلوق تیرہ دلیلی بیان کا سبب بنتی ہیں۔ یا تو تو تو لی "لَا تَدْعُ اِسْمًا غَیْمٌ" اور "بَا فَسَدَتْ اَنْزَلُ لَی" مندرجہ میں ذرا کہ جو کہ پولیس کے سپاہیوں کا کام تھا اس کی نسبت فرعون کی طرف اور بنائے مکان جو مزدوروں کا فعل تھا اس کی نسبت اہل ان کی طرف کی گئی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہی دونوں اہل ان کا سوں کے حکم دینے والے تھے ایسے ہی تو تو تو لی "وَأَنذَرْتُ غَلِيظَ عَذَابٍ لِّذٰلِکُمْ" سرخشا لوگوں کی طرف اچھی قوم کو دروغ میں لے جانے کی نسبت کی گئی کیونکہ انہی لوگوں نے اپنی قوم کو کفر کا گھر دیا تھا۔ لہذا وہی ان کے بارہ دروغ ہونے کا سبب تھے

اسم پر کلام اخلاق پر مبنی ہے۔ "مکمل قول تعالیٰ" دین و معاشرت کے معنی کا مرئی ذات۔ "مکمل قول" دین و معاشرت کے معنی کا مرئی ذات (جنسوں) کو اس کی طرف پھیر کر دیکھا جاتا ہے۔ "مکمل قول" دین و معاشرت کے معنی کا مرئی ذات (جنسوں) کو اس کی طرف پھیر کر دیکھا جاتا ہے۔ "مکمل قول" دین و معاشرت کے معنی کا مرئی ذات (جنسوں) کو اس کی طرف پھیر کر دیکھا جاتا ہے۔

تجلیہ : نوح سووم اور چہارم کے ساتھ دو چیزیں اور لاحق کی مٹی ہیں۔

[illegible]

۵۔ اتم حاصل اخلاق عام پر۔ مثلاً "بنو رسول رب العالمین" یعنی رسول۔

اسم عام کا اطلاق خالص پر : جیسے قورقالی : وزیر خیر و نائزہ میں ان کا مراد یعنی حرمین کے لئے مختص چاہتے ہیں اور کسی دلیل قورقالی : وزیر خیر و نائزہ سے۔

۷۔ لزوم کے اسم کا: حلاق ناموس پر۔

میں نے برعکس۔ جیسے 'خلف' نہ ملے نہ ملے اور 'مُجِبِّین' کے ساتھ ملے۔ یعنی کیا تمہارا رب الہا کرے گا؟ یہاں مسئلہ امت کا اطلاق فعل پر کیا گیا اور جیہ بھی کرے۔ خطا امت فعل پر لازم ہے۔

4۔ مسبب کا طلاق حبيب پر : جیسے : "بِزَكَرَاتِكُمْ مِّنْ أَسْتَوَارَ فَا" اور "فَذَرْنَاهَا غَلِيمَةً بَيْنَهُمَا" یعنی ہمارے گدھے کے سبب سے رزق اور لباس کا سامان ہی ہوتا ہے اور قول تعالیٰ "لَا تَجْعَلُونَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ مَنَافِقَ" یعنی مسلمان اور منافق اور جہنم کے جو بیچ ہے جو کوئی گناہ یا خطہ ضرور کی ہوئی ہے۔

اعمال فعل کی اضافت کسی شے کی طرف کرنے کو کہہ سکتے ہیں اس سے مراد یہ کہ اس شے میں خصلتیں ایسا ہوں جو کسی اور شے میں نہ ہوں۔
 زائد کہ اس میں جو باتیں خصلت ہوں وہ کسی اور شے میں نہ ہوں اور اصل ہائے جو چیزوں کی خصلتوں میں سے ہیں ان میں اضافہ سے
 اہتر سے جو وہ اور ہوں گے اور اس سے مراد یہ کہ اس شے میں خصلتیں ایسا ہوں جو کسی اور شے میں نہ ہوں۔

[illegible][illegible]

۴۰۔ ایک صیف کو دوسرے صیف کے مقام پر قائم کرنا۔ یہ نوع سے نسبت میں لئی ہوئی عبارت ہے۔

ایک صیفہ کو دوسرے صیفہ پر رکھنے کی سول انواع

[illegible]

دو بات سمجھنے کے لئے خاص سے جہاں واسطے وہ اپنے باپ سے جو کہنے کی وجہ سے تائب کیا گیا۔ وہ پہلی کہ جو سخت "یعنی غرضتیں لوگوں کے غم میں سے بہت زیادہ" کے لئے بلدی کے واسطے درجہات اور پانچویں کے لئے ضرورت کار۔ ۱۸۶۱ء استقلال میں عمر یہی اشرف وغیرہ رہنے کی وجہ سے انہوں نے بیویوں پر درجہات کی ۱۸۶۱ء استقلال اور۔

شباب البرہان میں آیات، تفسیر کے باب مجاز سے جوئے کی صفت سے کہ لفظ استعمال کیا جو معنی ہے کہ جس کو "خفتہ" کا لفظ لیا ذکر کیلئے ہے جو کہ اس صفت کے ساتھ، موصوف کی مانند اس کا ذکر اور اناتے رنگوں پر مطلق کرنا اس کا غیر مطلق بل پر مطلق عداوت سے ہی اپنی مثال میں۔

چرا ہوگی : حروف جز کا استعمال ان کے غیر فتنی معنوں میں : جیسا کہ چالیسویں باب میں بیان ہو چکا ہے۔

فیروز پورہ جی: فیروز محبوب کے لئے سینہ الفعل کا در غیر تحریم کے لئے سینہ لاتصلص کا استعمال اور ایسے آلات استعمال کا استعمال غیر طلب شعور اور تدقیق کے لئے، اسات کلمی، خبری اور انکا استعمال مان اور کے غیر (مقام) امور کے لئے۔ جیسا کہ ان تمام چیزوں کا ذکر انشاء کے بیان میں آئے گا۔

[illegible]

فصل ۱۰ چھ نوعوں کو داخل مجاز شمار کرنے میں اختلاف

(د) ۱۰۰۰ روپۍ ډېر - ۱۰۰۰ روپۍ ډېر -

- [illegible]

۴۔ کٹنا یہ : اور اس کے بارے میں حیا نہ اہم ہیں۔

اول۔ یہ کہ وہ حقیقت ہے یا ابن عبدالمطلب کہتا ہے کہ بخارہ مرہبان ہے کیونکہ بخارہ خلیفہ کا انتقال اپنے اوصیاء میں ہی کیا گیا ہے اور اس سے مراد یہی ملتی ہے کہ وہ سچے موضوع کے لیے غیر ہرگزانت کرے۔

دوم : یہ کہ وہ مجاز ہے۔

سوم : یہ کہ وہ حقیقت ہے اور نہ کھانا۔ اور کتاب مقصود کا مصنف، اس امر کی طرف گہرے کیونکہ وہ کھانا میں اس امر کو منع کرتا ہے کہ معنی تخلیق اور معنی نیا ہی ایک ساتھ مراد لئے جائیں لیکن کھانا یہ جس نے یہ امر باز رکھا ہے۔ لہذا معلوم ہو کہ وہ کھانا کو کھانے کی قسم نہیں شمار کرتا۔

چہازم : چوتھ مذہب جو شیخ تقی محمد بن علی کا تیار ہے وہ یہ ہے کہ کہ یہ کی تقسیم حقیقت اور ممکن دونوں کی جانب دہلی ہے اگر غلط کا مشعلی سر کے حق میں یوں کیا جائے کہ اس سے لازم ملحق بھی سر اور ہوں تو اس حالت میں وہ حقیقت ہے اور اگر سنی مراد سے ہے جو میں بیکہ نادر کی تعمیر ہوسکتا مٹرم کے کی جانت تو جب اس کے کہ اس کا استعمال غیرہ پیشہ میں ہو ہے وہ یوں ہرگز اور عناصر میں تمام انشاء ذات کا یہ ہے کہ غلط کا مشعلی سنی پیشہ میں غیرہ پیشہ کی ناکاہ دینے کی غرض سے ذرا بہ تو وہ حقیقت ہے اور اگر مشعل اور انکارت دونوں اعتبار سے اس لغت کے ساتھ اس کے مضمون کا غیر مراد ہے تو وہ غلط ہے۔

۵۔ تقدیم اور تاخیر : ایک گروہ نے اس وحی کو عذرا کی قسم سے ٹھکرایا ہے کہ جس چیز کا زہد بعد میں آئے گا ہے اس کو مقدم کرنا جیسے کہ مفضل کو مقدم کرنا اور جس چیز کا رتبہ پہلے آئے گا ہے اسے پیچھے ڈالنا یہ غلط فہمی کا مفعول ہے۔ سو گزرا۱۲۰۱۔ انہوں مقدمہ اور تاخیر کے معنی میں اس کے مرتبہ اور حق میں کمی اور نقصان والے ہیں۔ کتاب اہل ربان میں آیا ہے کہ تقدیم اور تاخیر صحیح قول کے خلاف ہے کیونکہ وہ غش نہیں ہو سکتی جس کی کوئی تاخیر نام ہے۔ وضع کے لئے اس جانب نقل کرنے کا ضرر ہے۔ اہل حق و باطل۔

۱۔ اوقات : شیخ باادین سبکی کا قول ہے ”میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے اوقات کے حقیقت پر اعتبار کرنے کی نسبت کوئی ذکر کیا ہو۔ مگر اس حیثیت سے کہ اس کے ساتھ کوئی تجربہ یا نہیں کیا ہو۔“۔ میرے خیال میں یہ حقیقت ہے۔

فصل : موضوعات شرعیہ حقیقت بھی ہیں اور مجاز بھی

موضوعات شریعہ مثلاً حلوۃ، ترکۃ، صوم اور حج و عمرہ حقیقت اور مجاز دونوں دھنوں کے ساتھ مصروف ہوتے ہیں۔ اور یہ بات ادنیٰ مجاہدوں سے بھی جانی ہے۔ مگر شرکی اصطلاحات ہونے کے نفاذ سے دیکھ جائے تو یہ حقیقتیں ہیں اور غوی مفلوں کا جاننا ترک کے دھنیں تو یہ مجاہدات شریعہ ہے۔

فصل : حقیقت اور محاذ کے مابین (درمیانی) واسطہ

حقیقت اور کج باز کے مابین اتنا سا درجہ ہے کہ الفاظ، تھمن پڑوں کی ڈاہت کہا کر ہے کہ وہ حقیقت اور کج باز کے مابین وسط کی سرالت میں آتی جاتی ہے۔

ایک لفظ استعمال ہونے سے پہلے حقیقت اور بظاہر کے مابین وسط کی حاجت میں حرج ہے یعنی یہ حقیقت جو ہے اور نہ بظاہر۔ بلکہ ان دونوں کے مابین زمین و آسمان کی قسم پٹائی بھی جیسا جالی اور ٹنگن ہے کہ سورتوں کے ادا کر کے (آقا کے افعال) اس قول کے اعتبار پر کہ وہ کلام کی حرکت ہے میں استعمال ہونے والے ظروف کی طرف اشارہ ہیں۔

تشریحیں دینے اور (۵۲)

قرآن کی تشبیہ اور اس کے استعارات

تشبیہ کی تعریف

تشبیہ یا عت کے لغوی معنی ہیں۔ سب سے شرف اور اعلیٰ نوع ہے۔ برابر اچلی کتاب کا اس میں لکھنا ہے کہ ”جو کوئی تشبیہ کو کہا، عرب کا بہت زیادہ حصہ بیان کرے تو اس بات کو بچہ نہ خیال کرتا ہے۔“ اور احکام بن لہید اور لہیدہ اوی نے تشبیہات قرآن کے بیان میں ایک مشکل کتاب تصنیف کر ڈالی ہے۔ اس کتاب کا نام اس نے ابن عربی رکھا ہے۔ ایک جماعت ابن میں سکا کی شریک ہے تشبیہ کی تعریف یوں بیان کرتی ہے کہ اگر ایک امر اپنے معنی میں کسی دوسرے امر کے ساتھ شریک رکھے پر دلالت کرتے ہو تو اس کا نام ہے تشبیہ۔ ابن ابی اللہ لکھتا ہے: ”تشبیہ اس بات کا نام ہے کہ نہایت غلی امر کو کسی واضح تر امر کے ساتھ روشنی میں لایا جائے۔“ وہ اس کے سوا کسی دوسرے شخص کا قول۔ بہرہ کسی صاحب وصف کے ساتھ اس کے وصف میں ایک شے کو اس کی تشبیہ لیا ہے۔“

بعض محققین کا قس ہے کہ ”تشبیہ کے احکام میں سے کوئی نظم شعر کے واسطے ثابت نہ کرنا تشبیہ ہوتا ہے اور اس کی فرض ہے کہ اس شے کو عقلی سے طبعی کی طرف لاکر لکھیں تو اس کے مجموعہ میں بلایا جائے اور یہ کہ قریب کی طرف لایا جائے تاکہ دو بیان کا فائدہ دے سکتے۔“ اور کہا گیا ہے کہ اختصار کے ساتھ معنی شعور کے کشف کو بھی تشبیہ کی قریب قریب دیا جاتا ہے۔“

ادوات تشبیہ

یہ وہ تشبیہ جوف اسلام اور اعلیٰ چیزوں سے آتے ہیں۔ جوف میں سے کاف مثلاً کفر مانہ اور کفر جیسے ”کفر اور کفر“ (یعنی) ”اسلام میں سے“ اور شہ اور شہ کے مانند اور عقائد اور کفر مثلاً حد مشابہت سے مشتق ہوتے ہیں۔ اس بات کو طبعی نے کہا ہے اور شہ کا لفظ ایسی ہی حالت اور صفت میں استعمال کیا جاتا ہے جس کی کوئی شان و دروس میں کچھ ضرورت حیرت انگیز بات لکھی پائی جاتی ہو۔ جیسے ”عقلنا لعلنا فی حیدرہ نعلنا“

کتاب تجلی میں لکھی کہ یہی اور بعض اوقات کوئی ایسا فعل ذکر کیا جاتا ہے جو تشبیہ کی خبر دیتا ہے جو فعل تشبیہ قریب میں لایا جاتا ہے۔ جیسے تحقیق پر دلالت کرنے والے فعل میں ”علینہ یذہب“ اور ”عین اور عدم تحقیق پر دلالت کرنے والے فعل میں ”علینہ یذہب“ اور ایک مرتبہ کرا لفظ طبعی بھی ہے۔ اس قول کی مخالفت ہے۔ دونوں کہتے ہیں ”ان کی کچھ تشبیہ ہونے میں ایک طرح کی پیشینگی (مکمل بات) کہ جاتی ہے۔ اس سے زیادہ ظاہر کرا سکتا ہے یہ ہے کہ کہ جاسے فعل نزدیکی اور اس میں حال تشبیہ کی خبر دیتا ہے اور یہ کہ وہ تشبیہ مذکور اور قدر میں کچھ بغیر ان کے معنی درست نہیں ہوتے۔

تشبیہ کی قسمیں۔ تشبیہ کی قسمیں کئی اعتبارات سے ہوتی ہے

اول تشبیہ اپنے طریقیں کے اعتبار سے چار قسموں پر مشتمل ہے: کیونکہ وہ ”ذہن (طریقہ تشبیہ)“ میں ہوں گے یا ”ذہن عقلی“۔ اور تشبیہ یہ صی ہوگا اور مشابہ عقلی یاں کے برعکس۔ طریقیں کے معنی ہونے کی صورتوں میں: ”بذلکہ رافلزہ انما یذہب انفس غلا یفکر منور الخذلان“

سوم۔ یعنی استعارہ مطلق : وہ ہے کہ مستعار اور مستعار الہ دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی لفظ مستعارہ القرآن نہ پایا جائے۔

استعارہ کی چوتھی تقسیم

بھرا یک اور اجبار سے استعارہ کی تیسری تقسیم، یعنی اور تعریف کی چار قسموں پر ہوتی ہے :

قسم اول یعنی تفسیری : وہ ہے کہ اس کے معنی ان کے معنی ملتی ہیں۔ مثلاً "فَذَا فَذَا لَهِ" یا "زَوْنِیْ عَلٰی" کے معنی ہوتے ہیں۔ مثلاً قولہ تعالیٰ "وَقَدْ اَنَابَ اِبْرٰہِیْمُ نُوْرًا مُّبِیْنًا" یعنی بیان واضح اور جلت لامح "اَبْرٰہِیْمُ لِقَبْرٰہِ لِقَبْرٰہِ" یعنی وہی حق کیو کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کا ثبوت عقلی طور پر پایا جاتا ہے۔

دوم عقلی : یہ ہے کہ جب کہوں میں بھی رکھ کر اس کے نزدیک میں سے جو مشبہ کے لئے کسی اور اس میں بھی رکھی ہوئی تفسیر پر دلالت کا حکم کرنے کی یہ عقل اختیار کی جائے کہ وہ جس کے لئے کوئی ایسا امر ہو کہ اس کے ساتھ یہ کہیں تو مخصوص ہوتے ہیں اس طرح کی تفسیر معرکہ واستعارہ بالکلی اور عقلی مشبہ کہہ جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے مشبہ کی تفسیر تو ہمیں یہی ملے گی کہ اس کے خواص کے ساتھ دلالت کی ہے اور اس قسم کے استعارہ کے ساتھ عقلی میں استعارہ تفسیر کا حکم جاتا ہے۔ اور یہی امر ہو کہ مشبہ بہ کے ساتھ مخصوصیت رکھنے والا امر مشبہ کے لئے مستعار لیا جاتا ہے کہ وہ ان مقامات میں سے ہوتا ہے کہ اس میں مشبہ بہ کے ساتھ خصوصیت رکھنے والا امر مشبہ کے لئے مستعار لیا جاتا ہے اور اس کے بعد مشبہ میں مشبہ بہ کا کمال اور تمام حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ یہ بات مشبہ کے لئے نہیں ہے جسے ہونے کا خیال ہوا ہی ہے اور اس کی مثال ہے قولہ تعالیٰ "اَلْبَیِّنٰتُ یَقْضُوْنَ غَیْظَہُمْ مِنْ تَحْتِہِ فِیْ اَحْمٰی" اس میں مشبہ کی تفسیر مل (دینی) کے ساتھ ہی گئی کہ اس بات کو کہ اس میں عقلی رکھ کر جو مشبہ ہے اور کوئی اور نہ کہ تفسیر کا ساتھ نہیں کیا لیکن لفظ "سفر" (مشتق) کو جو کہ وہ پہلی خاصیتوں میں سے ایک ہم خاصیت ہے۔ مشبہ بہ عقلی پر دلالت کرنے کے لئے ثابت کر دیا۔

تیسری طرح قولہ تعالیٰ "وَنُفَعِلُ الْوٰفِیْنَ خَیْرًا" میں مشبہ یہ "لو" کا ذکر نہیں دیا اور اس پر اس کے لازم عقلی اشخاص کے بعد اور دلالت پیدا کی کہ قولہ تعالیٰ "فَاذْہٰقَہُ اللّٰہُ" میں اس لئے کہ جو کو نقصان دے گا اس کے لئے اس سے اور ایک میں آتی ہے مثلاً کہ مشبہ بہ مشبہ بالہ اور اس پر دلالت (کہنے) کے معنی ہوتے ہیں "خیر" اللہ تعالیٰ کا ہے جس کی تفسیر اس میں آتی ہے کہ وہ انہی طرح مضبوط ہوگی اور بہرہ دہی ہوگی جسے کہ ساتھ حق و ان میں نہیں کرتا اور ہر اس کے لئے نعم کا لفظ ہے کہ "ہذا کُلُّہُ اَنْ یُّفْعَلَ" نہ کہ وہ بالحد کے خلاف کے ساتھ ہوا اور اس میں مشبہ ہونا مشابہ قرار دے کر اس کے لئے اور وہ کا لفظ جمع کیا مالا لک نہ اور وہی اشخاص کی خاصیت ہے جو استعارہ تفسیر کی مثال ہے۔ یہیت کریمہ "مَنْ یُّنْفَعِلْہُمْ اللّٰہُ" اور "مَنْ یُّنْفَعِلْہُمْ نَزْدَہُمْ"۔

استعارہ کی پانچویں تقسیم

ایک اور اعتبار سے استعارہ کی تیسری تقسیم ہر دو قسموں میں بھی ہوتی ہے :

(۱) اولاً تفسیر : اس طرح کا استعارہ ہوتا ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ کا اجزاء ایک ہی شے میں ملے ہیں لیکن ہر مثلاً قولہ تعالیٰ "اِنَّہٗنَّ سَیِّئٰتُہُنَّ" میں "ف" و "قَدْ" نہ "اِنَّ" وہ کہہ رہا ہے کہ اس کو بدعت کی یہ بات پر بخیر (دعا کرنا) کا لفظ ایک شے کو اس وجہ سے جو کہ دلالت "علی" کا مؤخر "ف" کے لفظ "لَب" کے معنی میں آتی ہے جو کہ کرنے کے معنی میں مستعار لیا گیا اور بخیر اور بدعت دونوں میں چیزیں ہیں کہ ان کا اجزاء ایک ہی شے میں ہو سکتا ہے۔

(۲) ثانیاً : اس قسم کے استعارہ کو کہتے ہیں جس کے مشبہ اور مشبہ بہ کا اجزاء ایک نہ چیز میں نہ ملے ہیں مثلاً سورہ کے لئے ہم مقدم کا مستعار لینا کہ کہہ دل تو اس کا کچھ نہیں اور ہم یہ بات کمال ہے کہ سورہ کا لفظ "معد" کا اجزاء ایک ہی شے میں ہو گئے۔

چون ویں نوع (۵۴)

قرآن کے کنایات اور اس کی تفسیریں

مجموعہ انواع بلاغت اور اسالیب فصاحت کے کتابیہ اور تفسیری معنی، لغوی معنی ہیں۔ پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ کتنا یہ تصریح کی نسبت سے بلاغت میں بڑا کام آتا ہے۔

کنایہ کی تعریف

علم بیان کے علمائے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ ”کنایہ یہاں غلط ہوتا ہے جس سے اس کے معنی لازم ہو کر لیا گیا ہو۔“
 اور علی گڑھ ہے: ”کنایہ اس کا نام ہے کہ کلمے کی تصریح کو اس کے معنی ہی، لغوی معنی کے لئے ترک کر دینے والے اور پھر اس معنی سے لغوی معنی چاہا ہو۔“

بعض علماء کا قرآن میں کنایہ سے انکار

جن لوگوں نے قرآن میں مجاز کے طور سے انکار کیا ہے وہ اس کے بقول بھی اس میں انکار بھی کرتے ہیں اور اس بات کی غیور یہ ہے کہ یہ (کنایہ) بھی مجاز ہے مگر اس کے بارے میں جو اختلاف ہے وہ آپ بیان ہو چکا ہے۔

کنایہ کے اسباب

پہلا سبب: کنایہ کے کئی سبب ہیں اور ان میں ایک سبب قدرت کی زیادتی پر آگیا ہوتا ہے۔ جیسے قول تعالیٰ ”مَنْ يَشَاءُ يَجْعَلْ لَكُمْ فَيْدًا“

دوسرا سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“
 تیسرا سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“
 چوتھا سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“
 پانچواں سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“
 چھٹا سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“
 سہواں سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“
 آٹھواں سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“
 نوواں سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“
 دسواں سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“

تیسرا سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“
 چوتھا سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“
 پانچواں سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“
 چھٹا سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“
 سہواں سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“
 آٹھواں سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“
 نوواں سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“
 دسواں سبب: یہ ہے کہ ایک ایسے لفظ کی جگہ سے جو کلمہ یا دو کلمہ یا دو کلمہ کا اصل لفظ کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً ”إِنْ هَذَا بَشَرٌ لِّأَنَّ بَشَرًا لِّمَنْ خَلَقَهُ“

ابن اثیر کہتا ہے: "کنایہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جس معنی کو ایک وصف جامع فیہ میں حقیقت کے ساتھ اس دونوں باتوں پر حمل کرنا جائز ہو سکے۔ اور تعریض ایسے معنی پر دلالت کرنے والا لفظ ہے جس کے دلالت علی المعنی اس حقیقہ یا جہت کی جہت سے نہ ہو۔ مثلاً کوئی شخص جو کہ صلہ (نعم) کا مستحق ہو وہ کہے: "والله انفسی خائف"۔ پس یہ طلب ہے کہ تعریض سے طاعت اس بات کی وضع طلب کے لئے حقیقہ گزارا دونوں میں سے ایک طریقہ پر بھی نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ لمب لفظ کے عرض یعنی اس کے پہلو سے سمجھ سکتی ہے۔

اور لفظ معنی اپنی کتاب الاخصاص میں معروف ہو لکن انہ و لیس بعدہ میں لکھتا ہے: "کنایہ وہ لفظ ہے جس کا استعمال اس کے معنی میں ہوں ہو اور اس سے اس کے معنی کا لازم ہو۔ لہذا اس حقیقت سے کہ لفظ کا استعمال ہی کے معنی میں سے کنایہ کو حقیقت کہنا سہوار ہے اور اس کی چیز کے قاعدہ دینے کا وہ جس کے لئے وہ لفظ وضع نہیں کیا گیا ہے مجاز شمار ہوگا۔ اور یہی اس سے معنی کو مراد نہیں لیا جاتا بلکہ طرہ سے لازم کی تعبیر کی جاتی ہے اور اس وقت میں وہ کنایہ مجاز ہوا کرتا ہے۔ اس کی مثالوں میں سے ایک مثال قول قرآنی: "لنبلن علیہم نارا" ہے کہ اس کے بیان سے آتش روزگار کا تفسیر سوزاں ہونا ظاہر کرنا مقصود نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ یہ تو ایک کلی بولی بات ہے بلکہ یہاں منظور ہے کہ اس بات سے اس کے لازم معنی کا حاصل نہ ہو تو یہ ہے کہ اگر کسی کی شدت میں جہنم پہلے والے لوگ اس میں وارد ہوں گے اور اس کی قس میں جلا کریں گے۔ اور تعریض میں قسم کا لفظ ہے کہ وہ اپنے ہی معنی میں اس غرض سے استعمال کیا گیا ہو کہ اپنے غیر کی توجہ کرے۔ مثلاً قول قرآنی: "ما یخلفہ شیء فہذہ" کہ یہاں ابراہیم علیہ السلام نے قتل کی سبقت ان بتوں میں سے جن کو ان کی قوم نے معبود کہا تھا۔ یہاں سے یہ بدست کی طرف گردنی تھی کہ اس نے اپنے ساتھ چھوٹے بتوں کی پرستش ہونے پر غضبناک ہو کر انہیں قتل کیے۔ اور اس میں بتوں سے پائے والوں پر نشانہ دیا۔ بہت قاطع کی توجہ سے یہ بدست معبود ہونے کی بھی صلاحیت نہیں۔ کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک بات یہ تھی کہ اس وقت ان کی قوم کی لوگ قتل۔ یہ کام لے کر غور کریں۔ مگر ہن کا کہ۔ یہ بات بھی "یہ معنی"۔ یہاں سے یہاں خدا کا حکم عاقل ہوتا اور انہیں وہ اپنی غلطی اور اس پر کسی کا ظلم ہوا ہے گا۔ چنانچہ اسی وجہ سے تعریض صرف حقیقت ہو کر رہی ہے۔

تعریض کی تعریف اور وہ تفسیر

مکان کا بیان سے تعریض وہ ہے جس کا موق (بیان) کسی غیر مذکور موصوف کے لئے کیا جاتا ہے اور مثلاً تعریض کے ایسے بیانات کی طرف جس کے ساتھ دوسرے امر کی جانب اشارہ کیا گیا ہو بہت عموماً کہنے والا کلام ہے۔ لہذا جاتا ہے: "نفسی شیء سخری"۔ "میں اپنے چہرہ کے ایک جانب" (کنایہ یا پہلو) سے اس کی طرف دیکھا۔

پھر کیا بیان ہے اور یہی تعریض یا تو اس غرض سے ہوتی ہے کہ موصوف کا پہلو بلند کیا جائے۔ اور اس کی مثال ہے: "وہیہ منہ خضہ فرخست"۔ یعنی جو مصلی اللہ علیہ وسلم کو بلند کیا گیا کہ ان کی قدر و منزلت بخدا نے نہیں ظاہر کیا کہ ان کا نام ہی اسلام (اسم خاص) ہے جو کسی مشیت نہیں ہے۔ اور یا کلام ہے: "میرا بی آئینہ کشکو نے عورت کا ہی سے محترہ ہر نے کی تعریض کو استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً قول قرآنی: "وہیہ منہ خضہ فرخست"۔ یعنی تم کو یہ کہہ کر کہ تم خدا تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے؟ اور اس کی محنت کی وجہ سے یہ قول قرآنی: "اللہ فرخست"۔ پھر اسی طرح قول قرآنی: "انہما منہ خضہ فرخست"۔ یعنی تعریض کی مثال ہے۔ اور اس کی خوبی کی وجہ سے کہ وہ معنی جس کی طرف اپنے خطاب حق فرماتا ہے اس کو اس طرح سرائش میں کہتا ہے کہ اسے نصرت دے پائے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کو باطن کی جانب منسوب نہیں کیا ہے اور اسے قول باطن کا ممکن رہا ہے بلکہ اس کے سامنے بھی وہی بات چاہی ہو کہ ذات پاک کے لئے منظور کیے۔ اور یہ تعریض غرض (مخالف) کو بخدا تعالیٰ اور انہوں نے تعریف کی طرف لانے کے واسطے دردی جاتی ہے۔ مثلاً قول قرآنی: "وہیہ منہ خضہ فرخست"۔ اس آیت کے مطلب یہی مصلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر مراد ان کے ساتھ لوگ لئے گئے ہیں۔ اسی واسطے کہ یہی مصلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان کے شرعاً شرک کا ظہور میں تاخالی عبادت کے واسطے اور ہذا کی غرض سے تعریض کرتے ہیں۔

چھپن ویں نوٹ (د)

حصر اور اختصا ص

حصر یا قصر کی تعریف

قصود مراد سے کہیں امر کو کسی امر کے ساتھ میں کرنا یا کسی امر کے لئے کوئی علم یا حکمت کرنا اور اس کے ساتھ سے اس قسم کی نئی نہ ہونے۔
قصر یا حصر یا حصر کی تعریف ہے۔

قصر یا حصر کی تعریف ہے۔

ایک قصر یا حصر کی تعریف ہے۔

دوسری قصر یا حصر کی تعریف ہے۔

قصر یا حصر کی تعریف ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔

قصر یا حصر کی تعریف ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔

قصر یا حصر کی تعریف ہے۔

قصر یا حصر کی تعریف ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔
ایک قسم کا قصر یا حصر ہے۔

دوسرے قصر یا حصر کی تعریف ہے۔

(۱) قمری قمر

(۲) قمری قمر

(۳) قمری قمر

اول قسم کا خطاب : اس کو کیا ہوتا ہے جو قرآن کا مفہوم ہے ”ابن ابی ذر“ ان لوگوں کا خطاب کیا گیا ہے جو خدا کے ساتھ قرآن کو اہمیت میں شریک نہ سمجھتے تھے۔

دوسری قسم کا خطاب : اس کو کیا جاتا ہے جس کا یہ اعتقاد ہو کہ منکرم نے جو کچھ جس کے لئے ثابت کیا ہے اس کا ثبوت دوسرے کے لئے ہے۔ جیسے ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَّحَدَّثْنَا فَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ“ کا خطاب نہ ہو کہ وہ کو یا کیا جو اس نے ہی کو خدا کرنے والا اور ہمارے والا سمجھتا تھا کہ خدا کو ”اَنْ تَنْتَهِ فَا تَعْلَمُوْنَ“ کا خطاب ان منکروں کو کیا کیا جو مسنون کو بے عقل سمجھتے تھے خدا کے لئے کو اور ”اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ سِرِّہُمْ“ کا خطاب ان یہودیوں کو کیا کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو صرف عرب کے لئے مخصوص سمجھتے تھے۔

تیسری قسم کا خطاب : اس کو کیا جاتا ہے جس کے نزدیک وہ لوگ امر برادر ہوں اور وہی حق ہیں سے ایک صفت کا اثبات و احد صحت کے لئے ذکر ہے۔

فصل : صبر کے طریق

صبر کے طریق بہت ہیں۔

(۱) لنگی ہوا مشابہ : غویزی کے ساتھ ہوا یا کے ساتھ ہوا کی طرح کسی کے ساتھ ہوا مشابہ ہونا چاہئے ”اِنَّ اللّٰہَ لَا یُہْدِی الْقَوْمَ الضّٰلِّیْنَ“ ”مَا قَالَتْ نَجِیۃٌ اِلَّا مَا تَمُرُّ بِہِ“ اور مقرر ہے کہ ”یہ کہ مشابہ میں ضروری ہے کہ لنگی کا صبر ہو ایک مقرر کی طرف جو مستقل نہ ہو کہ کبھی مشابہ سمجھے پس اخراج کو پس اس کا ہوا ضروری ہے جس سے اخراج کیا جائے اور مراد مقرر مسنون ہے نہ منافی۔ اور مقرر اس مقرر کا ہوا لازمی ہے کہ کبھی اخراج نہیں ہوتا مگر عام ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مقرر ہستی میں مستقل کے صاحب ہو جیسے ”مَا فَاہِرَ اَبْرَہٰمَ“ ”جہنمی نہیں کھڑا ہوا کوئی مگر یہ۔ اور“ ”مَا جِئْتُ اِلَّا بِہِ“ یعنی نہیں کھایا میں نے کوئی اکول مگر خمر۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس مقرر کا اعراب مستقل کے موافق ہو۔ پس اس صبر میں ضرور واجب ہوگا کہ کبھی جب بلا کے ساتھ کسی کو الگ کر لیا تو اس کے پاس اور انتہائی صفت پر پائی۔ ہوا بادی ہے۔

اگرچہ اصل اشعار اس طریق کا یہ ہے کہ مخاطب علم سے واقف ہو مگر بھی یہ اعتبار صاحب کے مطوع و معبر و معلوم کے ضرور اس اصل سے خارج بھی کر دیا جاتا ہے جیسے ”وَمَا نَسْتَعِیْذُ بِاللّٰہِ مِنْہٗ“ خطاب ہے صحابہ کی طرف سے حالانکہ معاذ بھی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے واقف نہ تھے لیکن ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کو مستعد ہونا کھنہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے واقف ہونے کے قائم مقام کر دیا گیا کیونکہ ہر رسول کے لئے سموت لایا ہے۔ پس جس نے رسول کی وصال کو مستعد خیال کیا اس نے گویا اس رسول کی رسالت کو مستعد ہوا۔

(۲) ابن ابی ذر : جب وہ اس پر متفق ہے کہ بنفسا صبر کے واسطے ہے۔ بعضوں کے نزدیک یہ متبادر مطلق کے اور بعضوں کے نزدیک یہ اعتبار مضہم کے لیکن ایک مورد نے مفسر کے مضہم صبر ہونے سے انکار کیا ہے لہذا میں اس پر احتیاط بھی ہے۔

صبر ثابت کرنے والوں کے لئے امام ستائے اللہ لایا ہے ”خلفہ اس کے قول اللہ تعالیٰ کا ہے“ ”اِنَّ اللّٰہَ یُعِیْذُ الْعِبَادَ مِنْ اَیِّ ذَلٰلٍ کَانَ“ جس کے معنی قرآن قدر ہے کہ طاعت میں ہیں کہ نہیں قرآن کیا اللہ نے قرآن پر لگے ہریت کو۔ اور کبھی قرآن سے دفع صبر سے ہے جسے قرآن نصیب بھی صبر کے لئے ہوئی کیونکہ اصل یہی ہے کہ دونوں قرآنوں کے معنی برابر ہوتے۔

اور مخلص اس کے یہ ہے کہ اپنی اثبات کے واسطے چاہے اور اس فعلی کے واسطے۔ پس ضروری ہے کہ لنگی اور ثابت سے منع ہونے سے صبر حاصل ہو لیکن اس کی تردید اس طرح کی گئی کہ اس میں مادی نہیں ہے بلکہ خدا ہے۔

(۱۱) مثلاً "ہذا زید الغفیر" : بعض اہل تعلیم نے نقل کیا ہے کہ یہ بھی مفید ہے۔

(۱۲) مثلاً "ابن یزید الغفیر" : بعض اہل تعلیم نے اس کو بھی نقل کیا ہے۔

(۱۳) مثلاً قائم دراب میں "زید انما قالہ انما فاعلہ" : اس کو بھی نے شرح البیان میں ذکر کیا ہے۔

(۱۴) کتب کے بعض جہوں کا قلمب کرد یا بھی مفید ہے۔ جیسا کہ صاف میں قول ہے "وہذا من حبب العاقبات ان یقتلہا" کے تحت نقل کیا ہے اور قضا کا وقت نہایت کہ کتب انھیں کے لئے ہے کیلئے ایک قول کی بنا پر حضرت علیؓ سے بہترین تعلیم ہے۔ جیسے مسکب اور حدیث بحر لام کا حصہ یہ مقدم کر کے قلمب کردہ تو طلعت کے دوران پڑھیں۔ اس میں کی مہلتے ہوں گے قسیمہ معدودہ صنف مہلتی قلمب اور یہ انھیں کے لئے ہے کہ لوگ شیطان کے سوا کسی اور کے لئے یہ لفظ ان کے استعمال ہوں۔

تفہیم : معمول کی تقدیم پر بحث

اہل بیان کا یہ عقائد ہے کہ مولیٰ کا مقدم کرنا ضرور نادر ہے اور معمول یا ظرف یا خبر واتی سے "بہت مثلاً ویکلم یسیر" کے معنی لئے جیسے ہیں کہ تم کو کیا بات اور اساعت کے لئے خاص کرتے ہیں اور اس اللہ حضوروں سے کہہ دینی ہیں کہ خدا کی طرف اشارے جائیں گے کہ کسی اور کی طرف اور "تسکون" شہادہ علی علیہ وسلم فرسوں علیہ السلام میں پہلی شہادت کا صند و خوار اور دوسری شہادت کا صند مقدم لایا گیا کیونکہ اول میں مؤمنین کی شہادت کا اثبات مقصود ہے اور ثانی میں علیؓ کی شہادت و علیہ وسلم کی شہادت کے ساتھ مؤمنین کا انھیں بہت کرنا مقصود ہے۔ اس سبب نے اس کی تفسیر کی ہے۔

شرح طبرانی میں کہ بعض لوگ جو معمول کی تقدیم سے انھیں دیکھتے ہیں یہ بعض دوسرے اور استدلال دیا گیا ہے کہ اس پر خدا کے قول سے "ما عدا للہ محض اللہ تعالیٰ" پھر فرمایا "ہذا فاعلہ" اور یہاں سے اس طرح دیکھا گیا ہے کہ کائناتی آیت میں "محض اللہ" حرف خبر سے مستثنیٰ ہے اور وہ کوئی مانع قرار نہ کر محصور سے کسی شے میں بغیر سبب و معر کے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "و عبادا ربک" اور فرمایا "امرن لا تعبدوا الا بالہ" بلکہ کوئی حافی "بل للہ فاعلہ" انھیں کی قوی تر دلیل ہے کہ لوگ اس کے پہلے ہے "لعلہ امرک لیسعہ" عبد اللہ "جیسا کہ انھیں کے لئے نہ ہو تو امر اب نہ یا جاتا تو بل کے معنی ہیں۔ اور چون نے انھیں امر کے استناد والوں پر "فاذیر اللہ امرہ" سے اعتراض کیا ہے اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ سبب غیر کو اکثر کے ساتھ شرط کر کے دے تو یا خدا کی پرستی نہیں کرتے۔ پس ان لوگوں کا شرک کے لئے امر کرنا گویا غیر اللہ و عبادت کے لئے خاص کر کے کام ہے اور صاحب ملک اللہ نے قول کر دیا "کلا عبادا و ما عداہما میں خلق" سے انھیں کی تردید کی ہے جو مگر تردید اس سے قوی ہے اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے اور اس میں طلب کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ کوئی امر بھی شے خلق کی جاتی ہے غالب ہے۔

شیخ عبد العزیز نے کہا کہ ایک آیت میں انھیں بھی ہے اور عام انھیں بھی اور وہ آیت یہ ہے "غیر اللہ تعالیٰ ہی حکم صاف ہے اس لئے حضور ﷺ کو جس اول مقدم بقدر انھیں انھیں کے لئے نہیں ہے اور اہل شریعتہ انھیں کے لئے ہے اور ان کے واعداء قی اللہ نے کتاب اللہ اور مرقیہ بنو الحضر والا حصہ اس میں کہا ہے کہ کلام شہر ہے کہ معمول کی تقدیم انھیں کے لئے ہے مگر جواب اس کا انکار نہ دینا اور کہتے ہیں کہ معمول کی تقدیم صرف استزادہ کے لئے ہوتی ہے۔

حصر اور اختصار میں فرق

اور یہ وہی ہے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ وہ لوگ اس چیز کو مقدم کہتے ہیں جس کے ساتھ زیادہ اختصار ہوتا ہے اور البیان میں ہیں کہ معمول کی تقدیم انھیں کے لئے ہوتی ہے اور بہت لوگ انھیں سے صریحاً کہتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ انھیں اور شے ہے اور ضرور سزا

(۲) دھرم انسانا کے ساتھ : اور یہ مانعین قیہ میں ہوں کے قریب ہے اگرچہ ثبوت کی بہت اسی میں مانع ہے۔ مگر انسان نام رہا جس قیام یہ کا ثبوت مطلق کی۔ اس سے ہے اور یہ کے غیر مت قیام کی نفی معلوم کی نہ سے ہے۔

(۳) دھرم جو تقدیم کا مفاد ہے : یہ دھرم اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو پہلے دونوں دھرموں کے شری نہیں ہوتا بلکہ بقوت میں وہ مصلوب کے ساتھ ہے ایک دوسرے میں سے دور دور کا حکم ہو نفع یا ہائے نفع اور یہ مطلق ہے۔ جو دور دورہ جو قدیم سے سمجھا جائے خود دھرم صرف مطلق کی نفی کا مطلق ہو اس سے نہ معلوم کے دلول کا۔ کیونکہ معلوم کا کوئی مقیم نہیں ہوتا مثلاً جب تم نے کہا انا لا اکرم الا ذات قواں میں یہ قریب نہیں ہے کہ تہوار سے سوا اور دھرم قیام کا قیام کے غیر کا اکرام کرتا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تم قواں کا اکرام نہیں کرتے سوا دھرم مطلق نے فرمایا ہے "دھرمی لا ینکح الا زانیہ او منکرہ"۔ اس آیت سے پرہیزگار کا غیر زانیہ سے نکاح کرنا تو مستحکم اور اگر زانیہ سے نکاح کرنا محکوم ہے۔ پس اس کے بیان کے لئے ہر خدا نے فرمایا "ارادہ لا ینکح الا زانیہ او منکرہ"۔

والفرض اگر خدا تعالیٰ مالاخرہ یوسفوں کے ساتھ تو اس کے مطلق کا یہ مفاد ہوتا کہ مومنوں کو آخرت کا یقین سے اور اس کا معلوم ہوں کے نزدیک جو اس کا نظم کرتا ہے یہ ہوتا ہے کہ مومنین غیر آخرت کا یقین نہیں رکھتے حالانکہ مقصود بالذات یہ نہیں ہے بلکہ مقصود بالذات یہ ہے کہ مومنوں کو آخرت کا مصلوب قیام میں سے کہ غیر آخرت ان کے نزدیک شری بالکل کے ہے۔ پس یہ دھرم مطلق ہے اور مصلوبوں مالاخرہ لا ینکح ہا کے مفاد ہے اس کا مفاد رکھو اور اس کی تقدیر لا یوسفوں الا مالاخرہ نہ ہوتا۔ جسہ تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ خدا کی تقدیر کا یہ فائدہ ہے کہ غیر مومنوں ایسے نہیں ہیں اب اگر آیت کی مفسر لا ینکحوں الا مالاخرہ ہوں تو اس کے مفید کا مفاد یہ ہوگا کہ غیر مومنین غیر آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔ جیسا کہ مفسر نے دھرم کیا ہے حالانکہ مقصود یہ نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ غیر مومنین آخرت کا یقین نہیں کرتے ہیں جس لئے تم نے اس امر کو ملحوظ رکھا ہے کہ غرض اعظم آخرت کے یقین رکھنے کا اثبات ہے تاکہ مفہوم اس پر غالب ہو اور مفہوم دھرم پر غالب نہیں ہوگا کیونکہ دھرم اس پر ایک جملہ کی رو سے دلالت نہیں کرتا۔ حالانکہ اور اور اس کے دھرم اس پر دلالت کرتا ہے اس معلوم کی رو سے جو مطلق سے مستعمل ہو اور ایک دوسرے کی قیام نہیں ہوتا ہے۔ پس یہ تم کو یہ مفہوم کا مفاد فی ایمان مضمون کی ہے بلکہ اس کا مفاد فی مطلق ایمان کی ہے غیر مومنین سے اور یہ سب بر تقدیر تسلیم دھرم کے ہے اور ہم دھرم کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ انصاف میں ہے اور دھرم انصاف میں فرق ہے۔ ماہ کا مصلوب نہیں۔

کونڈھوں نے انھیں صلیبی علم طلب و علم سے نئے وہ اصول و کثیر و جمع کروئے جو انھی کتابوں میں ایک ذرا امروں کی بہت کہہ جاتے تھے۔ اور ہی قسم سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول: "وَلَا تَحْزَنْ"۔ یہ کہ جس بابت تمام کلامِ خلاق کو باطن سے نہ کہ کچھ غصہ سے غرق کی بہت کہہ جاتے تھے اور تسارع سے ہر روز کی طرف جانے میں نہ ہی ہر طاقت کرنا اور اس کے عروج میں جانے اور سامنے سے ہر روز ہر وقت ہر شے کی ہر اور عراض میں ہر جملہ اور صورت اختیار کرے۔

نہا کر ہدیہ سے ہے۔ قول اللہ تعالیٰ "ما جوا اللہ" اور کتبہ پر اس میں ایجابی تحریر ہے اور چار سو ترقوں پر اسے ہدیہ کیا۔
 الدین شہادت اس کے متعلق علیہ السلام فرمایا "تشریح مسلمانہ حاد و مر دھار" کے دو کھوں میں کھوں سے کھانے اور سونے کی
 وہ تمام چیزیں داخل ہیں جو زمین سے نکلتی ہیں جیسے کہ گندم، روغن، اناج، مکمل ہنودھت لکڑی، لباس، آگ، نمک، ٹیڑھ، گندم، لکڑی سے یہی اوقی
 ہے اور نمک پانی۔ حد۔ اور قول تعالیٰ "ما یصلحوا من خبثا ولا یزہون" شراب کے تمام مہلک و جان سے بچنے والے اوقی کا زہا ہوا اور مال کا
 نمک بڑا اور شراب کا مٹ جاؤ فیروز۔

اس کی مثال نہ اے اس قول سے دیکھتے ہیں کہ اس طرح نہیں سمجھتی۔ خدا اور انجیل فقیر کے لئے کوئی نہ کرے۔ جیسے "خدا نہ کرے"۔
 یہاں یہ باتیں میرے لئے ہیں اور ان کے لئے جو کہہ رہے ہیں۔ وہ ان کے لئے ہیں۔ مثنوی عہد اور اپنے کاسوں میں ٹھہری ہے۔ وہ ہے۔
 اور ان کے لئے جو کہہ رہے ہیں۔ مثنوی عہد اور اپنے کاسوں میں ٹھہری ہے۔ وہ ہے۔

زائد برصورت فاعل کی ہے۔ جیسے است واعداد، معانہ، معانی، وفاق، ملاک اور از انجملہ اہل ہمارے کے بعد یہ ان کا قاعدہ قرار دیا جائے۔
 مثبتیت سے فعل میں مثلاً "است" اور "ماشاء اللہ" یعنی اُردو تکرارِ حاکمیت چلتا۔ مگر جب یہ نہیں سمجھ سکتے تو اس وقت کہ وہ اس کے خلاف
 حرف مفرد مشبہ ہو کر اس کو "ملہ" و "نوع" کا لپکا گیا کیا ہے۔ بلکہ جواب نہ دے کر کے بدلہ ملے گا اور اس طرف شرح کے زائد آئے گا ہے
 کیونکہ مثبتیت کا مفعول شرط کے جواب میں ذکر و برکت اور بھی جواب کے بغیر استعمال کے لئے ہوں قابل شرط کے بھی ہوتا ہے۔ جیسے
 "ماشاء اللہ" "بسی" "میر" "عس" "ماشاء اللہ" "اللہ" "یاس" کے لپکا ہے۔ مثبتیت و مراد وہ مفعول نہیں ہوا۔ مگر یہ کہ غریب، علم، اہم
 جیسے "تسمن" "شاہ" "مکتبہ" "تسب" "نور" "دار" "معد" "ہوا" اور انطوف و تکرار فعل کے مثبتیت کا مفعول بشرط محمد زید ہوتا ہے۔ کیونکہ مثلاً
 لازم ہے۔ مگر مثبتیت ہر جواب کے ضمن میں مگر جواب ہی نہیں ہو سکتی۔ مگر جواب ہی کی مثبتیت اور اس میں سے مفعول کے محمد زید ہونے میں اور بھی
 فعل مثبتیت کے ہے۔ ذکر کیا اس کو زائد لایا اور روشنی ہے۔ (مفعول غریب میں)۔

کتبتے ہیں کہ لوگ بعد از غزوت نے ایک جواب میں سرور مذکور کو لکھا کہ عرض القرآن میں ہے کہ : "وَلَا تَقْرَأُ الْكِتَابَ إِلَّا بِحَبْلٍ مُّوَدَّدٍ"۔

فائدہ: کسی اسم کا حذف کرنا لائقِ ثواب اس کا حذف اس کے ذریعے سے

شیخ علیہ السلام نے کہا کہ میں نے اس حالت میں کبھی اس مرد کو نہ پایا تھا۔ جو اس کا مدعی ہو کر آئے اس میں ہے، اور اس کی جگہ نے بدل لیا۔ کام چھوڑنا، اور یہ لکھنا، کیونکہ اس کی منظم اور منظم، ہوتی ہے۔

اختصار یا اقتصار کے لئے مفتوحوں کے حذف کرنے کا قاعدہ

ابن ہشام کہتے ہیں کہ غریبوں کی مدد و ہمدردی جو عقل ہے، اگر اختصار یا اقتصار کے لئے معقول و معذور سمجھے جاتے ہیں، اور اقتصار سے کسی چیز کو بے معذور ہونا مراد نہ لیتے ہیں، بلکہ اقتصار کے یہاں کسی دلیل کے معذور ہونا مراد نہ کرتے ہیں۔ جیسے "عندنا منہ منہ" یعنی اقل اشراف کا نقصان اقل غریبوں کو۔

[illegible][illegible]

[illegible][illegible]

اس کی کئی قسمیں ہیں۔ گونہ محذوف یا ایک کل ہوگا خود اسم بہ یا فعل یا حرف یا ایہ نظر سے
خدا وہ محذوف ہوگا۔

اسم کے محذوف ہونے کی مثالیں

مختلف کا حذف : اودھ قرین شریف میں بہت سی ترقی کاوشیں کی گئی ہیں۔ قرآن شریف میں بہت زیادہ اضافہ اور ہٹاؤں کا عمل ہے۔ اور شیخ محمد الدین نے اپنی کتاب "لم ندرس موقولہ اور آج کی تحریک" میں بھی یہ اضافہ کیا ہے۔ "حجۃ الہیہ" اور "تذکرۃ فرامین امیر" میں بھی اضافہ کیا ہے اور "لم ندرس" کے نام پر بھی کتابیں لکھی گئی ہیں اور "تذکرۃ صوفیہ" اور "صوفیہ" کے نام پر بھی کتابیں لکھی گئی ہیں اور "صوفیہ" کے نام پر بھی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

[illegible][illegible]

مثال - میں نے دھری دھڑا اور فخر تر رفہ لکھی علیہا و علیہا۔
 خبر کا حذف 'جیسے' انکھا ذہباً و علیہا یعنی 'تو وہ نہیں اتنا مال مقبالے کا حذف ہو چکی' وہا ہے اور خبر کے حذف کا بھیجیے 'سب' 'عب'۔

موصوف کا حذف : جیسے "جنتِ نعمتِ فاضلہ نظری" یعنی "خیر" "نعمت" "میر" یہ لکھ کر یا جاننے والی عربی عبارت "جنت" پر "جنتِ نعمت" لکھ کر۔

جس کا نام دُغرا کی قسم سے خیر لکھا جاتا ہے حالانکہ وہ اس باب سے نہیں سوتا اس کی مثال ہے قولہ تعالیٰ "فَرَجْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنْ مِصْرَ بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ" (۱۵) اور سورہ "س" میں "لَا تَقْعُدُوا مِصْرَ" سے مراد ہے کہ تم آقا و رُسا میں جن کی عبادت کر کے "بَنِي إِسْرَءِيلَ" وغیرہ بنائی حالت میں رہو۔ "فَاغْنِيَهُمْ" آئندہ روز میں "وَلَا تَلَا مَعَادَهُ" یعنی فی ہول "مُتَعَذِّبُهُمْ" لہذا انہی میں "وَلَا تَلَا مَعَادَهُ" وغیرہ بنائی حالت میں رہو۔ "فَاغْنِيَهُمْ" یعنی سوچو روز میں جس کی غرض کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی حال اور مستقبل میں زبانوں میں اس سورہ کے ذکر سے انکار کے "مُتَعَذِّبُهُمْ" کی عبادت کا کارآمد اور نکاح ہے۔

اور اسی طرح قولہ تعالیٰ "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِندَ الْمَسْجِدِ وَآذِكُرُوهُ كَمَا مَدَدْتُمْ" جس کے بعد خود بخود کہہ کر رہا ہے اور اسے "فَاغْنِيَهُمْ" وغیرہ بنائی حالت میں رہو۔ "فَاغْنِيَهُمْ" آئندہ روز میں "وَلَا تَلَا مَعَادَهُ" یعنی فی ہول "مُتَعَذِّبُهُمْ" لہذا انہی میں "وَلَا تَلَا مَعَادَهُ" وغیرہ بنائی حالت میں رہو۔ "فَاغْنِيَهُمْ" یعنی سوچو روز میں جس کی غرض کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی حال اور مستقبل میں زبانوں میں اس سورہ کے ذکر سے انکار کے "مُتَعَذِّبُهُمْ" کی عبادت کا کارآمد اور نکاح ہے۔

پہلے ذکر سے مقام عرفہ پر تشریح میں وقفہ (غیر نماز) کرنے کے وقت ذکر کر رہا ہے اور قولہ تعالیٰ "وَأَذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا مَدَدْتُمْ" اس کے ذکر کے دوبارہ اور۔ "فَاغْنِيَهُمْ" آئندہ روز میں "وَلَا تَلَا مَعَادَهُ" یعنی فی ہول "مُتَعَذِّبُهُمْ" لہذا انہی میں "وَلَا تَلَا مَعَادَهُ" وغیرہ بنائی حالت میں رہو۔ "فَاغْنِيَهُمْ" یعنی سوچو روز میں جس کی غرض کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی حال اور مستقبل میں زبانوں میں اس سورہ کے ذکر سے انکار کے "مُتَعَذِّبُهُمْ" کی عبادت کا کارآمد اور نکاح ہے۔

اور اسی طرح اسے قبیل کے طرف انصاف کا ذکر کرتا ہے۔ "فَاغْنِيَهُمْ" آئندہ روز میں "وَلَا تَلَا مَعَادَهُ" یعنی فی ہول "مُتَعَذِّبُهُمْ" لہذا انہی میں "وَلَا تَلَا مَعَادَهُ" وغیرہ بنائی حالت میں رہو۔ "فَاغْنِيَهُمْ" یعنی سوچو روز میں جس کی غرض کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی حال اور مستقبل میں زبانوں میں اس سورہ کے ذکر سے انکار کے "مُتَعَذِّبُهُمْ" کی عبادت کا کارآمد اور نکاح ہے۔

اور اس میں (طرب الملوں) کا ذکر کرتا ہے۔ "فَاغْنِيَهُمْ" آئندہ روز میں "وَلَا تَلَا مَعَادَهُ" یعنی فی ہول "مُتَعَذِّبُهُمْ" لہذا انہی میں "وَلَا تَلَا مَعَادَهُ" وغیرہ بنائی حالت میں رہو۔ "فَاغْنِيَهُمْ" یعنی سوچو روز میں جس کی غرض کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی حال اور مستقبل میں زبانوں میں اس سورہ کے ذکر سے انکار کے "مُتَعَذِّبُهُمْ" کی عبادت کا کارآمد اور نکاح ہے۔

اور اسی طرح اسے قبیل کے طرف انصاف کا ذکر کرتا ہے۔ "فَاغْنِيَهُمْ" آئندہ روز میں "وَلَا تَلَا مَعَادَهُ" یعنی فی ہول "مُتَعَذِّبُهُمْ" لہذا انہی میں "وَلَا تَلَا مَعَادَهُ" وغیرہ بنائی حالت میں رہو۔ "فَاغْنِيَهُمْ" یعنی سوچو روز میں جس کی غرض کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی حال اور مستقبل میں زبانوں میں اس سورہ کے ذکر سے انکار کے "مُتَعَذِّبُهُمْ" کی عبادت کا کارآمد اور نکاح ہے۔

وہم، معروف میں توضیح یعنی مزید بیان کرنے کے لئے، جیسے: رسولہ اشجیٰ اثنیٰ!

[illegible]

چہارم : زم (خودت) کے حبس سے : خلافتِ اسلامیہ میں ضبطِ کلمہ۔

تجربہ : رفع ابہام کے لئے تہکید کے سبب ہے ۔ جیسے : "لَا تَقْرَأُوا الْقُرْآنَ حَتَّى تَعْلَمُوا" یہاں "حَتَّى" کے لئے آچکا ہے۔ لہذا اس کے بعد "تَعْلَمُوا" نہیں۔ "کافہ صفت" تو کہہ رہا اور خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک عبادت کرنے سے ممانعت کی غرض سے آیا ہے۔ وہاں آیات کا قاعدہ : عیب کے درمیں دو اہل کے اختیار کرنے سے منع کرتا محض اس وجہ سے ہے کہ وہ بہرہ و صرف وہ ہیں۔ اور وہ "ان دونوں کے عاجز ہونے کا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اور چونکہ وحدۃ کے اطلاق سے جو عیب مراد لی جاتی ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول : "بَشَرٌ مِثْلُ سَائِرِ الْبَشَرِ" (میں بھی مراد لی جاتی ہے۔ صفت غنی و اجاد)۔ یعنی ہم اور مطلب کے لئے ایک ہی چیز ہیں۔ اور وحدۃ کے اطلاق سے وحدۃ (شر) کی نفی بھی مراد لی جاتی ہے۔ اور شریک کہیں شریک ہی اس اطلاق کا اختیار کیا جاتا ہے۔ لہذا یہاں بھی اگر لفظ "لَا تَقْرَأُوا الْقُرْآنَ" کہا جاتا تو اس سے یہ حکم پیدا ہوتا کہ خدا تعالیٰ کی ممانعت اللہ (معبودوں) کے اور معبودوں سے نہ کی جاتے اور یہ جائز ہے کہ ایک ہی نوع کے متعدد معبودوں کو اختیار کر لیا جائے۔ اور اسی بار خدا نے اپنے قول : "فَسَاخُوهُ تَفْثَةً" کو وحدۃ کے ساتھ "تو کہہ دیا ہے۔ اور قرآن حکانی : "عَاشَتْ فِيهَا بَنَاتُ شَاكِلٍ ذَوَاتِ حُجْرٍ" فقہاء نے اس کے ساتھ پڑھنے کے تشبیہ پر اسی قسم میں شمار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ : "فَبِأَنفُسِكُمْ تَكْفُرُونَ" میں صورت چھو کے جانے کے بعد وہاں ہم قرآن کرنے کے لئے تہکید و ترویج کی ہے۔ کیونکہ یہ صفت (مستغنی) بھی کمزور پر بھی ہر حالت کے ہے۔ جس کی دلیل ہے قرآن تعالیٰ : "وَإِنْ لَمْ تَأْمُرُوا نَفْسَ الْاِنْسَانِ لَمْ يَكُنْ لَكَ شَيْءٌ"۔ "ہم غنی" اس میں نعمت کا لفظ کمزور پر دال ہے مگر قرآن حکانی : "فَبِأَنفُسِكُمْ تَكْفُرُونَ" میں "فَسَاخُوهُ" کا لفظ غنی و شریک کا قاعدہ رہا ہے۔

پس "بسنین" کے ساتھ اس کی تعمیر کرنے سے کوئی مزید فائدہ ممکن حاصل نہ ہوا اور فاس کے اس بات کا جواب پس و یا بس نے "بسنین" حضرت سے بزرگوں کو ٹھکرا کر دیات کیونکہ یہاں پر "فبان حقتہ" کے بعد "دسیر فاس" یا "خیزین" یا "حلتخین" یا اس کے سوا کوئی حضرت کی جالی تو یہ بات جان بولے مگر جبکہ فاس نے "بسنین" کا لفظ کہا یا تو اس نے یہ بات سمجھا دی کہ وہ عربوں کے فرض (صدمیراث) نے محض ان دونوں کے اندر نہ تھا اور صرف وہیوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

اور یہ ایسا فائدہ ہے جو کوئی بھی فی خیر سے حاصل نہیں ہو سکتا اور کیا گیا ہے کہ عاقل (افضل تعالیٰ) نے یہاں پر "خلاق توحیداً تفسیر مضاعفاً" مراد لی ہے اور اس کے لئے "ششتر" کے الفاظ سے انکار (کفایت کر لینے) کے طور پر اس سے تم و جد اور بالا درجہ کی تعبیر کی ہے۔ پھر اس کی تکمیل قول تعالیٰ "لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ" ہے۔ اور اس مثال میں اس قول کی یہ ہے کہ شعیب کا عمو حقیق دو گوناگوں ہے جو تاج ہے۔ قول تعالیٰ "وَلَا تُلَاقِيَهُ فِي جَهَنَّمَ مَرَّةً ثَلَاثَ خُمُودٍ" صحت و تکرار وہی کی قسم ہے۔ کیونکہ قول تعالیٰ "يُطْلَقُ" اس بات کی تاکید کے واسطے لایا گیا ہے کہ یہاں "طائر" سے ہیچ چیز نہ ہو علی مراد ہے ورنہ بھی اس کا اطلاق مجاز کے طور سے پرند کے سوا اور جانور بھی کر دیا جاتا ہے اور قول تعالیٰ "سَخِيبَةً طِيرًا" (فازنے) کی جگہ کے لئے لایا گیا ہے۔ کیونکہ بعض نعمات طیران کا اطلاق مجازاً ضرور سے اڑنے اور تیز چلنے پر بھی کر دیا جاتا ہے۔ اور وہی کی نظیر ہے قول تعالیٰ "يَنْفَعُ لَنَا مَالَهُنَّ" کیونکہ فاز و قول کا اطلاق غیر لسانی قول پر بھی ہو سکتا ہے۔ جس کی دلیل ہے قول تعالیٰ

”میں نے اپنے لیے تو اس بات کو بھروسہ کیا کہ میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ وہ اس بات کو سن لے۔“

قاعدہ : عام صفت خاص صفت کے بعد نہیں آیا کرتی

[illegible]

قاعده : شرف و شرف الیہ علی نعمت

جس وقت کسی صفت کا قیام ہو اسکی متضاد صفت (یا وہ صفتیں) مضاد یا یہ ہوتے، اسی نتیجے کے بعد تو جن میں سے یہ اختلاف پیدا ہو رہا
 اسی وقت جاننا کہ اگر کسی صفت کا اجماع نہ ہو تو اس میں کیا ہے۔ مثلاً یہ صفت کا اجماع ہونے کی مثال ہے کہ "سب
 شعوبہ حلال" اور مثلاً یہ ہے کہ اگر کوئی صفت ہونے کی مثال ہے تو یہ حلال، "مستحب" وغیرہ صفتیں۔

Q. 3418

[illegible]

فائدہ : حدیث اور ذم کے مقام میں برہنہ قواں کا قطع کر دینا

[illegible]

موجودہ جو بھی نوع : بدش : بدل۔ سہ ماہیام کے بعد عین صاف مقصود ہوا کرتا ہے ہمارے کا کالہ ہے جو ان ہوتا کہ یہ امر قابل غنی بیان کا کالہ ہے تو کلام ہو۔
حالی ہے۔ اس کے لئے جو جس وقت تم رہتے رہتے احسن کہتے ہاں ہے کہ یہ ہمارے لئے ہو کہ اس لئے کہ لکھا جو کہ غیب ہو جائے ہے نہ کہ اس کے خبر ہو۔

۱۔ قطع الطوارف: عرب ۷۵% ہے۔ یعنی: ۱۰۰م کے اطار سے صرف ۲۵% ابھر کا ہے۔

[illegible]

اور تاکید کا قاعدہ اس طرح ہوتا ہے کہ وہ بدل کر محال نیت سے آتا ہے۔ اس لئے کو یا بدل کر سہل مند دو سطروں کے درمیان ہے۔ اور اس سے بھی کہ بدل ہی بات پر دلالت کرتا ہے جس پر سہل مند دلالت کرتا ہو اور یہ دلالت بدل انکس میں مل جاتی اور بدل انکس میں غلطی اور بدل الا متثال میں اشتراک ہوا کرتی ہے۔

بدل انکس کی مثال ہے قول تعالیٰ "يَذَرْنَاهُ فَرَقًا وَقَدِ خَفِيَ" اور "وَلَا يَنْصُرُهُمْ فِيهِ غُلَبٌ" اور "يَوْمَ يَسِرُّوا قُرُوبَهُمْ فَلْيَخْشَ"۔
 "تَشَقُّقًا بِأَشْجِيَةٍ لَّاحِظَةٍ تَكُونُ مَحَالَةً"۔

بدل انکس کی مثال ہے "وَلَا يَنْصُرُهُمْ فِيهِ غُلَبٌ" اور "وَلَا يَنْصُرُهُمْ فِيهِ غُلَبٌ"۔
 اور بدل الا متثال کی مثال ہے قول تعالیٰ "وَسَا فَتَنَّا بِلَا قِيَمَةٍ لَّا تَذَكَّرُ"۔ "وَلَا تَكُونُ لَكَ عِزٌّ" اور "لَا تَكُونُ لَكَ عِزٌّ"۔
 "وَلَا تَكُونُ لَكَ عِزٌّ"۔

بعض لوگوں نے بدل کی ایک قسم بدل انکس من بعض اور بھی بنائی ہے کہ بدل کی ایک مثال بدل ہی ہے جو کہ قول تعالیٰ "يَذَرْنَاهُ فَرَقًا وَقَدِ خَفِيَ" اور "وَلَا يَنْصُرُهُمْ فِيهِ غُلَبٌ" اور "وَلَا يَنْصُرُهُمْ فِيهِ غُلَبٌ"۔
 "وَلَا يَنْصُرُهُمْ فِيهِ غُلَبٌ"۔

ان السید کا بیان ہے کہ ہر ایک بدل سے جو کچھ انکس ہوتا ہے وہ بدل سہل مند میں مل جاتا ہے۔ اور "وَلَا يَنْصُرُهُمْ فِيهِ غُلَبٌ" اور "وَلَا يَنْصُرُهُمْ فِيهِ غُلَبٌ"۔
 بدل ایسے ہوتے ہیں جن سے باوجود اس بات کے کہ ان کا انکس نہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً قول تعالیٰ "وَلَا يَنْصُرُهُمْ فِيهِ غُلَبٌ" اور "وَلَا يَنْصُرُهُمْ فِيهِ غُلَبٌ"۔
 "وَلَا يَنْصُرُهُمْ فِيهِ غُلَبٌ"۔

ساقیوں فرح : عطف بیان : عطف بیان ایسا ہے کہ بات میں عطف سے مشابہ ہے۔ لیکن اس بات میں اس سے جدا گانہ پایا جاتا ہے کہ بدل کا ایسا ہونا کہ اس کے لئے ایسا ہی نام کے ساتھ واضح کیا گیا ہے جو کہ کسی کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے اور عطف بیان اس کے خلاف اس معنی پر دلالت کرتا ہے کہ لئے مشابہ کیا گیا ہے جو کہ اس کے متعلق میں ماضی ہوتے ہیں۔

اور میں کہانے میں ہر اور عطف بیان کے وہ ہیں یہ فرق بتایا ہے کہ بدل خود ہی مقصود اصلی ہوا کرتا ہے یعنی کو یا کہ بدل کر سہل مند کے موضوع میں مقرر کر دیتے ہیں۔ اور عطف بیان ہر اس کا مقصود ہے دونوں میں الٹی جہ تصور ہوتے ہیں۔

اسی نام کے لئے کہ اس میں شرع میں لکھا ہے "عطف بیان ایسا ہے کہ بات میں عطف سے مشابہ ہے۔ لیکن اس بات میں اس سے جدا گانہ پایا جاتا ہے کہ بدل کا ایسا ہونا کہ اس کے لئے ایسا ہی نام کے ساتھ واضح کیا گیا ہے جو کہ کسی کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے اور عطف بیان اس کے خلاف اس معنی پر دلالت کرتا ہے کہ لئے مشابہ کیا گیا ہے جو کہ اس کے متعلق میں ماضی ہوتے ہیں۔

(۲) ذات موصوفہ کی نفی کبھی ذات کے علاوہ کچھ صفت کی نفی ہوا کرتی ہے : اور کجا ہے ذات اور صفت دونوں کی نفی ہو جاتی ہے۔ اپنی صورت کی مثال "وما خعفت اخره خفا لا یا تكلون لنعدام" ہے یعنی جلد وہ جسہ ہیں اور دھماکے کا کھٹکنا ہے اور دوسری صورت کی مثال ہے "لا تفسدون انفسا بلخافا" وہاں کل سوال ہی نہیں کرتے اس لئے ان سے الخاف (مگر گڑا) بخوف ہی میں نہیں آتا۔ اور ایسے بقول شافعی "ما يلفظ بعين من جيب ولا يفتح بظان" یعنی ان کے کوئی شمع ہی نہیں۔ "فما تفتل خفاة خفاة" یعنی اس کے لئے ایسے شفاوت کرنے والے نہیں ہیں جن کی شفاوت کو قطع و سے اور اس کی دلیل ہے بقول قرآنی "عننا ما من شفون" اور اس طرح اس پہلے پہل کا اصطلاح میں "شرف ما بعينه" دکھایا ہے۔

اور ابن عربیؒ کی تشریف یوں کرتا ہے کہ "کلام اپنے ظاہر سے ایک شے کا انجاب کرتا ہے اور باطن کلام سے اس شے کی نفی پیدا ہوتی ہے۔ یعنی کہ وہ کلام اس شے کی نفی کرتا ہے جو انجاب کی سبب ہے۔ مثلاً اس کا وصف (انجاب کے ساتھ باطنی حالت میں کرتا جبکہ وہ باطن میں خفی ہے۔ اور کوئی دوسرا شخص بھی دشمن کے علاوہ اسی مفہوم کو اس صفت میں لے کر کرتا ہے کہ ایک شے کی نفی تہہ کے طور سے کرتا ہے اور دوسرے جو کہ مبالغہ افراطی اور اس کی تکرار میں اس شے کی مطلق نفی کی جائے۔ پھر پھر اس کی مثال ہے بقول قرآنی "ومن لم يمتنع بظانها امر لا تخران منه" کہ خدا کے ساتھ کوئی اور "موجود" یا "ذیل" کے ہوتے نہیں سکتا۔ اور بقول قرآنی "ولم تزل انفس بعين حق" کیونکہ انہیں بالکل باطن طور پر ہو سکے ہوا کسی اور طرح ممکن ہی نہیں اور بقول قرآنی "ولم تزل انفس بعين خفاة" اور دراصل اس کا سناہن باطن کی شرف کے قائم ہے۔

(۳) وصف کامل اور شرف حاصل نہ ہونے کی وجہ سے نفی: کبھی نفی سے ایک شے کا وصف کامل نہ ہونے اور اس کا کوئی شرف نہ حاصل ہونے کی وجہ سے اس کی روبرو استغناء ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ اہل دوزخ کی حالت بیان کرتے ہوئے اور اشارہ کرتا ہے کہ "لا يستوفيت فيها ولا نسجت" اس مقام پر دوزخ میں نفس سے موت کی نفی کر دی گئی۔ اس وقت کہ دوزخ میں موت نہیں اور حیات کی بھی اس سے نفی کر دی کیونکہ وہ کوئی بھی اور مقید زندگی نہیں ہے بقول قرآنی "ولم تزل انفس بعين لا تستوفيت"۔

مخبر نے اسی سے دو بار نفی کی نفی کر دیا ہے اور کہا ہے کہ بقول قرآنی "جی رہنا انفسا" اعداد (آنکھوں سے دیکھنے کا متنازع نہیں ہے۔ مگر ان کا یہ قول اس طرح کر دیا گیا ہے کہ یہ نفی کے مرتب پر ناگزیر ہونے والے لفظ خدا تعالیٰ کو اس کی جانب متوجہ ہونے کی حیثیت سے دیکھیں گے اور یہ ہوگا کہ کوئی چیز آنکھوں سے دیکھتے ہوں اور بقول قرآنی "ولم تزل انفس بعين لا تستوفيت فيها ولا نسجت" مانع رہا کہ نفسہم لا تستوفيت فيها ولا نسجت انفسا مانع ہی الا یہ فی اصل عدوان انفس مانع رہا کہ نفسہم لا تستوفيت فيها ولا نسجت انفسا مانع ہی کے طریقے تو کبھی کسی کے طریقے جان لو گیں کا وصف علم کے ساتھ کر کے بالآخر ان کے موجب علم پر نہ ملنے کی وجہ سے اس وصف کو ان سے نفی بھی کر دیا ہے۔ یہ بات مکاری نے بیان کی ہے۔

(۴) علامہ کا قول ہے کہ بخلاف حقیقت کے مجاز کی نفی صحیح ہوا کرتی ہے۔ جیسے قرآن میں بقول قرآنی "وما رایت" اور "ولم تزل انفس بعين" سے یہ اظہار اور ہوتا ہے کہ آیت میں حقیقت کی نفی کی گئی ہے اور اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اس جگہ زنی سے دو چیز مراد سے جو کہ اس پر مرتب ہے۔ اور وہ شے ایسی کی کا انکار کیا جیسا ہے۔ لہذا یہاں جس چیز پر نفی کا اور ہوتا ہے وہ مجاز ہے نہ کہ حقیقت اس اعتبار پر مقدم عبارات "ما رایت" بخلاف رایت تجلی۔ "ما رایت" انہما ان رایت لہنا ہے۔

(۵) استطاعت کی نفی سے کسی حالت میں قدرت اور امکان کی نفی مراد ہوا کرتی ہے : اور کجا ہے استطاعت کی نفی منظور ہوتی ہے اور کسی مجہول مراد ہوتا ہے کہ کلفت اور مشقت میں جلا ہونے کا اظہار کیا جائے۔ مراد ان کی مثال بقول قرآنی "ولم تزل انفس بعين" یعنی تم اس پر نہیں کرتے اور بقول قرآنی "لست استغفروا ولا تفسدوا ولا تستغفروا" لہذا "اور نفی استطاعت کی نفی ہے بقول قرآنی "فما تفتل خفاة خفاة" دونوں قرآنوں (یا اور کے ساتھ ہونے) کے اعتبار پر سمجھی گیا خدا تعالیٰ یہ کہے گا۔ یا یہ کہ "کیا تم ہماری بات کر کے خدا تعالیٰ سے امداد مانگ کر رہے

کشف کے مصنف نے اس بات کی نقل یہودیوں سے کی ہے اور وہی واسطے اس کے جواب میں لکھ کر قیام دیا ہے۔ اور تو تو عالمی "مفسرین" نے بھی احتیاج تبدیلی کی قسم سے کرنا دیا ہے۔ اس لئے کہ وہ ظلال (گہرائی) پر متوجہ نہ تھے۔ اور وہی یہی قول تھا "مفسرین" سے۔

سواہر میں نوع غریب کے معنی : مثلاً : "مَرْزَا نَقْدَ نَقْرٍ مَرَّ لَہُ قَرَا حَتَّ" اور "خَلَّی لَکُمُہُ عِلْمٌ نَعْدَا تَعْلِیْمُہُ"۔
 مَرْزَوِی میں : "وَلَمْ یَخْلُصَ لَہُ عِلْمٌ لَیْسَ لَہُ"۔ "فَلَا تَعْلَمُوا سَبَّحَہُ وَحَسْبُہُ" کی شکل سے۔ اور قول تھا "مَامُورٌ بِرَبِّہُ لَکُمُہُ" یعنی "لَا تَقْرَؤُا" (غزوہ نجر)۔

اختیار میں وہ : اور یہ بھی نہیں کی طرف ہے مگر یہ دعا الہی سے اعلیٰ کی طرف ہوئی ہے۔ میرا شہدہ : "مَامُورٌ بِرَبِّہُ"۔
 یعنی "لَا تَعْلَمُ"۔

انیسویں اسرار (قلب رہنمائی کرنا) : جیسے "تَعْلَمُہُ دِیَارِہُ لَہُ دِیَارِہُ"۔

بیسویں غنی : مثلاً : "حَبِیْبٌ لَہُ شَعَارِہُ"۔

اکیسویں استہ : جیسے "مَعْنٰی حَبِیْبٌ لَہُ"۔

بائیسویں عرض : جیسے "لَا تَعْلَمُہُ لَہُ دِیَارِہُ لَہُ"۔

تیسویں قصص : جیسے "لَا تَعْلَمُہُ لَہُ دِیَارِہُ لَہُ"۔

چوبیسویں تحویل : مثلاً : "لَہُ عِلْمٌ لَہُ دِیَارِہُ لَہُ"۔

پچیسویں تعلیم : جیسے "مَرَّ لَہُ عِلْمٌ لَہُ دِیَارِہُ لَہُ"۔

چھبیسویں تحقیر : جیسے "لَہُ عِلْمٌ لَہُ دِیَارِہُ لَہُ"۔ اور اس معنی اور اس کے نقل کے معنی "دوسرا احتمال" "لَہُ دِیَارِہُ لَہُ"۔
 کیا دیا جاتا ہے۔

ستائیسویں اکھاء : جیسے "لَہُ دِیَارِہُ لَہُ دِیَارِہُ لَہُ"۔

اٹھائیسویں استرجاع : جیسے "لَہُ دِیَارِہُ لَہُ دِیَارِہُ لَہُ"۔

انیسویں ایلاس (اُس والا) : جیسے "لَہُ دِیَارِہُ لَہُ دِیَارِہُ لَہُ"۔

تیسویں تعلیم اور استرجاع : مثلاً : "لَہُ دِیَارِہُ لَہُ دِیَارِہُ لَہُ"۔

اکیسویں تاکید : یہ اس کے جو کلمات میں بدعت استقام کے معنی میں پہلے بیان ہو چکا ہے۔ مثلاً قول تھا "مَعْنٰی حَبِیْبٌ لَہُ دِیَارِہُ لَہُ"۔
 بدعت حالت تہذیب جو تہذیب۔

مرفق حمد الغنیہ لہذا کی کا قول ہے "اس کا مدعا یہ ہے کہ جس شخص پر حکم اللہ واجب ہو گیا تو اس کو بدعت نہ دلائے گا۔ اس میں "مَعْنٰی حَبِیْبٌ لَہُ دِیَارِہُ لَہُ" جواب غرض میں نہ آیا ہے۔ اور "الذات" میں "مَرْزَوِی" کا دوسرا قول : "مَعْنٰی حَبِیْبٌ لَہُ دِیَارِہُ لَہُ" سے ہوا ہے اور یہ بھی نوع استقام میں سے ایک نوع ہے اور "مَرْزَوِی" کا بیان ہے کہ "مَرْزَوِی" کا یہی معنی ہے جس کی تکرار معنی "تاکید" اور "استعداد" کے لئے کی گئی ہے۔

تیسویں نوع اختیار (غیر وہی) : اور اس کی مثال : "لَہُ دِیَارِہُ لَہُ دِیَارِہُ لَہُ"۔

قاعدہ : قریب کے لئے نداء آنے کی وجوہات

نداء کی اصل بات کا بیان ہے کہ احقیقاً نداء مجید کے واسطے جو کچھ اس کے ساتھ قریب کی دعا بھی کر لی جاتی ہے اور اس امر میں کی گئے (ار کیاں) کہ دوست میں نہ اچھا لگے کچھ ہے کہ اس کے اقبل دعویٰ واقع ہونے میں جس کا نظیر ہو مثلاً "ما شؤ منی فجلی" اور "ام وکتب" ہے کہ خطاب تلو منی (میں) کہ لڑنے زیادہ تھکی گئی ہو میرا (میں) ہو مثلاً "بنا انھما الفلکین الفلکین ارتکبھما" کو تو میرا کتبہ شان دعویٰ برائی کر رہا ہے۔ جیسے "نارہ" اور "بے شک پروردگار مصلیٰ نے خود ہی فرمایا ہے "نہو" خیر نہ! اور چو قاکتہ یہ ہے کہ مدعی کی شان کا انحطاط و نقص ہو جیسے کہ فرعون کا قول "بئیر لا فلتک ما نذر منی من خیر"۔

قاعدہ : قرآن مجید میں بآئینہ الناس کے ساتھ نداء کی کثرت کی وجوہات

زبھری اور دیگر لوگوں کا قوت ہے کہ قرآن میں نہایت اور حرف کے "نہ انھما" کے ساتھ نداء کی کثرت ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کھڑکوں میں گہرے کچھ آئینہ کی اور شہد اس پر بالحد کے پائے جاتے ہیں۔ از اچھا ایک بات تو یہ ہے کہ "ہا" حرف ہندام میں تاکید و تہذیب ہے اس کے علاوہ حرف "ف" میں بھی تہذیب کے معنی موجود ہیں اور "نہ" میں باہام سے توضیح کی جانب توجہ (تذکرہ قرآنی) پڑھا جاتا ہے۔ اور مقام بھی ملتا اور تاکید کے لئے من سب سے اس لئے کہ نداء انبیاء نے اور انہوں نے وہ عطا کردہ حیرت و تعجب و وہ دعو اور گزشتہ اقوام کے نقص بیان کرنے کی قسم سے چھٹی باتوں کے ساتھ اپنے بندوں کو نہاد کیا ہے اور ان کی کتاب کو ان کے ساتھ لٹھیا لٹھیا ہے۔ اور سب سے عظیم اثبات اس میں ہے۔ اور نہایت قابل توجہ کام وہ ہے معالیٰ میں ان کی آگاہی پڑھنا پڑھنا پڑھنا ہے اور ان پر لازم ہے کہ نہایت دلائل اور بصیرتوں کے ساتھ اس طرف اٹکی ہوں۔ حالانکہ باوجود اس بات کے ہندے میں امور کی طرف سے غافل تھے۔ لہذا مستغنائے حال کی تھاکر ان کی نداء کے لئے نہایت طبع اور حد و ہجکا تا یہ ظاہر کرنے والا حرف نداء استعانت کیا جائے۔

فصل : قسم بھی انشاء کی ایک قسم ہے۔

قرآنی نے ان کے استناد ہونے پر انشاء کا نقل کیا ہے کہ قسم کا نداء یہ ہے کہ وہ جسٹریک تا کید اور سامع کے نزدیک اس کی شہادت کر رہا ہے۔ اس کا بیان مترجمین (۶-۷) لور میں آئے گا۔

فصل شرط بھی انشاء کی ایک قسم ہے

(اس سے آگے مصنف نے ایک اور قسم کے قریب مادہ چھوڑ دیا ہے اور کچھ تفصیل پس دی)

[illegible][illegible]

اثقات کی تعریف

ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کی طرف کام کو منتقل کرنا یہ یعنی اسلوبِ اول کے ساتھ تعمیر کرنے کے بعد تعمیرِ خطاب یا نصیحت۔ انجی میں سے ایک کو کسی دوسرے کی طرف لکھنا، تراجم یا نقل کرنا اسلوبِ اول سے اسلوبِ دوم کی طرف یعنی اسلوبِ اول کے ساتھ تعمیر کرنے کے بعد تعمیرِ خطاب یا نصیحت۔ انجی ہوگی اور یہ ممکن ہے کہ کام کی دو اسلوب میں سے ایک اسلوب کے ساتھ تعمیر کی جائے جس میں اس اسلوب کے ساتھ اسلوب (دوسرے) اسلوب کے ساتھ تعمیر کیے جانے کا کام ہوگا۔

القضاۃ کے فرائض

ادھارت کے فوائد بہت ہیں۔ اگر انجمن ایک بات کلام کی طرہات پر مہم چلا دے تو اس کے کوٹھڑی میں ہر انسان کی خوبیاں ابھرنی لگیں گی۔
حرفِ بھٹل اور غیور پنہ کرے ہیں۔ جہہ اول و دوم سے قوتِ طاقت کو دل اور پر آئندگی، سمجھنا اور رکھنا ہے اور ہر صحیح فطرت کے کام کے
ذمہ سے ایک ہی طریقہ پر ہمارے فکر کرنے سے کہ غریبی سے بچ سکتے ہیں۔ غریب کی برکت کا کام فائدہ ہے اور اس کے علاوہ یہ
کام کے برقیہ و غنی ہونے کے لیے اور مریض کے انتہا کے کام سے سمجھنا اور ہمارے دل میں ہر انسان کے ساتھ خاص کام ہے۔ جیسا کہ ہر
کے چاہ کرنا نہیں چاہیں نہیں گئے۔

تکلم سے خطاب کی طرف مانتفت ہونا

[illegible]

جو اس بات کا قہر دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہی (۱) جبر کا مالک و تدبیر رکھتا ہے تو خود بخود یہ طبیعت ہے اختیار ہو کر ایسے اوصاف والی ذات کی حد وہ کے خشم (۲) بڑی بات سے جانے اور اس سے اہم کاموں میں استقامت کرنے کی خواہاں ہو جاتی ہے۔

کہا گیا ہے کہ سورۃ الفتح میں امر کے لئے "ب" کا خدا اور عبادت کے واسطے "ط" کا مسلمان اور اسطرح اختیار کیا گیا ہے تاکہ اس سے ہم کی عبادت سے زچہ میں کم نہ لگے اور اللہ میں ہو۔ لیکن ہم کو اولیٰ ہم دشمن کی جھڑپ ہے اور اس کی عبادت کی بھی خواہش ہے۔ لہذا خود کا خدا سے غائب کے ساتھ اور عبادت کا لفظ یہ تو غلط ہے کے ساتھ استدلال ہوتا ہے کہ خلط اور سواجست کی حالت میں ذاتِ عظیمہ تعالیٰ کی جانب سے زچہ کی چیز منسوب کی جائے اور یہ ادب کرنے کا طریقہ ہے۔

پھر ایسی انداز کے قریب قریب اور قوت کا خرقہ مصر بھی ہوتا ہے۔ اس میں کہا ہے "قد بینہ لنفسہ۔ علیہ" اس مقام پر شہر کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا اور اس کی طرف انھوں میں انصاف کا انداز دیا ہے اور "میرا دل نہیں دیکھتا" نہیں کہا جس میں یہ قدر ضرورت تھی کہ اس کے بعد جب غصہ کے ذکر پر پہنچا تو ذاتِ واجب تعالیٰ سے غصہ کا لفظ ہی دور کر دیا۔ جنی انھوں میں اس کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف نہیں بلکہ ایسا غلظہ رکھتا ہے جو کامل یعنی کامل عالم کے ذکر سے غرض ہے۔ چنانچہ اس نے خود اور عرض حال کرنے کی بات میں پروردگار کریم کی جانب غصہ کی نسبت کرنے سے صاف پہلو پھری ہو رہی ہو مٹے "ہر آئینہ غلظت علیہ" نہیں کہا اور کیا گیا ہے کہ اس کی جھڑپ تھی کہ جس وقت بندہ دے سزا اور مرد ذاتِ پاک کا ذکر کیا اور اس پر رب تعالیٰ "وہ جسے وہ" مسائل دوم گذشتہ "دوئے کی بڑی شہاداد مستقیم" چل رہی تھی تو اس وقت ظلم کا فتنی ایک ایسے عقیدہ کا معلوم کے ساتھ کوئی بھاپے بغیر کے سوا "ہر دور مستعد تونے کا سر دہا ہے۔ لہذا اس کو اس طرح پر غلط فہم بڑا ہے کہ اس کی شان کو عظمت دے کے خیر ال سے اسے ذکر صفات کے ساتھ نہ لے کر دی جائے

یہاں تک کہ جو باندہ نے عرض کیا "اے ذاتِ پاک میں کی یہ معنی ہیں میں تو جس سے عبادت کرنے اور خدا ماننے کے ساتھ خود میں طاقتوں نہ کرتی ہو سکتی" اور "ایک قول ہے کہ عبادت کی تو جوں میں سے یہ لگتی ہے کہ خلق کا استدلال بہت کم (نہ خدا تعالیٰ کی طرف غائب ہو) اس کے حضور میں جانے اور اس سے سزا اور جہنم کو کرنے سے تو سزا دے گا اور جہنم پر بات بھی کہ بندہ اس کے سامنے پروردگار کی عظمت کا کتاب پڑا ہوا ہے۔ مگر جبکہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی اس کے شان میں نہیں تعریف اور اس کی شان بڑی کی ہے۔ یہ اس کے قریب کا وسیلہ مصلحت کرنا ہے اس کی کلمہ کا تو کہہ دیا۔ اور اپنے لائق مالی طریق سے عبادت کا حق ہوا۔ پھر یہ کہ وہ خدا تعالیٰ کو مخاطب جانے اور اس سے حاجت کرنے کے لئے اور انہوں نے کہا "انہی نے انہی نے انہی نے" یعنی سرحد کی ہی بندن کر کے ہیں اور تھکیاں سے دھماکتے ہیں۔

تشریحیں :

(۱) انھوں کی شرط یہ ہے کہ خصل الیہ میں جو غیر جوتی ہے اور حقیقت خصل ہو کی طرف نہ دھکیلا گیا۔ اور اس سے بھی نہیں مازم آتا کہ "نہت مہینہ" میں بھی انھوں نے۔

(۲) انھوں دو جہلوں میں ہونا بھی شرط ہے۔ اس بات کی تصریح مصنف کثرت روزگاروں نے کی ہے اور عاصی پر لازم آئے گا کہ ایک غریب زار یا غریب ہو۔

(۳) انھوں کی مادی نوعیت: نبی نے کتاب کسی اقرب میں ہمارا، انا اللہ وغیرہ علماء نے اللہ کی ایک غریب (اور انور) میں یہ اور وہ دو عمل فعل کے خطاب یا کلمہ کے بعد فعل کوئی تسلیم نہ ہو (فعل قبول) کر دیا ہے۔ مثلاً "نہت مہینہ" خدا تعالیٰ کا "غیر فسخ" علیہ "فرمان" کیونکہ یہاں یہ معنی ہیں کہ ان لوگوں کے سوا میں پڑنے کے قریب لایا اور کتاب غرض و افراں کے مصنف نے اس قول میں توقف کیا ہے۔

”یَوْمَ تَشْهَدُ“ تعقیف اور شہداء کی طرحیوں کے ساتھ قرأت کر گئی ہے۔ اول قول صالحی: ”وَنَادَى اصْحَابُ فِجْعِ اصْحَابُ شَمَارٍ“ سے اخذ ہے اور دوم یعنی شہداء قرأت کر تے تھے: ”یَوْمَ تَشْهَدُ“ یعنی ”یَوْمَ تَشْهَدُ“ سے اخذ ہوا ہے۔

[illegible]

تاکید المدین بنابر شہ الذم : ایسے حکام کے ساتھ مدح کی تاکید کرنا جو کم سے مشابہہ۔ نئی اہل الامین کہتا ہے کہ اس کی مثال قرآن میں نہایت عزیز طرح ہے۔ وہ اس نے صرف ایک بیت اس کی مثال میں چلی ہے جو یہ ہے کہ اعلیٰ : ﴿لَوْ أَنَّا فُتِنُوا لَكُنَّا عَنْ تَعْلِيمِ اللَّهِ أَفْجَاءً﴾^۱۔
 خطاب مذکور : ﴿وَلَا تَكُن مِمَّنْ سَاءَ مَا يَحْكُمُهُ شَيْءٌ مِنْهُ﴾^۲۔
 کہ اس کے بعد آنے والا اس طرح کا ہو جو کہ ایمان کے فاضل پر ذمت کے العاطفے تھا ہونے کا موجب ہو کر جبکہ اشتہار کے بعد ایسا حکام جو ایمان کے فاضل کی مدح واجب ٹھہرا ہے تو اس وقت یہ حکام تاکید المدین بہت اہم کہ جتنی ہو جائے۔

میں کہہ دیا کہ "قرآن تعالیٰ" "وَمَا تَقْضُوا إِلَّا إِنْ أَفَضَ اللَّهُ ذُرِّيَّتَهُ مِنْ فَضْلِهِ" اور قرآن تعالیٰ "الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَمَرُوا بِالْعَمَلِ الصَّالِحِ فَخَلَتْ لَهُمْ أَمْثَلُ نُورٍ" بھی اسی کی مثال ہے۔ اس واسطے کہ اسکا مکالمہ ہر پرہیزگار سے کرنا ہے کہ اس کا وہ حق تعالیٰ اخراج (نکل) دے گا کہ اسے خواہیں (ن) ہے۔ ہر جگہ وہ اسکا دعویٰ حضرت نکلا جو کہ اگرم (عزت کرنے) کی خواہاں ہے کہ اس اخراج کی کتبہ معلوم ہو کہ وہ تائید و تفسیح سے اپنے فہم کے لئے ہے۔ اور جو حق تعالیٰ نے کتاب انبیاء القریب میں قرآن تعالیٰ "لَا تَسْمَعُوا لِهَيْبَةِ الْإِنْسَانِ أَوْ لِهَيْبَةِ السَّيْفِ إِنَّهُ يَنْهَىٰ عَنْ الْعَمَلِ الْمُنْكَرِ" کہ جس میں اسی باب سے قرار دیا ہے کہ جو یہاں پر "سَلَفٌ مُنْكَرٌ مُتَوَكِّرٌ" لغو اور فہم کا ضد (عکس) ہے۔ مستثنیٰ کیا گیا گیا اور یہ بات غلو اور تاثر کے متعلق جو ہے اس کی تاثر نہ ہوگی۔

[illegible]

تقسیم ۔ موجود چیزوں کی قسموں کے اشتقاق ایک ایک کر کے پراگندہ کیے کا کام ہے۔ کسان چیزوں کی اقسام کو جو مغزِ ممکن پہنتی ہیں۔ مثلاً
 لُحْمَتِ عَظِيمٍ اَلْقَبِيْبِ وَنَحْمٌ مُّثْنِيَةٌ وَمِنْهُمُ سَلْبٌ اِبْقَسُ مِنْہٗ ۔ اس واسطے کہ وہ ان چیزوں قسم کے ناموں سے کبھی خیالی نامیں یا اشیاء کو جو
 ہیں بتلائی جان اور نظم کرتے ہیں یا ایک ناموں پر مستند کرنے والے ہیں اور ان چیزوں کے ایک یا دو واسطہ کے لوگ ہیں جیسا کہ وہ۔ ان کے ساتھ اس
 کو کبھی مُسَمَّی جاتا ہے۔ اور اس کو کبھی ۔ اور ایسی نظیر ہے قرطانی : عَظْمٌ زَاوِیْہٌ اَلَا تَلَا تَلْعَبُ عِلْفُ اَلْجَنَّةِ وَنَحْمٌ عِلْفُ اَلْجَنَّةِ وَنَحْمٌ عِلْفُ
 اَلْجَنَّةِ مَا یَصْدُقُ اَلْجَنَّةُ وَنَحْمٌ اَلْجَنَّةِ ۔ اور ای طرح قرطانی : مَا تَسِیْ قَبِیْہٖ زَاوِیْہٌ اَلَا تَلْعَبُ زَاوِیْہٌ فِلْکَ سَلْبِیْ ہے کہ اس
 میں زَاوِیْہ کی چیزوں قسموں کا اشتقاق کیا ہے اور اب زندہ انسان کے سو کو کبھی چھٹی قسم کی نہیں ۔ اور قرطانی : وَنَحْمٌ سَلْبِیْ اَلَا تَسِیْ سَلْبِیْ

[illegible]

ترتیب: مصحف کا ان کی قسمت تھی تو ترتیب کے اعتبار پر اس طرح ہوا کہ ان کو کتب کے میں کوئی زائد و حذف نہیں ہوئے۔
 معارف: یعنی اس کی مثال قرآن مجلی: **هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مَدَّكُمْ فِي سُلَاطِنِهِ مِّنْ لَّدُنْهُ فَمِنْكُمْ مُّطِيعٌ وَمِنْكُمْ كَافِرٌ**۔
 لکھنؤ: **لَا تُطِيعُوا الْفَوَاحِشَ أَلْفَاظُهَا**۔
 اذکار: کے احوال سے۔

ترقی اور ترقی ۔ ان دونوں کا جہاں قطعہ بہاؤ آخری نمٹ میں پہلے پوچھا ہے۔

اور یہی بات ہے کہ کوئی امر میں کوئی ایسے عقلی ماحصل ہیں جن کی توقع کرنے والے ہم کا کرنا۔ امر میں نہیں آیا ہے۔ اور یہ بات ایمان کی ایک غور ہونے کے سبب سے پیشتر اسے موقع پر جان سوجھتی ہے۔

تیسری بات تشکیک کے ساتھ باہر القیاس کا خلق ہے۔ دامن کا اگر کو مصل کی نوع میں کیا جاتا ہے۔

چند مہینے کے کام میں ایک مثنوی یا تہذیبِ فقہ سے فقہ کے فکر کا اسرار میں ملے گا اور یہی بات علی (قصیدیں) کی تالیف سے
 ان اہلِ اللہ کے کہتے ہیں کہ قرآن میں 60000 مثنوی کے نمونے ہیں جو ان کی حشراتِ نہیں پائیں 50000 مثنوی ایسے ہیں جو کہ قرآن
 اور احادیث کی دو تھوڑی سی مثال ہیں:

(۱) قول جمالؒ: «مَنْ عَيَّنَ نَبَاؤُهُ تَبَيَّنَ» (۱) ای ای

(7) $\frac{d}{dt} \left(\frac{1}{2} m v^2 \right) = \frac{1}{2} m \frac{d}{dt} (v^2) = \frac{1}{2} m \frac{d}{dt} (v \cdot v) = \frac{1}{2} m \left(\frac{dv}{dt} \cdot v + v \cdot \frac{dv}{dt} \right) = m v \cdot \frac{dv}{dt} = m v \cdot a = m \frac{d}{dt} \left(\frac{1}{2} v^2 \right)$

[illegible]

لہذا اس (تجلیوں کو بغیر تعین کے لکھنا) میں ایک مشابہہ زبان نام سے موسوم ہے۔ کہ جب ”کنز الدقائق“ میں آیا ہے کہ اس کا اندوہاں کے ذخیرہ میں کس طرح تجلے ہمارے کو کہ لفظ اللہ کا ہمہ سب برائے نام کی خواہش فرماتا ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ جس وقت لفظ مشرک کا فعل ایک معنی پر کیا جائے اور بھلائی لفظ کو دوسری مراد سے استعمال فرمادے تو اس کو اولویت میں ایک طرح کا شکی اس کی جانب سے (موجہ) ہے۔

جنتوں کی نعمت کثرت میں۔ بندہ اگر اچھا ایک جہاں نام ہے اور وہ اس طرح سوتا ہے کہ دونوں جہاں حفظہ وقت کی انواع، تعداد اور
مستویں میں یکساں ہیں۔ مثلاً قولہ تعالیٰ: "وَبِمَا رَزَقْنَاهُ يُحْسِنُ" یعنی "بجسے اللہ نے اس کو رزق عطا کیا، وہ اس کو بہتر کرتا ہے"۔ قرآن میں جہاں تاہم کسی اسم کے ساتھ
کوئی مثال واقع نہیں ہوئی ہے، مگر شیخ الاسلام ابن حجر نے ایک روایت بھی اشتہار کی ہے اور وہ ہے کہ قتادہ تعالیٰ "تم کو عطا کیا"۔ سب رزق بہ عتب
لا۔ یعنی "جو کچھ تم کو عطا کیا، وہ تم کو خیر و نفع لایا"۔ اور بعض علماء نے کوئی امت کے لئے انواع جہاں سے دئے کہ ان کو ریاست طور کیا ہے
ان میں سے دونوں جہاںوں پر "الاستیفاء" مکافضہ ایک ہی معنی میں آیا ہے۔

[illegible]

ترتیب الف-کے برعکس

[illegible]

ایک طرف سے نظر نہیں آتا۔ دوسری طرف یہ ہے کہ وہ خطی نسخہ جو اب ساری دنیا میں پھرا ہوا ہے، اس کا نسخہ قرصیہ کے ساتھ ہے۔ دوسری طرف ہے کہ یہ خطی نسخہ بھی مہذب ہے۔ اس میں اب دورانیہ، تاریخ، اور اس کا نسخہ قرصیہ کے ساتھ ہے۔ دوسری طرف ہے کہ یہ خطی نسخہ بھی مہذب ہے۔ اس میں اب دورانیہ، تاریخ، اور اس کا نسخہ قرصیہ کے ساتھ ہے۔

[illegible][illegible][illegible]

وَأَمَّا نَسْوَا فَمِنْ تَحْتِهَا نَاقُوسٌ مُنَادٍ

[illegible]

کے ساتھ ان کے سر پر منائی گئی ہیں۔

«اَلْقَيْنَ مِنْ سُلْطَانٍ مَبْنُوعٍ
اَلَّذِي هُوَ عَنْ وَغْدٍ لِحِمْلِهِ لَئِيْلٌ

اگر ہرے اٹک اٹک ایک دوسرے پر اٹکلے ٹٹکے۔ انہیں اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ جس وقت مہذب کا ہر ایک فرد پر حمل کرنا شروع ہوتا ہے واجب آ یا کہ اس کو قہر مند فرد کے ٹکڑے کی طرف پھیر دیا جائے جن پر یہی کلامِ دلائل کرتا ہے۔ ہندو یا مسلمانوں کو دھتے یا ان کی کھڑکی کی نسبت سے ہے تو کہہ کر کڑ جھٹ کے قابل ہے۔

معاذِ بقیۃ : اسی کا نام لفظِ بقیۃ بھی ہے۔ وہ شخص جو ان کوں کو ایک ہی جملہ میں جمع کر دیا اس نام سے موسوم ہوتا ہے۔

مطابقت کی دو قسمیں ہیں

(۱) 'مَقْنٰی'۔ (۲) 'مَہَارِی'۔

اور دوسری قسم کا نام کافور بھی ہے۔ پھر ان دونوں قسموں سے ہر ایک قسم لکھی ہوئی ہے یا معوی اور اطلاق واجب ہوتا ہے یا اطلاق
سلب اور اس کی مثالیں ہیں "تطعموا کلکوا قلیلًا وکثیرًا کثیرًا"۔ "وإنه لم یضغف وکثیرًا وکثیرًا وکثیرًا"۔ "تطعموا کلکوا
قلیلًا وکثیرًا وکثیرًا"۔ "وإنه لم یضغف وکثیرًا وکثیرًا"۔ "تطعموا کلکوا قلیلًا وکثیرًا کثیرًا"۔ یہ تو بھوک کی حقیقی کمی کی مثالیں ہیں اور فانی ہمارے مثال سے
تو قوی تر ہے "وإنه لم یضغف وکثیرًا کثیرًا"۔ یعنی دو کراہتوں پر ہر قسم کے اطلاق واجب کی مثال ہے۔ "تطعموا کلکوا قلیلًا وکثیرًا کثیرًا"۔
"وإنه لم یضغف وکثیرًا کثیرًا"۔ اور اطلاق معوی کی مثال ہے "وإنه لم یضغف وکثیرًا کثیرًا"۔ "وإنه لم یضغف وکثیرًا کثیرًا"۔
"وإنه لم یضغف وکثیرًا کثیرًا"۔ "وإنه لم یضغف وکثیرًا کثیرًا"۔ "وإنه لم یضغف وکثیرًا کثیرًا"۔ "وإنه لم یضغف وکثیرًا کثیرًا"۔
"وإنه لم یضغف وکثیرًا کثیرًا"۔ "وإنه لم یضغف وکثیرًا کثیرًا"۔ "وإنه لم یضغف وکثیرًا کثیرًا"۔ "وإنه لم یضغف وکثیرًا کثیرًا"۔

ابوحنیفہ نامی کا قول ہے: ”چونکہ (جنا) میں ملی جانے والا چیز کو بلائے کرنے کا نام تھا۔ نیز اس کا معنی ہوا کہ جس سے کیا گیا ہو کہ جہاں کے خلاف ہے۔ ہرگز نہ اسی کتاب کے ایک نسخے سے جو کہ خلیفہ فاطمی کے نام سے مسموم ہوئی ہے۔“ (مذکورہ صفحہ نمبر ۱۰۰)۔
 اس واسطے کہ فرقہ پانی کی صفات میں سے ایک صفت ہے وہ یہاں اس اثر کے ایک کی صفت کے گویا یہ بات اصرار کی کہ وہ اور ال کو چھوڑ دیا۔
 اسی مقدمہ کا قول ہے کہ یہ ملاحظہ فرمائے ان میں سب سے بڑھ کر حق حق ہے۔

ہو اور اس منظر خوشنور فانی تریں ملاقات قولِ حقانی۔ ورنہ جس فیضانِ نبیہ کو قرار دیا ہے کہ قصاص کے معنی میں قتل اور قتل (بلا و اعا) زندگی کا جب میں کیا اور نہ مارا ہے۔ پھر ای ملاقات کی ایک نوع تریں نکلام کے نام سے موسوم ہوئی ہے۔ وہ اس بات کا نام ہے کہ شیخ اپنے جہیز کے ساتھ معتزل ہو جو کہ کسی قدر مشرک میں اس کے ہم کو چاہتا تھا کوئی ہے۔ مثلاً قولِ تعالیٰ "انہ لا یفرحون فیہ ولا یندو۔ ورنہ لا یفطنون فیہ ولا یخصون" اس جگہ ضادہ کریم ہوا (میراث) کو فری (بی بی) کے ساتھ لایا۔ حالانکہ اس کا فریاد اور غریب ہوا (عقلمانی) کے ساتھ۔ نکاح کا اور بھی (چشمِ قراب میں جلا) نکاح کے ساتھ ایسا ہے کہ اس کا باپ (دستور) اور (بی بی) کے ساتھ نہ نکاح تھا۔ یہ ہے غلو (غلل ہونے) میں جو ہر عربی اہم مشرک ہیں۔ کیونکہ ہر کوئی کہہ رہا ہے کہ بیتِ کعبے سے فانی ہوا عربی ظاہر جسم کے لمبے سے غالی ہو گئے کہ جسے میں اور نماز (عقلمانی) اور بھی (جنس) کی شرکت جنے کی محبت میں ہے یوں کہ عقلمانی سے عورتی امعاء۔ ملتے ہیں اور قراب کی ترکی سے ظاہر بدن کو کوڑھ کا ساتھ دیتا ہے۔

مقابلہ کی تقریب

اور تجلہ اسی معجزت کے ایک خوب متقابلہ کھاتی ہے اور اس کی مجسوت یہ ہے کہ وہ لفظ یا اس سے زائد نہ کہو گئے کے بعد بھر ان کے مضامین کا ترمیم نہ کر کیا جاتے۔

اداکر ان کی صنعت وہ میں پائی جاتی ہے کہ اس سے یہ ہم پر ان کو کفری اور ہذا (پانچویں) بار عرش بن لوگوں کو بھی
تاریک بنائے جو کہ کفری اور پاک سے جانتے کے مستحق نہیں ہیں۔ اس واسطے کہ وہ اتالی کا محل فرمستی پر جو مانا کرنے کے لئے کر رہا ہے۔
نہیں تعلق رکھتا کہ فقہ شیعہ اٹھنی اور ایجاد کی صنعتیں یوں پائی جاتی ہیں کہ وہ اندہ نوری کے قسماً پوری طرح نہ جانیے بغیر عورت میں
ہوئی کرنا ہے۔ سمجھ کی صنعت نے طرح سے جو بے کراہیت کا اہل تو اس کے طرز پر راستہ کر رہا ہے۔ چند عید یوں سوچتے کہ اس کا کام کے
منزلت (منا) ان کی کفری کی حد سے منصف ہیں مگر یہ غلط ہے اس لئے کہ ان کے خروج عمل میں جن پر نصرت کی رہتی
ہوئی ہے اور اس کے ساتھ جو وہ نہیں اور کچھ اس لئے کہ ان کی غائی میں اس بیان اس نسبت سے دیا جاتا ہے کہ جامع کو قوم کے حق
نہیں میرے قلم کے بعد اس کے ان میں اتنی اور ان کی تکرار مضبوطی میں ہوئے کہ وہ سب (توت) اپنے عمل میں اس قدر اپنی
جذبہ میں غلبہ ہے کہ اس میں کسی طرح کا غلبہ پایا جاسکے اور نہ یہ وہی جتنی ہے کہ وہ اندہ نوری کے بارے میں اپنی نصرت کی
ماصلی ہے۔ چنانچہ ان اپنی اسلئے کہتے اور میں کہ تمام ان نے مزاج میں اس میں واقعہ میں کی صنعت میں وہ ہوئے ہیں جس کو اس میں جو بھی
تو یہ میں غلبہ میں ایک اور مانت میں پیدا ہوئی ہے۔

انسٹھویس توخ (۵۰)

فواصل آیات

فصلی تعریف

جس طرح شعر ہے آخری لفظ کو قافیہ ہر شعر کے پہلی لفظ کو قرار دیتے ہیں اسی انداز پر آیت قرآنی کے اخیر لفظ کو قافیہ لکھتے ہیں۔
 ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کہہ رہے کہ جملہ کائنات کی مخلوق کو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

پھر یہ کہ تواریخ کے یہ بات اصطلاح کا واحد لفظ ہے اور وہ یہ ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔ اور یہ بات ہے کہ
 ساتھ ہی ہے اس میں اس کی کوئی دلیل نہیں ملتی کہ یہ قول صحیح ہے اور جو دوروں میں کائنات کی حالت سے مراد ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔ اس واسطے کہ
 سیوری کی مراد تواریخ میں ہے۔ اور یہ بات ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔ اور یہ بات ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔
 حرف کا نام ہے جو کلمات کے متعلق میں آتے ہیں اور ان کے درمیان فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔

فواصل اور وکس آیات میں فرق

اللہ تعالیٰ نے فواصل اور وکس آیات کے یہ بات ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔ اور یہ بات ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔
 اور وکس فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔ اور یہ بات ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔
 کرتے ہیں اور ایک بیت کا سرور ہے کہ ایک فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔ اور یہ بات ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔
 سیوری کے قول کی تشکیل میں۔ اور یہ بات ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔ اور یہ بات ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔
 میں جو کلمات کے متعلق میں آتے ہیں اور ان کے درمیان فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔

فواصل کی شناخت کے لئے دو طریقے

پہلے یہ ہے کہ فصلی کی شناخت کے لئے دو طریقے ہیں: ایک تواریخ اور دوسری یہ۔

تواریخ کا یہ ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔ اور یہ بات ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔
 اور دوسری یہ ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔ اور یہ بات ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔
 کے لئے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔ اور یہ بات ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔
 فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔ اور یہ بات ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔

قاعدہ تواریخ یہ ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔ اور یہ بات ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔
 کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔ اور یہ بات ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔
 وقف پرانیہ کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔ اور یہ بات ہے کہ فصلی جو معنی آتا ہے تواریخ کے یہ بات ہے۔

معاقل سے دور رہنے سے راستہ رائے شروع کرتی رہتی ہے، وہ دوسرا وہاں (نہیں) پہنچتا۔ مگر کچھ لوگ جو خدا کی پستی میں ہیں، ان کے لئے کبھی کبھی راستہ کا کوئی ٹکڑا دکھائی دیتا ہے اور پھر وہ گمراہی میں جاتا ہے اور اپنے ملاح سے کہہ کر کہیں کوئی نشانہ مارے گا کہ ہم اس سمت لے کر جاتے ہیں، ان کا پاس سے کوئی ٹکڑا دے دے، مگر وہ بات غور و خوض اور ایک آدمی میں کچھ لگائے گئے، اسے قبول نہ کرے گا اور نہ اور کبھی وہ خدا کا وہ بات قرآن سے دریافت کرے اور نہ اسے قرآن کا قرآن کا کام وہب کے کچھ اسباب (انہوں میں) دے دے اور اس میں تو اس کا وہ کام وہب میں اور اس کے ساتھ بالکل ہوئے۔ تو ان کو صرف ایک ہی اسلوب بیان دیا، کہ کیا یہ تمام کام ایک ہی اسلوب پر مقرر ہوا؟ انہوں نے کہا ہوا کہ ان میں ایک کڑا دیا گیا ہے، اسلوب بیان میں بات سے کوئی بات نہیں ملے گی، تو ان ایک ہی اسلوب پر نہیں آیا، ایک ہی قسم پر مقرر نہ کی گئی۔ اس لیے اسامہ حضرت میں نظر ان میں آئی، ان کی بات سے کوئی بات نہیں ملے گی، تو ان کی بات سے قرآن کی کوئی بات نہیں ملے گی، اللہ تعالیٰ انہیں اور انہیں فرستے ہیں۔

فصل ۱۰: آیت کے آخری کلموں میں مناسبت پیدا کرنے کے وہ چالیس احکام جن کی وجہ سے مخالف اصول امور کا اور کتاب کیا جاتا ہے

مخالف اصول امور کا اور کتاب کیا جاتا ہے، مخالف اصول امور کی قسم، احکام لایا، ان کی تالیف کی جتنی اور وہ اس کتاب میں بیان کرتے ہیں، "مطلوبہ کرنا چاہئے کہ مناسبت عربی زبان میں ایک ہی اسلوب بیان ہے، کہ اس کے سامنے بہت سے قرآنی اصول امور کا اور کتاب کیا جاتا ہے اور اس نے اسی مناسبت کی رعایت کرنے کے لحاظ سے جو احکام انہوں نے آئی تھے، ان کے سامنے دئے ہوئے ہیں، ان کی تالیف اور کرنا کی اور کچھ کچھ ایسے سے بھی چند نامہ لکھیں، ان بارے میں وہ خوب ہوئے، انہوں نے وہ سب لکھ دیے۔

(۱) "مطلوبہ کرنا چاہئے کہ مناسبت عربی زبان میں ایک ہی اسلوب بیان ہے، کہ اس کے سامنے بہت سے قرآنی اصول امور کا اور کتاب کیا جاتا ہے اور اس نے اسی مناسبت کی رعایت کرنے کے لحاظ سے جو احکام انہوں نے آئی تھے، ان کے سامنے دئے ہوئے ہیں، ان کی تالیف اور کرنا کی اور کچھ کچھ ایسے سے بھی چند نامہ لکھیں، ان بارے میں وہ خوب ہوئے، انہوں نے وہ سب لکھ دیے۔

(۲) جو چیز کہ وہ میں نے کہہ چکی تھی، کہ "مطلوبہ کرنا چاہئے کہ مناسبت عربی زبان میں ایک ہی اسلوب بیان ہے، کہ اس کے سامنے بہت سے قرآنی اصول امور کا اور کتاب کیا جاتا ہے اور اس نے اسی مناسبت کی رعایت کرنے کے لحاظ سے جو احکام انہوں نے آئی تھے، ان کے سامنے دئے ہوئے ہیں، ان کی تالیف اور کرنا کی اور کچھ کچھ ایسے سے بھی چند نامہ لکھیں، ان بارے میں وہ خوب ہوئے، انہوں نے وہ سب لکھ دیے۔

(۳) "مطلوبہ کرنا چاہئے کہ مناسبت عربی زبان میں ایک ہی اسلوب بیان ہے، کہ اس کے سامنے بہت سے قرآنی اصول امور کا اور کتاب کیا جاتا ہے اور اس نے اسی مناسبت کی رعایت کرنے کے لحاظ سے جو احکام انہوں نے آئی تھے، ان کے سامنے دئے ہوئے ہیں، ان کی تالیف اور کرنا کی اور کچھ کچھ ایسے سے بھی چند نامہ لکھیں، ان بارے میں وہ خوب ہوئے، انہوں نے وہ سب لکھ دیے۔

(۴) "مطلوبہ کرنا چاہئے کہ مناسبت عربی زبان میں ایک ہی اسلوب بیان ہے، کہ اس کے سامنے بہت سے قرآنی اصول امور کا اور کتاب کیا جاتا ہے اور اس نے اسی مناسبت کی رعایت کرنے کے لحاظ سے جو احکام انہوں نے آئی تھے، ان کے سامنے دئے ہوئے ہیں، ان کی تالیف اور کرنا کی اور کچھ کچھ ایسے سے بھی چند نامہ لکھیں، ان بارے میں وہ خوب ہوئے، انہوں نے وہ سب لکھ دیے۔

(۵) "مطلوبہ کرنا چاہئے کہ مناسبت عربی زبان میں ایک ہی اسلوب بیان ہے، کہ اس کے سامنے بہت سے قرآنی اصول امور کا اور کتاب کیا جاتا ہے اور اس نے اسی مناسبت کی رعایت کرنے کے لحاظ سے جو احکام انہوں نے آئی تھے، ان کے سامنے دئے ہوئے ہیں، ان کی تالیف اور کرنا کی اور کچھ کچھ ایسے سے بھی چند نامہ لکھیں، ان بارے میں وہ خوب ہوئے، انہوں نے وہ سب لکھ دیے۔

(۶) "مطلوبہ کرنا چاہئے کہ مناسبت عربی زبان میں ایک ہی اسلوب بیان ہے، کہ اس کے سامنے بہت سے قرآنی اصول امور کا اور کتاب کیا جاتا ہے اور اس نے اسی مناسبت کی رعایت کرنے کے لحاظ سے جو احکام انہوں نے آئی تھے، ان کے سامنے دئے ہوئے ہیں، ان کی تالیف اور کرنا کی اور کچھ کچھ ایسے سے بھی چند نامہ لکھیں، ان بارے میں وہ خوب ہوئے، انہوں نے وہ سب لکھ دیے۔

(۷) "مطلوبہ کرنا چاہئے کہ مناسبت عربی زبان میں ایک ہی اسلوب بیان ہے، کہ اس کے سامنے بہت سے قرآنی اصول امور کا اور کتاب کیا جاتا ہے اور اس نے اسی مناسبت کی رعایت کرنے کے لحاظ سے جو احکام انہوں نے آئی تھے، ان کے سامنے دئے ہوئے ہیں، ان کی تالیف اور کرنا کی اور کچھ کچھ ایسے سے بھی چند نامہ لکھیں، ان بارے میں وہ خوب ہوئے، انہوں نے وہ سب لکھ دیے۔

(۸) "مطلوبہ کرنا چاہئے کہ مناسبت عربی زبان میں ایک ہی اسلوب بیان ہے، کہ اس کے سامنے بہت سے قرآنی اصول امور کا اور کتاب کیا جاتا ہے اور اس نے اسی مناسبت کی رعایت کرنے کے لحاظ سے جو احکام انہوں نے آئی تھے، ان کے سامنے دئے ہوئے ہیں، ان کی تالیف اور کرنا کی اور کچھ کچھ ایسے سے بھی چند نامہ لکھیں، ان بارے میں وہ خوب ہوئے، انہوں نے وہ سب لکھ دیے۔

(۹) "مطلوبہ کرنا چاہئے کہ مناسبت عربی زبان میں ایک ہی اسلوب بیان ہے، کہ اس کے سامنے بہت سے قرآنی اصول امور کا اور کتاب کیا جاتا ہے اور اس نے اسی مناسبت کی رعایت کرنے کے لحاظ سے جو احکام انہوں نے آئی تھے، ان کے سامنے دئے ہوئے ہیں، ان کی تالیف اور کرنا کی اور کچھ کچھ ایسے سے بھی چند نامہ لکھیں، ان بارے میں وہ خوب ہوئے، انہوں نے وہ سب لکھ دیے۔

یہ تمام احکام ان کے سامنے دئے ہوئے ہیں، ان کی تالیف اور کرنا کی اور کچھ کچھ ایسے سے بھی چند نامہ لکھیں، ان بارے میں وہ خوب ہوئے، انہوں نے وہ سب لکھ دیے۔

(۳۷) ہاں کہہ دیتے کہ ان کا کلمہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" صحیح ہے۔

(۳۸) "اے ایک خدیوہ! اگر تیرا یہ عقائد "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" صحیح ہے تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دے کہ میں نے اپنے رب سے یہ سنا ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہی فرماتا ہے کہ "وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ"۔

(۳۹) صبیحہ نامی سے صیغہ اشتعال کی کہ جب بددل (تہذیب رستا) جیسے "فریاد" کرتے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ ان کی اصل "تواری" ہے۔

(۴۰) جس کے علم پر غیور ہو جائے جیسے "امیر"۔ "پس" "ہذا" "نیکو" اصل "نیکو" ہے۔

تعلیق :

اسی مباحث کو کہتا ہے "یہ بات تو ممکن نہیں ہے کہ ایک خدیوہ میں اس کے اصل سے تباہی ہو گئی ہو۔ یہ ہے جو صورت کے، جو کسی عنصر کو گمراہی کی پابند نہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ ہی یہ قسم لگائی ہو ہے۔

فصل : قرآن کے فوائد اصل ان چار چیزوں میں۔ سے کسی چیز سے خالی نہیں ہوتے

اسی مباحث کو کہتا ہے "یہ بات تو ممکن نہیں ہے کہ ایک خدیوہ میں اس کے اصل سے تباہی ہو گئی ہو۔ یہ ہے جو صورت کے، جو کسی عنصر کو گمراہی کی پابند نہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ ہی یہ قسم لگائی ہو ہے۔

تعلیق : جس کو ہم یہ تعارف تھا یہ بھی ہے اس بات کا ہم سے شہادت لکھنے والا کلمہ قرآن کے واسطے اور تمام کلموں کے ساتھ ہی یہ قسم لگائی ہو ہے۔ یہ ہے جو صورت کے، جو کسی عنصر کو گمراہی کی پابند نہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ ہی یہ قسم لگائی ہو ہے۔

لہذا اس بات کے لئے ضرور غور و فکر کرنا چاہیے کہ ساتھ ہونے کی خواہش کی کیا حکم علم و ادب کے ساتھ ہے۔ اور اس بات کے لئے ضرور غور و فکر کرنا چاہیے کہ ساتھ ہونے کی خواہش کی کیا حکم علم و ادب کے ساتھ ہے۔ اور اس بات کے لئے ضرور غور و فکر کرنا چاہیے کہ ساتھ ہونے کی خواہش کی کیا حکم علم و ادب کے ساتھ ہے۔

لہذا اس بات کے لئے ضرور غور و فکر کرنا چاہیے کہ ساتھ ہونے کی خواہش کی کیا حکم علم و ادب کے ساتھ ہے۔ اور اس بات کے لئے ضرور غور و فکر کرنا چاہیے کہ ساتھ ہونے کی خواہش کی کیا حکم علم و ادب کے ساتھ ہے۔ اور اس بات کے لئے ضرور غور و فکر کرنا چاہیے کہ ساتھ ہونے کی خواہش کی کیا حکم علم و ادب کے ساتھ ہے۔

کہ ایک ایرانی نے کسی کان کو پڑھتے ہوئے سنا، غالباً رقبہ میں مسجد میں، اس نے مامیہ کے اہل حق عقود الحیہ کو یہ خبر پہنچائی کہ ان کے قریبیوں نے یہ خبر سنی ہے، تو یہ خبر بھی اس کے گہاے آئی اور یہ ایرانی یہ خبر اہل حق بھی پہنچائی، مگر یہ خبریں کچھ کان نہ کھلم کھلائے، یہ سچ یہ سچ اس کا کہ کہہ کر اسے اس مامیہ کے یہ کہنا اور اس کی یہ کہنا ہے اور اس کے یہ کہنا ہے۔

نتیجہ یہ ہے۔ نو فصل کا اجتماع ایک ہی موضوع میں بدبختانہ ہے اور ان کے مابین اختلاف ہوا کرتا ہے۔

[illegible][illegible][illegible][illegible]

[illegible][illegible][illegible][illegible][illegible][illegible]

مختلف احکام کے مواقع پر ہوا ہے جو کہ الگ الگ اسباب سے شروع ہوئے تھے اور اس طرح کا کام بھی مختلف باہم ربط نہیں یہ جانتا ہوں کہ وہی اصولی کا قول ہے کہ جس شخص نے یہ کہا ہے کہ آیات کریمات کے لئے کئی ماسہبات کا تلاش کر اور دست لگے۔ وہ شخص وہم میں مبتلا نہ رہتا ہے۔ کیونکہ اس نے ہر ضرورت اور ذمہ داری کی چیز آیات قرآن کا مستحق مباحثات کی نسبت نازل ہونے والی آیات اور اس بارہ میں قول فیصل یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیتیں نہ صرف اس کے اعتبار حسب اقسام اتنی ہیں اور حکمت کے لحاظ سے باہم ترتیب الی گلی اور وصل کی بنی ہیں۔

قرآن اپنی ترتیب اور نظم آیات کے اعتبار سے بھی معجز ہے

چنانچہ مصنف مجید بالکل اسی فرقہ کے موافق ہے جو کہ کون محفوظ میں مندرج ہے اس کی تمام سورتیں ہر آیتیں تو قیف کے تحت ترتیب دی گئی ہیں اور وہ بالکل ایسی مرتب ہوا ہے جیسا کہ یہ سورتوں میں نازل کیا گیا تھا قرآن کا لکھا، اور انجیل کا اسلوب بیان اور دین میں علم و عبادت ہے۔ یہ ایک آیت میں جس میں سر کا ۱۲۷ کتبہ سزا دیا ہے اور بات ہے کہ سب سے پہلے اس آیت کا اپنے نقل کی تکمیل کرنے والی ہونا چاہیے گا مستقل ہونا دریافت کی جائے اور پھر یہ بات معلوم کرنے کی فکر کی جائے کہ آیت مستقل کی اس کے بالکل کے ساتھ سمجھا جائے کہ اس کی کیا وجہ ہے کیونکہ اس بات میں بہت پر اور مکمل علم ہے اور اسی طرح سورتوں میں آیات کے اتصال کی وجہ سے اس کا پڑھنے والے کو اس کے ساتھ کمر فرج کا اتصال ملتی ہیں اور اس کا یہ سبب سے ہوا ہے اس

الام ازہی سورۃ البقرہ کے بیان میں کہتے ہیں کہ ”جو شخص اس سورۃ کے لفظ اور اس کی ترتیب کے جتنی بھی جائز کرے گا وہ بڑی معلوم کرے گا کہ جس طرح ہر قرآن اپنے الفاظ کی فصاحت اور اس کے جالی کے شرف کے سبب سے مجرب ہے اور اپنی ترتیب اور نظم آیات کے اعتبار سے بھی معجز ہے اور شاکر کہ جن لوگوں نے قرآن کا اپنے اسلوب بیان کی وجہ سے مجرب ہونا جان لیا ہے ان میں سے کسی بات مروی ہے جو ہم نے نوچ کر ذکر کی ہے مگر انہوں نے اس بات سے کہہ کر کہ اس نے (مجموعہ عام) مفسرین کو اس لفظ سے دو سورتوں کی کرتے دیکھا اور اس امر پر چونکہ نہ دیکھا دیکھا ہے۔ حالانکہ اس بارہ میں جو بات ہے وہ ذیل کے شعر کے معنی سے دیکھائی ہے۔

وَالنَّحْمُ لَكَ نَصْرُكَ الْوَاقِعُ

وَالْغَلَبُ لَكَ الْغَلَبُ لَا يَنْصَحُ فَوْقَ الْغَلَبِ

”میں کا جو ہر رشتہ کی صورت کو چھوٹی یا بھٹی میں حال اور ہر ہر آواز کو چھوڑا، مجھ میں نہ تو نصیحت کی گئے اور نہ نصیحت کی گئے۔“

فصل مناسبت کی تعریف

مناسبت کے لغوی معنی ”متمثل“ اور ”باہم قریب“ ہونے کے ہیں اور آیات یا نثر کی شکل جن میں مناسبت کو مرقع آیت دیکھ رہے ہوتی کے جانب ہوا کرتا ہے جو کہ نثر آیات کے اچھے ہونے اور معنی عام و خاص ملنے ہو یا کسی اور پائشی و لہجہ عام خاص یا اس کے اسرار و لطافت کی دیکھ رہے ہوں اور اس کا مظاہرہ بھی ہو مگر اس سبب اور سبب علت اور اس طرح کی اور دین اور علمی کے، انہوں نے کہا۔

مناسبت کے فوائد

اور مناسبت کا فائدہ یہ ہے کہ وہ اجزائے علم میں سے دوسرے کو باہم بستہ اور جوستہ بنا دیتی ہے اور اس طریقہ سے ارتباط کی کسی قوت بہت بڑھ جاتی ہے اور اسی طرح کا حال اس صورت کی طرح ہو جاتا ہے جو کہ نہایت حکم و مرغاب اور دیکھنے والی ہو۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ آیت آیت کا دوسری آیت کے جدا کرنا یا جو کلمات کے باہم ایک دوسرے کے ساتھ تعلق رکھنے اور اس کے کھنکھانے آیت کے ساتھ کا ہر نام نہ ہونے کے باعث ظاہر اور باطن کا ہر ربط و تعلق اور اس کے ہر دوامی طرح جس وقت کہ دوسری آیت پہلی آیت کے واسطے تاکہ یہ ظہیر ازہر میں پیدل پیدل کی وجہ پر آئی ہوگی اور اس قسم میں بھی ارتباط ہو۔ نہ کی بہت کوئی کلام نہیں ہے اور یہ صورت ہوگی کہ ارتباط کا اعتبار نہ ہوگا

۱۰ صرف قرآن و احادیث کی روشنی میں بات نہ کی جائے بلکہ ان کے ساتھ وہ باتوں کے جو یہ ہیں کہ ان کے لئے کیا باتیں ہیں۔ اس کے لئے یہ باتیں کہی جاتی ہیں کہ وہ صرف قرآن و احادیث کی روشنی میں بات نہ کی جائے بلکہ ان کے ساتھ وہ باتوں کے جو یہ ہیں کہ ان کے لئے کیا باتیں ہیں۔ اس کے لئے یہ باتیں کہی جاتی ہیں کہ وہ صرف قرآن و احادیث کی روشنی میں بات نہ کی جائے بلکہ ان کے ساتھ وہ باتوں کے جو یہ ہیں کہ ان کے لئے کیا باتیں ہیں۔

[illegible]

دین و اخلاص

آئیے اس سن اٹھس بھی ہے اور یہ بھی اس بات کا امر ہے کہ عظیم نے جس چیز کے ساتھ کرم کی ابتداء کی ہے اس سے وہ مقصود مسکن طرف نسبت کل ہے جو عقل ہو یا اس اقبال سے وقت سرکہ وہ قیاسی حق کا انکشاف کرے کہ سامع کا اقبال کیا ہے۔ یہ سچا علم بھی ہو۔ تو اس وقت جبکہ عظیم اور اس سے بعد آدم کی طرف عقل ہو چکا اور مٹی جانی کا تو سامع پر ہو جائے اور اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ دونوں سوزنے کا حق نہایت حق القوم (کل) کا تھا۔

قرآن میں اطفال کے وجود سے انکار کرنے والی تردید

[illegible]

قول: "يَوْمَ لَا يَنْفَعُ نِئَالٌ وَلَا نَسْوَانٌ ... الآية" کے ساتھ معاہدہ طرہ بیان کرنا شروع کر دیا جائے علی سورۃ الفیل میں سہ ماہ کے ایسے ذی القربین کا قول اسی سہ ماہ کے سہ ماہ میں بیان کیا ہے اور سہ ماہ کا سہ ماہ جو قیامت کی غنا حوں میں سے ہے اور اس کے بعد سہ ماہ کے جانے اور شتر کا بیان کیا ہے اور سہ ماہ کی لغویں کے لئے جو باتیں ہوں گی ان کا ذکر فرمایا ہے۔

تفصیل اور اسطر اور میں فرق

اور بعض علماء کا قول ہے کہ تفصیل اور اسطر اور کے مابین فرق یہ ہے کہ تفصیل میں تم نے اس بات کو جسے پہلے بیان کر دیا ہے کہ وہ باطل مجہود یا اور جس امر کی طرف تفصیل کر کے آئے ہو کسی باب اس کے بعد ہے اور اسطر میں یہ بات ہوتی ہے کہ تم جس امر کی طرف اسطر اور کرتے ہو اس پر کوئی جانے والی کجی کی طرف چلتے ہوئے کہہ کر میرے پیچھے کرنا ہے اسلی مطلب پر آیا جاتا کرتے ہو تو کیا کہ اسطر: چیز کا بیان کرنا تمہارا مقصود تھا بلکہ وہ صرف ایک عارضی بات بلکہ ہر مقررہ کے اثبات کے خلاف میں آج کی جی اور کیا کیا ہے کہ اس سبب کے بیان سے اعراف اور شعرا کی سورتوں میں جو بات ہے وہ اسطر اور کے باب سے جتنی ہے کہ تفصیل کے باب سے جسے تفصیل نے سر واسطے کہ سورۃ اعراف میں خدا تعالیٰ نے اپنے قول: "وَسَمِيعٌ غَوْضٌ مُبِينٌ" فصیح کے ساتھ اور بارہ سوئی کے قصہ کی جانب جو فرمایا ہے اور سورۃ الشعرا میں انبیاء علیہم السلام اور قوموں کے قصہ کی طرف لکھا ہے۔

لفظ هذا کے ذریعے دو باتوں کو الگ کرنا بھی حسن انکشاف کے قریب قریب ہے

سابع کو مستعد رہ کر کہنا ہے کہ لے ایک بات سے دوسری بات کی طرف ہوں انکار کرنا کئی بات کو کئی بات سے لفظ هذا کے ساتھ جو لکھ دیا ہو یہ بھی حسن انکشاف کے قریب قریب ہے مثلاً سورۃ میں خدا تعالیٰ نے انبیاء کا ذکر کرنا کے بعد ارشاد فرمایا ہے: "هذا يوم تخرجون من اهل بيوتكم" لیسے ذات: "کیونکہ یہ قرآن بھی" (یاد رہی) کی ایک نوع ہے اور جب کہ انبیاء کا ذکر جو کہ تشریح کی ایک نوع ہے ختم ہو گیا تو خدا تعالیٰ نے ایک دوسری نوع کا ذکر کرنا چاہا اور وہ جنت اور اہل جنت کا معاملہ تھا۔ پھر جبکہ اس سے بھی خارج ہو گیا تو ارشاد فرمایا: "هذا يوم تخرجون من اهل بيوتكم" یعنی دوسری نوع اور دوسری نوعوں کا ذکر فرمایا۔ میں اکثر کہتا ہے: "اس مقام میں لفظ هذا اس طرح کا فصل ہے جو کہ اصل سے بڑھا ہوا اور اگر اسے دور دور ایک کلام سے دوسرے کلام کی طرف فروغ کرنے کے مابین نہایت: "وہ علاقہ ہے۔"

حسن مطلب

اور اسی کے قریب قریب حسن مطلب کی نوع بھی ہے۔ زبانانی اور لہجی کہتے ہیں حسن مطلب اس بات کا نام ہے کہ پہلے دلیل کا بیان کر لینے کے بعد ہر فرض کو بیان کریں۔ مثلاً قولہ تعالیٰ: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ" کہ اس میں پہلے دلیل یعنی مہلت کا ذکر ہے اور اس کے بعد فرض یعنی دین کا ذکر ہے۔ اور اس طرح کی مثالیں ہیں جس میں حسن انکشاف اور حسن مطلب دونوں باتیں اکٹھی ملتی ہوگی ہیں وہ خدا تعالیٰ کا قول ہے: "مَنْ كَانَتْ لَهُ نَفْسٌ مَرِيضَةٌ فَلْيَسْأَلْهَا زَكَاةً مِنْهُ" کہ اس میں حسن مطلب اور حسن انکشاف دونوں باتیں اکٹھی ملتی ہوگی ہیں۔

قاعدہ: ایسا کہیے جو تمام قرآن کی باقی ممانعتوں کو ہٹا سکتا ہے

بعض متاخرین کا قول ہے: "ایسا مبالغہ کی ہر چیز کہ قرآن کی آیتوں کی باقی ممانعتوں کو ہٹا سکے ہے کہ پہلے نہیں فرض پر نظر انداز جس کی وجہ سے ممانعت کا بیان (زبان) ہوا ہے۔ اور یہ کیجیو فرض کے لئے کن قواعد کی عبادت ہے۔ پھر اس پر نظر ڈالو کہ وہ ممانعت مطلوب سے زیادہ دور ہوئے ہیں کہ مرتبہ ہیں اور قواعد کلام چلنے کے لئے نہ دیکھا جائے کہ ان کا کام اور اس کے نتائج کو ان کے کہ جب سامع کے نفس کو

تیسرا سبب فقہ میں ہمہ راسی ہونے سے جیسے بہت کا آثار سورۃ الفی ظاہر کا اہل۔

چوتھا سبب سورۃ کا جملہ کے دوسرے جملہ سے مشابہ ہونا ہے جس طرح ”الغشی“ اور ”لے منزع“۔

کسی امام کا قول ہے سورۃ الفلق اور جہیت کے آثار میں پروردگار عالم کی طرف بتا دینے اور یہود اور نصاریٰ کے دین سے نفی کرنے پر مثال ہے۔ سورۃ الفلق اور جہیت دین پر مثال ہے اور سورۃ آل عمران اس کے مقصود کو مکمل بنانے والی ہے۔ لہذا الفلق و جہیت لفظ پر دلیل قائم کرنے کے بعد آل عمران، نور و الفلق کے شبہات کا جواب دینے کے۔ وہی سورۃ آل عمران میں خطاب کا ذکر آیا ہے کیونکہ نصاریٰ نے خطاب کے ساتھ شکست کیا تھا اور آل عمران ہی میں حج و عیسا کا کیا ہے وہ سورۃ الفلق میں صرف حج کے شروع ہونے کا ذکر ہوا ہے اور اس کو شروع کر لینے کے بعد اسے تمام کر دینے کا حکم دیا گیا ہے اور سورۃ آل عمران میں اسی طرح نصاریٰ سے زیادہ خطاب کیا گیا ہے جس طرح کہ سورۃ الفلق میں یہودیوں کی طرف اثر خطاب ہوا ہے کیونکہ ذرا قبل اصل ہے اور انجیل اس کی قرینہ لا شرع ہے اور یہ بات بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نبی میں خیر ہے۔ قوی کے بعد یہودیوں کی خدمت اسلام دینی تھی اور ان سے جہاد کی قیادہ تپ سے نصاریٰ سے بچنے کے لئے، اس میں جہاد فرمایا۔ جیسا کہ آپ کی خدمت اعلیٰ کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الفلق میں دو دین ذکر کیے جو نہ ملکتیں اور انیساب کا مشفق علیہ لہذا اس کے مخاطب تمام انسان بنائے گئے۔ اور وہی سورۃ میں انہی لوگوں سے خطاب ہوا ہے جو انبیاء کے معرکہ اعلیٰ کتاب سے شروع ہوئے تھے۔ لہذا ان کے مخاطب جانے کے لئے ”یا فاعل لک کتاب“ یا ”یا نبی البشر قبل“ اور ”یا علیہا الذین امنوا“ کے کلمات اشارہ ہوئے ہیں۔

سورۃ النساء اسباب کے احکام پر مضمون ہے جو کہ انسانوں کے ایمان ہیں۔ ان اسباب کی دو قسمیں ہیں ایک خدا کے ہرے و گئے دینے اور دوسرے آدمیوں کی قدرت میں دیئے گئے۔ مثلاً نسب (درشتہ) اور صبر (طوطا) اس لئے خدا تعالیٰ نے سورۃ النساء کا افتتاح اپنے قول ”بقدر انکم لندی خلقکم بنی نفس و رجبہ و ذل خلقکم و ذل خلقکم“ کے ساتھ کیا اور پھر فرمایا ”و لفقہ المؤمنین نساء لہن زوجہ و الا فاعلام“ اب جھوٹا افتتاح میں یہ کہیں عجیب مناسب ہر براعت استعمال ہے کیونکہ افتتاح سورۃ کی آیت اس لئے پر مثال ہے جس کا بیان سورۃ کے اکثر حصہ میں کیا گیا ہے یعنی عورتوں سے نکاح کرنے والے اس کے کلمات اور عورت کا جو کہ راجع سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس طرح اس کتاب کی ابتداء آرام علیہ السلام کی آخر بخش سے ہوئی تھی۔

پھر آدم علیہ السلام سے ان کے جنم کے کی آخر بخش ہوئی اور بعد ازاں ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں آیا میں پچھلانی تھیں۔ اور سورۃ النہدہ جہود کی سورۃ ہے۔ و ہر نبی کی تکمیل اور نبی کو کامل بنانے والی چیزوں اور مردوں کے قول و بیان و جانے اور جو اثر اور امت پر لے گئے ہیں ان کو جاننے کے بیان پر مثال ہے اور چونکہ انہی چیزوں سے دین کامل ہوتا ہے لہذا اس سورۃ کا دوسرا شروع بھی ہے کیونکہ اسی سورۃ میں احرام باندھنے والے پر شک کا حرام ہونا اور عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہونا اور عورتوں کو نکاح کرنے والی ہے۔ شراب حرام کی تہی ہے جس کے دوسرے حفاظت بھی کا اور دین کا عمل ہوا ہے۔ چور اور عداوت لوگوں کی طرح بے اعتدال بن کر نہ لے دین کی سر و ستر کی گئی ہے جس سے حفاظت جان و مال کا انتظام ہوا ہے۔ پاک چیزیں حلال بنائی گئی ہیں کیونکہ یہ بات خدا تعالیٰ کا نام اور کامل کرنے والی ہے۔ غرض کہ انی وجہ سے سورۃ النساء میں تمام امور ذکر کی گئی ہیں جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں۔ مثلاً نساء، تیمم اور ایک دوسرے مرد پر رکن کے مطابق ظہر کیا جانا۔ اور اسی وجہ سے اس سورۃ میں اکمال مردانہ امور کے الفاظ کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور اسی سورۃ میں ان کا کیا ہے کہ جو شخص دین اسلام سے مرتد (دو گرواں) ہو جائے گا خداوند کریم اس کے عوض میں اس سے بہتر شخص اس دین کی خاطر کافر ہو جائے گا اور یہاں ہمیشہ کالی ہی رہے گا اور اس واسطے وارد ہوا ہے کہ سورۃ النہدہ میں خود قرآن تمام کے اشارات ہونے کے الفاظ سے دوسرے آثار میں۔ ذیل ہوئی ہے اور ان پاروں سورۃ یعنی الفلق و آل عمران انشاء اور النہدہ کے ایمان جو دینی حور میں یہ ترتیب نہایت اچھی ترتیب ہے۔

[illegible]

تعمد

[illegible]

منہ جات کئے بیان میں چند فقہی قواعد

سورۃ الاحزاب کے ساتھ اور سورۃ النبی کے ساتھ کیوں شروع ہو کر

[illegible]

سورة الفاتحہ کے آقا کا: میں الحمد لله کی شکر ہے

اگر آپ کی قسم میں آج کے سورۃ الفاتحہ کی آیت "اے خداوند، اے خداوند، اے خداوند" کے ساتھ کسی شخص میں یہ صفت ہے، تو وہ نفس نام لگتا ہے، تو وہ لگتا ہے کہ وہ ایک آدمی ہے جو کہ کسی خدا کی عبادت میں لگا ہوا ہے، تو وہ ایک آدمی ہے جو کہ کسی خدا کی عبادت میں لگا ہوا ہے۔

ہمارے ہائی برحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں فصاحت اور خوش بیاں ترقی کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ چکی تھی لیکن ان کو وہ مجھ سے دیکھا جس نے فصاحت عرب کا مطلقہ بندہ کر دیا اور ان کا غرور توڑ ڈالا۔

عازم ماری کتاب منہاج المبلغ میں بیان کرتا ہے: ”قرآن میں عجیب نگار یہ ہے کہ اس میں ہر طرح پر اور ہر مقام میں یکساں طور پر بلاغت کا استہرا ہے کہیں بھی اس کا سلسلہ رونق نظر نہیں آتا۔ اور یہ بات کسی بشر کی تدریس میں نہیں اور کلام عرب یا ان کی زبان میں محقق کر کے دلوں کے کلام میں بس تو یہی جیسا کہ یہ ہر جگہ کی فصاحت و بلاغت میں پائی جاتی۔ یہاں تک کہ کئی درجہ کے کلام میں بھی بہت کم حصہ دیا جاتا ہے جو فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے مکمل ہو نہ آئے مگر کل کر جائز انسان خبر عقل عارض ہو جاتا اور کلام کی روٹی دہلی کو قطع کر ڈالتا ہے۔ یہاں چھ تمام کلام میں فصاحت کا استہرا دیکھ رہا ہوں بلکہ کسی جز مار چند مشرقی نگاروں میں اس کا جو رد ہوتا ہے اور باقی عبارت مجدد فصاحت سے کر لی جاتی ہے۔“

میر انجی کتاب الصحاح کی شرح میں لکھتا ہے کہ ”قرآن کا مجروح علم یہاں پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ علم بیان کی پسندیدہ و تعریف یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے معنی کو ادا کرتے وقت غلطی نہ ہو سکے تعقید پیدا ہو نہ کلام کے متقاضی حال سے مطابقت نہ ملے نہ ہیئت کے بعد اس علم کے وسیلے سے عقیدہ کلام کو جو معلوم ہو سکے۔ اس لئے کہ قرآن کا نگار کی جہت صرف اس کے مفرد الفاظ نہیں ہیں ورنہ وہ اپنے جزو سے جس کی ہی مجروح ہو مارا نہ محض اس کی تالیف ہی مجروح ہے کیونکہ ایسا ہو جاتا تو ہر ایک تالیف کا تجربہ ہر ضروری تھا۔ اسی طرح نقطۂ اعراب کے لحاظ سے بھی وہ مجروح نہیں ہو سکتا کیونکہ اس عبارت میں ہر ایک معرب کلام کو مجروح نہ کرے گا اور نہ تمام اس کا اسلوب مجروح ہو سکتا ہے یوں کہ ایسا ہو تو اسلوب شمر کے ساتھ تیز و کراہی مجروح نہیں جائے۔ اسلوب بیان کے طریقے اور انداز کا نام ہے۔ اور یہ بھی لازم آئے کہ سبیل کا بیان مجروح نہ ہو اور یہ سبب بھی ہے کہ اعجاز کا پایا جائے اسلوب کے بھی ممکن ہے۔“

جس کی مثال ”خَلَّصْنَاكَ مِنَ الْيَأْسِ فَخَصُّوا لَكَ عَلَى الْفُلِّ وَالْمَرْءِ“۔ مجروح کا قرآن کا صواب یہ بات ہو سکتی ہے کہ کلمہ عرب بارہوا اور اس کے معانی سے مجروح دے گئے تھے کیونکہ کلمہ عرب کو قرآن کی فصاحت سے خوب ہوتا تھا تو ان کے لئے کہ سبیل میں انھیں ہو مری وغیرہ کلام قرآن کے محض ہانے کے اور یہ دے کر جو کچھ انھوں نے کہا اور یہیں کیا اور یہیں کے منجھ سے دور رہا گئے ہیں اور طبعیوں میں اس سے غرت پیدا ہوئی ہے۔ اور ان کلاموں کی ترکیب کے حالات دیکھ کر کسی قسم سے بھی قرآن کی ترکیب کے احوال ایسے ہیں جنہوں نے بڑے بڑے شاعر لوگوں کو عاجز کر دیا اور نہایت خوش بیان نہ ہیں اور ان کا مطلقہ بندہ کر ڈالا۔ مجروح قرآن کی ابتداء و دلیل کہ مری وقت قبل عرب کی زبان میں قرآن کا نزول ہوا تھا اس کا معارضہ کرنے سے عاجز رہے تو غیر عرب بدحوالہ اس کا معارضہ نہ کر سکیں گے۔ اور معصلی دلیل کا مقدمہ یہ ہے کہ اس کی ترکیب کے خواص پر غور کیا جائے اور نتیجہ یہ نکلا ہے کہ قرآن کے اس ذات پاک کی طرف سے ازل شدہ ہونے کا طرماصل ہو جو غور سے علم ہر ایک غے پر ملاحظہ کئے ہوئے ہے۔

قرآن کے اعجاز کے دو پہلو

اسٹوٹن اپنی تفسیر میں کہتا ہے کہ معصوم کرنا ہے کہ قرآن کا اعجاز وہی ہے جو اس کی ذات سے تعلق رکھنے والا پہلو ہے اور دوسری چیز لوگوں کے اس کے معارضہ سے مجروح دے جانے کے ساتھ جان ہوئی ہے۔ جس قرآن سے تعلق رکھنے والا اعجاز یا تو اس کی فصاحت و بلاغت سے متعلق ہے اور یا اس کے معنی سے ہر اعجاز قرآن کی فصاحت و بلاغت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کو قرآن کے مفہوم یعنی لفظ و معنی سے کوئی علاقہ نہیں ہے لے کر قرآن کے الفاظ و معنی ہیں جو اہل عرب کے الفاظ ہیں۔ چنانچہ خود نہ داخل فرماتا ہے: ”مَنْ لَمْ يَتَلَعَّ الْعَرَبِيَّةَ“۔ اور معانی سے تعلق نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ ان میں سے بہت کچھ معانی اہل عربوں میں بھی موجود ہیں جس کی دلیل قول تعالیٰ: ”وَبَشِّرِ الصَّالِحِينَ“ ہے۔

عرب رہے تو ان کے وہ موم اور غیبی اور سید و سجادہ دین اور غیب کی خبریں بڑا سک میں مہم جو ہیں تو ان کا جواز قرآن کے طرف حسن حجت فقر قرآن ہونے کے روحی کھس برتاؤ کے ساتھ ساتھ ان کے انشراحات تعلیم و تعلیم کے حسن ہوتا ہے۔ اور ان کا طریقہ کو تومہ اس طریقہ کی تعلیم (عبارات) میں یہ دوسری عبارت میں کسی طریقہ میں ادا کی جاتے ہیں عربی زبان میں ہو لی اور کسی زبان میں اور عبارت میں ہونا اشارت کے، محمد و پیر جان انبار غیب کے بارے میں کہ لیتے ہیں کہ ان سے تمام خصوصیات قرآن کی صورت ہے اور عقائد و مسائل اس کے عنصر ہیں۔ دوسرے بات ہے کہ ایک شے کا تکملہ اور تمام اس کی صورتوں کے اختلاف سے مختلف نہ آتا ہے نہ کہ اس کے عنصر کے اختلاف سے۔ مثلاً گٹھنی، آدھ اور گٹھنی۔ ان چیزوں سے تمام اختلاف صورت کی ہے۔ یہ جہان گٹھنی ہیں اور غٹھنی کو اس بارے میں کوئی دلیل نہیں ہو سکتی اور اس سے بڑی بڑی، خوب اور تانے کس وضاحت کی بھی، دوسرا یہ ہے کہ ایک صورت کے وقت میں ہیں اس وقت ایک شے، م سے دوسرے ہوں گی اور یہیں اختلاف صورت ہونا در تمام میں جائے گا۔ یہ عنصر کے ایک ہی ہو۔

نور محمد اس بیان سے طرہ برہا۔ خواجہ قزاق اُن سے ساتھ خاص ہے وہ ایک مخصوص نظم کی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور نظم کے سحر ہونے کا بیان نظم کا کم کے بیان پر موقوف ہے اور پھر جس بات کے بیان پر لگتا ہے۔ وہ ان کا موصو ہے نظم سے مختلف ہے۔ بعد ازاں کہہ دیتے ہیں کہ تالیف کا کم کے مراد اب جائے گی۔

تالیف کا نام کے پانچ مرتب

اول : بیہ نظریں کو ایک دوسرے میں سے غرض سے نکل (خالی) کرنا کہ ان کو اس طرے سے جلا دینا یعنی اس پر عمل اور ذوق کا حصول نہ۔
دوم : ان نگاروں کو ایک دوسرے کے ساتھ قرینہ و پیار و مروت نہ دینا کہ ان کے طرے سے غرض سے نکل کر ان کو اس طرے سے جلا دینا یعنی اس پر عمل اور ذوق کا حصول نہ۔
تیس : ان نگاروں کو ایک دوسرے کے ساتھ قرینہ و پیار و مروت نہ دینا کہ ان کے طرے سے غرض سے نکل کر ان کو اس طرے سے جلا دینا یعنی اس پر عمل اور ذوق کا حصول نہ۔

سوسم : انہی مذکورہ بالا کلمات غلامی کو ذرا سمجھانے کے لئے اس طرح چرچا کرنا کہ جس میں مہدائے مقلد اور بدعتیوں کا رنگ بھی پائے جاوے گا جس طرح ان میں سے کلام کو منظور فرما دیا جائے۔

پہلو : یہ کہ تمام کے فرقی حصول میں مذکور دوا اس قدر سہاگروی تھی کہ کبھی تھپا کر کیا جائے اور اس طرح کا علاج بہت کمزور ہے۔

ترجمہ ۔ یہ ہے کہ سنی میں زکوٰۃ و اقویٰ کے ساتھ ہی حکام میں برائی کی بھی گمان ہے۔ اس طرح کے کام کو شعر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حکام شعوم کو زبانی تقریر و گفتگو پر ہے اس نکتہ پر کہتے ہیں اور یہ تحریر اور کتابت سے ہوا کرتا ہے۔ اس کو سر لٹ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

فوق پر کلام کے فوارج میں تمام سے خالص تہذیب ہوتے ہوئے ہر ایک کا ایک خاص قسم ہوتا ہے۔ آری ان سبوں کی خواہش ہر
 صاحب سے تفریق تہذیب کے ساتھ جو ان چیزوں میں ہے کہ چیز کی رعایت نہیں رکھتا اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح قرآن اور کلام کہنا سنا
 ہوتا ہے اس طرح سے زمانہ و مقام، شعر و باج و تہذیب و تہذیب اور اس کی کیفیت ہے کہ جو اس کی میں شخص نے اسے سنا اس فوراً وہ اسے کھار
 اس کے ساتھ کلام کے میں تہذیب و تہذیب فرق معلوم کر لیتا ہے۔ اسی وجہ سے تہذیب و تہذیب میں اختلاف ہے۔ "تہذیب و تہذیب"
 صاحب نے "تہذیب و تہذیب" میں "تہذیب و تہذیب" کے فرق سے فرماتے ہیں کہ تہذیب و تہذیب میں اختلاف ہے۔ "تہذیب و تہذیب"
 جس میں تہذیب و تہذیب میں اختلاف ہے۔ "تہذیب و تہذیب" میں اختلاف ہے۔ "تہذیب و تہذیب"
 رعایت ہے۔ اور وہ ان چیزوں کو کہ وہ تہذیب و تہذیب میں اختلاف ہے۔ "تہذیب و تہذیب"
 دلیل ہے کہ تہذیب و تہذیب میں اختلاف ہے۔ "تہذیب و تہذیب" میں اختلاف ہے۔ "تہذیب و تہذیب"

[illegible]

لہذا تجملہ ایک ہی بات ہے کہ انہوں نے ظہر ہی زبان سے تمام مسیوق و راس سے شہداء و شہادہ پر صحیحہ تائید و دستار و اٹھانہ دی۔ معافی کے طلب ہیں۔ مگر انسانوں کے اہتمام سے تمام اشیاء کے بحالی کا، اور ان کی برکتی تقصیر جو کہ ان غلط فہمی پر جسٹس کئے گئے ہیں، اور ان کی معرفت منظم کے تمام وجوہ کو ہماری صریح و معلوم کرنے کے ساتھ معلوم برکتی ہے حالانکہ ہم منظم کو باہمی و عکس الف او ہاں کا باہمی اور جامعہ و جامعہ کے سبب سے جاننا ہے ان لئے یہ بات غیر ممکن ہے کہ وہ جو وہاں سے حسن و جود کو جوہر کو فصل و جود کو تقیہ و تہہ و چہ و بیض شدہ کہ قرآن کے اصولی و دوسرا حکام و شریک کر رہے اور حکام کے قوم کی باعث صرحت و شب و زحمت جن پر جو کرتی ہیں۔

ترتیب قرآن مجید کے تین لوازم اور قرآن مجید میں ان کا فاضل

ایک دلفیظ جو جس میں دو دوسرے دلفیظوں کے ساتھ تکرار ہو، اسے دلفیظ کہتے ہیں۔ مثلاً: "میں نے اس کو دلفیظ سے کہا"۔

اب مرتضیٰ قزوینی کا خود سے دیکھتے تو اس میں پانچ اور شخصیں نہایت شرف اور فضیلت کی حالت میں نظر آئیں گے یہی کہ قرآن کے لغت سے: ۱۔ حضرت علیؓ اور شیریں خرمیؓ کا لفظ علیؓ کی نسبت اور اس کی ضم سے زیادہ اچھی تالیف رکھنے والے درجہ عظمت اور شان علیؓ کی جائز فہم اور جود و مہربانی کا نام۔

اب یہ قرآن کے معنی تو اس کے منتظم ہر ایک تجوید اور فصاحت آدمی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ میں بخیر سمجھتا ہوں۔ مگر معنی کے اظہار و قبول پر پہنچنے ہوئے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ مذکورہ بالا تینوں خوبیوں متفقہ طور پر یکجا کسی تمام انہوں میں پائی جاتی ہیں جس میں ان کا مجموعہ ضرور ایک ہی نوع میں ملتا۔ مگر ہر ایک کے اور نہیں۔ ان میں ملے۔

غرضیکہ اس مذکورہ فی بیان کا نتیجہ بیشک قرآن کے ترجمہ داروں نے اس وجہ سے اس کا فصیح ترین اظہار دیا کیونکہ اسے اپنے بہترین تفکروں میں آسان سے جو صحیح ترین معانی کا مختصر ترین ہیں، بھیجی اللہ تعالیٰ فی توفیقہ اس کی خدمات کے بارے میں اس کی تخریج، مطالعہ، اجتناب، تائید و حمایت کے طریقوں کا بیان، احادیث، حرم، منہج اور مدارج کی تشریح، بذریعہ عنوان و جد، تیب، اقبال کا حکم، مذہبی باتوں سے متعلق تمام امور و باتوں کی جانب، بہرانی اور بدعات و فساد سے بچنے کی تاکید۔ یہ تمام اسرار اس میں موجود ہیں اور ان کے نگار و ہادی غوثی نے یہ سب کچھ، اپنے اپنے موقع و محل سے صحیح معنی کی کتاب سے ایک نثر اور دوسری شے سے بہتر اور بہتر تحریر کیا اور ممکن تھا کہ اس میں جتنے بڑے کلام سب اور اس اور اور میں سے معصوم و مریض کو مل سکتا۔

گزشتہ زمانوں کے اخبار اور گزشتہ نئی نئی قوموں کے قیام و خرابی کے بارے میں اس نے کئے گئے اس میں درج ہے اور پھر آئندہ زمانوں میں آثار قدرت کی قسم سے یوں ادا ہونے کی پیش گوئی بھی اس میں موجود ہے۔ اسی کے ساتھ اس نے قسمت اور تاریخ کے گویا نام وضع کر لیا ہے اور دلیل علیہ ردیوں کا ایک ہی ساتھ ذکر کیا ہے کہ یہ بات اس کی رحمت میں حیرت انگیز ہے اور نہ اس کے امر و نہی کی پابندی واجب ہونے پر بخیر کو نظر فرمائیے ہوئے تصور ہے کہ اسے خود ایک ساتھ انوار الہی کی پراگندگیوں کو یوں جمع کر دے کہ وہ ہمیں شہسوار کا قلعہ و مویجا بنیں، ایک یہاں سے جو قوت بشری سے قاتل اور ان کی قدرت کی رسائی سے باہر ہے۔ اسی واسطے لقول اس کا مدد کر کے نئے عالم جاری اور دنیا کا مہم جوئی کر سکیں۔ ہم انہی کی عقل میں کسی طرح کا ممانعت نہ پیدا کر سکیں۔

(۴) قرآن کے شعر موزون سے موزون ہوتے جانے میں یہ حکمت چنانچہ لکھی ہے کہ گولام موزوں کا ترجمہ دوسرے گلاموں سے ہوتا رہے۔ لیکن چونکہ قرآن کا لفظی معنی صحت کا حامل ہے کہ کوئی کی صحت میں بالکل کی بالکل تصدیق ہے۔ اور ظاہر ان کو جو کہ موزون است اور ایسے کے بارے میں مبالغہ اور بڑھاپے سے کام لے اس ذیل سے خدا تعالیٰ نے اپنے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بری فرمادیا کہ اس وجہ سے کہ شعر کی شہرت کذب کے ساتھ ہوتی ہے۔ اصحاب پرچہ نے ان قیامات کو جو کہ اکثر مباحثوں میں کذب اور مبالغہ کی طرف موزوں (کا کلمہ) والے کہتے ہیں۔ قیامات شعر کے نام سے موسوم کیا ہے۔

کسی حکیم کا قول ہے کہ کوئی دین اور دوزخ راست و غلط اپنے اشعار میں دیکھیں اور خوب پیچیدہ کرنے والا نظریاتی فتنے آیا ہے۔ اب رہنمائی بات کہ بحر قرآن میں جو محض عمارتیں موزوں عبارت کی صورت میں بنتی ہیں انہیں کیا کہیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے گلام کا شعر کے نام سے موسوم نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ شعر کی شرط یہ ہے کہ اس کا قصہ بھی کیا گیا ہو یعنی موزونیت قصہ یا ہدایہ کی گئی ہو ورنہ اگر قرآن کی دیکھیں موزوں عبارتیں شعر مانی جائیں تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس شخص کے گلام میں ایسی افغانیاں کوئی بات موزوں ہو جائے اسی کو شاعر کہنا چاہئے اور اسی طرح تمام انسان شاعر ہوجائیں گے۔ کیونکہ بہت کم کسی آدمی کا گلام ایسا انتظامی موزونیت سے خالی ہوا کرتا ہے۔ پھر تصنیف فوہوں سے تکرار کے طور پر یہاں تک کہ بہت مرزدہا ہے۔ چنانچہ اسی کو شعر کہتے تو ضرور تھے کہ سب سے پہلے وہی اس کا سارہ نہ کرنے پر آمادہ ہو جاتے اور اس پر غلبہ کرتے کیونکہ ان کو سب سے بڑھ کر شوق اور خیال اسی بات کا رہتا تھا کہ قرآن پر غلبہ کرنے کو مستحق یا نہیں۔ مگر چونکہ یہ بات شعر میں داخل نہیں بلکہ اس کا قریب کام کے صنعت انجام میں پہلی درجہ پہنچ جانے کی وجہ سے ہوا تھا۔ لہذا دوزبان نہ قبول کئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف ایک بیت یا جو گلام اس کے وزن پر شعر نہیں نکلتا بلکہ شعر کم از کم دو بیتوں یا اس سے زیادہ کا ہونا چاہئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ درجہ کو دراصل شعر کے نام سے موسوم نہیں کرتے۔ اور ایک قول کے لحاظ سے کم از کم درجہ چار بیت ہوں اب اسے شعر کہا جاتا ہے۔ اور قرآن میں یہ بات کما حالت میں نہیں پائی جاتی۔

قرآن کی مثال لانے کی تحدید (چیلنج) جنات سے بھی کی گئی تھی یا نہیں؟

(۵) کسی عالم کا قول ہے کہ تھدی کا دوزخ مغل انسانوں کے قلب میں ہوا تھا اور جنات اس کے مخاطب نہ تھے اس لئے کہ جنات ان زبان اور اس پر زبان کے ذریعہ ان میں ہیں جن کے اسلوب پر قرآن کا نزول ہوا ہے۔ وہی یہ بات کہ جو قولہ تعالیٰ: "فان کین اختصبت الانس زانحہن" میں ان کا ذکر نہیں ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں محض قرآن کے الفاظ کی عظمت ظاہر فرمانے کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ ارشاد کیا ہے۔ کیونکہ جنات اجماع (مجلس اور سوائی) کی قوت افراد کی قوت سے ہرگز بڑھی ہوئی ہے۔ لہذا جس وقت یہ فرض کیا جائے کہ قرآن کا معاندہ کرنے کے لئے مخلوق کے یہ دونوں حصے اہم تھے تو بے اور پھر انہوں نے ایک دوسرے کو مدد دی وہی تاہم وہ معاندہ سے عاجز رہے تو اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ صرف ایک فرق کا مزاج ہونا ہی کافی ہے۔ اور اس عالم کے علاوہ دوسرے شخص کا قول ہے کہ نہیں بلکہ تھدی کا دوزخ جنات کے لئے بھی اور اسے بلکہ مانگہ بھی اس بات میں منسوب (نیت کے لئے) ہیں۔ کیونکہ ان کو بھی قرآن کا شکر لائے کی قدرت تھی۔ اگر ان کی کتاب غریب التفسیر میں یہاں کہتا ہے کہ "اس آیت میں محض انسانوں اور جنات ہی کے ذکر پر بس لے لکھا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں جنات کی طرف مبعوث فرمائے گئے تھے اور ملائکہ کی جانب آپ کی مبعوث نہیں ہوئی تھی۔"

لو جلدًا فیہ اختلافًا کثیرا کے معنی

(۶) غزالی سے قولہ تعالیٰ: "وانزل علیہ من غیرہ لوزنہو" یہ اختلافات کثیرا کے معنی اور باعث کے لئے تو انہوں نے جواب دیا۔ "اختلاف ایک لفظ سے بہت معنوں کے مابین مشترک ہے اور یہاں پر یہ مراد نہیں کہ لوگوں کے قرآن میں اختلاف دیکھنے کی گئی کہ جائے۔ بلکہ قرآن کی ذات سے اختلاف کی گئی کی گئی ہے۔"

مختلف کہا جاتا ہے کہ یہ کلام مختلف ہے، یعنی اس کا اول اس کے آخر سے فصاحت میں مشابہت نہیں رکھتا۔ پارہ ۱ میں کلام کا عمومی کثافت ہے یعنی اس کا اول حصہ نیز کی طرف صحت و تاج ہے اور اس دوسرے حصہ: نیکی کی طرف نکلتا ہے۔ اور وہ نظم عبارت میں غلط ہے۔ چنانچہ اس میں سے کچھ حصہ شعر کے ان پر ہے اور کچھ مترفع ہے۔ بعض نکلے بڑا صحت میں ایک خاص اسلوب پر ہیں اور بعض جیسے اسلوب پر جو کہ نہ کثرت سابق اسلوب کے مختلف ہے اور کلام میں ان اختلافات سے معذور ہے۔ نیز کہ وہ نظم عبارت میں ایک ہی طریقہ پر بال سے آخر چلا گیا ہے اس کے آخر کو اہام کے ساتھ کامل مناسبت ہے۔ غایت فصاحت میں اس کا بالکل ایک ہی صوبہ ہے۔ ٹیکس سے کہ اس میں کھر اور کھو کا کلام شامل ہے۔ اس کا سیاق بھی ایک ہی معنی کے لئے دراجہ کر محقق نوحہ عثمانی کی طرف ملتا اور اس کو دیا ہے جیسے ترجمانی کی طرف لانا ہے اور آدیں کے کلام میں یا اختلافات پائے جاتے ہیں۔

اس لئے کہ اس شہار پر خاصا اور انتہاء پر دازوں۔ کلام کا انداز دیا جائے تو اس میں طریقہ نظم و اختلاف و درجات فصاحت کا تعدد۔ بلکہ اس فصاحت میں اس فرق کی پابا جائے گا یہاں تک کہ اس میں کھر سے کھوئے، ہا کھر اور یکا، ہا کھر کی پائیں کی پائیں فقرہ نہیں اور یہ بھی نہ ہوگا کہ صرف دور سالے یا فقیر ہے یا ہم مساوی ہوں۔ بلکہ ایک ہی قسمہ میں فصح اور خفہ دونوں طریق کی شہیں ہیں کی اور اسی طرح تصادف و اشتداد مختلف اغراض پر مشتمل ہوں گے۔ کیونکہ ساعر اور نہ آدراں تک خیالات کی ہر ایک وادی سرکشہ پھر آخرت میں بھی تو اور نیکی خریف کے دراک کا تہ نہیں کے اور کسی دقت ان کی خدمت کے بل باندھیں گے۔ کئی موافق پر بدلی کی کہ نہ کر کے اسے زور نہ دینی کا نام عطا کریں گے اور کچھ اس ہی نہ دینی کا اختیار کرتے کرتے اسے لغوی کر دیتی بنائے لکھیں گے۔ اپنے ہی قواعد کی تعریف پر آئیں گے تو اس کو انسانی اخلاق کی قوت بہت گردیں گے اور نہ ہی بیان کریں گے تو اس کو بے جا دیرینی کا لقب عطا کریں گے۔

غرض کہ اولیٰ کا کلام برابر ایسے ہی اختلافات سے معذور ہوا ملے گا۔ کیونکہ زبان باتوں کا فضا ہے۔ بدالحالہ حالتوں میں اغراض کا مختلف ہونا اور انسان کے ادنیٰ و بلائی کرے ہیں۔ لہذا سمرت اور خوش دلی کے دقت اس کی طبیعت موزوں ہو جاتی ہے اور نہ لفظ کے حال میں کوئی مضمون ہی اس کو نہیں سمجھ جاتا۔ ایسے ہی اس کے اغراض کا بھی اختلاف ہوا کرتا ہے کہ کبھی و ایک ہی چیز کی طرف و کبھی ۲۰۰ سے دور دوسرے وقت اسی چیز کی طرف سے لغت کرنے لگتا ہے اس لئے اس باتوں سے ضروری طور پر اس کے کلام میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کوئی انسان ایسا نہیں مل سکتا کہ وہ تیس سال کی مدت میں جو کہ زوال قرآن کا زمانہ ہے ایک ہی غرض اور ایک ہی طریقہ پر ایک ہی تشکر کرتا رہے جس میں فصاحت و بلاغت، طریق استدلال، نور مخفی کے کلام کا دیکھی فرق، انبیاء کی پابا ہے۔ اور نبی رحمان اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے احوال کے لئے ہی رہتے تھے۔ اس لئے کہ قرآن آپ کا کلام ہوتا یا قبل از سال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوسرے انسان کا کلام ہوتا تو اس میں شک نہ تھا کہ لوگ اسے بہت بکرا اختلاف سے معذور ہوا پائے۔

دیگر اہل ہامی کتب بھی معجز ہیں یا نہیں؟

(۷) قاضی کہتے ہیں: ”اگر یہ سہل کیا جائے کہ آیا قرآن کے سوا دوسری کتابوں کو جو کلام باقی ہیں، خطا تو اور انجیل کو بھی معجز کہتے ہو؟ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ وہ کتابیں نظم اور جہ میں بالکل مختلف ہیں۔ جس زبان میں جو کبھی خراب اور بد شکل ہوں سے نقل کی گئی ہیں ان میں بھی قرآن کی طرح جرمانی جائیں گی۔ وہاں کے محلات کے لئے کی جب یہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی طرح ان کے صفت میں خاص یا نہیں بد خدا نہیں کی ہیں اور یہ بات بھی ہر مکتوم ہو چکی ہے کہ ان کتابوں کے سوا دوسرے کی بابت ایسی خبریں قانع ہوئی۔ جیسے کہ قرآن کے لئے ہوئی ہے۔ پھر ان کی زبان بھی اس قسم کی نہیں کہ اس میں فصاحت کے دور درو پائے جاتے ہوں جن کے دوسرے کلام کا وہاں بھی نہ مل سکتا تھا۔ پھر اسے جو کہ کلام کی حد تک پہنچتا ہے“ لہذا یہی معنی ہے کہ کتاب الفاظ و باتیں کہ قرآن میں: ”فہو باہر سنی باہر“ لفظی و معنی میں شکون ان کی حق لفظی کے تحت ذکر کیا ہے کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ: ”وَمَا تَأْتِيهِمْ“ سے دوسروں کی جہ سے عدول کیا گیا۔

اور اسی تحفہ اور انعام کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے ہوا صاف میں "وَسَخِطْتُ" مصیبت، ام حنا، حب، اور مفت کے الفاظ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں اور جو اس کے کہ خدا تعالیٰ کی مفت ان الفاظ کے ساتھ جتنی طور پر میں کی جاتی۔ کیونکہ اگر ان اوصاف کو حقیقی لغتوں کے ساتھ تعبیر کیا جائے تو بات بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً آپ کہا جائے کہ "سَخِطْتُ لِمَنْعَةٍ فَسَخِطْتُ" یعنی خدا تعالیٰ کی (بندہ) سے دوست رکھے، ملے اور دشمنی کرنے والے کا ایسا ہوا کہ کہتا ہے تو یہ ٹھیک نہ ہوگا۔ لہذا اس طرح سورتوں پر مجاز ہو ہی نہ سکتی (ہلکے ہوئے) اور انعام کی حقیقت سے افضل ہے اور اس کے افضل ہونے کا یہ سبب بھی ہے کہ مجاز کی بنا پر (یعنی وہ کی) تشبیہ پر ہوتی ہے یوں کہ خدا پاک کا قول: "فَلَمَّا اشْعُرَا قَنَصْنَاهُ" بہت اس کے بہت چھاپے کہ کہا جائے "فَلَمَّا مَا عَانِلُوا لِمَنْعَةٍ فَخَنَصْتُ" یا "فَلَمَّا أَتَى الْبَيْتَ بِرَبِّهِ" اَلْمَنْعَةُ یعنی ہنس دقت انہوں نے ہم سے غضب کا معاملہ کیا۔ یا جس وقت وہ اس کے سامنے اس بات کو کہنے کے لیے غلبناک شخص لایا (چل کرنا) ہے۔

چھوٹی سورتوں میں معارضہ ممکن نہیں

(۱) قابل کہتا ہے: "اگر کوئی شخص یہ کہے کہ شاید چھوٹی چھوٹی سورتوں میں معارضہ ممکن ہے تو جواب دہم ہے کہ یہ بات میں جاز نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ تفسیر کا قورق ان تفسیر سورتوں کے ساتھ بھی ہوا تھا اور ان کے معارضہ میں ٹھیک ٹھیک اظہار ہو گیا یوں کہ اللہ پاک نے: "وَقَدْ يَسْرُوبًا" فرمایا اور اس میں ہر ایک چھوٹی سورتوں کی کوئی تخصیص نہیں کی ہے۔ مگر اگر یہ کہا جائے کہ چھوٹی سورتوں میں تو اصل کا تفسیر ممکن ہے۔ یعنی ہر ایک کلمہ کے بدل میں اس کی جگہ یہ کلمہ لایا جائے جو اس کا حکم مقام میں جائے تو آیا یہ بات معارضہ دہی؟ جواب دہم ہے کہ اگر ہم اس سے کہ ایک یہ شخص جو شاعر نہیں ہے اس کے لئے یہ بات ممکن ہے کہ وہ صرف ایک بیت کہنے اور وہ مضحکہ اور سوزوں کے مابین فصل نہ کرے۔ جس اگر کوئی غیر شاعر شخص یہ ارادہ کرے کہ ایک ایسے قصیدہ میں اس کے حرف و اشارہ ہیں:

وَقَاتِمُ الْأَعْمَاقِ عَادِي الْمُسْحَرِ
مُسْتَبْتِ الْأَعْلَامِ لِسَاعِ الْخُفَى

بِكُلِّ زَفِيرٍ الرَّاحِ مِنْ حَيْثُ الْخُفَى

پہلے قافی کے بدل میں دوسری قافی لائے۔ چنانچہ محترق کی جگہ "المسحر" "الخف" کی جگہ "المسحر" اور "الراح" کے بدل میں "الخف" لائے اس کے لئے یہ بات ممکن ہے۔ اور اس غیر شاعر کے لئے اس امر کے ذریعہ سے شعر کا کہنا ثابت نہیں ہو اور اس قصیدہ میں حرف و روی کا معارضہ کسی ایسے شخص کے نزدیک ثبوت کو پہنچا جسے فن شعر کی تھوڑی سی علامت بھی ہے اور ایسے ہی جو شخص تو اصل کو متنبہ کر دے اور اس کے لئے بھی یہی ممکن ہے۔

پیشکشوں (۶۵)

قرآن سے مستنبط کئے گئے علوم

اللہ پاک فرماتا ہے: "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ يَا مُحَمَّدُ" اور ارشاد کیا ہے: "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ يَا مُحَمَّدُ" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ لَمْ يَخْرُجْ بِذِكْرِي" یعنی مغرب و روزِ نہ نے دلا ہے کہ بہت سے حق پر پاہوں گے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ اور ان فقہوں سے نکلے گا۔ چونکہ یہ ہمارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کتاب اللہ کہ "اس میں تم سے کسی کی سرگزشت اور تم سے باہر کسی ضرر و ہرجہ جہارے مائیں ہے اس کا علم موجود ہے"۔ اس حدیث کی تکرار کا ترجمہ فرمودہ کی ہے۔

سعید بن مسعود نے ان مسطور رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا جس شخص کا دل و علم حاصل کرنے کا ہونے پ ہے کہ قرآن کو لازم نکالے اس حدیث کہ اس میں ان کے بچوں میں سب کی خبر موجود ہے۔ لیکن کہتا ہے کہ یہی بات مسعود رضی اللہ عنہ نے عظیم سے اصل ملے ہوئے ہے۔

یعنی نے حسن سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا "اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں مائل فرمائیں اور ان میں سے چار کتابیں میں سب کا علم اور روایت فرمائی۔ وہ چار کتابیں قرآن و حدیث، زبور اور فرقان ہیں اور پھر قرآن و حدیث اور زبور تو ان کتابوں کا علم قرآن میں ہی روایت فرمایا۔

سنن قرآن کا شریع ہے

امام شافعی کا قول ہے: "تمام ہوا یا جس کو امت کہتی ہے سب سنن (حدیث) کی شریع ہیں اور تمام سنن (حدیث) اتریں کی شریع ہے۔" اور یہ بھی انہی کا قول ہے کہ "جتنی قرآن و حدیث میں اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے وہ سب انہی ہا میں ہیں جن کو آپ نے قرآن سے سمجھا تھا۔"

تمام حدیثوں کی تصدیق قرآن پاک میں موجود ہے

امام موصوف کے اس قول کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کرتا ہے کہ "میں انہی چیزوں کو طاری بنانا ہوں جن کو خدا تعالیٰ نے طاری بنادیا ہے اور انہی اشیا کو اسرار کرتا ہوں جن کو پاری تعالیٰ نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔" یہ حدیث امام شافعی نے قرآن کریم میں ملاحظہ روایت کی ہے۔ سعید بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث اس کی وجہ پر نہیں پہنچی مگر یہ کہ میں نے اس کو مسجد کی کتاب اللہ میں پایا ہے۔" اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "جس حدیث میں تم کو کسی حدیث کی خبر دیا ہوں اس کی تصدیق قرآن کریم میں ہے۔" یہ دونوں قول ابن ماجہ نے روایت کئے ہیں۔

امام شافعی نے بھی کہتے ہیں کہ وہیں کے پاس میں کسی شخص پر کوئی مصیبت ایسی نہیں نازل ہوئی کہ کتاب اللہ میں اس کے متعلق راہِ حیات کی دلیل (دھماکی) نہ پائی جاتی ہو۔ لہذا اگر کہا جائے کہ پھر بعض احکام اس طرح کے کیوں ملتے ہیں جو امتِ امت کے ذریعہ سے ثابت ہوئے ہیں؟ تو ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ وہ احکام بھی درحقیقت کتاب اللہ ہی سے ماخوذ ہیں۔ کیونکہ کتاب اللہ نے ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع واجب بنایا ہے اور آپ کے قول پر عمل کرنا ہمارے واسطے فرض کیا ہے۔ امام شافعی نے ایک بار کہا کہ اگر ہم اس بات کی کہ "تم لوگ جس طرح کو چاہو مجھ سے روایت کرو کسی حدیث کو اس چیز کا جو اب کتاب اللہ میں اور اس کو تو ان کے سوال کیا" آپ اس محرم (احرام) سے دالے کے لئے کہا کرتے ہیں جو کہ زبور (پزل) کو دارالے؟ امام موصوف نے فرمایا: "بسم اللہ الرحمن الرحیم وَمَا آتَاكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلٍ فَلَا تَكُونُوا لَهُ سَائِلِينَ" اور حدیث بیان کی کہ مجھ سے سفیان بن عیینہ نے بواسطہ عبد الملک بن عیسٰی کے

عن رجل من حاشئ بن حذافہ بن الیمان اور انہیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: "فقدوا أسلحتکم من تسننہا فنی بکم وبغیرہ" اور حدیث بیان کی کہ ہم سے خطین بنی مسرہین کے تمام قبیلے بنی مسلم بن علقاد بن شہاب اور خذافہ بن غزیر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ "انہو سے محرم کو زہرہ کے مرنے کا حکم دیا۔"

بھاری نے بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہوں نے کہا: ”خدا تعالیٰ ان گھنا محسوس کرنے والوں، کھدوئے والوں، بال اکھڑا دینے والوں، حسن کے لئے دھنوں کے مچھینا، فرق اور شکا ڈالنے والوں پر لعنت کرے جو کہ خدا کی عبادت میں خلقت کو جو بدلتی ہیں۔ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ”جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کیا، ان کو کیا حرج ہے کہ میں ان کی لعنت نہ کروں اور یہ بات کتاب اللہ میں ہے۔“ اس عورت نے کہا: ”میں نے تو قرآن میں جو کچھ کہ دووں، دونوں کے مابینا ہے سب کچھ پڑھ دھاڑا ہے مگر میں ابھی کچھ کو یہ بات کہہ نہیں سکی تھی، جس کو تم کہتے ہو۔“ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اگر تم ان قرآن کو پڑھتی تو ضرور اس بات کو اس میں پائی، کیا تو نے یہ نہیں پڑھا ہے: ”وَسَا لَكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْكُمْ مَّا نَفْسُ هُوَ مُفْتَقِرٌ“ اس عورت نے کہیں اس کو یہ شکر پڑھا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”یہ بات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمائی ہے۔“

تمام مسائل کا اعلیٰ قرآن میں موجود ہے

[illegible]

مولانا بریلین کہتا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ کوئی چیز لکھی نہیں جو قرآن شریف میں ہو اس کی اصل قرآن میں ہے وہ غریب ہو یا عزیز جس شخص نے اس کو کھویا وہ کج کار اور جس نے اس کو سمجھا وہ کج کار ہے۔ یہی ایک شے کا حسن یا کھنجر کا کیا ہے یا اس کو تار کر دیا گیا ہے وہ کجی قرآن ہی میں ہے۔ ہاں یہ ہے کہ ظاہر شخص اس بات کو اپنے لئے نہ دیکھ سکے کہ اس کی کجی کیا ہے۔ جس قدر وہ کوشش کرے گا اپنی جتنی کجی دیکھ سکے گا اس قدر قرآن سے اس کی معلومات حاصل ہونے لگیں۔

قرآن مجید سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کا استنباط

ہر کسی دوسرے مصلح کا قول ہے کہ کیونکر کسی شخص کا اخراج مقرر ہو سکتا ہے جس شخص کے لئے ممکن نہ ہو کہ وہ خدا کی راہ میں جان و مال کی قربانی کرے۔ دین یہاں تک کہ اگر کسی شخص نے اپنی مملکت یا ممالک کو خیر یا شر کے لئے قربان کر دیا تو اس سے مسئلہ کی یہ سہولت کہتا ہے کہ وہ اپنے لئے سب سے زیادہ مصلحت میں رہا ہو۔ دین اور جو کلمہ نفساً یا فاعلاً، اخلاقاً اور یہ صورت پر نہ ہو سکتی ہے۔ ہر مصلح اس کے مقصد میں خدا تعالیٰ کی سہولت پر مبنی ہے کہ وہ اپنے مصلحت کے لئے خدا تعالیٰ کے مقصد کے خلاف کام نہ کرے۔

قرآن علوم اولین اور علوم آخرین کا جامع ہے

وہیں علی الفضل المرق نے اعلیٰ تفسیر میں بیان کیا ہے کہ قرآن نے علوم و تاریخ میں سب کو جمع کر لیا ہے مگر اس حیثیت سے کہ کوئی مفصل تحقیق از خود سے علم کے اس کا احاطہ نہیں کر سکتا مگر یہ قرآن کے ساتھ تفکر فرمائے (۱۰) (یعنی خدا تعالیٰ کا اور ہر مومن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی

اسرائیل اور دوسرے جن کا علم خدا تعالیٰ نے مکمل پائی ہی دولت پاک کے لئے رکھا ہے اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم قرآن کی میراث سادات صحابہ اور ان کے ممتاز لوگوں کو پہنچی۔ جیسے غلامانہ اور بھروسہ مند محکمہ ان مسطور ضعیف اللہ عز و جل ان عباسی ضعیف اللہ عز و جل میں تک کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر میرے اہل بیت باوجود ضعیفی بھی گھوم جائے تو میں بس کو کتاب اللہ میں پاؤں۔

ترجما بعین کے دور میں قرآن کے فنون الگ الگ کر دیئے گئے اور اس سے الگ الگ ماہرین پیدا ہوئے

ابن ابی عمیر صحابی محدث فہم سے اس علم کی دریافت "ناہ غزوہ باخسف" (یعنی کوئٹہ) اور اس کے بعد "سنتیں پرست ہو گئیں" اور ابویں میں سستی آچلی اور اسی غم میں کمزوری اور دورہ غم کی کاغذ ہوا جوئے نگاروں کو ان علوم فنون قرآنی کے حامل بننے میں کھیلانے لگے جن کو صحابہ ضعیف فہم ہوتا لیکن انے انگیز کیا تھا اور تابعین کے بعد والے علماء نے تمام علوم فنون قرآن پر ایک ساتھ دانت بٹانے میں غلطی ڈال دیا۔ یعنی انہوں نے غلام قرآن کی بہت سی فہمیں کر ڈالیں اور ہر ایک گروہ اس کے فنون میں سے کسی ایک فن کو کھانے پر مجبور ہو گیا۔ کسی جماعت نے قرآن کی لغتوں کے تہذیب کرنے اس کے کلمات کی تحریر اس کے حروف کے کاربن اور تعداد اور اس کے کلمات کی آیات، سورہ، احزاب، انصاف اور ہر باغ کی تعداد اور ہر کلمہ قرآن کا شمار اور اس آیتوں تک اس کے تہذیب دینے کا کام دیا اور بعض اس کے مختلف لکھوں کے نسخہ (شیر) اور سرائی آجوں کے نسخہ ہی پر لکھا کیا اور قرآن کے معانی سے کوئی تعرض علی نہ کیا اور فنون پر توجہ نہ کی جو کہ قرآن میں سورہتوں کے لئے گئے تھے۔ اور ان لوگوں کو قرآن کے نام سے سوسہ کیا گیا۔

علم النحو

نحو میں نے قرآن عربی اسموں اور فعلوں اور محال حرفوں وغیرہ امور پر ہی جمیان کیا ہوا اسموں میں کے قواعد اقسام افعال، لازم اور متعدی، بھلوں کی رسوم الفاظ اور ای کے متعلق ساری باتوں کی جمیان ہیں سے کام لیا۔ یہیں تک کہ ان میں سے بعض مخصوص نے مشکلات قرآن کی تخریب کر دی اور کچھ لوگوں نے ایک ایک کلمہ کا مراد الگ الگ بنوایا۔

علم التفسیر

مفسرین کی قوم الفاظ قرآن پر مہذول ہوئی۔ انہوں نے اس میں ایک غلط ایسا پایا جو کہ ایک ہی معنی پر دلالت کرتا ہے اور دوسرے الفاظ و معنوں پر دلالت کرتے ولا دیکھا پھر تیسرے الفاظ دوسرے مذاہب میں پر دال نکھر آیا۔ لہذا انہوں نے پہلے لفظ کو اس کے حکم پر جاری کیا اور اس میں سے غلطی لفظ کے معنی خارج کئے۔ روایات و معنوں والے لفظ میں متعدد الفاظوں میں سے کسی ایک سنی کو ترجیح دینے کی بات ہو گیا۔ ہر شخص نے اپنی فکر کو استعمال کیا اور جو بات اس کے خیال میں تھی اسی کے مطابق کہا۔

علم الاصول

فہم اصولی کے مفسرین نے قرآن میں پائی جانے والی عقلی دلیلوں اور عقلی شواہد کی جانب توجہ کی مثلاً قول تعالیٰ: "لو أنشدوا بآذانہم لسمعوا صوتہم کثرت الذین یخفون" اور "لو أنشدوا بآذانہم لسمعوا صوتہم کثرت الذین یخفون" سے خدا تعالیٰ کی وحدانیت اس کے وجود بقا و تہم، قدرت اور علم پر دلیلوں کا استنباط کیا اور جو باتیں وہ ذرا بوجہ عقلی کے لئے ناہن نہیں تھیں ان سے اس کا منکر ہونا یا یہ ثبوت کو پہنچایا اور اس علم کا نام علم اصول الدین رکھا۔

جیسے حیاتِ نور اور شفاء سے۔ اور یہ باتیں اس عقل کی نہیں ضرورت پر اٹھتی ہیں تو کہ جو بہ دلوں پر کے ایسی مشرق کی ہے۔ اور ہر ایک یہ عقل کو شکر دے کہ اس کے ترک کر دینے کی وجہ سے دنیاوی اس کی خدمت اور یا اس کے داخل کی نہ مستحق ہو یا اس کے عقل پر عقلی کا اظہار کیا ہو یا اس پر قدرت پر یا باوجود اس کو فطرت کی دنیا میں عقل اور اس کے عقل کی محنت اور اس سے اس کی جوئے کی فی فرما کی ہو یا اس عقل کے فاضل کر کہا ہو اور شیاطین کے مشابہ بنایا ہو اس عقل کو عبادت پانے اور وہی فطرت حاصل کرنے سے ملنے قرار دیا ہو یا اس کا وصف کسی زبان اور کرامت کے ساتھ فرمایا ہو یا یہ کہ کوئی ایسی عظیم اسلام کے اس کام کے کرنے سے خدا کی پہنچائی ہو یا اسے تو مشابہ کی ہو وہ عقل کی نادر کسی جید یا دین سے آئے والے عذاب کی علامت گئی اور اس عبادت کا صاحب بنایا ہو یا اس کی تحریف، بحث، دسی، داغ دھن ہونے کے ساتھ کی گئی ہو۔ اس کو فاضل یا عبادت کے ساتھ صوفی کیا ہو یا کسی ائمہ بنانا کی یا عبادت یا منصب باز اس فطرت یا حصولِ نعمت کا صاحب بنایا گیا ہو یا دوسری راہوں سے اس کی سر پرانیے یا کسی مشابہ کی یا کسی شفاء و یا درجہ ان میں کسی کو یہ تجربہ دیا گیا ہو یا اس کو روحِ خدا، اخذ خدا کی عبادت اس سے اس پر آمادگی ظاہر کرنے یا اس سے اشتہار اور مدح کرنے کا بہ بتایا گیا ہو۔

[illegible]

پانچ سو روپیہ ہو کہ اس شخص کے فاضل سے خدا تعالیٰ قیامت کے دن کلام فرمائے گا اور اس کی طرف نظر نہ کرے گا اور اسے پاک نہ فرمائے گا اور اس کے لئے گورنمنٹ نہ کرے گا اور اس کے حیل کو چلے نہ دے گا اور اس کو نواز نہ دے گی کی یا اس پر شیطان کو مسلط کرے جسے کچھ کام ہو سکیں ہو یا اس شخص کو جس کے فاضل کے گزرا وقت کتب کا سبب اس سے خدا کی نیکیوں کی طرف سے کچھ روپے کما جائیں اور اس سے غلط کاموں سے بچنے کا سبب کما جائے اور اس سے گناہات عمل سے بچنے کا سبب کما جائے اور اس کی دعا سے کسی اور کی دعا سے بڑھ کر برکت حاصل کرے اور اس کے گناہات نہ رہیں اور اس کے گناہ و خطاں بخانے کے گناہ اور دنیاں، انجمن، مدرسو، مدارس کی تعلیمی اشیاء جاتا ہے اور اس کا کام کے بارے میں اس وقت سے ہی کہ اس کو صحت کر دینے جائے اور اس کا جیس جیس برصاف میں ہیں کیا کام چاہئے اور اس کے حرام ماننے سے نکوت کرے اور اس بات کی خبر دے کہ اگر کوئی

تعارف۔ اور چیدائی کی یا غنائی تھی۔ جس میں کچھ مہاجر بنائے۔ اور پہاڑ پہنچ کر ظاہر کرنے سے اور ہمارے کسی دہانوں کے غصے کی خبر دہنے سے غم
جان کیا اس فعل پر کوئی نہ مست نہ لی ہو۔ غرض ہمارے غم کی خبر دہنے کے ساتھ کوئی حد سے متعزیت ہو تو جو حد اس فعل کے، جو زیادہ اختیار ہو۔
ہوئے پر اہانت کرے گی۔ اور یہاں تک شہناز نہ دین میں مہاجر ملام کا توں تمام ہوئیے۔

در شیخ الحدیث کے ہوا کسی در کیا بیان ہے کہ کبھی حکمران استیلا کی حکومت (شاہ) سے بھی ہوتا ہے۔ اس پر اسے میں ایک نعمت ہے۔
قرآن کے غیر تھوڑے سونے پر میں استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اظہر وہ کچھوں میں انہیں کا اظہر کیا اور کہا ہے کہ وہ کھوئی ہے اور قرآن کا ذکر
چون (۵۳) سورۃ میں کیا ہے۔ مگر ایک جگہ بھی اسے تھوڑی نہیں لایا اور میرے جس واقعہ انسان اور قرآن کا ذکر کیا ہے۔ میں اظہر کیا اور میں
جانتے ہیں ان کے بیان میں مطررت کر دی و چنانچہ لایا کہ اس سے علم اللہ تعالیٰ۔ لایا کہ اس سے۔

چھپا سٹھویں نوع (۶۶) امثال قرآن

اس باب کا کتبہ ترمیزی جو کہ حمارے سہارے میں ہے۔ یہوں نے اس نوع کے محقق ایک ہوا گدا کتاب تصنیف کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَقَدْ مَكْرَمًا لِلَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ * الَّذِينَ كَانُوا فِي أَعْيُنِنَا وَإِسْرَارُهَا لَكُم * وَمَا كُنْهَافُهَا إِلَّا اللَّهُ يَتَذَكَّرُ"۔

تذکرے کی برہم و مٹی اللہ عزوجل سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "بے شک قرآن پانچ وجہ پر نازل ہوا ہے۔ عالی خرام حکم بتلانا، امثال کہنا، قرآن کا حال پر عمل کروا دینا، ہر چیز کے حکم کی پیروی کروا دینا، پانچوں ملامت اور امثال سے اعتبار، صبر و صحت حاصل کرنا۔"

ضرب امثال کے فوائد اور ان کی اہمیت

ماری ہی کاغذ سے قرآن کے بڑے علموں میں سے اس کے امثال کاظم ہے۔ امثال کا علم اس سے غافل ہیں، اس لئے کہ وہ امثال ہی میں پختہ ہو جاتے ہیں اور ان میں سو کی نسبت وہ علمیں دی گئی ہیں ان کی معرفت حاصل دیتے ہیں۔ امثال سے بے عمل بغیر مشق کے کیا ہے جیسے بے کام کا ٹھکانہ اور تربیت پر ہند اور ہندی کے سامنے اور شخص کا قول ہے کہ "وہ امثال کو بھلا ان اور کے شریعت سے جس کی معرفت بہت پر یاد ہوئی ہے اور پھر اس کے بعد قرآن کی ان ضرب امثال کی معرفت راجع ہے۔ یہ تو کہ عہدہ دہلی پر راجع کر۔ نہ دہلی اور اس کے اوقاف سے انتخاب لازم ہونے کی ممکن ہیں۔"

شیخ عزالدین کا قول ہے: "لقد اصابی فی قرآن میں امثال اس لئے وادی کی ہیں کہ وہ ہندوں کو یاد دہانی اور نصیحت کا فائدہ دیں۔ چنانچہ میں نے جب کتابیں خواب میں تھوت، کھینے یا کھانے کے خانا کئے جانے یا کسی مداح یا غیرہ، صبر پر مثال میں وہ احکام پر دلالت کرتی ہیں۔ ایک اور صاحب کہتے ہیں: قرآن کی ضرب امثال سے ملوث یا تمسقا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً تہذیب و تہذیب، حق و جرات، ہر تقریر و تقریب اور لفظ، اور مراد کی محسوس صورت میں نکلتی ہیں۔ اس لئے کہ امثال معانی کو شکام کی صورت میں نمایاں اور شکل پذیر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ حالت ایسی جید کہ جس میں ذہن کو جان کاہر کی مدافعت ہے۔ ذہن میں بخوبی جم جانے والی ہے۔ پھر اسی سب سے شکل کی غرض سے غنی و غنی اور غائب و غائب اور کھانا کھانا اور قیامت و یاقوت اور قیامت ہے۔ اور قرآن کی خطیں تھات اور کے ساتھ ساتھ پانچ پر مشتمل ہیں اور اس طرح ضرب امثال، عقوبت کی امر کی تفسیر، اور ایک امر کی حقیقت بیان کے اجمال پر بھی شامل ہوا کرتی ہیں۔ اللہ پاک فرماتا ہے: "وَسَيُجَنَّبُكَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ غُرُوفًا * وَيَكُونُ مَعَهُمْ قَوْمٌ كَثِيرٌ * يَدْعُونَكَ بِلِقَائِهِمْ قَبْلَ حَاجَتِهِمْ * يَخْلَعُونَ حُلِيًّا * إِنَّهُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ"۔ ان کی قرآنی کو جھکا مٹا ہوا ہے۔

درنیک کتاب خبر بیان میں لکھتا ہے کہ ضرب امثال کی نعمت یہ بھی ہے کہ بیان کی تعلیم دی جائے اور یہ ذات اسی شریعت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خصائص میں سے ہے۔ اور تحریر کی کتاب ہے۔ جن میں ان طرف جوئے کا تصور میں ہے کہ معانی کا اکتفا کیا جائے اور ہر ہر شاہ (انہوں نے دیکھنے والے) سے ضرب ملایا جائے۔ جس اگر مشق کر (جس کے لئے مثال دیا جاتی ہے) تعلیم (ماسب زینہ) اور وہ مشق۔

اللہ تعالیٰ نے کون کن امور پر قسم کھائی ہے

انہی بات پر کہ ہے۔ پھر انہی کے ساتھ۔ معافی ان اصول ایمان پر بھی قائم تھا۔ جسے جن کی معرفت خلق پر واجب ہے کسی کو جبر و قہر نہ تھا۔ کھانا ہے اور بھی اس بات پر کہ قرآن حق ہے کھانا ہے رسول کی کھانے کا ہے۔ اور کسی وقت جبر اور قہر اور وجہ ہے۔ اور کبھی انسان کے خلاف نہیں تھا۔

اسرارِ توحید کی مثال سے : خود توحیدی مہرِ طاعت کا شفا ۔ تاہم یہ بنیادی طور پر ہے۔

اس امر کی مثال ہے کہ اگر ایک شخص کو ایک گناہ کی عادت ہو جائے تو اس کی اصلاح کے لئے اس کو سخت سزا دینی پڑے گی۔

میرزا یوسف علی خان صاحب قلم
 صاحب دفتر و محاسبه آموخته از حضرت آقا میرزا محمد تقی خان صاحب قلم
 در تاریخ ۱۳۰۵ هجری قمری

[illegible][illegible]

قرآن میں قسم کا جواب کب حذف کیا جاتا ہے

[illegible]

ہو اسی واسطے بہت سے علماء کا قول ہے کہ اسی جگہ جوہر کی تفسیر "بُذْخُہُ اَنْ لِّشَعْرِ" ہے۔ اور یہی اس واسطے کہ ہم تمام علماء نے یہی سمجھا
سلطہ ہوتی ہے۔ مگر اقول تعالیٰ: "فی وَفْضِہٖ اَنْ لِّفَعْدِہٖ" اور قول "اَنْ لِّشَعْرِہٖ" ثابت ہے اس پر مثال ہے اور قول "وَلِشَعْرِہٖ" بہت سے
روائے ہیں جو کہ متاک اور شیعہ سنی کے قبض سے معظم العادل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ العادل کا خاص اللہ تعالیٰ کی موجودیت اور اس کی
عقست کے سامنے بڑی اور فروغی کا اظہار کرنے کے لئے سرزد ہونے ہیں اور ان میں ان کا حق کی عظیم بھی ہوئی ہے جن کو کہ اللہ صلی اللہ علیہ
سلم اور ابیہ ایم علیہ السلام میں واجب اللہ لائے ہیں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ کی قسموں کے قطا نضب

ابن القیم کہتا ہے : ”اور جو شخص کھانا کھا کر اپنے والدین سے قتل ہو جائے ، ان کے لئے رشتہ کی سزا ہے۔“

صلی اللہ علیہ وسلم کی تسبیح قرآنی اور اہل وقتہ سے اونچے کی نیوے کی نعمت اور آخرت میں آپ کے بڑے پڑے پر تم کھائی گئی۔ اور یہ بات اور اعلا پر تم کھا، ٹھہرا۔ اور یہ بات بھی گئی چمکی ہے کہ جہاں اللہ یا س نے اپنی مخلوقوں میں سے جو ساری شان اور تلبیہ کی تم کھائی ہے۔

پھر تم نے جسم کی مطابقت پر خود کو تو یہ لکھ محسوس ہوتا ہے کہ تم بدن کی جہی سے جو کرامت کی تار کی کے بعد آتی ہے اور شمس طیبہ وہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا ہے کہ لئے "تسبیح ہو کہ پھر آپ پر چمکتا۔ جہاں تک کہ وہ ہر کہ جانے کے زمانہ میں آپ نے دشمنوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پروردگار نے ان کو بھیڑ دیا ہے۔" لہذا اس کو کھو کو نہ آتی تھی نہ اس کی تار کی نے بعد ان کی روٹی بھیلنے کی قسم اس بات اور پیسے صلیح پر کھائی ہے جب کہ ان کے ہاتھ کو محسوس ہو جانے کی تار کی کے بعد وہ ہر اس کی پسند اور ناپسند جو وہاں ہوئی تھی۔"

اور سب کی قسم اٹھا کر کہتا تھا کہ میں نے تو کبھی اس طرح اپنی حق سوائے کو نہ دیکھا ہے۔ ان کے پاس اس کا ایک نسخہ تھا۔

پھر سب کی قسم لے کر کہہ دیا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔

پھر سب کی قسم لے کر کہہ دیا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔

پھر سب کی قسم لے کر کہہ دیا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔

پھر سب کی قسم لے کر کہہ دیا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔

۱۱۱۔ ایک نئی پرستش

پھر سب کی قسم لے کر کہہ دیا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔

پھر سب کی قسم لے کر کہہ دیا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔

انہترویں نوع (۳۹)

قرآن میں کون سے اسماء کنیتیں اور القاب واقع ہیں

قرآن میں انہترویں نوع میں کون سے اسماء کنیتیں اور القاب واقع ہیں۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام: ہم بشریہ کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے کہ آدم، فسق کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے حضرت شیث سے پوری بات یہ خبر معروف ہے۔ ابو بکر صغیر کے ساتھ کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے کہ آدم، فسق کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے حضرت شیث سے پوری بات یہ خبر معروف ہے۔

ابو بکر صغیر کے ساتھ کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے کہ آدم، فسق کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے حضرت شیث سے پوری بات یہ خبر معروف ہے۔ ابو بکر صغیر کے ساتھ کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے کہ آدم، فسق کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے حضرت شیث سے پوری بات یہ خبر معروف ہے۔

ابو بکر صغیر کے ساتھ کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے کہ آدم، فسق کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے حضرت شیث سے پوری بات یہ خبر معروف ہے۔ ابو بکر صغیر کے ساتھ کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے کہ آدم، فسق کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے حضرت شیث سے پوری بات یہ خبر معروف ہے۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام: اللہ تعالیٰ نے کہہ کر نوح کو پکارا گیا ہے کہ نوح، نوحیہ کہہ کر نوح کو پکارا گیا ہے حضرت شیث سے پوری بات یہ خبر معروف ہے۔ ابو بکر صغیر کے ساتھ کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے کہ آدم، فسق کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے حضرت شیث سے پوری بات یہ خبر معروف ہے۔

ابو بکر صغیر کے ساتھ کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے کہ آدم، فسق کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے حضرت شیث سے پوری بات یہ خبر معروف ہے۔ ابو بکر صغیر کے ساتھ کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے کہ آدم، فسق کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے حضرت شیث سے پوری بات یہ خبر معروف ہے۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام: ابراہیم کے ساتھ کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے کہ آدم، فسق کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے حضرت شیث سے پوری بات یہ خبر معروف ہے۔ ابو بکر صغیر کے ساتھ کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے کہ آدم، فسق کہہ کر آدم کو پکارا گیا ہے حضرت شیث سے پوری بات یہ خبر معروف ہے۔

[illegible][illegible]

(۲) حضرت امامائیں علیہ السلام : جو کئی کئی نسلوں کے گزرنے کے بعد ان کے گھر میں آج بھی ان کی یادیں زندہ ہیں۔ ان کی یادیں ان کے گھر میں آج بھی زندہ ہیں۔ ان کی یادیں ان کے گھر میں آج بھی زندہ ہیں۔

(۶) حضرت سحاق علیہ السلام : یہ سہو میں مبتلا تھے۔ چنانچہ ایک بار جب ان کے والدین نے ان کو سب سے زیادہ عزیز اور قیمتی چیز سمجھ کر ان کو اپنے پاس لے کر بیٹھایا تو ان کے والدین نے ان کو یہ بات بتائی کہ تم سب سے زیادہ عزیز اور قیمتی چیز ہو۔ ان کے والدین نے ان کو یہ بات بتائی کہ تم سب سے زیادہ عزیز اور قیمتی چیز ہو۔ ان کے والدین نے ان کو یہ بات بتائی کہ تم سب سے زیادہ عزیز اور قیمتی چیز ہو۔

(۷) حضرت یحییٰ علیہ السلام : باپ ماریہ میں ماں نہ تھی۔

[illegible]

کرچی لکھتا ہے کہ: ”یہ لکھ کر دیکھو تو اس کی حقارت کا اندازہ ہو جائے گا۔“ (مجموعہ داستانیں، ص ۱۰۸) اور یہ کہ: ”یہ لکھ کر دیکھو تو اس کی حقارت کا اندازہ ہو جائے گا۔“ (مجموعہ داستانیں، ص ۱۰۸) اور یہ کہ: ”یہ لکھ کر دیکھو تو اس کی حقارت کا اندازہ ہو جائے گا۔“ (مجموعہ داستانیں، ص ۱۰۸)

الابکۃ اور لیک: (فخو کلام کے ساتھ) تو رشیب کی جی کلام اور ان میں سے دوسرا ام شہید کلام ہے اور پہلا ام کرم (علاقہ) کلام ہے۔
 المعمر : قوم (اور) کے ساتھ شام کے اطراف اور اسی مغربی کنارے ایک ہے۔

لا حشاف : حضرت اور وہیں کے مائیں درگاہی پر ہیں۔ اس بلحاظ قلم لکھی جاسی جتھ سے روایت کی ہے کہ وہ مکہ شام کا ایک پہاڑ ہے۔
 طور سینا : دو پہاڑ ہیں جس پر سے موسیٰؑ کو ہادی تعالیٰ نے پکارا تھا۔
 لبحودی : یہ بحر عرب کا ایک پہاڑ ہے۔

طبری : ایک راوی کا نام ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے اس کی روایت ابن عباسؓ سے کی ہے۔ اسی راوی نے دوسرے طریقے پر
 ویرا کیا جتھ کی سے روایت کی ہے کہ اس راوی کا نام طبری ہی ہے جتھ نے اس کی روایت کے وقت طے کیا تھا۔ جس سے
 مروی ہے کہ وہیں نے کہا یہ راوی قطیف میں سے اس کو طبریؒ نے لے جایا کہ یہ بحر عرب مقدس کی کئی اطراف میں سے لکھی گیا ہے کہ یہ
 سرزمین الیہ کی ایک راوی ہے جو کہ دوسرے روایت کے ساتھ ملے ہوئی۔
 شکف : ایک پہاڑ میں تراشا جاگہ ہے۔

السرہم : ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کعب جتھ نے یہ بات بیان کی ہے کہ قہرمان تریہ کا نام ہے
 جہاں سے اس کو کعبہ لکھ لکھتے تھے۔ عقیق سے مروی ہے کہ اگر قہرمان ایک راوی ہے مسیح بن میر سے جی اسی طرح کا قول نقل کیا گیا ہے۔ جوئی کے
 طریق پر ابن عباسؓ جتھ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا اگر قہرمان ایک راوی ہے مقبان اور ایل کے مابین قطیف میں سے دوری طرف۔ قہرمان سے
 روایت ہے کہ قہرمانی کہا کہ اگر قہرمان اس کا نام ہے جس میں کعبہ (غار) واقع ہے۔ اس میں نون لکھ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا اگر قہرمان
 کا نام ہے (اصحاب کعبہ کے کتب کا)۔

العرم : ابن ابی حاتم نے عطاء سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عرم ایک راوی کا نام ہے۔

حد : طبری نے بیان کیا ہے کہ کم کو معلوم ہوا ہے کہ ایک قریہ کا نام عرب ہے۔ اس روایت کی تخریج ابن ابی حاتم نے کیا ہے۔

النصرہ : ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ "یہ ملک کن میں ایک سرزمین ہے اور اس کا نام کنی لکھا گیا ہے۔"

ق : ایک پہاڑ جو کن کے گروہ میں ہے (کوہ کاف) ہے۔

الحجر : کہا گیا ہے کہ یہ ایک سرزمین کا نام ہے۔

الطاعید : کہا گیا ہے کہ اس مقام کا نام ہے جہاں قوم ثور ہلاک کی تھی۔ اس میں دونوں باتوں کو انکار کرنے میں کیا گیا ہے۔

قرآن میں آخرت کے مکانوں میں سے حسب ذیل نام آئے ہیں

فردوس - جنت کی سب سے اعلیٰ جگہ ہے۔

جنتوں : کہا گیا ہے کہ یہ جنت میں سب سے اعلیٰ جگہ ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کتاب کا نام ہے جس میں دونوں جہاں سے صالح لوگوں کے
 اعمال تحریر ہیں۔

۱۔ جہاں گروہ سے روایت کیا گیا ہے جسے حضرت ابن عباسؓ نے لکھا۔ ۲۔ عام میں عام کیا۔ ۳۔ عام میں دونوں جہاں سے صالح لوگوں کے
 اعمال تحریر ہیں۔ ۴۔ عام میں عام کیا۔ ۵۔ عام میں عام کیا۔ ۶۔ عام میں عام کیا۔ ۷۔ عام میں عام کیا۔ ۸۔ عام میں عام کیا۔ ۹۔ عام میں عام کیا۔ ۱۰۔ عام میں عام کیا۔

ج۔ یہ تمام جہاں کا نام ہے اور ان میں سے کوئی جگہ ہے۔

[illegible][illegible][illegible]

کھتر ویں نوع (۱۷)

اُن لوگوں کے نام جن کے بارے میں قرآن نازل ہوا

اس نوع میں سے بعض قدیم کی ایک مروجہ لفظ تھی جس کے معنی دو کتاب قرعہ اور جہ (یعنی عقلمند اور جامع نہیں) اور اسباب نزول اور بہت کچھ ان کے متعلق کوئی خاص دلیل کرنے سے متعلق بہادر ہے۔

حضرت علیؓ کے حق میں نازل شدہ آیات

اسی نبی ماقم نے بات صبر بن چاہی تھی ہے کہ ہاں اسحاق بن مسعود بن ناقص عن عائشہ عن اسماء بن ابی بکر عن عبد بن وہب عن ابن عباس عن علیؓ نے کہا کہ قریش میں نہیں تھا ایسا نہیں کہ اس کے حق میں آیات نازل ہوئی جو علیؓ سے سوال کیا گیا کہ کہہ "بھرتی" سے حق میں آیا نازل ہوا ہے "انہوں نے باقولہ تعالیٰ: "وَمَا يَكْفُرُ بِهِ قَوْمٌ وَلَكِنْ يَكْفُرُونَ بِهِمْ" میرے حق میں نازل ہوا ہے۔

حضرت سعدؓ کے حق میں نازل شدہ آیات

انہی کی شہادت میں سے ایک حدیث وہ بھی روایت ہے جس کی تخریج احمد بن حنبل نے کتاب الآداب میں سعد بن ابی وقاصؓ سے کی ہے کہ سعدؓ نے کلمہ میرے بارے میں پڑھا تھا کہ نازل ہوا تھا

(۱) لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

(۲) وَوَدَّعَاكَ اللَّهُ وَجَدَّكَ

(۳) حُرِّمَتْ شَرْبُكَ آيَاتُ

(۴) مِيرَاتُكَ آيَاتُ

حضرت روقہؓ کے حق میں نازل شدہ آیات

اسی نبی ماقم نے روقہؓ کے حق میں آیات کی تخریج احمد بن حنبل نے کتاب الآداب میں سعد بن ابی وقاصؓ سے کی ہے کہ سعدؓ نے کلمہ میرے بارے میں پڑھا تھا کہ نازل ہوا تھا

قرآن کے فضائل

فضائل قرآن کی بہت حدیث

[illegible]

فصل اول - یہ احادیث جو علیؑ قرآن کی
تفسیرات میں آئی ہیں

[illegible]

دہلی۔ نرملہ تعلیمی مرکز۔ کی حدیث۔ سے مراد وہاں ماہرین کی ہے کہ ائمہ پاک نے نزولِ کتاب سے پہلے اور نزولِ حدیث کے بعد بھی جو کچھ فرمایا ہے اس سب سے قرآن عزیز کا محبوب ہے۔ ائمہ اور تابعین نے خود اور ان کی حدیث سے روایت کی ہے کہ جو صحابہ کرام پیش ہوئے کہ اللہ کی کوئی سورۃ نہ آئے گی تا جب ان کے پاس پرکھ کر فرشتہ کھانا لائے۔ یہ بات اور بار بار مذکور ہے کہ یہ روایت دینی الٰہی چیز کو اس کے پس نہیں آئے گی بلکہ یہاں تک کہ جس وقت وہ مسلمان ہو جائے وہ اس وقت اور فرشتہ بھی جی شہادت۔ سے ملے گا۔ ۲۱۰۔

حاکم و غیر حاکم پر مدعی مکرر ہے۔ فی حدیث: جوہریت کی ہے، انہیں ان کے حقوق پر حاکم بننے کی بجائے ان کے حقوق پہلوئوں کے ساتھ نبوت کا شہادت بن کر کفر کی ہے۔ اس پر وہی کفر کیجیگا جیسا صاحب قرآن کو یہ بات سزاوارتھ تھی کہ وہ یہود کو کفر سے روکنا چاہتے تھے۔ (بیٹ: ۱) میں سمجھتا ہوں کہ جوہریت کا (۱) نہ ہونے والے کے ساتھ جوہریت اور اس پر جوہریت کے ہونے والے کے ساتھ جوہریت بھی نہ ہونی چاہئے۔

اور آل عمران کو پڑھے گا وہ تائیدیں کے مزید میں لکھ دیا جائے گا۔ اور جسکی سے مرحوم علی بن کول سے روایت کی ہے کہ جو شخص ہمد کے آل سورۃ آل عمران پڑھے جو فرشتے اس پر رات کے وقت تک دعا سے رحمت کرتے رہیں گے۔

آیۃ الکرسی کی فضیلت میں وارد شدہ حدیثیں۔ مسلم نے قبلی بن شعبہ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ کتاب اللہ میں سب سے بڑا عظیم آیت آیۃ الکرسی ہے۔ اور قرآن اور احکام کے اجماع میں یہ آیت مروجہ روایت کی ہے کہ ہر چیز کا ایک حصہ (تنگنورہ) ہوا کرتا ہے قرآن کا تمام سورۃ البقرہ ہے اور اس سورۃ میں ایک آیت تمام آیات قرآن کی مراد ہے۔ وہ آیۃ الکرسی ہے اور رات میں الی اس قدر عمل ہر پرستی سے روایت کی ہے کہ افضل القرآن سورۃ البقرہ ہے اور اس میں سب سے بڑا عظیم آیت آیۃ الکرسی ہے۔ اور ابن عباس اور ابنی نے بھی روایت کی حدیث سے روایت کی ہے۔ جو شخص ہر ایک فرض نماز کے بعد یہ الکرسی کو پڑھا کرے اس کو نوں بخت سے کوئی چیز ناسخ نہ ہوگی۔ ہمد نے اس حدیث کی حدیث سے روایت کی ہے کہ آیۃ الکرسی قرآن کا ایک چار حصہ ہے (یعنی ثواب میں بھی قرآن کے برابر ہے)۔

سورۃ البقرہ کے خاتمہ کی آیتوں کے بارے میں : جو حدیثیں آتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

نہیں حدیث کے کما حقہ سند (جو کہ چھ اماموں) نے الی مسعودی حدیث سے روایت کی ہے کہ جو شخص ایک رات میں سورۃ البقرہ کے آخر سے دو آیتیں پڑھے اس میں جیسی آیتیں اس کے لئے کافی ہو جائیں گی۔ حاتم نے عثمان بن شریک حدیث سے روایت کی ہے کہ اللہ پاک نے آسمانی اور زمینی کے پورے عالم سے دو ہزار سال قبل ایک کتاب بھیجی تھی اور اس کتاب میں سے دو آیتیں نازل فرما کر سورۃ البقرہ کو ان ہی کے ساتھ ختم فرمایا ہے جس میں سورۃ البقرہ آیتیں پڑھی جائیں گی شیطان میں ان آیتیں گھر کے قریب نہ آئے گا۔

عبد اللہ عمر کی فضیلت میں وارد شدہ حدیث۔ بخاری نے عثمان بن عفان حدیث سے روایت کی ہے کہ جو شخص کسی رات میں سورۃ آل عمران کا آخر پڑھے اس کے حق میں تمام رات قیام کرنے کا ثواب لکھ دیا جائے گا۔

سورۃ الاحقاف کی فضیلت میں وارد شدہ حدیثیں۔ ابی داؤد نے ابن عمر بن الخطاب حدیث سے روایت کی ہے کہ سورۃ الاحقاف ہر آن کے ثواب میں ہے۔

مسح المسکون : یعنی سات ہائی سورتوں کے حق میں وارد شدہ حدیث یہ ہے کہ احمد بن حنبلہ نے اس حدیث سے روایت کی ہے جس شخص نے سب اللہ والوں کو حاصل کر لیا ہر کسی کو (برست عالم) ہے۔

سورۃ ہود : طبرانی نے الاسط میں ایک روایت میں اس حدیث کے ساتھ نقل کی ہے کہ ہر آیت ہود یا سب اللہ والوں اور علم یتیمہ کو ان کی ساری حق کو مل جائے گا۔

سورۃ الاسراء : کے آخر حصہ کے بارے میں جو حدیث وارد ہوئی ہے وہ احمد نے اس حدیث سے روایت کی ہے کہ قول تعالیٰ : وَفَرَّحْنَا بِكَ الْيَاسِينَ وَفَرَّحْنَا بِكَ الْيَاسِينَ وَفَرَّحْنَا بِكَ الْيَاسِينَ ۱۲۱ اور سورۃ یوسف آیت ۱۰۱ ہے۔

سورۃ الکہف : حاتم نے ابی سعید حدیث سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے روزِ جمعہ کو سورۃ الکہف پڑھی اس کو اس قدر نور عطا کیا جائے گا جو چار سو سال کے بعد آئے گا۔ ہمد نے ابن عمر بن الخطاب حدیث سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے سورۃ الکہف کے قول سے آخر آیتیں تلا کر لی ہوں وہ ہال کے گھر سے چند میں ہو گیا۔ اور احمد نے اس حدیث کی حدیث روایت کی ہے کہ جس شخص نے سورۃ الکہف کے قول کو روزِ جمعہ کی قرات کی تو اس کے سر پر تاجِ تقدیم پڑے گا۔ اور اس شخص نے

سورۃ تبارک : قس حدیث سے کہ خدا اور اسی جہان اور عالم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ جملہ قرآن کے آیتیں آیتوں کی سورۃ ہے اس نے ایک مرد کی یہاں تک شفا عت کی کہ وہ کھل دیا گیا۔ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بِنِعْمَةِ الْغُلْفَك" اور تبارک نے اسن مہار جہ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ یہی سورۃ "ہم اور مجھے ہے عذاب کبر سے نجات داتی ہے۔" اور عام نے لکھا عباس جہ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ "میں نے اس بات کو پہنچا کہ جو ایک مومن کے قلب میں "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" بنام خدا کی "ہم" اور "میں" نے وہ سورۃ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے ہر رات کو "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" پڑھ لی خداوند تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کو عذاب قبر سے محفوظ بنا دیتا ہے۔

سورۃ الاحقاف : ابو سعید نے اپنی حیرت روایت کی ہے کہ میں نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں سماعت میں سے فضل سورۃ کا نام بھول گیا ہوں۔" قلبی کی کتب سے لے کر کہا میں شاید کہ وہ نسخہ ہم پر رکھ دیا تھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "یہ ایک "میں" ہی ہے۔" سورۃ الضیعة : ابو جہر نے لکھا کہ میں نے اس کی تعلیم لڑائی الصبی کی حدیث سے مرفوع روایت کی ہے کہ "ابن عبد اللہ بن کعب" نے لکھا کہ میں نے اس کی قرات کو سنا کہ فرمایا "پھر میں نے بعد کو بھولت دو۔" ہم سے بھوکہ پنی حیرت کے لیے جب کہ اس کو بھولت میں نہیں بنا کہ لکھا کہ اس کی حدیث سے روایت کیا کہ وہ راوی ہر جا کے تھا۔

سورۃ الفرقان : تبارک نے اس حدیث سے روایت کی ہے کہ "اس شخص نے سورۃ الفرقان کو پڑھا میں نے کہ اس نے سورۃ قرآن کے محال ہو جائے گی۔"

سورۃ العنکبوت : ابو سعید نے اس حدیث سے روایت کی ہے کہ فرقان سے سورۃ فرقان کے محال ہے اور العنکبوت سے سورۃ فرقان کے محال ہے۔

سورۃ النہال : اس حدیث سے روایت کی ہے کہ میں نے اس حدیث سے روایت کی ہے کہ "ابن عبد اللہ بن کعب" نے لکھا کہ میں نے اس کی قرات کو سنا کہ فرمایا "پھر میں نے بعد کو بھولت دو۔" ہم سے بھوکہ پنی حیرت کے لیے جب کہ اس کو بھولت میں نہیں بنا کہ لکھا کہ اس کی حدیث سے روایت کیا کہ وہ راوی ہر جا کے تھا۔

سورۃ النہال : تبارک نے اس حدیث سے روایت کی ہے کہ "ابن عبد اللہ بن کعب" نے لکھا کہ میں نے اس کی قرات کو سنا کہ فرمایا "پھر میں نے بعد کو بھولت دو۔" ہم سے بھوکہ پنی حیرت کے لیے جب کہ اس کو بھولت میں نہیں بنا کہ لکھا کہ اس کی حدیث سے روایت کیا کہ وہ راوی ہر جا کے تھا۔

سورۃ النہال : تبارک نے اس حدیث سے روایت کی ہے کہ "ابن عبد اللہ بن کعب" نے لکھا کہ میں نے اس کی قرات کو سنا کہ فرمایا "پھر میں نے بعد کو بھولت دو۔" ہم سے بھوکہ پنی حیرت کے لیے جب کہ اس کو بھولت میں نہیں بنا کہ لکھا کہ اس کی حدیث سے روایت کیا کہ وہ راوی ہر جا کے تھا۔

سورۃ الاحقاف : ابو سعید نے اپنی حیرت روایت کی ہے کہ میں نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں سماعت میں سے فضل سورۃ کا نام بھول گیا ہوں۔" قلبی کی کتب سے لے کر کہا میں شاید کہ وہ نسخہ ہم پر رکھ دیا تھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "یہ ایک "میں" ہی ہے۔" سورۃ الضیعة : ابو جہر نے لکھا کہ میں نے اس کی تعلیم لڑائی الصبی کی حدیث سے مرفوع روایت کی ہے کہ "ابن عبد اللہ بن کعب" نے لکھا کہ میں نے اس کی قرات کو سنا کہ فرمایا "پھر میں نے بعد کو بھولت دو۔" ہم سے بھوکہ پنی حیرت کے لیے جب کہ اس کو بھولت میں نہیں بنا کہ لکھا کہ اس کی حدیث سے روایت کیا کہ وہ راوی ہر جا کے تھا۔

میں ایک شخص تھا جس نے اور روزِ غزوہ میں اس کے پاس خط لکھا تھا اور دریافت کیا کہ تم کو یہ رہائش کس سے ملی ہے؟ میں نے کہا ایک شخص نے
 یہ پا جو کہ بعد میں تھا اور میں ابھی وہاں جا کر اس سے ملا اور دریافت کیا کہ اس سے یہ رہائش کس نے دی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اس سے یہ رہائش
 اسے یہ رہائش مقام مبارک کے ایک شخص سے ملی ہے۔ اور میں ابھی اس شخص کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں نے اس سے یہ رہائش کا نام
 دریافت کیا تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک مکان کے اندر لے گیا یہاں صوفیوں کی ایک جماعت تھی اور ان میں ایک شخص تھا۔ میرے ساتھی نے
 اس کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ صوفیوں کا ایک شخص ہے۔ میں نے اس شخص سے استفادہ کیا کہ یہ شخص آپ سے یہ رہائش کس نے دی ہے؟
 میں نے اس سے جواب دیا کہ میں نے اس سے یہ رہائش کچھ نہیں سنی ہے۔ میں نے اس سے یہ رہائش کس نے دی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اس سے یہ رہائش
 دیکھا۔ میں نے اس سے یہ رہائش کس نے دی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اس سے یہ رہائش کس نے دی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اس سے یہ رہائش
 خیر و رائے کی سہ ماہی تقسیم کرنے میں ہمارے مشاغل کی کمی ہے۔ اس لیے اس سے یہ رہائش کس نے دی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اس سے یہ رہائش

نہ دیا بھی ملتا ہے، اور اس کی کتابت کے لئے راجہ سے کوئی عبارت نہ ذکر ہے۔ چنانچہ انگریزوں کی قرائت اور ان کا نسخہ اور موازنہ قلمی ہی قرائت کا نسخہ کا قلمی ہی ان کے لئے نہ ہوتا ہے۔ لیکن ان کے نسخوں سے اسناد اور خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کا اہتمام و صلہ کرتا ہے ان کے خط و کتابت سے عبارتوں انہی ملتی، اور ان کے نسخے کو کتب خانہ سہیل میں خدا تعالیٰ کا ذکر اس کی بڑی تر سند کے ساتھ و کتب خانہ کے ساتھ ملتا ہے۔ اور اس کے ذکر کی تفصیلات اور کتابت سے اس کو کتب خانہ میں ملتا ہے۔

جس میں حال آیات تحریر کی گئی تھیں۔ یہ کسی عہد کی اقامت (تاکت) نہیں جانتا، واقع نہیں ہوتی کہ اس کی عہد سے مصلح عہد خود
میں سے ہے۔ پھر اگر فی الحال، یا کسی زمانہ میں قورقہ، یا کل اور زور سے اس کی حق کرتے ایسے سے کہ اس کے حالات اور اصل داؤں یا توں سے
تعلیق دینی ہو، یا ہے اور دیگر کتب نہ کوہ میں یہ صفت نہیں ہے اور ثواب کا حصول بحسب تراءت سے ہی قرار دئے ہے۔ یہ بحسب قراءت اُن
کتب کے یا نہ کہ تین الفاظ کی حیثیت سے ہی معلوم ہے کہ اُن کی بابت ہے دو صورتیں زور و جہت میں اور ان کا انجاء، جہم الظلم کے لئے جہت
میں ظلم و صرف اُن میں صحت میں اور ان کی جہت میں ان الفاظ کے سوا دوسرے امور تھے۔ اور یہ قول بھی کوہ کرتے سے ان کے قول کا نظیر ہوگا اور
کبھی اپنے سوا کوہ کی صورت سے نظلم اور ان کے کہ جاتا ہے کہ انہیں پاک بنے اس شخص کی صورت کی قراءت کوہ عرب بنے اس کے سوا
صورت کے کوہ اور نہ چندوں میں سے انہیں صحت کے قراءت کرنے کے معانی ہوتے ہیں اور اس کو اس قدر ثواب کا سوا ہے کہ کوہ بنے جو کہ
اور اس کی صحت کی قراءت سے حاصل نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ معنی اس کی بھی ہے۔ یہ کسی صورت کو اس مقدار تک پہنچا دینا یا نہ پہنچا دینا ہے۔
اور اس کی مثال یہ ہے کہ کسی طرح ایک کوہ کو دوسرے کوہ سے اور ایک کوہ کو دوسرے کوہ سے ملنے سے اس معنی کے شخص کا جہت کی قراءت یا
یعنی میں عبادت کرتا اس کے علاوہ دوسرے دن میں عبادت عبادت کرتے یا افضل سے اور اس دن یا اس میں کوہ کا مصلح ہونے یا نہ ہونے اور
کوہ اور میں کوہ کی قراءت کی صفت کا سوا ہے جو جس طرح کوہ (مرکز) اور کوہ (مرکز) میں سے افضل کہنے کا یا نہ کہنے کا
مرکز کی حد میں وہ صفت کا کوہ کہنے جاتے ہیں۔ اور اس کے سوا دوسری جگہوں میں کوہ نہیں ہوتے۔ اور وہ تمام میں کوہ جہت سے کوہ ثواب اور اس
میں سے بعض صفت کا کوہ ہے۔

سورة الفاتحہ کے بخور و قرآن پر مشتمل ہونے کی توضیح

[illegible][illegible]

۱. مراۃ کی توضیح

۱۔ ہم فرمیں کہ قرآن کا قول ہے کہ "تم قرآن سے صرف چار سو روپیہ کی تقویٰ (قرآن پڑھنا اور کتابت کرنا) تصور کرو۔" (۱) انبیاء۔ (۲) ملاح (۳) آجہ در (۴) عہد احمادی کے لئے لکھتے ہوئے روایت کا ثابت کرنا۔ (۵) انہما قرآن کریم کی کتابت فرماتے ہیں۔ (۶) انہما قرآن کریم کی کتابت فرماتے ہیں۔ (۷) انہما قرآن کریم کی کتابت فرماتے ہیں۔ (۸) انہما قرآن کریم کی کتابت فرماتے ہیں۔ (۹) انہما قرآن کریم کی کتابت فرماتے ہیں۔ (۱۰) انہما قرآن کریم کی کتابت فرماتے ہیں۔

دولت کرتے ہیں کہ ایک قریب باغی خدایتوئی کی خدایتوئی ہے۔ اور قولہ تعالیٰ: **يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ** ۱۲ آخر سورة قضا حق کے وعشات اور نبوتوں پر دلالت کرتا ہے۔ پس جب کہ قرآن کا سب سے بڑا مستند یہ علیا و ابیہ علیہ السلام پر غلبہ خانہ ہے۔ لہذا اس کا نام ہم اقرآن و کما ہے۔

قاضی بیضاوی کی توضیح

[illegible][illegible][illegible][illegible]

غزالی نے کہا ہے ”قرآن سے جو عقائد ہیں جن پر متعدد مسلمان ہیں، ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن پر ایک عوامی رائے کی غریب جیسا کہ سورۃ النجم (آیات ۱-۲) میں مذکور ہے، ان کے ساتھ قرآن میں خلاف امتداد ہوا ہے۔ دوسری صورت مستحکم کی تعریف اور اس کا نفی اس میں تقریباً کر دی گئی ہے۔ دوسری صورت یہ کہ قرآن کی طرف واضح جانے کے وقت جو اس کو بیان کیا اس کی تعریف اور رد و حال آخرت کے نام سے ۳۳۳ میں بیان کیا اس کی طرف مبالغہ کی نوع ملذذین سے امتداد ہوا ہے۔ دوسری قسم کے جن مقامات پر قرآن نے بیان کیا ہے۔

(۱) مطہر مرقوں کے حامل کی تعریف جیسا کہ اُٹس کی جانب قولہ تعالیٰ "ثُمَّ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ" کے ساتھ اشارہ ہو رہا ہے۔

۴) چاند (الٹا کر کے دولے) لائٹوں نے اقبال کی حکایت اور اوس کی طرف "طعن و تہنیت" نہ کرنا چاہئے۔ اس کے ساتھ اشارہ ہوا ہے۔

(۳) ”مستہ کی منزلوں کی تخریب میرا کمال ہے تعالیٰ“ بقاء ملک و مذاہب منجبی“ سے اس کی لطیف تلمیح ہو رہی ہے۔

ابو یہ اپنے فہم کے ہمدری حدت میں دوشت قرآن کے معادس ہونے کے ہمعنف کہہ بھی مٹائی نہیں چا پتی ہے۔ اس لیے ایک بعض حہا نے اس کی توجیہ جیسا مرامی ہے کہ قرآن عظیم کی دلالتیں بلا طاقت ہو کر تھی ہے۔ یا بعضیں یہ بال التزام بغیر موطقت کے۔ اور یہ سہرہ حق م مقاصد قرآن کی تفہیم و التزم کے ساتھ اپنے موطقت کے۔ کالات کرتی ہے بقولہ کیوں دلوں دلاتیں نملہ تین دلاتیں کے موطقت ہیں۔ پس یہ سورہ دوشت قرآن کے موطقت ہیں کہ اس بات کو کر کر تھی یہ شرح فقیر یہ مکر و مکر ہے۔

۱. $\frac{1}{x^2} = x^{-2}$ ۲. $\frac{1}{x^3} = x^{-3}$ ۳. $\frac{1}{x^4} = x^{-4}$

سورۃ الفاتحہ اور آیۃ الکرسی سیدہ کیوں کہلاتی ہیں؟

فرمانے لگا ہے "آیۃ الکرسی کے تمام آیتوں کی سردار ہونے کی محض یہ وجہ ہے کہ وہ فقط اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال پر مشتمل ہے اور اس میں اس کے سوا کوئی اور بات نہیں ہے۔ اور اسی بات کی معرفت علوم میں انتخابی اور دعوت ہے جو اس کے اسرار و معنی ہیں وہ سب اسی کی تابع ہیں۔ اور سہا سہا معجزہ کا نام ہے جو کہ قدم ہوتا ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ کا قول "اللہ ذات کی طرف اشارہ ہے۔ "لا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" جو حیرت انگیز بات کی جانب اشارہ ہے۔ "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ" ذات کی صفت ہوا اس کے چال کی طرف اشارہ ہے کیونکہ قوم کے معنی ہیں وولات جو کہ قائم رہے ہوئی ہے جو ہوا اس کے غیر اسی کے ساتھ قائم ہوا کرتے ہیں۔ اور بات چال اور نعمت کی عادت ہے۔ "لَا تَاْتُهُ دُخَانٌ اَوْ غُومٌ" اسی ذات کی تزیین اور ان حوادث کے اسلاف سے اس کی نقل میں ہے جن کا ذکر اس پر حال سمجھا جاتا ہے۔ اور حال بھی جانے والا آیتوں یا مخلوق سے ذات واجب تعالیٰ کی یا کائنات پر معرفت کے اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ "لَمْ يَكُنْ لِهَيْبَةِ شَيْءٍ وَ تَاْتَا فِي الْاَنْفُسِ" تمام افعال کی طرف اشارہ ہے اور اسی بات کی طرف بھی کہ وہ سب افعال یا ذات سے پیدا ہوئے اور اسی جانب واقع ہوا کرتے ہیں۔ "مَنْ يَرْجُوْا فَاَنْتَ يَنْفَعُ بَعْدَ اَزْدَادِهِ" اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ ذات پاک ملک، عظم ہر دم کے ساتھ مندرج ہے اور یہ بعض شجاعت کا ایک وجہ ہے یا ذات پاک کے اس کو مرتبہ شجاعت کا سر لاوے کرنے اور شجاعت کا علم دینے کے سبب سے اس کا کمال ہوا کرتا ہے اور یہ بات اس ذات پاک سے علم دار امر کے دماغ میں حرکت کی گئی کرتی ہے۔

"مَنْ يَلْمِزْ مِنْهُمْ شَيْئًا يَلْمِزْ لِنَفْسِهِ" نافونہ یعنی خدا، صفت علم بعض مخلوقات کی تفصیل اور ایسے افراد مطلقہ کی جانب اشارہ ہے کہ اس کے غیر کسی طرح کا علم حاصل ہی نہیں ہو سکتا اور علم جو کہ اس ذات پاک نے کسی قدر الٰہی مشیت اور ارادہ کے مظاہر کیا ہے۔ "وَبِشْمِ غَيْرِ ذِي قُوَّةٍ رَّجِعُكُمْ اَوَّلَ بَاسٍ" اس ذات اقدس کے ملک کی نعمت اور اس کے کمال کی قدرت کی جانب اشارہ ہے۔ "لَا تُسْأَلُ عَنْ حَقِّهَا" صفت قدرت اس کے کمال اور اس کے ضعف اور نقصان سے تزیین کی طرف اشارہ ہے۔ "وَبِشْمِ غَيْرِ ذِي قُوَّةٍ رَّجِعُكُمْ اَوَّلَ بَاسٍ" اس سے صفات کی وجہات عظیم و اشدان اسطران کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ جیسا جب کہ تم ان معانی پر غور کرو گے اور پھر ان کو نظر چال دیکھو گے اور اس کے بعد قرآن کی ساری آیتوں کی تلاوت بھی کر گئے تو ان سب باتوں کو کسی ایک بات میں جمائی طور سے ہرگز موجود نہ پاؤ گے، کیونکہ ذات کریم "سُبْحٰنَہٗ ذَا جَلَالِہٖ اَوْہٰی" میں جو چیز تہ کے اور کوئی بات نہیں ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں بھی محض توحید اور تفریق میں آئی ہے۔

اور فِی السَّعٰی مِلٰکَ فِی السَّعٰی علی افعال ہیں اور سورۃ الفاتحہ میں اگرچہ یہ تینوں امور جو ہیں لیکن ان کی تشریح نہیں کی گئی ہے بلکہ وہ روح کا اعانہ پروردگار کی گئی ہے۔ مگر آیۃ الکرسی میں ہر سہ امور نکلا اور تشریح کے ساتھ دئے ہیں اور اسی کے قریب قریب ان باتوں کو بامعنی کر لینے میں سورۃ البقرہ کا آخر اور سورۃ طہ کی آغاز میں ہے مگر بات یہ ہے کہ وہ دونوں متعین ہیں اور آیۃ الکرسی صرف ایک ہی آیت ہے۔ البقرہ میں وقت تم آیۃ الکرسی کو ان آیات میں سے کسی ایک سلسلہ آیات کے ساتھ متبادل کر کے دیکھو گے تو آیۃ الکرسی ہی کو تمام تمام کی چوری طرح پتہ اور بہت زیادہ روش کرنے والی پاؤ گے۔ اور اسی وجہ سے وہ سب باتوں پر بابت (سر اداری) کی متعلق ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس میں "قَسْرٌ لِّقُوْمٍ" کیسا اسوجہ ہے جو کہ اس معنی میں ہے اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔ ابھی کلام انفرادی۔

پھر انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ الفاتحہ کے بارے میں افضل اور آیۃ الکرسی کے حق میں سیدہ اس لئے کہا ہے کہ اس میں ایک عازمہ اور دوزخ ہے کہ فضل کے اقسام اور اس کی کثرت و نوع کی جامع چیز کا نام افضل رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ فضل کے معنی ہیں زیادتی اور افضل کے معنی ہیں زیادہ اور دوزخ (سر اداری) اس میں شرف کے رسوخ کا نام ہے جو کہ معجزہ بننے کا شخصی اور تابع ہونے سے محروم کرنے والا ہے۔ اور سورۃ الفاتحہ کثرت معنوں اور مختلف معارف پر مشتمل کرنے کی جھڑکن ہے اس واسطے افضل ہوئی۔ اور آیۃ الکرسی کا شمول اس عظیم اقدار معرفت پر ہے جو کہ مقصود اصلی اور اس طرح کی مستعار ہے کہ تمام مہارف اس کے تابع ہو کر آتے ہیں۔ لہذا اس کو سید (سر دار) کا نام ملا ان ترغیب۔

اور میں نے ابرہہؓ سے کہا کہ مٹ سے جو تم کو ملے، پت لے لے۔ اور آئیں اس کی پیش کردہی، خواہ آج ہی، اور غنہ، جی، اور وستی، خواہ خدا تعالیٰ کو محبوب نہ ہوں مگر سے ہیں، اور دوسرا عالمہ کے خیر کی آ آج رہیں۔

قرآن ادا ہونے کی دعا

[illegible]

سہاری کے جانور کو کا جو کرنے کی ترکیب

اور ان کے کتاب الدعوت میں اس بات پر گواہی ہے کہ ان کے لئے جس وقت تم میں سے کسی شخص کی سلامتی یا فلاح ہو تو انہیں بخیر و برکت سوری کیا جائے۔ ترک کرنے کے باعث شرمناک اور بدنامی کر دینے کے لئے اس پر پہنچ کر کہ یہ بات ان کے دونوں کانوں میں پہنچ کر اور ان کے اعتراف اور اقرار کے ساتھ کہ ان کے لئے دعا کی جائے۔

تجلی کے وقت کی :

[illegible]

جہانگیر سوار ہوئے کی دعا

[illegible]

جہاں وہ کھڑے

اور اس حاکم نے نہایت سے روایت کی ہے جس سے لگتا ہے کہ وہ ایک عوامی شخصیت یا اس سے متعلقہ رہتے ہیں اور نہ ایک ولیست
جس سے وہ صرف شراہم کو پائے اور جو وہ اپنی بارونے بارے سے متعلق ہے۔ مگر یہ ایک عوامی شخصیت یا اس سے متعلقہ رہتے ہیں اور نہ ایک ولیست
جس سے وہ صرف شراہم کو پائے اور جو وہ اپنی بارونے بارے سے متعلق ہے۔ مگر یہ ایک عوامی شخصیت یا اس سے متعلقہ رہتے ہیں اور نہ ایک ولیست
جس سے وہ صرف شراہم کو پائے اور جو وہ اپنی بارونے بارے سے متعلق ہے۔ مگر یہ ایک عوامی شخصیت یا اس سے متعلقہ رہتے ہیں اور نہ ایک ولیست

چوری سے امان کا ذریعہ

اور الصوابی نے کہنے کا نہیں بلکہ اس حدیث سے روئے عام روایت کی ہے کہ یہ آیت چوری سے موجب امان ہے۔
 "قل ادعوا الی اللہ وادعوا الی الرحمن" - "خبر سورت" اور بخیر کے کتاب الدعوات میں اس حدیث سے روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص
 بندہ پر اہل مال یا مالداروں میں سے کوئی شخص فرماے اور وہ بندہ "نصف اللہ لا فوۃ بقی اللہ" کہہ کر خود اس اہت کے بارے میں بجز
 موت کے اور کوئی اہت نہ دیکھے گا۔

صحیح وقت پر جانے کی دعا

امری نے مودعین الیہا یہ کے طریقہ پڑھ کر مجلس سے روایت کی ہے اس نے کہا جو شخص سورۃ النہل کا آخری آیت سے پڑھے گا وہ
 رات کے نکلاں گئے اٹھ بیٹھے تو ضرور کسی اہت پیدا ہوگا "محدث کہتا ہے کہ ہم نے اس کو زیادہ دیکھا ہے پلایہ تری اور ہم نے سعد بن
 ابی وقصہ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ وہ انہوں نے جب کہ وہ مجلس کے پہلے میں تھے اس وقت یہ دعا کی تھی "لا جہ إلا انک سبحانک
 ایہی خلقتہ" کوئی مسلمان شخص بھی اس دعا کو پڑھے گا کہ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔ یہی روایت ابن ابی کبیر کے
 نزدیک میں آئی ہے یہ دعا میں ایک ایسا کلمہ ہے جو انہوں نے اسے کوئی اہت نہ دیکھے گا کہ اس کی مسیت نہ ہو اور جانے کی دعا کا یہ یہ
 بخاری میں ہے۔ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ خَشِیْتُ مِنْ لَحْظَکَ الدِّیْنَ"۔

بخاری میں اس کی اور وجہ ہے اس حدیث سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک جملہ (مریض) کے کھان میں (کوئی آیت) پڑھی تو
 وہ فوراً چھا ہوا رسول اللہ ﷺ نے اس سے روایت کیا کہ تم نے اس دعا کے دونوں کانوں میں کیا پڑھا تھا اس کا مسودہ لے کر جواب دیا
 "مَنْ شَرَفَ لِحْدَیْہِمْ لَمْ یَسْلُکْہُمْ خَمْسًا"۔ "خبر سورت"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص یقیناً وہی اس کو کسی پہاڑ پر چڑھ کر ازم کرے
 بے شک وہی پہاڑ بھی اُٹھ جائے گا"۔ وہی اور ابوشامہ ابن جابر نے اپنی کتاب اللہ کی میں لکھا ہے کہ حدیث سے روایت کی ہے کہ
 "کوئی شخص دعا پڑھے کہ اس کے دس سورۃ شمس پڑھی جائے مگر یہ کہ اللہ پاک اس پر (تفسیر و تفسیر) آسانی فرمادے"۔ اس کی دعا نے اہل
 لکائی میں مصلحت نہ دیر۔ حدیث کی حدیث سے روایت کی ہے کہ "جو شخص سورۃ یس کو کسی حاجت کے لئے پڑھے گا اس کی وہ حاجت ضرور
 پوری کر دی جائے گی"۔ اور اس حدیث کی شہادت ایک اور مسئلہ حدیث دانی کے پاس بھی ہے اور متعدد کتب میں لی حضرت محمد بن علی سے مروی ہے کہ
 "جو شخص اپنے قلب میں کسی حاجت کو سمجھ کر پڑھے اسے چاہئے کہ ایک کلمہ میں زعفران اور کباب سے سورۃ شمس کو لکھ کر پڑھے"۔ اور اس
 اور اس نے سعد بن جبیر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک دیوانہ کو پڑھ کر ازم کر دیا کہ وہ اچھا ہو گیا۔

اور اس روایت نے بھی اس کی کچھ سے بھی روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ جو شخص صبح کو سورۃ یس میں پڑھے گا وہ شام تک فرحت اور
 مسرت سے رہے گا اور جو شخص اس کو شام کے وقت پڑھے گا وہ صبح کو شہادہ ملے گا۔ ہم سے یہ بات اس شخص نے بیان
 کی ہے جو اس کا تجربہ کر چکا ہے۔ بخاری نے ابویزید جہد کی حدیث سے روایت کی ہے کہ "جو شخص سورۃ دھن کو پڑھے اور سورۃ کافر کا آغاز
 قرآن "یٰ زینب الخیر" تک اور آیت انکری بوقت شام پڑھے گا وہ صبح کو شہادہ ملے گا اور اسے یہی امر صحیح ہو کہ بوقت پڑھ
 نے کافر شام تک محفوظ رہے گا۔"۔ وہی نے اس حدیث کی روایت اس لفظ کے ساتھ کی ہے کہ "ان کو کوئی کلمہ نہ پڑھائے گا"۔

خاتمہ سے بچنے کے لئے سورۃ انوار

بخاری اور احمد نے اس حدیث کو اس حدیث سے روایت کیا ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورۃ انوار پڑھے گا اس کو
 کبھی قاتل کی آفت میں مبتلا نہ ہوگا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

[illegible]

ابو ذرؓ کے تین بیوی تھیں۔ سے روایت ہے کہ انہوں نے کیا (خود اپنے منہ میں کچھ کہی ہو) کہ وہ اپنے آپ کو قوی کہہ کر ان کے خلاف روایاں (توڑتا)۔
 وہ مکران، خضار و غیرہ کے شہر بنے۔

تَحْصِیْمِ کَالِ اَمَلَات

اور ہم ان کے علیحدہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پاس سے چھوٹ کر فرار کیا۔

مذہب و اُمت سے چھٹاڑ چھوٹک

اور پھر وہ پہلی بار اپنی ہر سو کرتے انہیں دیکھا۔ یہ سے راہیہ کی ہے نہ بھی جڑ سے جڑ کے اور کسی چیز کے ساتھ تھکا چڑھت
نہیں کر کے تھے۔ اور تھکا چڑھنے کی وجہ سے وہ بھی تھکا چڑھ گیا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے اپنے گھر گئے۔
ملاقات کے بعد اس نے وہ وقت تک سوچا کہ کیا کرتے تھے۔ جب یہ سوچیں تو انہیں تو سب بھڑنے لگے۔ ان کو محکمہ کی طرف سے ہر
چیز سے بے خبر رہا۔

۱۰۰ کے ہمسائے سے نجات دے گا طر ایہ

[illegible]

تنبیہ : قرآن کے ذریعہ جہازِ نبوت کے دوازہ رحمت

ہمیں انہیں سے خبر ہے اس لئے وہ تو جی کے اس میں سے بھاڑ چھوٹ کر تڑپ رہی ہو گی کہ یہ ہے جسے اس وقت کہہ رہے ہیں کہ اس کی طرف سے ہرگز کوئی خبر نہیں ہے۔

مخلص کے پاس ایک مصحف نہایت باریک کلم سے لکھا ہوا دیکھا تھا اور انہوں نے اس بات کو نہ خیال کر کے اس آوی کو جس الی سزا دی تھی۔ اور کہا تھا کہ کتاب اللہ کی تحظیم کرو (یعنی اسے بڑی سی بنا کر رکھو) اور عربیہ کا دستور تھا کہ جب دو کوئی بڑا مصحف دیکھا کرتے تھے تو بہت خوش ہوتے۔

عبدالرزاق نے غلطی سے روایت کی ہے کہ ان کو چھوٹے چھوٹے صحائف پائندہ ہوتے تھے۔ ہر وہ بیوی بے غلطی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کسی چھوٹی چیز میں قرآن شریف کا کٹھا ہوا پائندہ نہیں کیا۔ ابویہ اور یحییٰ نے کتب شعب الایمان میں اپنی مکتبہ جدیدی سے نقل کیا ہے کہ اس نے زبان کیا تھا جس میں طرف اس حالت میں جو کر کے جب کہ میں مصحف کو لکھ رہا تھا غلطی سے نے فرمایا "اے علم کلمہ کی کرتے" میں نے قسم پالی کہ خط نہ کھڑا اور پھر لکھنے لگا اور اس بات کو معاذ کر کے غلطی سے نے فرمایا کیا "یہ اس طرح تو اس کو حضور تا عیسا کو اللہ پاک نے اسے حضور دیا ہے۔

بسم اللہ لکھنے کا طریقہ

اور یحییٰ نے غلطی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا "ایک شخص نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تلاوت نہایت بنا کر اور سنوار کے کی تھی اس لئے اس کی محفرت ہو گئی" اور یحییٰ نے تاریخ یعقوبی میں ہر ابن قتیبہ نے کتب الصحاف میں بیان کے طریق پر اس سے مراد فرمایا ہے کہ اس شخص نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو تحریر (خوب سنوار کر) کے ساتھ لکھا بعد اس کی محفرت کر دے گا۔ اور ابن قتیبہ نے عربیہ عبدالعزیز سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے علم کو یہ قرآن تحریر کیا تھا جس جنت میں سے کوئی شخص بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ لے اس کو چاہے کہ "الرحمن" کوہ کے ساتھ لکھے۔ اور زید بن ثابت سے روایت کی ہے کہ "دوسم اللہ الرحمن الرحیم کو اس طرح لکھ کر دیکھتے تھے کہ اس میں سین (یعنی سین کے ادا نے یہاں نہ ہوں)۔"

اسی راوی نے بڑے ذہن سے غلط کیا ہے کہ محمد بن معمر سے روایت کیا ہے کہ محمد بن معمر نے غلطی سے نام ایک خط لکھے ہوئے اس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بغیر سین کے لکھا تھا اس لئے محمد بن معمر نے اس کو تازیانی کی سزا دی۔ اور کسی نے کہا اس کا سب سے سوال کیا کہ تم کو میرا مولا سین نے سزائے تازیانی کیوں دی تھی؟ تو اس نے فرمایا کہ ایک سین کے بارے میں اذیانس کا یہ پڑھا ہے "اور حق بنی اسرائیل کی نسبت بیان کرتا ہے کہ وہ بسم اللہ کے حرف باکی ہم تک کشش کر لے جانے کے ساتھ سین کی کتابت پائندہ کرتے تھے، (یعنی بغیر دعائے سین کی کتابت و تحریر دہانے تھے)۔

ابن ابی داؤد نے کتاب الصحاف میں بیان میں یہ روایت کی ہے کہ وہ مصحف کو اس طرح پائندہ کرتے تھے کہ اس کے حرف کو پورا پورا کشش کر کے یا مصحف کے لکھا جائے۔ اور کسی نے اس کی یہ پوری بات کی تو راوی نے کہا کہ اس میں ایک طرح کا نقص ہے اس لئے انہوں نے اس کو کھڑا کیا۔ اور قرآن کی کتابت کسی شخص سے کے ساتھ نہ کر دے، لیکن اس سے تقریباً قرآن کا قلم لکھا جاتا ہے جیسا کہ غلطی سے کیا ہے۔ اور ابویہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ نبی زید بن ثابت سے روایت کی ہے کہ ان کو کوئی نے اس وقت کو کھڑا دہانے سے لکھنے کے ساتھ قرآن کی کتابت نہ کر و قرآنی ہے)۔

اور ابی داؤد نے ان سے روایت کی ہے کہ ان کے روز سے ایک مصحف گھر کو کر سونے سے آراستہ دیا گیا تھا تو انہوں نے کہا "مصحف کو میری سب سے اعلیٰ چیزوں میں سب سے اعلیٰ چیز اس کی حد سے جو کہ حق کے ساتھ دہانے سے صاحب بخفی شوائی نے کہا ہے کہ قرآن شریف کی آستانت احوال، یا اہل اور بھڑوں پر سخت مکر وہ ہے اس واسطے کہ یہ یکتا میں پائال ہوا کرتا ہے اور ابویہ نے عمرو بن عبدالعزیز سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "قرآن شریف کو کسی جگہ نہ لکھو جہاں وہ پائال ہو۔"

ن۔ کیا قرآن شریف کی کتابت غیر عربی خط میں جائز ہے؟

ج۔ قرآن شریف نے کہا ہے کہ اس نے اس بارے میں کسی عالم کا کوئی کام نہیں دیکھا ہے مگر وہ لکھتا ہے کہ اس بات میں جواز کا احتمال ہے کیونکہ جو شخص قرآن شریف کو عربی زبان اور خط میں پڑھتا ہے وہ اس کا بھی طرح پڑھتا ہے۔ گھر والوں کی کتابت اس طرح قرآن شریف قریب و دُور کی سطح ہوگی۔ یہی فرقہ ان کی فراست و غیرت پر مبنی ہے۔ وہ اس کے تصور میں اس کی ایک جگہ پر کچل رہا ہے کہ تعلیم و تہذیب دونوں اس سے ایک زبان ہے۔ (یعنی کتابت اور قراءت زبان کی دو قسموں میں سے ایک قسم (کتابت) اچھی ہے، اور اہل عرب جو عربی کلم (خط) کے کسی دوسرے کلم (خط) کو لکھتے چاہتے ہیں اور قرآن شریف کے بارے میں قرآن نے فرمایا ہے "یفسخ حروفہ"۔

فائدہ : مصاحف کو صرف مصرعی لکھئے

ابن ماجہ اور ابن ابی شیبہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا عبد اللہ بن عمر نے فرمایا ہے "مصحف کو بحر مصرعی (قبیلہ مصر کے عربی) کے عربی لکھئے۔ ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ، (ابو داؤد) کہتے ہیں کہ یہ قول لغات (زبانوں) کے لحاظ پر نہیں ہے۔

مسئلہ : مصحف میں نقطہ لگانے اور اعراب دینے چاہئیں یا نہیں؟

اس بارے میں اختلاف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے مصحف میں نقطوں اور اعراب و ابجد اور مدنی نے عبد الملک بن مروان کے حکم سے لکھا تھا۔ ایک شخص میں اس امر کی اہمیت امام حسین عریضی اور یحییٰ بن عمر کے لئے مخصوص کی جاتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے یہ کام نصر بن عاصم لٹینی نے خود کیا تھا۔ احمد و مشکوٰۃ و مسند و موطاء اور علامت کا جو داور بن عقیل لکھی ہے۔ اور قتادہ کا بیان ہے کہ ابتدا میں مصحف میں صرف نقطہ دئے گئے تھے پھر اس کے شمس (یعنی پانچ پانچ تینوں کے حصے) مقرر ہوئے۔ اور اس کے بعد عشر (یعنی دس دس تینوں کے حصے) مقرر ہوئے۔ اور کسی روایت ہے کہ قائل ہے کہ مصحف میں سب سے پہلے جو کئی بات کی گئی وہ یہ تھی کہ آیتوں کے آخر میں نقطہ دئے گئے اور اس کے بعد کلمات اور حروف کے نقطہ لگائے گئے۔

یحییٰ بن علی کا قول ہے کہ صحیحہ میں اللہ تعالیٰ مصحف میں حدیث کی گئی باتوں سے بحران پیش آنکھوں کے جو آیتوں کے سروں پر دئے جاتے ہیں (علامت آیت) اور گئی بات کو جانتے نہ تھے، اس قول کو ہمیں یاد دہانے روایت کیا ہے۔ ابو سعید اور دیگر روایوں نے ان مسعودی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "قرآن کو بحر جرج سے خدائی یاد دہانے میں کوئی شے غلط ملط نہ کرے۔" و یحییٰ سے مروی ہے کہ مصاحف میں نقطہ لگانا بھی مکروہ سمجھتے تھے۔

ابن جریر سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے قرآن شریف میں نقطہ دینے اور آواز اور حروف کو متناظر بنانے کو مکروہ جانا تھا۔ ابن مسعودی بتا رہا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ ان دونوں صاحبوں نے مصحف میں "عشر" لکھنے کا کردار فرمایا تھا۔ ابن ابی داؤد نے کسی کی نسبت بیان کیا ہے کہ وہ مشروروں کے لئے لکھ کر پھینکا کرتا کرتا کہ وہ اپنے گھر سے لے کر اس بات کو گھر کو لے کر دے جاتے تھے کہ اس میں کلمات صحت رکھتا تھا۔ اور اس روایت نے غشی ہی سے روایت کی ہے کہ ان کے پاس ایک ایسا مصحف آیا گیا جس میں لکھا تھا کہ اس سورۃ آیتوں کی ترتیل نے کہا اس کی کوکب اس سے کلمات مسعودی اس کو کرا دیکھتے تھے۔

ابن ماجہ سے روایت کی ہے کہ وہ مصحف میں نہ کہ جس کو لکھا اور یہ لکھا اٹھاس سورہ کا آغاز اور اس سورہ کا خاتمہ اس کی ترتیل سمجھتے تھے۔ اور مالک نے کہا ہے کہ جن مسعودیوں میں عالم لوگ فقہم پایا کرتے ہیں ان میں نقطہ دینے کا کوئی حرج کا سبب نہیں مگر انہما (یعنی ابن اسلم و مصنف میں جو ام ہیں) نقطہ دینہ جائز نہیں۔

انہی کا قول ہے کہ قرآن شریف میں مصادر، افعال، موقوف کے اسموں اور تعداد آیات کا لکھا کر دے کیونکہ اس مسودہ میں نے کہا ہے ”تم قرآن شریف کو پھر پھر لکھنا دوسری باتوں سے غالی ہی رہ گئے لیکن نقطہ جانے چاہئے اس لئے کہ نقطوں کی کوئی ایسی صورت نہیں ہوتی جس کے سبب سے قرآن شریف سے خارج چیز کے قرآن ہونے کا دہم بیہ ہو بلکہ نقطے تو صرف متروک ہی جاتے دلی چیز کی حیثیت پر ولادت کرنے والی چیز ہوتی ہیں۔ اس واسطے جو محض اولیٰ مدت رکھتا ہے اس کے لئے ان کا جمع کرنا صحیح نہیں ہے۔

پہلی نے کہا ہے قرآن شریف کے کتاب میں یہ بات ہے کہ اس کو مقدم علیٰ ہائے تعلیم، حدیث خوشنماہ میں لکھا گیا ہے۔ حروف کو پھر پھر دہرا کر لکھیں پھر جو چیز قرآن شریف میں نہیں ہے اس کو قرآن میں لکھتے وقت مخلوط (گھل) میں لکھ کر اس جیسا آجکل کی خودی جودے، مشرہف، قراءتوں کے اختلاف، اور پھر جہل کے معانی اسی ہائی ناؤ نے حسن و دلائل میرین سے روایت کی ہے کہ کھن دانوں صاحبوں نے کہا مصداق میں نقطہ یا کوئی مضامین کی بات نہیں ہے۔ اور حدیث میں یہ دلائل حسن سے مروی ہے کہ قرآن شریف میں اعراب لکھا بھی کچھ ہر ج کا باعث نہیں، لہٰذا نے کہا ہے کہ مصنف میں نقطہ یا ہوا اس میں حروف لکھا صاحب ہے اس لئے کہ اس طرح قرآن شریف کو غلط دیکھنے پر حریف سے مخلوط دیا جاتا ہے۔ دلائل کا قول ہے کہ قرآن شریف میں سے جہاں اس لفظ یا حسن کے جو مشکل ہوا اس چیز پر اعراب لگا کر اس کو درست ہے۔

دوئی کا قول ہے ”اس سیاحت سے نقطہ یا ہوا قرآن میں لکھا کیونکہ اس میں دم مصنف کی صورت کا تصویر ہوتا ہے اور اسے اس میں ایک مصنف میں نقطہ دیکھوں کی روشنائی سے مشرق قرآنوں کا معنی کرنے بھی غیر عاجز نہیں کرتا ہوں اس واسطے کہ یہ نہایت حد سے بڑی ہوتی نقطہ ہے اور سرمایہ ہے حد تقیر۔ ہاں میری رائے یہ ضرور ہے کہ حرکتیں بخون، اسکند، سکون، ہود، مرقی کے ساتھ لکھی جائے اور مزودوں کے ساتھ ہر ج جاتی جو کہ جادو کا سبب میں سے ہے کہ اب اضافی میں کہتا ہے کہ کلمات قرآن کی تفسیر اس کے مابین اسطور میں اسکند سرمایہ ہے۔

فائدہ : مصدر اول میں قرآن شریف کو اعراب لگانے کی صورت

کہ مزود ہر اور چیز کی ایک صرف نقطہ دیے جاتے تھے۔ میں کہتا ہوں اول حرف پر ایک نقطہ دینے سے اعراب سے آخر پر نقطہ لگانے سے مصدر اول حرف کے نیچے نقطہ رکھنے سے لایا گیا جاتا تھا، والدی اسی طریقہ پر جاتا ہے۔

اعراب کا جو طریقہ آئی کل مشہور ہے وہ حرف سے اند کی گئی حرکتوں کے ساتھ نقطہ کا منطبق کرنا ہے اس وقت کہ اصل غوی نے اس کو کیا اور بھی بکتر سے لایا اور واضح ترین طریقہ ہے اور اصل بھی سی ہے۔ چنانچہ اسی خزانہ میں آخر کی شکل مستطیل (۱) اور حرف کے اوپر لکھی جاتی ہے۔ کسر کی شکل بھی ایسی مستطیل اور حرف کے نیچے (۱) حرکت میں آتی ہے۔ مصدر حرف کے نو پر چھوڑا سارا (۱) لکھ کر مابین کیا جاتا ہے اور خوین کی حرکتیں علاحدہ میں ہر ایک کو دہرا کر کے کا نام ہے۔ پس اگر وہ خوین منکر، ہواہر کی حرکتیں سے قبل تو اس کو خاص حرف کے اوپر لکھا جائے گا اور وہ خوین حرفوں کے مابین نو پر کر کے لکھا جائے گا۔ الف مصدر اور اس سے ہل کر آئی ہوئی حرکت اپنے محل میں سرور و روشنائی سے لکھی جاتی ہے۔ اور مزود محدود ہلا کی حرکت کے محض اثر سے اور سختی سے لکھا جاتا ہے اور خوین پر حرف باسے محل انقلاب (قلب) کے جاتے (۱) کی علامت سرور لکھی جاتی ہے اور حرف طین سے قبل ہمزہ محدود کی علامت کتابت میں سکون کو دہرا جاتا ہے۔ مگر نہ مہر اخلاص کی حالت میں اس کا مرقی دیکھتے ہیں اور دم حرف مرقی دیکھ کر اس کا مابعد محدود کیا جاتا ہے مگر چاہے اس کے محلی سکون خوب ہوا کرتا ہے جیسے ”طس طسٹ“ اور حرف ہوا کی نشانی ایک حرف کی مدد سے تجاوز نہیں کرتی۔

فائدہ : جز و اول القرآن کا مطلب

اگر ہی نے کتاب غریب حدیث میں بیان کیا ہے کہ ابن مسعود علیہ السلام کا قول: ”خبرنا انفسنا ان قرآن شریف کو پھر دہرا، دو دو جوں کا اتمام رکھتا ہے :

فرض کریں۔ کہ کوئی تعلق ان کے ساتھ نہیں ہے، مگر وہی کہہ سکتا ہے کہ میں جانے کوستی بلکہ یہاں۔ اگر یہ بات ان کے ہضم کے خلاف ہے۔
 نوٹی نے اس کی تہمت کا حتم لکھا ہے۔ انہی نوٹیوں کی بعض کتابوں میں آیا ہے کہ اس وقت مصنف یہ یہ وہاں توفان کے جہازان پکڑے تھے۔
 اسے محض میں ایک کڑوا کھڑکڑا کر میں لیں کہ یہ دماغ ہے۔ یہاں توئی۔ انہاں میں ایک طرح کا فرق ہے۔ رائے۔ انکو وہ حتمی مان
 کی پائی کا کہہ چکے تھے۔

فرض : مصنف کو خالی مصحف کہنے کی ہر نعمت

ابن ابی الدار نے اس کی تہمت سے روکتی ہے کہ انہوں نے کہا "قرمیں سے کوئی ٹھیک صرف مصحف اور مسجد میں نہ کہے اس واسطے کہ جو
 چیز ٹھیک و کثرت ہے وہ ہر عام عظیم ہے۔ یہاں قرآن مجید اور مسجد شریف وغیرہ کو بھی کثرت سے پڑھا جائے گا۔ نامناسب ہے۔"

فرض : بے وقوف مصحف کو چھو نہ کرے

خود بخدا اور تہذیب و تمدن کے لیے، جو ٹھیک و مصحف چھو کر عام سے خواہ وہ چھو نہ جو پاؤں۔ اور اس کی عفت ہے تو۔ خودی
 لا ینفک الا العطلہ وین۔ اور کھڑکی وغیرہ کی حدیث کے قرآن شریف کو ہر شخص کے ہاں رکھ کر رکھ دینا ہے۔

خاتمہ :

یہاں یہ غیر و غرض ہے۔ سے ہر لوگ روایت کی ہے کہ اساتذہ جزیں وہی ہیں جن کا اور یہ وہ لوگ کی موت۔ اس بعد ہر میں متا ہے۔
 جن نے اس علم کو دیا۔ یہ کوئی نہ ہر ہر کی یہ کوئی کہوں کہ وہی کوئی شہر۔ درخت لکھا اور کوئی سچ کوئی یہ جتنا چھوڑ۔ یہاں کی موت کے بعد
 اس کے لئے دیا۔ اس وقت کہ یہ یہ ہے کہ اس کوئی مصحف بھڑا۔

میں پڑتی ہے۔ اور ہم نے "وَنَحْكُمُ بَيْنَهُمُ الْاَخْوَافَ اُولَئِكَ اُولُو اَرْحَامٍ كُفْرًا" اس واسطے کہا ہے کہ یہ ذل صرف یہاں اور بطریق کے علوم پر مشتمل ہے۔ اور ہمارا قول "وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ خَلْقًا عَنِ الْفَرْقِ" ان چیزوں پر بھی شام ہے جن پر وہ غلط اندوے عقیدہ دلائل کر رہا ہے۔ یہ نذر دے گا کہ جو ترکیب بھی اپنے ظاہری طرز سے ایک شے کی منتفی ہوتی ہے اور چونکہ کوئی رکاوٹ اس کو اس شے پر محمول کر نہ لے۔ سہرا رک دیتی ہے جلد ادا اس شے کے غیر معمولی کردہ ہوتی ہے اور اس بات کا سمجھنا ہے اور ہمارا قول "وَنَسْتَكْرِ" (ذبت) صرف حق اسباب سے، اور ایسے قصہ کی شناخت پر دلالت کرتا ہے جو کہ قرآن شریف کی بعض جہم بھی باقی کی توضیح کرتا ہوا اور اسی طرح کی دوسری باتیں۔

درستی نے کہا ہے کہ تفسیر ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے سے خدا تعالیٰ کی وہ کتاب بھی جاننے سے مستطیع نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے کتاب ہند کے معانی کا بیان، اس کے احکام کا استخراج اور اس کے حکم کو معصوم کیا جاتا ہے۔ اور اس بارے میں علم لغت، علم نحو، علم صرف، علم بیان، علم اصول فقہ اور علم قرابت سے مستند لوگ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسباب نزول اور بیان و مروج کی معرفت کی بھی خدمت پڑتی ہے۔

فصل : ضرورت تفسیر

اور تفسیر کی جانب حاجت ہونے کی وجہ سے علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ "اس بات کی تفسیر کرنے کی ضرورت نہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ایسی چیز کے ساتھ مخاطب کیا ہے جس کو وہ بھی طرح سمجھتے ہیں۔ ہاں میں سے ہر دور ہر عالم نے ہر ایک رسول کو ان کی قوم میں رہا ہے۔ اور اپنی کتاب کو بھی ان ہی قوموں کی زبان (بولی) میں تلاوت فرمایا ہے۔ پھر یہی یہ بات کہ تفسیر کی حاجت کیوں آتی؟ تو اس کا ذکر ایک قاعدہ کی قرار دے گا اور یہاں کا قاعدہ یہ ہے "انسانوں میں سے جو شخص کوئی کتاب تفسیر کرتا ہے وہ صرف خود ہی اس کو سمجھنے کے لئے تفسیر کرتا ہے اور اس کی کوئی شرح نہیں کیا کرتا ہے۔ ہر ایسی کتاب کی شرح کی حاجت نہیں جن باتوں کے لحاظ سے پڑتی ہے ان میں سے ایک بات مصنف کی طبیعت کا کمال ہے کہ وہ اپنی طبیعت کی وجہ سے وہی نظموں میں رقیع معنوں کو جمع کر دیتا ہے اس لئے بعض اوقات مصنف کی مراد کا سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہذا ایسی صورت میں شرح سے ان غلط معنوں کا اظہار مقصود ہوا اور اسی سبب سے بعض افسانوں نے یونانی تصانیف کی خود علی شریعتیں لکھی ہیں وہ پر نسبت ان ہی کتابوں کے دوسرے لوگوں کی کچھ دینی شروہ کے بہت زیادہ مراد پر دلالت کرتے دیکھیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ مصنف اپنی کتاب میں چھ سہاکی کو تمام جاننے والی زبانوں میں ہر شریعت میں اس مقام پر درج کرنے سے نظر انداز کر جاتا ہے کہ وہ امور اور شرائط صحت چیزیں ہیں۔ یا اس لئے ان کو نہیں درج کرتا کہ ان چیزوں کا تحقیق کسی دوسرے علم سے ہے۔ لہذا ایسی حالتوں میں شرح کرنے سے اس کا مقصد وہی ہے۔ اور اس کے سوا سبب کے بیان کی حاجت پیش آتی ہے۔

تیسری بات لفظ میں کئی معنوں کا احتمال ہوتا ہے۔ ہاں کہ چلا، اشتراک اور دلالت التزام کی صورتوں میں پایا جاتا ہے اور ان صورتوں میں شارح پر لازم آتا ہے کہ وہ مصنف کی غرض کو بیان کرنے کے لئے دوسرے معنوں پر ترجیح دے۔

ان تین باتوں کے علاوہ یہ بھی قاطع ضرورت ہے کہ شریعتی تفسیروں میں وہ باتیں بھی واقع ہوئی جاتی ہیں جن سے کوئی بشر جانی نہیں دیتا۔ مثلاً بھول، غلط یا کسی شے کو ٹھوڑا سمجھنا، صنف، فیروہ ای طرح کے دیگر خاص مفہم شارح کو حاجت پیش آتی ہے کہ وہ مصنف کی ان غرضوں کا بھی ادھیہ کر دے۔ اور جب کہ یہ بات محکم ہو باقی تو سب ہم کہتے ہیں کہ قرآن شریف کا نزول بعض عربی زبان میں ہوا اور عربی زبان میں کون؟ اصح العرب کے زبان کی زبان۔ پھر ان لوگوں کو بھی صرف قرآن شریف کے الفاظ اور احکام ہی کا علم حاصل ہوتا تھا لیکن اس کے علاوہ فی

منہوم کی بد کیاں ان پر جب ہی مختلف ہوا کرتی تھیں جس وقت کہ وہ میت درگزر سے کام لیتے اور انہیں اٹھانے کی بات رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کرتے تھے۔ مثلاً جس وقت قرآن پڑھا تو اُسے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے تھے۔ کمال سوائے سواہی جس وقت کہنے لگتا تھا کہ "اور ہم میں سے کون شخص جیسا ہے جس نے اتنی جان پر ظلم نہیں کیا ہے؟" (یعنی کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا ہے)۔ پس اُس وقت نبی ﷺ نے آیت کریمہ کے تحت ظلم کی تفسیر "شُرک" کے ساتھ فرمائی اور اس پر درجہ آیت "اِنَّ قَیْسِرَ لِّظُلْمٍ عَظِیْمٌ" کو بطور استدلال پیش کیا ہے۔ یہ جس طرح قرآنی جلی عائدہ ربی اللہ عنہا نے "جسنا ہند" کی بات سوال کیا تھا کہ وہ کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا "عرض" ہے۔

پھر جیسے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے "فَیُحْبِطُ لَآئِکَھُمْ مِنْ فَعْلِکُمْ" کے بارے میں یہ دو معانی کے ساتھ دوسری بہت سی باتیں ہیں کہ ایک ایک کر کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا۔ اور ہم لوگ ان باتوں کے محتاج ہیں جن کے محتاج صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ اور علاوہ برائے ہم کو احکام و خواہش میں سے بھی ایسے امور کے علم کی حاجت ہے جن کی احتیاج صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہرگز نہ تھی۔ اور دوسرے۔ اس احتیاج کا سبب چار و اخیر لکھتے ہوئے احکام اللہ کے مارک تے (نہیں) ہے) قاصر ہونا ہے، لہذا ہم کو تمام لوگوں سے بڑھ کر تفسیر کی ضرورت اور حاجت ہے۔

لہذا یہ بات بھی محتاج بیان نہیں کرتے کہ قرآن شریف کے بعض حصہ کی تفسیر صرف غیر اللہ کو ہی لکھنا چاہیے اور ان کے معانی کو مختلف کر دینے کے قلیل سے ہوتی ہے۔ اور بعض مقامات کی تفسیر چنداں حالات میں سے کسی ایک احتمال کو دوسرے پر ترجیح دینے کی قسم سے ہوا کرتی ہے۔

تفسیر کا علم اہل و شوارہ ہے

اور ابو جریج نے بیان کیا ہے کہ تفسیر کا علم "اہل و شوارہ" ہے۔ اُس کی دشواری کئی وجوہ سے عیاں ہے اور یہ قلیل ان وجوہ کے اندر بیان ہے۔ کہ قرآن مجید ایک ایسے عظیم کتاب ہے کہ نہ تو انسان کو اس کی مراد تک فہم ہی سے پہنچ کر پہنچا غیب ہوا ہے۔ اور نہ ان فقہان تک ان کی رسائی نہیں ہے۔ اور بخلاف اس کے مثال، اشد اور ایسے ہی دیگر انسانی کاموں کے ذات یہ بھی ممکن ہے کہ انسان خود ان کے حکموں سے بجا نہ فہم ان کو نہ لے یا ایسے لوگوں سے نہ سکے جنہوں نے خاص فہم کی رہائی سے نہ۔ جو قلیل قرآن کریم کی تفسیر قطعی طور پر مجر اس کے نہیں معلوم ہو سکتی کہ اس کو رسول اللہ ﷺ سے سنا گیا ہو اور یہ بات باشتائے حدود سے چند اور تفسیر ہی انہوں کے زمانہ قرآن شریف میں حاصل ہونا چاہیے۔ لہذا کام رہائی کی مراد کا علم، ائمہ و شوارہ، علما و اولیاء کے ذرائع سے استفادہ کیا جائے گا جو کہ نہ کلام میں ہیں۔ اور اس امر کی محنت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی بات چاہا کہ وہ اس کی کتاب میں فکر (نور و فکر) کریں۔ اور اس سے اس نے اپنے نبی ﷺ کو اس کی تمام آیات کی مراد پر "نفس" داد کر کے کا علم تک دیا۔

فصل دوم تفسیر کا شرف کوئی کئی نہیں ہے۔ اس کی بات خود اللہ پاک فرماتا ہے "تَوٰیْلُیْ فَعِکُمْ نَزَّیْلُہٗا وَ نَزَّیْلُہٗا فَعِکُمْ فَذَہُ تَوٰیْلُیْ عَنِہٗا"۔ ان جلی عالم و شوارہ نے ان جلی خود کے طریق پر ان میں ملے۔ سے قلیل ہی "تَوٰیْلُ فَعِکُمْ" کے بارے میں روایت کی ہے انہوں نے کہا "اس سے قرآن کی معرفت مراد ہے کہ اس میں سے بڑا کیا ہے اور مستوح کیا، حکم کیا ہے اور قضا کیا، مقدمہ کو جان چیز ہے اور سوچ کیا یا مدلل کیا ہے اور امثال کوں سا۔"

اور ابن مراء نے یہ جوہر کے طریق پر پہلے صحابہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرفاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "خودہ تعالیٰ تَوٰیْلُ فَعِکُمْ"۔ قرآن شریف کا مفاہم مراد ہے۔ ان میں اس عہد نے کہا "یعنی قرآن شریف کی تفسیر کہ تکمیل سے نہ کوئی ایک اور ہو سکتی ہے۔" اور ابن ابی حاتم نے علی اللہ و اللہ۔ سے روایت کی ہے کہ قرآن تعالیٰ "تَوٰیْلُ فَعِکُمْ" سے قرآن قرآن شریف ہوا اس میں خود کرنا مقصود ہے۔

مخالفہ مسلحہ کے دُشمن کی طرف۔ انھیں راتوں میں جگہ چھوڑنے سے آہستہ آہستہ پرہیز کرتی ہے۔ اور سب کی یہ بات معلوم ہو چکی تو اس سے اندازہ چڑھتا ہے کہ تم تمہیں جسے پیشے کے قبول نہ کر رہا۔ جنہوں سے شرف کو چاہیے اللہ تعالیٰ کو ایسا ہے و فروع کی بہت سے اسی وہ ہیں شرف ہے کہ اس کا معنی ہے اللہ پاک کا کام نہ کرنا۔ مکتوب کا سرچشمہ اور ہر طرح کی غلطیوں کا معدن ہے۔ اسی کام میں اٹے دلوں کے حالات بیان کرنے ہیں اور ان میں یہ بھی کہ چیزیں ہیں اور یہ وہ چیزیں۔ شمالی دلوں کا قسم۔ اور بار بار شہر آواز، دست و پست پھر لایا ہے۔ یہاں اور فارسی اور ان کے گلاب شہم ہونے میں نہیں ہے۔ اور غرض کی بہت سے ایک کھانا ہے تو اس کی غرض سے فردہ کا انھیں کو مستعد تھا اور ان حقیقی سعادت تک پہنچا اور کبھی انھیں نہ دیتی۔ اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنا کہ ایک کھانا ہے تو یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ ایک دینی دار تھا یا کمال مجدد حاصل ہو۔ یہ ۱۱۱۱ ہجری لے کر ۱۱۱۲ ہجری تک ہوا۔ عارفہ دینی کی بھگتانی مرتا ہے اور یہ علوم و معارف کتاب اللہ تعالیٰ کے علم پر ہدف ہے۔

ہوتے تھے جب تک یہ جہنم نہ لیتے کہ ان کی بھی ہوئی آجوں میں عمل اور علم کی قسم سے کیا بات سمجھو ہے۔ انہوں نے کہا ہے: ”ہم نے قرآن، علم اور مگر سب باتوں کو ایک ساتھ رکھا ہے“ اور ای، دوسرے لوگ ایک ہی صورت کے حفظ کرنے میں مدت تک معروف ہمارے کرتے تھے۔ اس جی کے کہ ہے کہ ”جس وقت کوئی آدمی صورت البرق اور صورت آل عمران کا پھیر کر جھٹکا تو وہ دہائی نظروں میں بزرگ بن جاتا تھا۔“

پھر بعد میں حضرت علیؓ نے اپنی سند میں روایت کی ہے کہ ان کا عمر چھ ماہ تھا سال تک صرف صورت البرق کا حفظ کرتے رہے تھے۔ اس قول کو احمدی نے موطا میں نقل کیا ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے ”کتاب النزلۃ والکتاب الحدیث“ اور ایشیا کیا ہے ”فلا یخلفون انما الخزانہ“ اور کما ہے ”خود زکر بن زکریا اس کے معنی سمجھو گئے غیر ممکن ہے۔ اور عادت اور راج بھی اس بات کو ممکن قرار دیتا ہے کہ کوئی قوم جو علم کے کسی فن کی کتاب کو ہر چہ جو مشاہب اور صاحب و فیرہ اور اس کی شرح نہ کرے تو پھر کیا ہے کہ کلام الہی جو کہ ان کی عصمت، جاہ و جس کے ذریعے سے ان کی عبادت، دان کی سعادت اور ان کے ایمان اور دین کا قیام ہے اس کی شرح کرنے سے باز رہیں؟ اور ای دوسرے جو یہی اللہ تعالیٰ کے مابین تفسیر قرآن کے بارے میں بہت کم کوئی جھگڑا ہوا جاتا تھا۔

مختلف صاحبین کے اختلاف شعور و تفسیر کی قسمیں

نور احمد صاحب کی نسبت جنہیں کے زمرہ میں وہ اختلاف زیادہ پایا گیا ہے لیکن پھر بھی وہ ان میں بہ نسبت ان کے بعد ”نے والوں کے بہت کم ہے۔“ تاہم میں سے جنہیں ایسے لوگ تھے جنہوں نے تمام تفسیر میں یہ فرضی مسئلہ سے حاصل کی تھی اور بعض اوقات کسی کسی مقام میں انہیں نے استناد اور استدلال کے ساتھ بھی کلام کیا ہے۔ غرض یہ کہ مختلف صاحبین کے مابین تفسیر قرآن شریف کے بارے میں تفسیر کی اختلاف ہے اور جو اختلاف ان کے صحابہ سے ہیں ان میں سے بیشتر اختلافات کا جو اختلاف شعور کی طرف ہوتا ہے کہ اختلاف تفسیر کی جانب، اور اس اختلاف کی روشنی میں۔

ایک یہ کہ صاحب صاحبین میں سے کوئی صاحب معنی مراد کی تعبیر اپنے ساتھ دوسرے صاحب کی عبارت سے اپنی جداگانہ عبارت میں فرماتے ہیں جو کہ کسی میں ایک ایسے معنی پر دلالت کرتی ہے کہ وہ معنی دوسرے معنی سے الگ ہوتے ہیں مگر ای کے ساتھ کسی کا اقرار جاتا ہے مثلاً انہوں نے ”اصطلاح التفسیر“ کی تفسیر میں یوں اختلاف کیا ہے کہ بعض نے اس سے قرآن کو مراد لیا ہے تو قرآن شریف کی جیڑی و کورہ کسی نے کہا ہے کہ اس سے اسام مراد ہے۔ لہذا وہ انہوں نے قول یا ہم متفق ہیں کیونکہ یہی اسلام قرآن شریف کی جیڑی و کورہ ہے۔ لیکن ظاہر ان دونوں مضمون میں سے ہر ایک نے ایک ایسے صنف پر اظہار دیا ہے جو کہ دوسرے صنف سے الگ تھلک ہے۔ یہی اس صنف کا ایک دوسرے صنف کا بھی احساں کرنا ہے۔ اور اس کی طرح پراسر شخص کا قول جس نے صرافہ کے معنی سے مراد لیا ہے کہ ”فصلہ فی التفسیر“ اور اس کا بھی قول جس نے کہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری ہے۔ اور اس سے ماخذ دیگر اقوال کو ان سب لوگوں نے اور اس ایک ہی ذات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس طرح کہ اس کی توصیف ہر ایک نے اس ذات کی بہت سی معنوں میں سے کسی ایک صفت کے ساتھ کر دی ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ مختلف صاحبین میں سے ہر ایک شخص نام و م کے بعض انواع اور بعض تشبیہ و ذکر کرے۔ یہ وہ نئے دالے و صرف نوع پر مشتمل ہے کہ ہر تشبیہ کے انکسار جو کہ محمد ص کے علوم و صفوں میں اس سے مطابق ہو۔ ان کی مثال وہ اقوال ہیں جو کہ قرآن تعالیٰ ”فصلہ فی التفسیر“ ... ”الاب“ کے بارے میں نقل کئے گئے ہیں۔ ”کیونکہ یہ صنف ہے کہ“ ”فصلہ فی التفسیر“ کا لفظ ان لوگوں کو اپنے عقد میں لیتے ہے جو کہ واجبات کے مضاف کرنے والے اور حرمت کے خشک (حرام باتوں کی قید کرنے والے) ہیں۔ اور مضافہ کا عقد ان لوگوں کو اپنے عقد میں شامل ہے جو کہ اجابت کھو کر۔ تو جو حرام باتوں کو ترک کر دیتے ہیں۔ اور انسانی کے معنی میں

ایسا ہوا اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کے یہ قول ہے کہ جس وقت میں کتاب قرآن کوئی بات جان کر میں اس وقت خیرۃ دین کو ہدیٰ میں ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔ اور ایسی ہی چیز کسی عجمی سے نقل کیا گیا ہو اس کی بھی تصدیق اور تکذیب دونوں ہاؤں سے توفیق ملی کرے جائے اگرچہ اس بات کا کچھ نہ کرنا یا ہو کر نہ جاننے کے یہ قول اہل کتاب سے اخذ کیا ہے۔

پھر جب کتابائیں دویم مختلف ہوں تو اس وقت اس کے اقول میں سے بعض قول دوسرے اقول پر جھٹ نہ ہوں گے۔ اور جس فقرہ کو صحیح طریقہ پر صحابہ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا گیا ہو اس کی طرف بہ نسبت اس بات کے جسے تابعین سے نقل کیا گیا ہے نقل کو بہت زیادہ اطمینان اس لئے ہوتا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں خود نبی ﷺ سے سنتے یا ان سے نقل کرتے تھے۔ اس لئے کہ ان سے رسول پاک ﷺ سے عطا ہوا اور اس کی ایک جہ یہ بھی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بہ نسبت تابعین کے اہل کتاب سے بہت کم نقل کیا ہے۔ اور یاد ہو اس بات کے کہ صحابی جیسے جس بات کو کہا ہے اس پر جزم (ثبوت) بھی کیا ہے۔ یہ کیونکر کیا جاسکتا ہے کہ اس نے وہ قول اہل کتاب سے اخذ کیا ہو جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اہل کتاب کی تصدیق تھی۔ یہ بھی منع کر دیا گیا تھا۔ اور یہ حال وہ قسم جس میں سے صحیح قول کی معرفت ممکن ہوئی ہے۔

مگر چاہا کہ اس کی بابت یہ بات کی ہے کہ کئی چیزیں ایسی ہیں جن کی کوئی اصل میں نہیں تھی۔ مثلاً ماہنامہ اور سالانہ (تہذیب و تمدن) کے بارے میں کہ کثرت وجود ہے اور امام احمد کے یہاں کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں امور کے بارے میں جس قدر حدیثیں آئی ہیں ان میں بیشتر حدیث مرسل حدیثوں کی ہے۔

تفسیر میں متاخرین کے غلطی کرنے کی دو وجوہیں

دو وجوہیں جو کہ استدلال کے ذریعہ علوم کی جاتی ہیں کہ نقل کے وسیلے سے قرآن میں صحابہ رضی اللہ عنہم پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعمیر کے بعد دوسری حالت شدہ چیزوں کے سبب سے غلطی کا وجود بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ جن تعمیروں میں محض سلف کے بیان میں تینوں گروہ کے اقوال نقل کئے گئے ہیں جیسے عبد الرزاق خریانی، ابی عبد بن حیدر اسحاق دارانی کے، متعدد دیگر نویس کی تعمیریں ان میں قریب قریب ان دونوں جہتوں کی قسم سے کوئی جہت نہیں پائی جاتی ہے۔ اور وہ دونوں جہتیں حسب ذیل ہیں۔

ایک جہت یہ ہے کہ ایک قوم نے پہلے مسمیٰ کو خیال میں نہ لیا اور پھر اس کے بعد الفاظ قرآن کو ان میں اپنے آپ دے دئے مسمیٰ پر محمول کر دیا ہے۔

دوسری جہت یہ ہے کہ ایک گروہ نے قرآن شریف کی تعمیر محض اس چیز کے ساتھ کی ہے جس کو ایک عربی زبان بولنے والا شخص بغیر اس بات کا خیال کئے ہوئے ہیں۔ قرآن شریف کے ساتھ نظم کرنے والا کون ہے اور اس کا نزدیک کس پر ہوا ہے اور کون اس کا قاضی ہے، حوالے نہ کئے۔

متاخرین مفسرین کی تفاسیر پر تبصرہ

پہلے لوگوں نے صرف اسی مسئلہ کی رعایت کی جو ان کے خیال میں آئے تھے اور اس بات پر کوئی غور نہیں کیا کہ قرآن شریف کے الفاظ کس دولت اور بیان کے مستحق ہیں۔ اور دوسرے گروہ نے غالباً لغویوں کی اور ایسی چیز کی رعایت فرمائی تھی جس کو ایک عربی شخص اس لغت سے بغیر ایسے مفہوم پر غور کئے ہوتے جو کہ مشکل اور سیاق کلام کے لئے مناسب ہو سکتا ہے مردوئے نسخا ہے۔ اور پھر اگرچہ کئی سلف دلوں کی تفسیر میں طرف اور دوسری صنف دلوں کی نگاہ لگائی تھی۔ تاہم یہ لوگ بھی مجرد غلط فہمی یا بدعت کی رائے کا لحاظ کرنے والے اکثر حائوس میں بغیر یہ طور پر غلط فہمی پر عمل کرنے کے بارے میں دیکھی غلطی کی کہ اس بارے میں

تفسیر کے چار ماخذ

موجودہ کتاب اللہ ربان میں کہا ہے کہ "تفسیر" یا "تجوید" غرض سے قرآن میں قواعد کو لکھنے والے تفسیر کے۔ اسے ابتدا سے ماخذ نے جانے ہیں زائد جامعہ ماخذ اہل لاصح میں

[illegible]

میں کھانا نہ کر سکیں گے مطلقاً نہ کھانے کی توقع تھی اور یہی کہ میں جلد ہی قتل کی راتوں سے قتل مرحوم کو دیکھ رہی تھی۔ اس لئے
 سر جوہر پانی پانی سے دانستہ ہاتھ میں ایسی کتاب کے انچر میں جسے وہ انکسور کو کھانے میں لڑا کرتا۔

[illegible][illegible][illegible]

کیا ہے کہ امام احمد نے اس قول کا ظاہری مطلب ممانعت ہے اور یہ علیحدہ ہے کہ بعض علماء نے یہ کہہ دیا "قرآن شریف کی تفسیر، فقہائے ملت جائز ہونے میں امام احمد سے دور و استیصال ہے"۔ اور کہا گیا ہے کہ اس بارے میں کرامت کا انکشاف اس شخص پر ہوگا جو کہ آیت کو اس کے ظاہر سے اور اس طرح کے معنوں کی طرف بغیر صورت کو مدحالی اس کی ذاتیات سے خارج اور محض اس میں اور بہت تھوڑا سا حکام عرب ان پر دلالت کرتا ہے اور غالباً وہ معالیٰ بحر شفاء و اسی کی مانند چیزوں کے طور پر کسی شخص میں نہ پائے جاتے تو آیت سے ان معنوں کے خلاف بات بہت جلد ان میں آتی ہے۔ اور نتیجتاً نے شعب میں مالک سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "میرے پاس جو یہاں محض لایا جائے گا کہ وہ لغت عرب کا عالم ہو مگر قرآن شریف کی تفسیر کرتا ہو تو اس کو ضرور دوسروں کے لئے نمونہ ہرمت الی ماؤں گا۔"

(۳) کلام کے معنی کے متعلق ہے اور شریعت سے ماخوذ رائے سے تفسیر کرتا۔

اور وہ تفسیر جو کہ کلام کے معنی کے مخصوصے اور قویٰ شرع سے اخذ کی گئی رائے سے کی جائے اور یہی تفسیر ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے اس میں حاسیٰ جہ کے ذکر کیا کہ "الکَلِمَةُ قَوْلُهُ لِي الْعَيْنُ وَغُلْفَةُ هَذَا قَوْلٌ" یعنی ابراہیمی قرآن کو میں نے کچھ عطا فرمایا اور اصل کا کلام ہرمت کہ اور اسی امر کو مکمل جہ نے اپنے قول "أَوْ مِمَّا نَزَّلَهُ الْوَحْيُ فِي الْقُرْآنِ" سے مراد لیا ہے اور یہی سبب ہے کہ صاحب مفسر اللہ عظیم نے آیت سے معنی میں اختلاف کر کے ہر ایک نے جہاں تک اس کے غور کی درمائی تھی اپنی ہی رائے پر عمل کیا ہے۔ اور قرآن شریف کی تفسیر بغیر کسی اصل کے بجز رائے اور اجتہاد کے ساتھ کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے "وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ" اور ارشاد کیا ہے "وَأَنْ تَقُولُوا عَلَىٰ قُلُوبِنَا لَا تَعْلَمُونَ"۔ نیز فرمایا ہے "لَيْسَ لِلنَّاسِ الْإِسْلَامُ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ" کہ یہاں پر بیان کی نسبت قرآن کی جانب کی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جس شخص نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی اور سوت بھی کہی تو بھی اس نے غلطی ہی کی"۔ اس حدیث کو وہ اور ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ ہی نے فرمایا ہے کہ "جو شخص قرآن کے معنی کوئی بات بغیر علم کے کہے اس کو چاہئے کہ وہ سزا میں اپنی جگہ مبرا کرے"۔ اس حدیث کی روایت ابورادانہ کی ہے۔

اور یہی سبب ہے کہ کئی حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ "اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہو تو اصل بات کا علم خدا کو ہوگا لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رائے سے وہی رائے سزا دی ہے جو کہ بغیر کسی ایسی دلیل کے غالب آتی ہے کہ وہ اس پر قائم ہو اور نہ رائے جس کی امانت اور مضبوطی کوئی واضح دلیل کرے اس کی تفسیر میں کہہ جانا ہے۔"

اسی راوی نے کتاب الموعظ میں کہا ہے کہ "اس حدیث میں ایک نظر (کلام) ہے۔ اور اگر یہ صحیح ہو تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے "وَقَدْ عَلِمْتُمْ فَقَدْ اعطاهُ الطَّبِيقُ" مراد لیا ہے کیونکہ تفسیر قرآن کی مکمل یہ ہے کہ اس کو کھلنے کی تفسیر کرنے کے بارے میں داخل لغت کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور اس کے قریب متنسوخ موجب نزول اور کتاب بیان اسود کی معرفت حاصل کرنے میں ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے اخبار کی طرف رجوع کیا جائے جو کہ قرآن کی تشریح میں موجود تھے اور جنہوں نے ہم انہیں صحاح حدیثوں میں سے وہ احادیث پر پہنچائی ہیں جو کہ کتاب اللہ کی جان ہو سکتی ہیں۔ اور اس بارے میں خداوند جل و علا نے خود ہی فرمایا ہے "وَأَنْتُمْ أَنْتُمْ الْبَلَدُ الْكَافِرُ الْفَسَادُ مَا نَزَلَ بِهِ الْعِلْمُ الْعَلْمُ تَعْلَمُونَ"۔ یس جس چیز کا بیان صاحب شرع (ﷺ) سے وارد ہوا ہے اس کے بارے میں آپ کے بعد آنے والوں کی فکر اور غور سے کفایت ہوگئی ہے۔ اور جس امر کا بیان شہاد سے وارد نہیں ہوا اس کے بارے میں اب مفسر اللہ کے بعد رائے محل علم کا غور و فکر کیوں مناسب اور موزوں ہے تاکہ وہ اس بات سے جس کا بیان وارد ہو چکا ہے اس چیز پر استدلال کریں جس کا بیان وارد نہیں ہوا ہے۔ اور گاہے اس حدیث سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ "جو شخص بغیر علم کے اصول و غور کی معرفت حاصل کیے ہوئے قرآن شریف کے بارے میں اپنی رائے سے کوئی بات کہے گا تو اس کے قول کا اگر وہ اس حیثیت سے کہ قائل اس کی تفسیر نہیں کر سکتا اس وقت اس کو جواب بھی ہو جائے تاہم اس کی یہ معرفت بابت مدعیہ ہوگی۔"

ماوردی نے کہا ہے "بعض حکماء اور پوزگار لوگوں نے اس حدیث کو اس کے ظاہری پر محمول بنایا ہے۔ اور اگرچہ شاہواں کے متنبہ کا ساتھ دیتے ہوں اور کوئی مرتضیٰ نفس میں قول کے شوبہ کا مداخلہ میں نہ پڑتا ہو مگر بھی مانع ہے اسے قرآن شریف کے معانی کا استنباط کرنے سے باز قرار دے گا۔ یہ نفس ہمارے اس عقیدہ (محاورت کز ادنیٰ) کے رد میں ہے کہ اللہ ہے جس کی معرفت کام و حکم ہے کی تم قرآن میں نور و فکر کریں اور اس سے حکام کا استنباط کریں۔

جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے: "الْبَیِّنَاتُ لِلَّذِينَ هُمْ يَحْكُمُونَ" اور اگر یہ بات اس کی طرف مذکور بالا نیز گارہیں چاہے، اچھی سمجھ ہو تو بغیر استنباط کے، ایسے سے کوئی شے ہی نہ کی جائے اور اگر کوئی کتاب اللہ سے کسی چیز کو چھینے کی نہیں۔ اور اگر وہ جسے کجیست و بدعت اس کی تاویل میں ہے کہ جو شخص صرف اپنی رائے سے قرآن شریف کے بارے میں حکام کرے اور جو اس کے نقطہ کے کسی اور بات پر قیود نہ کرے پھر بھی حق بات کو پاسے تو وہ قطعاً راستہ پر چلے گا ہے اور اس کا سر صوب آجائے ایک انتہائی امر ہے کیونکہ اس حدیث کی غرض یہ ہے کہ یہ قول کو عمل رائے سے شے کا کوئی غلط نہیں پایا جاتا۔

حدیث: الْقُرْآنُ دَلِيلٌ دُونَ خُجُوهٍ وَاحْتِمُوهُ غُفَىٰ الْخُشْيِ وَخُجُوهٌ كِي تَشْرَحَ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "تَقْرَؤُنَ دَلِيلٌ دُونَ خُجُوهٍ وَاحْتِمُوهُ غُفَىٰ الْخُشْيِ وَخُجُوهٌ" یعنی قرآن بہت ہی اہم ہو جانے والی چیز ہے اور وہ مستند ہو گا (وجہ) اور کتاب اللہ سے اس کی بہتر نہ ہو پھر چون کر۔ اس حدیث کو روایت ابونعیم وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے کی ہے نیز قالہ "دَلِيلٌ" و "مُحْتَمٍ" کا اطلاق لغتاً ہے۔ ایک یہ کہ اگر قرآن اپنے عالمین کا سرِ مطیع (بوسہ و فرمانبردار) ہے۔ ان کی زبانیں اسی قرآن ہی کے ساتھ ملتق ہوتی ہیں۔

اور دوم یہ کہ قرآن خود اپنے معانی کا واضح کرنے والی ہے یہاں تک کہ ان معانی کے کھنڈے سے مجتہد لوگوں کی کچھ قاسمیں نکلیں۔ اسی اور قول دُونَ بھی دو معنیوں کا مکمل ہے ایک یہ کہ قرآن کے بعض اقوال ایسے ہیں جو انہوں کی بہت سے وجوہ کے کھنڈے ہوتے ہیں۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ قرآن پاک نے اہلِ امر و اہلِ بدعت کو ایک درجہ پر اور قرآن ہی کے لئے تشریح و تفسیر کا پتہ اندر تشریح کر لیا ہے۔ اور نیز قول "وَاحْتِمُوهُ" غُفَىٰ الْخُشْيِ وَخُجُوهٌ" دو معنیوں کا اطلاق دیکھتا ہے۔ پہلا ایک نسخہ آئی کہ اس کے بہترین معانی پر عمل کرنے کے ہیں۔ اور دوسرے یہ معنی ہیں کہ کلام اللہ میں جو بہتر باتیں ہیں وہ اگر غم نہ کریں پھر نفس کے امور کو غم نہ کرنا۔ اور اس بات میں کتاب اللہ استنباط اور استہدایہ کے ہونے پر مکمل ہوتی دولت موجود ہے۔

اور ابوالعباس نے کہا ہے کہ "کیا کا افعول کھنڈے پر قرآن کی جانب ہوتا ہے نہ کہ قرآن قرآن کی طرف جیسا کہ بعض پاک نے فرمایا ہے "صَلِّ الْبَيْتَ بِمِزْبَانِ رَبِّكَ فَتَبْتَ بِنَافِثَاتِهِ" دیکھو قرآن کا نزول انفاق پر جیت ہونے کے لئے ہوا ہے۔ لہذا اس کی تفسیر واجب نہ ہوتی تو وہ جیت نہ ہوتا بھی جس وقت کہ قرآن ایسا معنی واجب التفسیر ہے تو اب ایسے شخص سے جسے جو کلمات عرب اور اسباب نزول کا جائزے والا ہو اس کی تفسیر کرنا واجب ہوا ہے۔ لیکن جس دور و دولت کی معرفت وہ حاصل ہو اس کے اسلئے قرآن کی تفسیر کرنا بھی جائز نہیں مگر اس مقدار تک کہ تفسیر کر سکا ہے جس قدر کہ اس نے دوسروں سے سنا ہو اور اس کی تفسیر بیل حکایت (ذکر) ہوئی نہ کہ عملی چیز تفسیر۔ اور اگر اس شخص کو تفسیر کا علم نہ ہو اور وہ آیت کے کسی علم یا دلیل حکم کا استخراج نہ کرے تو اس میں کوئی حرج اور خوف نہیں ہے۔ ہوں مگر وہ بغیر اس بات کے کہ اس آیت کے بارے میں اس نے کوئی چیز سنی ہو یہ کہے کہ اس سے پہلے مراد ہے تو یہ بات حوالہ نہ ہوگی۔ اور اس بات کی حدیث میں نہایت آئی ہے۔

اور مہارت قرآن کو درست طور سے پڑھ سکے کی غرض سے عربیت کی تعلیم حاصل کرنا ہو تو حسن نے جواب دیا: "اُس کو ضرور سیکھنا چاہئے کیونکہ نیک آدمی کسی آیت کو نہ جانتا ہے اس کے جوہر اعراب میں بھٹک کر جاکت میں نہ پڑتا ہے۔"

(سو) علم صرف : اس سے لفظوں کی کچھ اور صیغوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ ان فارسی کے کلمات جس شخص سے تعریف کا علم ہوتا ہو گیا اس کے ہاتھ سے ایک بڑی معظیم الشان چیز جاتی رہی۔ کیونکہ مثلاً "خدا" ایک نام ہے جو جس وقت ہم اس کی گواہی کریں گے وہی مصدر اس کے ذریعہ سے واضح بن جائے گا اور مختصری کے کلمات کہ جس شخص نے قول تعالیٰ "یٰٰذَا الَّذِیْ اَنْتَ اِلهٌ اَوْ اِلٰہُہِمْ" کی تفسیر کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ یہی لفظ "ہم" ان کی جمع ہے اور یہی صحت کے ان لوگ اپنی ماؤں کے نام سے مشہور کر کے پکارے جو کہیں گے کہ وہ ان کے باپوں کا نام نہ لیا جائے گا تو یہی قول تفسیر کی بدستوں میں سے ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسی لفظی ہے جس کا کو جب تک اس کا علم تعریف سے جا ملے تو مقررہ یا ممکنہ اس لئے کہ انہو سے تعریف نہیں آتی صحیح "الام" کے قول پر توئی نہیں کہتے۔

(۴) علمِ حقوق : کیونکہ ہم کا اعتقاد ہے کہ مختلف ادبوں سے جو کہ تورات اور اپنے ربوں یا دوس کے مختلف ہونے کے لحاظ سے الگ الگ ادوار میں ”اسح“ کے مظهر تھے یا وہ حیاحت سے ماخوذ ہے یا ”سح“ ہے۔

(۷۶۵) معانی و بیان اور پہنچ کے علوم : اس لئے کہ علم معانی سے کلام کی تہ کیوں کے خواص کی معرفت اس کے معانی کا قاعدہ رہنے کی جہت سے حاصل ہوتی ہے۔ علم بیان سے خواص تراکیب کلام کی معرفت ان کے حسب وقوع و تخریج و اختلاف ہونے کے حاصل ہوتی ہے۔ اور علم پہنچ و جوہر فقہین کلام کی معرفت کا سبب ہوتا ہے۔ اور ان ہی تینوں علوم کا دوسرا علم جامعیت ہے۔ اور مشرق کے لئے یہ تینوں علوم بہت بڑے زکریٰ ہیں کیونکہ اس کے واسطے متفقہ رائے انجاری کرمانہ ضروری چیز ہے اور وہ متفقہ صرف ان ہی علوم کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور ہر مکان کا قولی ہے ”معلوم ہے کہ انجاری کچھ عجیب حدیثان ہے جس کا اور کتب تو ہوتا ہے لیکن اس کو زبان سے تلفظ میں یاد کرنا ممکن نہیں ہوتا جیسے زبان کی ہر حرفی معلوم ہو اور ہر کتب میں آتی ہے مگر زبان اس کے عہد میں کامرہ ہو جاتی ہے۔ پس جس طرح ممکن ہے کہ اس کا اس اور اک ہوتا ہے مگر زبان اس کا وصف کر سکے کیا خیال۔ اور غیر تسلیم الصعرت کوگوں کے واسطے بجز معانی اور بیان کے دونوں علوم کی مطلق بہم پہنچانے کے اور کوئی طریقہ حصول ان کا نہ لایا جاسکے۔

اور لیکن اللہ بڑا قوی ہے۔ جانتا ہے کہ کلام کی تسکون میں سے فصیح اور فصیح (منفرد) اور رفیع اور رفیع کا پہچان لینا آپ کا امر ہے جس کا اور ایک بجز اذنِ سلیم کے اور کسی اور یہ سے نہیں ہو سکتا اور اس کے بعد اہل کلام کا کام کہ باخبر نہیں ہے۔ بلکہ اس کی مثال ایسی ہے جس طرح مرد و حسین و جمیل پر کسی مثال ہو رہی ہو کہ میں اس سے ایک کا علیہ ہے، سرخ و سفید، نازک و گلاب کی ہنجر کی سے مشابہت، رخت، پتے پتے، ہونٹ، اور انھوں کی آب و تاب کا یہ عالم کہ گویا آبدار ستیوں کی لڑائی ہے۔ انھیں ایسی کہ باخبر سر۔ لگائے ہوئے ہر وقت سر میں معلوم ہوں نرم و نازک و مہر و رخسارے، ستواں تاک، اور ہوا سا قد۔ اور دوسری جانب میں اس سے من ہی انصاف اور خیر میں کسی قدر وقت کرے کہ لیکن لگا ہوا اور دونوں کو اس کی ہوا سے شیریں چہ نسبت اس پہلی پر پہرہ کے زیادہ بھلائی اور پسند آتی ہے۔ اور وہ اس کی اس دل کشی کا سبب سمجھیں نہیں آتا مگر اذن و مشاہدہ سے اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کی کوئی علت نہیں قرار دی جاسکتی۔ اس کی یہی حالت کلام کی بھی ہے البتہ کلام میں شکل و صورت کے دونوں صفوں میں باخبر ترقی باقی رہتا ہے کہ چہرہ کا حسن اور اس کی تمکین اور اس میں سے بعض کا بعض، رخصتیاں و جامہ ہا ہا، ایسے شخص کے اور ایک میرے سنا سے جس کی انھیں درست ہوں لیکن کلام کا اور ایک بجز اذن و سلیم کے اور کسی اور نہ ہو سکتا۔

یہ ہو گئی یا نہ ہو گئی، یہ فیصلہ ان شخصوں، جو علوم و معاملات اور عقائد و مشاغل رکھتا ہے، وہ اپنی ذات ہی سے ہوا اور ایسے لوگوں میں سے ہو جائے جو کہ کلام کے لئے کسی کی صلاحیت نہ سمجھتے ہیں۔ ہر علم کا اپنا وقت و مقام ہے۔ ان لوگوں نے علم ہی میں سے مشغلہ میں اپنا وقت صرف کیا ہے۔ اور مضمون ان کی ہی مشغلہ ہے۔ ہر ماضی و قریب اور شکر کوئی کی شخص، مجرم، بیچارے یا بہت کچھ یا نہایت کی ہے۔ چنانچہ ان کو کبھی تجزیہ کی اے اے سے اور پھر پھر اور پھر حاصل ہو گیا ہے۔ پس ایسے لوگوں کی طرف کلام کی معرفت اور بعض کلام کو بعض پر تفضیل دینے کے بارے میں وہ جو کہ نامزد ہوا ہے۔

اتحاد کرتا ہے جو علم ہے، یا وہ اپنی عقل کی برائی کی وجہ سے اور یہی وجہ ہے کہ اس نے اہل اہل اور فہم سے ایک دوسرے کی نسبت زیادہ شہادہت ہے۔

تفسیر قرآن مجید کی چار وجہیں (پہلو) ہیں

میں کہتا ہوں کہ اور قولہ تعالیٰ "معاذ اللہ" غرض اللہ کی فائز تہذیب میں نکاح کے لئے مقررہ ہوا ہے۔ اہل اہل اور فہم سے ایک دوسرے کی نسبت زیادہ شہادہت ہے۔

(۱) ایک وجہ یہ ہے کہ اہل اہل اور فہم سے ایک دوسرے کی نسبت زیادہ شہادہت ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل اہل اور فہم سے ایک دوسرے کی نسبت زیادہ شہادہت ہے۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ اہل اہل اور فہم سے ایک دوسرے کی نسبت زیادہ شہادہت ہے۔

(۴) اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اہل اہل اور فہم سے ایک دوسرے کی نسبت زیادہ شہادہت ہے۔

قرآن چار وجہوں پر مبنی کیا گیا

بیکرہ اور ہل، اہل کے لئے، بدوٹ کو مقررہ شدہ سند کے ساتھ ان الفاظ میں جو روایت کی ہے کہ "قرآن چار وجہوں پر مبنی کیا گیا ہے" "عادل اور مومن" کہا گیا ہے کہ اہل اہل اور فہم سے ایک دوسرے کی نسبت زیادہ شہادہت ہے۔

تقسیم پر علامہ سبزواری کا تبصرہ

سبزواری نے ہر بات میں اس بات پر اصرار کیا ہے کہ قرآن مجید کی معرفت میں عرب کو مدد ملے گی۔ اہل اہل اور فہم سے ایک دوسرے کی نسبت زیادہ شہادہت ہے۔

مفتی رضیہ رحمہ اللہ کا جوابی فیصلہ تھا کہ جو ضرورت اور نایاب افراد کی تعلیم سے ان کی قوم کا فائدہ نکل رہا ہے ان کے اہل سے امتیاز کا ان کو کیا حق ہے اور جو باتیں کم سے ضرورتی ہیں اور کمال کے پانے کے باوجود ان کی اقدار (ذاتی و اجتماعی) سے تعبیر کرتے ہوئے انھوں نے غلطی کی ہے، انھیں اس کے مادم ہے کہ یہاں ہے "یہ خدا کی طرف سے عطا کیا گیا ہے" اور جو اس علم کے اور کسی بات پر ہرگز (ذاتی و اجتماعی) سے امتیاز دینے کی بات ہے ان کے لئے یہ تو کافی رہے کہ یہ ان کے لئے ان کی روحانی آبی بات تک ہو۔ ان اپنے لئے یہ وہاں ان کے ان اس رائے کے خلاف انھیں مجباً معلوم ہوتا ہے اپنی عمر کے یہ ہرگز نہیں لے۔

تفسیر بالرائے کی یا ٹچ قسمیں

اور ان اشیاء کے لئے کہا ہے "تفسیر بارے کی ب. دے کے معنی میں تفسیر" یہ پانچ قول مائل ہوتے ہیں۔

- (۱) قول یہ نہ دلائی تھی، یوں نہ اسے معلوم کہ وہ اصل کے سامنے کی کی ہو، جس کے معلوم ہونے سے مبالغہ تفسیر کرنا چاہتا ہے۔
- (۲) دوم یہ کہ اس فتویٰ کی تفسیر کی جاوے، غرض کی تاویل صرف یہ تھی جانتے، سارا کسی نوع معلوم نہیں ہوئی
- (۳) تیسرے یہ کہ ایسی تفسیر کی جائے جو کہ لازمہ مذہب کی مقرر (حکایت) کرے، اہل حق میں کہ مذہب کو مطلقاً نہ تفسیر کرنا اس کے جائز نہ رکھا جائے اور جس حد تک تفسیر کی جائے، مذہب کی طرف پیچ کرنا اسے ضروری نہ ہو، بلکہ طریق تصنیف اس کی کوئی نہ ہو۔
- (۴) چہاں یہ کہ بلا کسی دلیل کے تفسیر کے طریقے یہ تفسیر کرنا کہ اسے لفظ غنیان کی یہ مراد ہے۔
- (۵) اور انجیل کو اسے یہ نہ اور ہے جو خوش کے مبالغہ تفسیر کی جائے۔

قرآن کے علوم تین قسم کے ہیں

پھر ان لفظوں کے لئے بعد تھا اور معلوم ہے کہ قرآن کا مجھے جو تم کے پاس

وہ باتیں جن کا علم صرف خدا کو ہے

انہوں نے ایسا علم ہے جس پر: نے پاک نے اہل کسی حقوق کو مطلع ہی نہیں کیا ہے۔ دودھ ایسی باتیں ہیں جن کو یہ نظام نے اپنے غرض سے
 انہوں نے اپنے مخصوص طریقہ سے جوہر کسی کی شہادت کے بارے میں جس طرح اس کے لئے دیکھا ہے۔ اور اس کے منصب یا جہت کی طرف سے
 کہیں ان کو، اگرچہ غرض ان کی ہی نہ تھی، اور کسی دوسرے کو تو خلیج بین الفوج صرف جس کے بارے میں کوہ مہر سے نہ مانا جاسکتا تھا۔

وہ باتیں جس سے علم صرف رسول اللہ ﷺ کو ہے

وہاں جس جو کتاب اللہ کے اسرار ہیں : وہ اللہ تعالیٰ نے نصوحیت کے ساتھ اپنی (جنت) کی (مخلوق) کے لئے اور اس طرف کی باتوں میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی انکشاف کر کے اپنا اس کو جسے عقلمند ہونے والے ذوق سے دیکھ سکیں انھیں کہیں کہہ کر اور سب قوتوں کے اہل اسی قسم کے ہیں وہی کہیں کہیں ان کے قول میں ہے۔

دو باتیں جن کی تعلیم دینے کا رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوا

[illegible]

کر شیعہ قوموں سے تھے، تاکہ وہ اپنے ہاتھ کی خیریں (بخشیں) کو اپنی ہمارے دھڑ اور دھڑ کے مسودہ اور بعض اُن شیعہ سے دو علم میں نہ کر لیں، استنباط، استدلال، مصلحت سے استخراج کرنے کے طریق پر ائمہ کے ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی دو قسم کے وہم ہیں۔

(۱) ایک قسم اُن میں سے ایسی ہے کہ ائمہ نے کُن کے کوئی کُن اختلاف کیا ہے اور قوت قطاریات فی الصداۃ (صداقت باری تعالیٰ کے بارے میں اختلافی باتوں) کی اور مل ہے۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے جس کے جائز ہونے پر حسبِ کائنات ہے اور وہ اصلی، فاری اور عروب کے احکام کا، شہادہ ہے کیونکہ ان عورتوں کا کئی آیات (مات) کا عدول (ایر ہے)۔ اور ایسی ہی نون بلاط اور مواضع، حکم، ارشادات کی قسمیں بھی کہ ان کا قرآن شریف سے اشتہار اور استخراج نون و کتاب کے لئے بزرگ ممبر بھی قرآن کی اہمیت رکھتے ہیں۔ اور یہاں تک غلط فہم اور پرانی الہیت کا بنی بن قسم دیکھیے۔

۱۔ ابوہریرہ نے فرمایا ہے: بعض مساحرین میں طرف لگے ہیں کہ ہم تفسیر ترکیب قرآن کے معانی سمجھنے کے بارے میں جاہل، ہم اس حکم اور ان کے مانند لوگوں کی طرف اشارہ کرتے، ترجمہ نقل و ذکر کرنے کا مروج ہے اور یہ کہ آیات کی فہم، حیثیت پر موقوف ہوتی ہے۔ ابوہریرہ نے کہا ہے اور حوا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں۔ اور ذکر لکھی ہے "خوفا کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے حق یہ ہے کہ علم تفسیر میں سے بعض ایک چیز پر یا زین جو حق پر موقوف ہوئی ہیں، مثلاً حسبِ نزول، اشتہار، تفسیر، تفسیر، اور چند باتیں اس طرح کی ہیں جو نقل پر موقوف نہیں ہوتیں، اور ان کی تفصیل میں صرف معتبر جہ، متواتر، وفاق کر لینا ہی کوئی ہوا کرتا ہے۔ اور بہت سے لوگوں نے تفسیر اور اصول فی اصطلاح میں مل کر یہ کیا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ موقوف اور مستطیل کے مابین تفسیر کا فرق ہو، تاکہ موقوف کے بارے میں احتیاط پر اور مستطیل کے بارے میں نظر نہ مارا گیا جاسکے۔

تفسیر کے لحاظ سے قرآن کی دو قسمیں

دوسرے مصلوہ ہے کہ قرآن کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کی تفسیر تفسیر کے مانند ہوا ہو، اور دوسری وہ جس کی تفسیر نقل سے دلوں کی ہو، جسے دوسرے قرآن کی تفسیر پر موقوف اور ہونا ہے تو اس میں کاروباری پہلے سے ہوا ہے یا صحابہؓ سے پہلے ہونے کی تاہم ہے۔

پہلی قسم قولی جنہ رسول اللہ ﷺ سے وارد ہونے والی نقل ہیں، دوسری قسم سے بحث کی جائے گی۔

دوسری قسم میں صحابہؓ کی تفسیر پر غور کیا جائے گا کہ وہ کیسی ہے۔ اگر صحابہؓ نے قرآن کی تفسیر میں نیت اللہ کی ہوگی تو وہ اصلی زبان گوشت چرمان سے اس تفسیر پر ہاتھ کرنے میں کوئی شک نہیں ہوگا۔ یا صحابیؓ نے وہ تفسیر اپنے مشاہدہ کے ہوتے سبب لازماً قرآن کے معانی کی ہوگی تو اس میں بھی شک نہیں کیا جائے گا کہ وہ کسی صورت میں اگر صحابہؓ نے کسی ائمہ مجاہد کی ایک جماعت کے قول یا ہم چند شخص پر اس قدر بھروسہ کیا کہ ان کو نقل کو ایک ساتھ حق کہا جاسکتا ہے۔ نیز اگر کتب میں ہے تو ان کو کتب میں سے لکھیں گے، لیکن جب کہ یہ بات خبردار ہوتی ہے کہ ان میں اس حدیث کے قول کو حدیث میں کسی کے کیونکہ یہی ائمہ نے ان میں سے کتب تفسیر قرآن شریف کے بارے میں بیانات دی تھی اور فرمایا تھا "لَمْ يَكُنْ غِنًى لِّأَحَدٍ" یعنی ہر ایک کو ان کو نقل کا نظم ملتا تھا۔

اور امام شافعیؒ نے بعض (تفسیر) کے بارے میں یہ بھی کہا کہ ان میں سے کسی کا سبب حدیث نبوی ﷺ کہ "مَنْ رَوَى عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ ﷺ" ہے یعنی نہ یہ حدیث تم میں سب سے بڑے ذکر قرآن کا بیان دلا ہے۔ اور اب میں وہ تفسیریں جو تکمیل میں سے وارد ہوئی ہیں قرآن کے بارے میں یہ بھی ہے کہ جس جگہ سابق میں بیان شدہ وہ قول میں اعتقاد کرنا جائز تھا، لکھا گیا ہے وہاں بن پر بھی اچھا کہ جائے گا کہ اسناد متواتر و سبب ہوگا۔ اور دوسرے قرآن جس کے بارے میں کوئی نقل وارد نہ ہوئی ہو، وہ بہت کم ہوں گے، اور اس کے نتیجہ میں کہ اس کے ماحول کرنے کا طریقہ نسبتاً عرب کے معنی و لفظوں کی

ظاہر و باطن کے متعدد معانی

- (۱) اس پر کہ جس وقت قرآن کے باطن سے اس کے ظاہر قرآن پانچ سو ستھ سو اسی وقت نصیب ہائے قرآن کے معنی یہ واقعہ حاصل ہوتا ہے۔
- (۲) اس پر کہ قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس پر کسی قوم، قحط، بلاء، اور بھاری آفت کے لئے ایک قوم کی بھی آیت نہ ملے والی ہے جو ان کے دامن پر چل رہی ہے۔ جیسا کہ ان بات کو اس سے سمجھنا ہے۔ اس پر یہ بات مگر کہ یہ نصیحت ان کی حالت میں نہ ہو۔
- (۳) اس پر کہ قرآن میں اس سے ان کے دامن پر چل رہی ہے اور ان کے دامن پر چل رہی ہے۔
- (۴) اس پر کہ قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس پر کسی قوم، قحط، بلاء، اور بھاری آفت کے لئے ایک قوم کی بھی آیت نہ ملے والی ہے جو ان کے دامن پر چل رہی ہے۔ جیسا کہ ان بات کو اس سے سمجھنا ہے۔ اس پر یہ بات مگر کہ یہ نصیحت ان کی حالت میں نہ ہو۔
- (۵) اس پر کہ قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس پر کسی قوم، قحط، بلاء، اور بھاری آفت کے لئے ایک قوم کی بھی آیت نہ ملے والی ہے جو ان کے دامن پر چل رہی ہے۔ جیسا کہ ان بات کو اس سے سمجھنا ہے۔ اس پر یہ بات مگر کہ یہ نصیحت ان کی حالت میں نہ ہو۔

قرآن مجید و شیخون، و مؤمنون اور ظاہر و باطنوں کا جامع ہے

ابن عباس سے کہہ رہے تھے کہ قرآن و شیخون اور مؤمنون اور ظاہر و باطنوں کا جامع ہے۔ اس پر کہ قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس پر کسی قوم، قحط، بلاء، اور بھاری آفت کے لئے ایک قوم کی بھی آیت نہ ملے والی ہے جو ان کے دامن پر چل رہی ہے۔ جیسا کہ ان بات کو اس سے سمجھنا ہے۔ اس پر یہ بات مگر کہ یہ نصیحت ان کی حالت میں نہ ہو۔

اس پر کہ قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس پر کسی قوم، قحط، بلاء، اور بھاری آفت کے لئے ایک قوم کی بھی آیت نہ ملے والی ہے جو ان کے دامن پر چل رہی ہے۔ جیسا کہ ان بات کو اس سے سمجھنا ہے۔ اس پر یہ بات مگر کہ یہ نصیحت ان کی حالت میں نہ ہو۔

معنی قرآن سمجھنے کے لئے بے حد وسیع میدان موجود ہے

بعض علماء نے کہا ہے تفسیر قرآن کی ہر ایک آیت کے لئے ساٹھ ہزار فرام ہیں۔ جیسا کہ قول صاف اللہ عز وجل ہے قرآن کے معانی سمجھنے کے بارے میں ایک بے حد وسیع میدان اور بے حد گہرا وچولن گہا وجود ہے۔ اور یہ کہ ظاہر تفسیر سے متعلق ہونے والا امر اس طرح کا ہوتا ہے کہ وہ اس میں اللہ اس لئے اس طرح کی طرف متوجہ نہیں ہوتا جس کا ظاہر تفسیر میں ہوتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اس کے دماغ سے عقلی کے سامنے وضع نہیں ہو جائے اور پھر اس کے جہد فرام اور استنباط و وسعت پیدا ہو کر آتی ہے۔ یہ ظاہر قرآن کی تفسیر حفظ کرنے میں سستی کرنا ہر ذہنی پسند ضروری ہے کہ پہلے اس کی تفسیر کو حافظہ میں محفوظ کر لیا جائے۔ کیونکہ ظاہر کو حکم دینے کے لئے اس میں ایک پہلو کی طرح ہے جس کی جاسمیت ہے اور جو شخص اس پر قرآن کو سمجھنے والی ہے لیکن یہ تفسیر ظاہر کو حکم نہیں دیتا اس کی مثال جیسے اس شخص کی طرح ہے جو کہ کمر کے دروازہ میں ہو کر گزرنے کے قائل ہی مکان کے اندر آگیا جائے نہ وہی کرے۔

صوفیہ کی تفسیر قرآن کے متعلق شیخ تاج الدین کی وضاحت

شیخ ابو عبد بن علی بن علی عطا اللہ نے اپنی کتاب تحائف العیون میں بیان کیا ہے: معلوم ہے کہ قرآن و فہم اللہ اور تو بہ رسول اللہ کی جو تفسیر غریب معانی کے ساتھ کی ہے وہ اس طرح آیت کے ظاہر سے وہی نہ سمجھ رہا ہوتا ہے جس کے لئے وہ آیت لائی ہے اور جس پر اس آیت نے زبان کے عرف میں حلال کی ہے اور اس کے بعد آیت نور حدیث ظہن کی سمجھ اور ان ہی لوگوں کے فہم میں آتی ہے جن کا مقبض خدا نے پاک نے کھول دیا ہے۔ اور حدیث شریف میں بھی آیات کہ ہر ایک آیت کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہوتا ہے۔ لہذا کسی شخص کا ظاہر اور معادہ کرنے والے پر توں مولیٰ کی تفسیر میں کام لے کر اللہ تعالیٰ رسول اللہ کا عطا کر دینے والی ہیں۔ تم کو ان بزرگوں سے اس طرح کے معانی کی تعلیم حاصل کرنے سے روک نہ دین۔ اس واسطے کہ ان کا بیان عطا نہیں ہوتا۔ بہت ضرور لوگ یہ کہتے کہ آیت کے اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر تفسیر حالہ بانی ظہن انہوں نے ان کی بات کہیں نہیں کہی ہے بلکہ ظاہر اور باطن کے ظاہر کے خلاف پڑھتے اور ان سے ان ہی ظاہر کے موضوعات مراد لیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اور نہ سمجھ پا کر نہیں سمجھتا ہے اس کو بھی سمجھتے ہیں۔

فصل: مفسر قرآن کے لئے ضروری باتیں

تفسیر کا طریقہ:

علماء کا قول ہے مفسر واجب ہے کہ وہ تفسیر میں مفسر کی مطابقت کا بہت خیال رکھے اور اسے قصود صلی علیہ وسلم کی تفسیر میں کسی ایسی چیز کی کوئی اولیٰ سے نہ پڑے نہ کسی کی حاجت منیٰ کو مانگا جائے کہ پادے میں نہ لے لے اس طرح کی روایت سے بھی بچدے جو غرض کے حسب حالی نہ ہو اور اس بات سے بھی پہنچ کر کہ واجب ہے کہ مفسر میں کوئی غرض منیٰ کی نسبت سے واقع ہو یا اس میں غرضیت تفسیر سے عدول ہو جائے۔ اور مفسر اگر اس سے کہ تحقیق نہ ہو کہ تحقیق منیٰ کی رعایت نہ نظر رکھے یا لطف اور ان غرض کا خیال نہ رکھے جس کے لئے کلام کا بیان ہوا ہے۔ اور یہ بھی لازم ہے کہ مفسر اس کے مابین کا محنت کا کام کرے اور مفسر پر علوم لغوی کے ساتھ تفسیر کو شریعت کے واجب ہے۔ پھر تفسیر سب سے پہلے متن پڑھوں کے ساتھ آغاز تفسیر لازم ہے۔

۱) اجمال ایک امر ظاہر و مفہوم کی تحقیق ہے لہذا وہ ان الفاظ پر اہمیت کی وجہ سے کام کرے۔ پھر تفسیر کی راہ سے لہذا بعد اھتوافی کے اقتضا سے نہ بعد و بحسب ترتیب اس نظام کہ ہے اور اب اس کے بعد مصائب سے شرارت کرے پھر ان چیزوں کو بیان کرے جو کہ طبع معانی سے متعلق سمجھتی ہیں۔ بعد ازاں علم بیان کے تقویٰ کا اظہار کرے اور بعد علم بیان کے امر ظاہر کرے پھر مفسر امر کو بیان کرے اور اس سے پیچھے استنباط کو اور جہد و مشاہدہ کو ذکر کرے۔

جس سے تم نے تعلیم پائی ہے۔" چنانچہ اس کے بعد عمرؓ نے ایک دن شیوخِ بدر کو طلب کیا اور ان میں سے ایک شخص نے سامعہؓ کو طلب کیا۔ کچھ عرصے میں کچھ کیا کہ عمرؓ نے آج جو کچھ ان لوگوں کے ساتھ کھل اس لئے طلب کیا ہے تاکہ ان کو کچھ داتا سکھادیں۔" چنانچہ عمرؓ نے شیوخِ بدر کو طلب کیا کہ اگر بات کیا تو لوگ ہڈیاک کے درمیان "لَا عَصَاءَ وَالْقُفُوصَ وَاللَّهُ لَمَنَّانٌ" کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ بعض شیوخ نے اس کے جواب میں کہا "ہمیں اس وقت حدیث کی خبر کرنے اور اس سے معفرت چاہئے گا کھڑا کیا ہے جب کہ ہم کو حضرت عطا اور دیگر اہلِ انصاف سے کچھ سنا تھا۔" اور بعض شیوخ نے اہلِ راستہ ہی سے سنا تھا۔ کوئی بات نہیں کی۔ عمرؓ نے ان کا جواب سن کر بہر کی طرف توجہ منہ پھرتی اور کہا "کیوں دن میں اس کا کیا تم بھی یہی ہی کہتے ہو؟" ہمیں نے کہا نہیں، عمرؓ نے دریافت کیا "مگر تم کیا کہتے ہو؟" ہمیں نے کہا "اور سونے ہڈ" کی روایت ہے جس کی خبر اللہ پاک نے آپ ﷺ کو دی تھی اور فرمایا کہ "جس وقت خدا کی مدد و سرور آئے تو یہ بات تمہارے دماغ سے نکلے گی علامت ہے اس وقت تم اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ سچی خوانی کرنا اور اس سے معفرت چاہنا کیونکہ حقیقت اللہ پاک بڑا قویہ کا قول کرنے والا ہے۔" میری یہ جواب سن کر عمرؓ نے کہا "مجھ کو اس حدیث کے بارے میں کئی بات معلوم ہے جو تم کہتے ہو۔"

فَاَوْذَ أَخَذَ سُلَيْمُ أَنْ يَكُونَنَّ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ ثَعْلَبٍ وَأَغْنَابٍ کی تفسیر

نیز بخاری ہی نے اپنی سلسلہ کے طریق پر ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "ایک دن عمر بن الخطابؓ نے صحابہؓ (رضی اللہ عنہم) سے دریافت کیا کہ یہ سب خیل میں پریت کس کے بارے میں بتا رہی ہوئی؟ "لَوْ أَنَا أَخَذْتُ ثَعْلَبًا وَفُكْرًا لَّخُذْتُ ذَا خُفَّةٍ مِّنْ ثَعْلَبٍ وَأَغْنَابٍ" صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا "اللہ ہی خوب جانتا ہے، مگر اس جواب کو سن کر خدا نے اور انہوں نے بھی غصہ کیا کہ "سالک کو کون کس جانتے ہیں، نہیں جانتے۔" اس بات کو سن میں اس نے کہا "میرے دل میں اس کی بات کچھ آتی ہے، مگر نے کہا "لیکن انہی دنم کو یاد اپنے نفس کو تفسیر دے گا۔" ان میں اس نے کہا کیا ایک ٹکڑی کی شکل دی گئی ہے مگر نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے ایک ایسے رسولؐ کی شکل ہے جو حضرت ابراہیمؑ پر عمل کرتا ہے مگر بعد میں شیطان کے درخانی سے وہ اس قدر نکاحوں میں مبتلا ہو گیا کہ اس نے اپنے نیک اعمال کو برائیاں میں بدلا دیا۔"

لیلیۃ القدر کی بابت ابن عباسؓ کی رائے

ابو نعیم نے محمد بن حب العرقی سے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا "عمر بن الخطابؓ سے کہا کہ اگر میں نے کئی ایف کردہ میں کچھ کہہ کر اللہ کا ذکر مجھے بعد ہر شخص نے جو کہ اس بارے میں اسے معصوم تھا وہ بیان کر دیا۔ مگر عمرؓ نے مجھ سے کہا "لیکن میں اس اتم کیوں چپ ہو کر کچھ نہیں کہتے کہ تم اپنی کم سن کا خیال نہ کرو اور جو کہ ہو ضرور کہو۔" میں نے یہ استاذ پا کر کہا "امیر المؤمنین، اللہ پاک حلق ہے اور وہ طاق خدا کو محبوب رکھتا ہے، اس نے دنیا کے دلوں کو سات کی تعداد پر لگا دیا ہے، حالانکہ ان کی خلقت سات (ادوار) میں کی ہے، ہمارے روزیوں کو سات (تغیرات) سے پیدا فرمایا ہے۔" طارے ہر دوں پر سات آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور ہر دوں کے قدسوں کے سات سات طبع زمین کے پیدا فرمائے ہیں، سات ہی مٹی کی آفتابیں (عطاف کی ہیں، مٹی کی کتاب کریم میں سات قربت مندوں سے خلج کر کے کی سمجھت فرمائی ہے۔ اپنی کتاب ہی میں میراث کو سات درجوں پر تقسیم فرمایا ہے، ہر لوگ بعد کرنے کی حالت میں اپنے دلوں کے سات ہی حصوں کو زمین پر گر لیا کہتے ہیں۔" مگر رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ کے سات ہی طواف فرمائے، صفاء اور مرد کے مابین سات ہی بار اور اسے اور شیطان کو سات ہی سات ٹکڑیاں داریں۔ نیز ابراہیمؑ کا خیال جاتا ہے کہ لیلیۃ القدر بھی ہمارے وطن کی پہلی اہلِ راتوں میں سے سات طاق راتوں ہی میں ہوگی۔" عمرؓ نے یہ بات سن کر حجب ہوئے اور انہوں نے کہا "اب اس بارے میں مجھ کو نہیں پڑے کہ جس کو اسی چوٹی کے زمانہ میں بھی قدم رکھا نصیب نہیں ہوا ہے اور کس نے میری مخالفت نہیں کی ہے؟ لیکن جس نے ایک ہی میرا کام خیال ہے۔ مگر عمرؓ نے صبراً ہی اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر فرمایا "کیوں صاحب! اس مطلب کو میرے سامنے اس طرح کون ادا کرے گا جس طرح کہ تم میں اس کا ہے۔" نے ان کو کیا ہے؟

کوئی روایت وارد نہیں کی ہے اس واسطے کہ ابن ابی حاتم سے جو صحیح ترین نقل وارد ہوئی ہے اسی کو روایت کرنے کا التزام رکھا ہے۔ اور حاکم اپنے مستند ہاشمی تفسیر سے کئی اقوال وارد کرنا اور اسی کو صحیح قرار دینا ہے مگر صرف ایک طریق سے یعنی سمرقہ کے طریق روایت سے جو اس نے ابن مسعود اور چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم تک منہ کر کے بیان کیا ہے۔ اور طریق قول یعنی ابی مالک اور ابی صالح کے طریق روایت کو اس نے بھی نہیں لیا ہے۔

ابن عباس رحمہ اللہ سے تفسیر کی روایت کا سب سے اعلیٰ طریقہ

ابن کثیر نے کہا ہے کہ باسناد اس کے زور سے سے بعد فی روایت کرتا ہے اس میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جن میں اختلاف پائی جاتی ہے۔ اور ابن عباس سے تفسیر کو روایت کرنے کا سب سے اعلیٰ درجہ اور طریقہ فقہ کا طریق روایت ہے بواسطہ اس کے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابن عمر ابن عباس اور یہ طریق کتبیں کی شرط پر بھی ہے۔ پتا چھڑا ابی حاتم نے اپنے مستند کہ میں اکثر روایتیں اسی طریق سے کی ہیں اور حاکم نے بھی اسی طریقوں کے جوہان میں اس حدیث کی تفسیر روایت کرنے کے بارے میں پائے جاتے ہیں، ایک طریق ابن اسحاق کا بھی ہے۔ ابن اسحاق محمد بن ابی حمزہ موثق اور زیادہ بن ثابت کے واسطے سے، تو سراسر حدیث باسعید بن جبیر کے ابن عباس حدیث کی تفسیر روایت کرتا ہے۔ وہ ابن عمر کے ساتھ یعنی ابن عمر سے باسعید بن جبیر اور یہ ایک جدید طریق ہے اور اس کے ساتھ اس میں اس طریق سے ابن عمر اور ابن حاتم نے بہت سی باتیں روایت کی ہیں اور طریق ابن عمر میں بھی اس طریق سے بہت سی چیزیں مروی ہوئی ہیں۔

ابن عباس رحمہ اللہ سے تفسیر کی روایت کا سب سے بودا اور ضعیف طریقہ

اور ابن عباس حدیث سے تفسیر کی روایت کے طریقہ ابی حاتم سب سے بودا کر دیا اور خراب طریق بھی کہا ہے جس کو وہ بواسطہ ابن عباس ابن عباس حدیث سے روایت کرتا ہے مگر اگر کبھی اسے اس طریق سے محمد بن مروان اسدی، الضعیفی روایت بھی شامل کر دی جائے تو یہ طریق کتب کا سلسلہ بودا ہے۔ بواسطہ اس کے طریق سے فقہی بودا حدیث نے بہت سی روایتیں کی ہیں۔ لیکن ابن عمر کے یہ کتاب الاصل میں بیان کیا ہے کہ کتبوں کا کچھ نہیں ایسی روایتیں ہیں ابی حاتم کے واسطے سے مروی ہوئی ہیں اور کبھی مشہور مشہور ہے ان کی تفسیر زیادہ اور ان کی تفصیل میں کسی دوسرے طریق کی نسبت پائی جاتی اور مقاتل بن حیان ان کا تفسیر کے بعد ہے۔ مگر ان کے ساتھ کبھی کو مقاتل پر فضیلت دی جاتی ہے جس کی وجہ سے کہ خالص روایت نہ ہو یہ کچھ رہتا۔

ابن عباس رحمہ اللہ سے تفسیر کی روایت کے دیگر طریقے

ابن عمر سے صحابہ میں مزاح کا طریق روایت متفق ہے جس لئے زحاک ابن عباس حدیث سے لائیں مگر ان کے ساتھ بشر بن عمار کی روایت۔ بواسطہ ابن عباس حدیث سے بھی الضعیفی روایت سے تو وہ ضعیف روایت جس کی وجہ سے کہ ضعیف ہے۔ اور اس سے اس کے برابر ابن حاتم نے بہت سی روایتیں روایت کی ہیں اور اگر کوئی تفسیر جو یہ کی روایت صحابہ کے بعد وہ روایت ضعیف ہے جس لئے کہ جو بہت زیادہ گزرا اور مزاح روایت ہے اور ابن عمر کے واسطے سے کسی نے بھی اس طریق سے کوئی چیز روایت نہیں کی ہے۔ ابن عمر اور ابی حاتم بن حیان سے اس طریق کی روایت کی ہے۔ اور ابن عباس حدیث سے کوئی کا طریق روایت یہاں سے اس لئے کہ زیادہ روایت ابی حاتم نے بہت سے روایتیں لیں ہیں۔ اور جوئی ضعیف ہے یعنی (بودا) نہیں ہے بلکہ بعض اوقات ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

میں نے ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن شاکر الاصفہانی کی بعض کتب لٹاکر ابی اسحاق الشافعی میں دیکھا ہے کہ اس نے امام احمد کی سند کے ساتھ ابن عبد قیس کے طریق سے یہ روایت کی ہے ابن عبد اللہ نے کہا میں نے شافعی کو یہ کہنے سنا ہے کہ ابن عباس حدیث سے تفسیر کے متعلق کچھ ایک محدثوں کے تفسیر احادیث اور زاد و انداد میں ثابت نہیں ہوئی ہیں۔

ابن کعبؓ سے تفسیر کے متعلق روایات

اربابی بن کعبؓ چھ سے روایت تفسیر کا ایک۔ (کتاب ابن کعبؓ) جس کا خلاصہ ماذیٰ براہ صراط صحیح ابن کعبؓ میں ملتا ہے۔ نوہ لفظی سے روایت کرتے ہیں اور یہ شانہ صحیح ہیں۔ ابن کعبؓ نے اس نسخہ سے بہت سی روایتیں بیان کی ہیں اور ایسے ہی کام نے اپنے متعدد کتب میں وارد کئے ہیں۔

و دیگر مفسر صحابہ رضی اللہ عنہم

اربابیؓ والا اسباب لفظی ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ چھ اور ابی بن کعبؓ کے علاوہ بھی صحابہؓ کی ایک۔ جماعت سے بخوبی بہت روایتیں تفسیر کی وارد ہوئی ہیں مثلاً انسؓ، ابی ہریرہؓ، ابن عمرؓ، جابرؓ اور ابی ذرؓ وغیرہ تفسیر میں روایت اللہ انہم سے اور عبد اللہ ابن عمرؓ ابن عباسؓ چھ سے تفسیر کے بابت ایک چیزیں وارد ہوئی ہیں جو کہ قصص، اور قصوں کی خبر دہی اور اخبار آخرت سے تعلق رکھتی ہے اور وہ یہ تین جو ان کے ساتھ بہت زیادہ شاید ہیں بنی لفظی کتاب سے نقل کیا جاتا ہے۔ مثلاً وہ روایت ہو کہ ابی رازنؓ سے قول تو علیؓ کہ علیؓ غلطی سے لفظ معلوم کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ اور ہمارے وہ کتاب جس کی طرف ہم اشارہ کر آئے ہیں وہ ان تمام روایتوں کی ہر ایک ہے جو اس بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے وارد ہوئی ہیں۔

تفسیر کے سب سے بڑے عالم مکہ میں ابن عباسؓ کے وقتاء اور کوفہ میں ابن مسعودؓ:

کے اصحاب اور اہل مدینہ ہیں۔

حقیقۃً بعینہ۔ اتنا جیسے کہ ابی بن کعبؓ کے تفسیر کے سب سے بڑے ہوئے عالم مکہ کے لوگ ہیں اس واسطے کہ وہ ابن عباسؓ کے وقتاء ہیں۔ جیسے جابرؓ، عمارؓ بن عبدی بن جراحؓ، عمرؓ، ابن عباسؓ چھ کے مولیٰ (خادم) اور کوفہ کے عبد بن جابرؓ اور طاہرؓ وغیرہ۔ ابی ہریرہؓ ایسی کوئی ایک شخص مسعودؓ کے اصحاب اور اہل مدینہ کی بھی تفسیر کے بارے میں اہل مدینہ کے تفسیر میں مثلاً ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، جابرؓ، ابن کعبؓ، ابن عباسؓ چھ کے بیٹے عبد الرحمن بن زید اور ابی بن کعبؓ کے تفسیر کو اذکار کیا ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے تفسیر کے مروجہ اصحاب ہیں۔

علم تفسیر میں عباد کا مقام

افضل بن یونس کا قول ہے "میں نے چاہا کہ یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے تیس مرتبہ قرآن کو اس میں کعبؓ پڑھ کر سنا ہے، یعنی قرآن کے بارہ دفعہ، اتنی مرتبہ قرآن پڑھا ہے۔ اور بخیر اور اسی سے مراد یہ ہے کہ عبادی نے کہا "میں نے قرآن کو ابن عباسؓ چھ کے بارہ دفعہ مرتبہ اس طرح پڑھا کہ اس کی ہر ایک آیت پر تفسیر کر لی بابت دریافت کیا کہ کیا تھا کہ وہ اس بارے میں بتا دی کہ اس سے اور کہیں کر؟" اور نصیحت ہے کہ یہ کہ ان لوگوں میں سے عباد تفسیر کے نہایت اچھے ہوتے والے تھے اور پوری کہتے ہیں "ان کو تم کو عباد سے تفسیر کی روایت ملے تو وہ تمہارے لئے بہت کافی ہے" راتن جیسے کہ کہا ہے وہ ایسی سب سے عباد کی تفسیر پر شاہی اور بخاری وغیرہ اہل علم انکار کرتے ہیں۔

علم تفسیر میں عید بن جابر کا مقام

میں بہت ہوں اور فریانی نے اپنی تفسیر کو اہل علم میں سے وارد کئے ہیں۔ اور فریانیؓ جس نے اہل علم میں اس کے کسی دوسرے صحابی اور تابعی کے زیادہ بہت ہی کم ہے۔ یہ علم بلکہ ابن جابرؓ کے جن کی تفسیر قرآن اہل علم سے مرید بن جابرؓ کی ہیں۔ صفیانؓ اور ثوریؓ نے کہا ہے "تم تفسیر کو پانچوں سے اشد مرید بن جابرؓ سے عباد سے کہتے ہوئے اور شاک ہے۔

جہاں لکھا ہے اور ایسے ہی لوگوں پر روایت منقول کی جاتی ہے جس کو ابوبکر علیہ السلام نے حدیث صحیحہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ شک میں ہی امت میں ایک کرہ دیا ہوگا جو قرآن کی قرأت اس طرح کرے کہ جیسے کہ سبزی ہوئی اور پکا کر کھجوروں کو کھجوروں کے خوشوں سے لکھ جھاڑ دیا جاتا ہے اور وہ مودرت قرآن کی تائید اس کی اصل دلیل سے جدا کر دیا کرے گا۔“

قابل اعتماد اور مستند تفسیر ابن جریر طبری کی ہے

ابن جریر کہہ چکے ہیں کہ تفسیر ابن جریر طبری کی جو اب ہم روایت کرتے ہو اور اس پر اعتماد کرنے کا حکم دیتے ہو تو میں کہوں گا کہ وہ مستند تفسیر امام ابی جعفر ابن جریر طبری کی تالیف ہے جس پر تمام قابل اعتماد علماء نے اتفاق رائے کر لیا ہے کہ ابن جریر تفسیر میں کوئی کتاب اس کی مثل ترتیب نہیں پائی ہے۔ نووی نے اپنی کتاب تہذیب میں کہا ہے ”ابن جریر کی کتاب میں اس طرح کی جگہ کہ کسی نے اس کی مثل کتاب تصنیف کی نہیں کی۔“

الاتقان کا سبب تالیف

میں نے بھی ایک ہی تفسیر تالیف کرنا شروع کی ہے جو تمام ایسے ضروری محقق تفسیروں اور اقوال و متنبہاں، ماثر و ادھرہاں، لغتوں، کافیت اور کتبوں اور پہلے کی خوبصورت اور کی جامع ہے جس کی حاجت قرآن تفسیر میں پڑتی ہے وہ وہ کتاب لکھی ہوگی کہ اس کے سوتے ہوئے پھر کسی اور کتاب تفسیر کی حاجت ہی پائل نہ دے جائے گی۔ میں نے اس تفسیر کا نام ”التحقیق و التعلیل“ رکھا ہے۔ یہ لکھا ہے کہ اس کتاب کا اس کتاب اتقان کو مفید رہا ہے جب میں خدائے پاک سے سوال کرتا ہوں کہ وہ کتاب فوراً کے لکھی کر سکے جو میری مدد کرے جو حق محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ و صحبہ کے امور پر کلمہ اللہ میں نے وہ بات ظاہر کر دی جو کہ اس کتاب کی حقیقت سے میرا خاص ملال ہے اس لئے مناسب معلوم رہا ہے کہ میں اس کتاب کا خاصہ نکتہ و لغتوں کے تمام مسائل، بیان کرنے کے ساتھ کہوں جو کہ اسباب نزول کے ملکہ و کتب تفسیر کے متعلق وہ روایتیں ہیں جو ان کے متفقہ تفسیر کے مفید ہوئے کی تفسیر بھی کر دی گئی ہے تاکہ اس نظر میں ان سے استفادہ کر سکیں۔ بیشک وہ روایتیں بھی ضروری اور اہم ہیں۔

تفسیر قرآن سے متعلق روایات و احادیث

الصفاحہ : ”جو“ روایتی ہے حسن ثمرہ کے کہ وہاں میں بیان کیا گیا ہے کہ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”الصفاحہ“ یہودی لوگ ہیں اور ”الصفاحہ“ یہودی ہیں۔“ اور ابن مردودہ نے اسے اس طرح نقل کیا ہے کہ میں نے ہی دیکھا ہے کہ ”الصفاحہ“ یہودی لوگ ہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا یہودی کہہ میں نے کہا ”الصفاحہ“ یعنی یہودی ہیں اور حضور ﷺ نے ارشاد کیا ”یہودی“۔

البقرة : ابن مردودہ نے اپنے مستند میں بھی فرمادے کہ طبرانی مال صحراۃ ابی حنیفہ بخاری حدیث کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”وَلَقَدْ قُلْنَا تَوَاصِعَ مَعْظَرَةٍ“ کی تفسیر میں یہ روایتیں ہیں، پانچ ناک کے نیکل، اور نوک سے پاک ہوں گی۔“ ابن جریر نے اپنی روایت کی بات کہہ کر اس کے ساتھ میں بھی واضح ہے جس کی نسبت ابن جریر حدیث کا قول ہے کہ اس کے بعد دیکھو سے جنت کا جائز نہیں ہوگا۔ اور ماہر نے جو اس کو فتح فرمادیا ہے تو حاکم کے اس قول کو ماننے میں تامل ہے۔ اور میں نے ابن جریر کی تائید میں دیکھا کہ اس نے کہا ہے کہ ”یہ حدیث حسن ہے اور ابن جریر نے ایک لکھ سنہ کے ساتھ اس کے رجال اشکات میں عمر بن قیس لڑائی سے واسطے لکھ ملک شام کے رہنے والے تھے اس کے ذہنی نامیہ کے نام لکھان کا فرمایا اور ابن جریر نے اس کی بہت بھی شواہد و صحت کی ہے یہ روایت کی ہے

کہ کسی شخص نے کہا رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ "ہل" کیا چیز ہے تو سرور کائنات ﷺ نے فرمایا "ہل ندر ہے"۔ یہ روایت مرسل حید ہے اس کی تصدیق ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک سورت کا شعل اسناد بھی کرتا ہے۔

شخص نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور (ﷺ) نے فرمایا "ی اے اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا کہ "اذ سئلوا عنہم سئلوا بلسۃ" یعنی وہ وہ وہ وہ وہی چوتروں کے ٹکڑے ٹکڑے کے چلے ہوئے داخل ہوئے اور انہوں نے (حلقے کے بجائے) "خلفۃ بنی نصرانہ" کہا اسی میں قرأت لگائی "خلفۃ بنی نصرانہ بنی نصرانہ" کی تفسیر ہے کہ وہ زندہ کی قبروں کے ساتھ باطلہ الی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اویل ایک ہی جہنم میں جس۔ کہ اندر کا فراس کی تیرنگ پہنچنے سے قبل پانچ سو سال پہنچے یا چار سو سال کا۔ (یعنی وہ نہ کی اس قدر میسر ہے کہ جب کا فر کو اس میں ڈالا جائے گا تو اس کے سرخ سے تیرنگ پہنچنے میں پانچ سو سال کا عمر۔ صرف ہوگا)

اور اللہ نے اسی سند کے ساتھ ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا "قرآن کا ہر ایک حرف جس میں ثبوت کا ذکر ہو وہی طاعت ہے"۔ اور خطیب نے ایک روایت میں انکی سند کے ساتھ جس میں چند بھول دہائی ہیں۔ علی الگ علی ماضی ان ہر جہت کی ﷺ سے قول قرآنی "یٰٰمَنْ لَّوْنَةُ حُلْنِ بَلَاذِیۃ" کے بارے میں یہ روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "وَلَوْ قَرَأَ الْقُرْآنَ كَابِرِ الْبَاطِلِ حَرَّتْ تِرْبُ جِہَنَّمَ" جیسا کہ اس کی اتباع کا حق ہے۔"

ابن مردہ نے ایک ضعیف سند کے ساتھ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے قول قرآنی "لَا یَسْمَعُ الْغُیۡبُ" کے بارے میں فرمایا "لَا طَاعَۃَ اِلَّا لِّیْهِ" یعنی صرف آپ کو جاننا تو اس میں حاکم کی اطاعت فرض ہے نہ کسی دوسرے میں بھی۔ اور اس حدیث کا ایک شام ہے جس کو ان ابی حاتم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا ہے کہ آپ ﷺ سے سنا ہے کہ روایت کیا ہے یا اس لفظ کا کچھ پر کسی ظالم کی اطاعت نافذ کرنا اسی کے بارے میں ہرگز واجب نہیں ہے۔ اور احمد، ترمذی اور حاکم نے بھی فراموش کر گئے ہیں سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قول قرآنی کے بارے میں فرمایا "مَعَذَۃً" یعنی سزا دہی۔

شخص نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز نوح بلائے جائیں گے اور ان سے سوال ہوگا کہ تم نے رسالت کی تکلیف کئی تھی تو نوح علیہ السلام کہیں گے ہاں میں نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ پھر جناب باری میں ان کی قوم کی طبیعت ہوگی اور اس سے دریافت کیا جائے گا کہ قیامت کو اس پر کیا حکم کیا تھا؟ وہ لوگ کہیں گے ہمارے پاس کوئی ذرا نہ دلائی تھی۔ آپ ﷺ نے کوئی دوسرا (ہادی) "تو نوح علیہ السلام کا یہ جواب سن کر اللہ پاک نوح علیہ السلام سے فرمائے گا کہ "تم اپنے گمراہ لاکھ لاکھ نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ میرے گمراہ (ﷺ) کو ان کی امت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اور نوح علیہ السلام نے اور نوح علیہ السلام کے معنی میں ہے جس قوم کو بلائے جائے گا وہ قوم نوح علیہ السلام کے تکلیف رسالت کی گواہی دے گا، اور اللہ علیہ السلام تم پر کوئی دہائی گئے۔" اس روایت میں رسول اللہ ﷺ کا قول "وَلَا یَسْمَعُ الْغُیۡبُ" مرفوع غیر درج ہے۔ اس خبر نے شرح بخاری میں اس بات پر مستحب کیا ہے کہ اللہ علیہ السلام نے اس قوم کو جس طرح کے طریق پر مواضع ضحاک ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے قول قرآنی "فَلَمَّا كَذَّبَ بَنُو نَحْرٍ سَمِعَ" کی تفسیر بھی فرمایا "لقد پاک اور شاکر ہے کہ اسے میرے بند محمد بن میری عبادت کے ساتھ مجھے یاد کرو میں نبی مقرر کے ساتھ نہیں یاد کروں گا۔"

طبرانی نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے بار رسول اللہ ﷺ کا ظہن کا کلام تمہ جوا انھیں کے مابین رہتا ہے نوٹ کیا تو آپ ﷺ نے "فَاِیۡلَہُ وَاَتَاہُ وَاِیۡحِیۡہُ" پڑھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کو اس بار کے باعث (فَاِیۡلَہُ وَاَتَاہُ وَاِیۡحِیۡہُ) پڑھاتے سن کر کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ بھی کوئی معصیت ہے؟ حضور انور ﷺ نے ارشاد کیا "مومن کو جو کوئی ناپسندیدہ عبادت پیش آئے وہی معصیت ہے اس حدیث کے کثرت شہادہ میں اس بار میں بخیر صحت پایا حاتم نے یہاں تک عذاب سے روایت کی ہے انہوں نے کہا "ہم لوگ ایک دن دہائی

[illegible][illegible][illegible][illegible][illegible][illegible]

آپ جس شخص کو معافی فرمادیں جو کہ آپ پر ظلم کرتا ہے اور جو آپ کو غرور رکھتا ہے یا سے عطا فرمیں اور جو آپ سے جدا ہوتا اور اُس سے متن۔
بہ جد پیش سر کل ستہ۔

[illegible][illegible]

میرا نام قرآن کی تعلیم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "میں نے رسول اللہ ﷺ سے "یوم القیوم" الاکبر" کے بارے میں سنا کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد کر "یوم القیوم" قربانی کا دن" ہو گا جس دن ایک نیا داس امر جس کی روایت سے اس نثر کے پاس ہے۔ اور ان الی حاتم کے مسودہ میں نثر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "یوم القیوم" الاکبر" ہے۔

[illegible]

مسئلہ فقیرانہ علیٰ حدیث سے: یہاں تک کہ یہاں وہ شخصوں نے اس جگہ کے بارے میں ہم انشاءً فرمایا جس کی بنا پر بقول
ہم ذیل کی تفسیر، ایک شخص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ وہ فقیرانہ ہے۔ چنانچہ وہ دونوں نے آپ ﷺ کے پاس آئے
اور آپ ﷺ سے اس بارے میں پتہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری حق سجد ہے۔ اچھے بھی اسی کا انداز ملے گا۔ حدیثوں کی بنا پر یہ ہے
وایت کی ہے اور احمد اور ابن ماجہ اور ابن خیر نے فرمایا کہ اس بارے میں حدیثیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میری حق سجد ہے
تقریباً اسی طرح اور فرمایا کہ اس بارے میں ظاہر ہے کہ اس بارے میں قرآن مجید کی تفسیر فرمائی ہے جس میں جگہ تفسیر کی جگہ محل بیان کیے ہیں۔

”محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کی مانند نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ”میں چہا آدمیوں میں سے ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت ”یٰٰمَنْ يُّدِينُ الْاَرْضَ عَنَّا الْاَرْضُ“ کے بارے میں کیا کہیں گے کہ ان میں سے کسی ایک نے اس آیت میں سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“ فرمایا ”میں نے اس پر اور بھی پوچھا ہے کہ اس میں اور کچھ اور کچھ ہے اور یہ اور کچھ نہیں ہے اور کچھ نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“ فرمایا ”میں نے اس پر اور بھی پوچھا ہے کہ اس میں اور کچھ اور کچھ ہے اور یہ اور کچھ نہیں ہے اور کچھ نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“

الحاج محمد بن ابی اسود نے اور کچھ کہاں سے اپنی صحیحہ طور پر حدیث سے روایت کی ہے کہ ان میں سے دو روایت یہ کیا ”یا قرآن“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت ”یٰٰمَنْ يُّدِينُ الْاَرْضَ عَنَّا الْاَرْضُ“ کے بارے میں کہیں گے کہ ان میں سے کوئی ایک نے اس آیت میں سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“ فرمایا ”میں نے اس پر اور بھی پوچھا ہے کہ اس میں اور کچھ اور کچھ ہے اور یہ اور کچھ نہیں ہے اور کچھ نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“ فرمایا ”میں نے اس پر اور بھی پوچھا ہے کہ اس میں اور کچھ اور کچھ ہے اور یہ اور کچھ نہیں ہے اور کچھ نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“

ابن مسعود نے اس آیت ”یا قرآن“ کو کہا ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“ فرمایا ”میں نے اس پر اور بھی پوچھا ہے کہ اس میں اور کچھ اور کچھ ہے اور یہ اور کچھ نہیں ہے اور کچھ نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“

بخاری اور ترمذی سے ابی اسود نے اپنی صحیحہ طور پر حدیث سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“ فرمایا ”میں نے اس پر اور بھی پوچھا ہے کہ اس میں اور کچھ اور کچھ ہے اور یہ اور کچھ نہیں ہے اور کچھ نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“

ترمذی اور ابی اسود نے اپنی صحیحہ طور پر حدیث سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“ فرمایا ”میں نے اس پر اور بھی پوچھا ہے کہ اس میں اور کچھ اور کچھ ہے اور یہ اور کچھ نہیں ہے اور کچھ نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“

ابن مسعود نے اس آیت ”یا قرآن“ کو کہا ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“ فرمایا ”میں نے اس پر اور بھی پوچھا ہے کہ اس میں اور کچھ اور کچھ ہے اور یہ اور کچھ نہیں ہے اور کچھ نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“

ابن مسعود نے اس آیت ”یا قرآن“ کو کہا ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“ فرمایا ”میں نے اس پر اور بھی پوچھا ہے کہ اس میں اور کچھ اور کچھ ہے اور یہ اور کچھ نہیں ہے اور کچھ نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایک لفظ نہیں سنا۔“

اور ان مردود سے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 سہ ماہیہ کے دور میں فرمایا کہ ایک غلام نے ایک کلمہ کے بارے میں کہا کہ اسے اس کے پاس لے کر آئے ہیں وہ اس کے پاس لے کر آئے ہیں۔
 اور باقی باتیں۔

ابن عمرؓ سے کہیں ان کا یہ ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 تفسیر میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا زمانہ ہے۔ اور قرآن کی زبان اور عرب، اہل بیت کی ہے اور اس کو سمجھنا چاہیے۔
 ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 عقیقہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 عقیقہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 عقیقہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔

شخص نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 شخص نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 شخص نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 شخص نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔

ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔

ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔

ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔
 ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو "موسم سے نیا" اور "نیا" کہا۔

حسد : ابن ابی حاتم نے برطان میں اس حد رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "انفسن نحن خلقنا خلقاً من نور من نور فرمایا" آگاہ ہو کہ جو بندوں کے سر میں خواہد ہوتے ہیں لیکن اللہ پاک نے ان کی آفرینش میں نہایت نکتہ کے ساتھ فرمائی۔"

اور ان جریر کے معاذ بن جبل ؓ کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: "تجانی بخلقهم من لطفنا مع" کے بارے میں فرمایا "بندہ کا ذات کے وقت قیام کرنا" (یعنی اس سے شب بکھات کر صبح کو اٹھ کر رہا رہا ہے) اور فرمائی ہے: "بسطاہن مہاب" ﷺ فرمایا: "وخلقنا من نور من نور" کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہی کوئی امر ان کے لئے جاری نہایا" اور آپ ﷺ نے فرمایا: "فلا یکن فی مریض من لطفنا" کے بارے میں بارشدا کیا کہ "میری طبیعت اسلام کے اپنے پروردگار کو دیکھنے میں شک نہ کرنا۔"

احسان : قرآن نے یہ معاد یہ ہے سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "طمان وکل من ہے جنہوں نے اپنی جان کی (خلقة من نفسی) اور خدائی کو فرماتے ہوئے اور ان کی امت سے اور ان کے جرم و غیرہ کے لیے ان کے علم میں اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "وہی کوئی امر ان کے لئے جاری نہایا" اور آپ ﷺ نے فرمایا: "فلا یکن فی مریض من لطفنا" کے بارے میں بارشدا کیا کہ "میری طبیعت اسلام کے اپنے پروردگار کو دیکھنے میں شک نہ کرنا۔"

مساء : احمد خیر نے ان میں سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوئی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "وہی کوئی امر ان کے لئے جاری نہایا" اور آپ ﷺ نے فرمایا: "فلا یکن فی مریض من لطفنا" کے بارے میں بارشدا کیا کہ "میری طبیعت اسلام کے اپنے پروردگار کو دیکھنے میں شک نہ کرنا۔"

خاطر : احمد خدائی نے ان میں سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہی کوئی امر ان کے لئے جاری نہایا" اور آپ ﷺ نے فرمایا: "فلا یکن فی مریض من لطفنا" کے بارے میں بارشدا کیا کہ "میری طبیعت اسلام کے اپنے پروردگار کو دیکھنے میں شک نہ کرنا۔"

یہی جو لوگ کہ انہوں نے اپنے لئے یہی وہاں سے لوگ ہیں جو کہ ہے حسب کتاب جنت میں داخل کے جائیں گے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ایمان نہ دیا ہے ان سے تو رہا بہت آسان حساب لیا جائے گا۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے اپنے انہوں پر علم کیا ہے ان کے لئے لوگ ہیں جو کہ گھر کے قلمبازان تک قید ہیں کے پھر دہائی لوگ ہوں گے کہ اللہ پاک اپنی رحمت سے ان کی قادی فرمائے گا اور وہی یہ ہیں گے۔ "فلا یکن فی مریض من لطفنا" کے بارے میں بارشدا کیا کہ "میری طبیعت اسلام کے اپنے پروردگار کو دیکھنے میں شک نہ کرنا۔"

طہانی اور ان جریر نے ان میں سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انفسن نحن خلقنا خلقاً من نور من نور فرمایا" آگاہ ہو کہ جو بندوں کے سر میں خواہد ہوتے ہیں لیکن اللہ پاک نے ان کی آفرینش میں نہایت نکتہ کے ساتھ فرمائی۔"

خاتمہ سخن و اظہار و تشکر اور کتاب الاقان کا نزول

خداوند کریم کا ہزار ہا ہرگز بیان ہے کہ میں نے اپنی حمایت سے مجھ کو اس بے مثال کتاب کے قلم کار بننے کی توفیق دی اور اس کی ترتیب و رعایت و اشاعت میں اس کی ترتیب اور تنظیم کو سب کو برہنہ کی کہا جائے تو بجا ہے اور میں کو یہ نصیب قرار دیا جائے تو رواں کار۔ اسی خدایاں اس سے پہلے کو کشتہ زانو ساری کئی کتابیں شہر کر کے چھٹیں ہوئے ہیں۔

میں۔ میں مقررہ وقتوں کی بغیر یہ کتاب منزل کے موٹی کی قلم کی نگرانی کی بغیر رکھی ہے۔ اور میں میں یہی کہی ہے۔ باتیں درج کی ہیں جن کی حد سے کتاب کی مصلحت قرار دے یا آسانی کے لئے چھوٹے چھوٹے ہیں۔ میں میں مصلحت کا قصہ کہیے اور مصلحت کا رد یا رد و مشر مجاہد ہے۔ اور ہر ایسا مصلحتی قول میں سے جو درست قول قرار دیا جائے وہاں سے لیا ہے۔

انوار و اقسام کی علمی کتابوں کا علم کیج کر میں نے اس کو عصر مجموعہ دیا ہے۔ اور تمام خوان سے چوٹی کے سرفروشی کے نامی و مرصع اور نہ کار و نایاب۔ میں نے اس کی تدوین میں فقیر کی کثیر العدا و کتابوں کے قلم کاروں سے خوش نصیبی کی۔ اور ان قرآن کے بارے میں غرض سے لکھا کہ اگر ہر اسے شہسوار لگے اور اس سے معذور ہے۔ یہ مثال کے اور ہر گوشہ بنائے۔ لہذا اس میں وہ نہ باتیں مل سکتی ہیں جو کہ رسول کی کتاب پر اور مطالعہ سے محکم نہ حاصل ہو سکیں۔ اور میں نے اس کی ہر ایک نوٹ کے تحت میر و تحریر باتیں لکھی ہیں جو بعد مکتوبی پالیفوں میں مضمونی جڑی تھیں۔ مگر باوجود اس سب خوب سے بھی میں یہ دعویٰ کرنا نہیں کرتا کہ میری یہ تالیف بے عیب اور برآید قابل ہے پاک ہے کیونکہ انسان اور یہ نقص کا کل ہے اور عیب سے نہ کی طرف ایک ذریعہ وادہ لکھا ہے۔

ہم عصر لوگوں کی حالت

پھر میں ایک ایسے زمانہ میں ہوں۔ جس میں لوگوں کے دل حسد سے بھرے ہوئے ہیں اور ہفتی کی آواز کی برآید دے میں خوان کی صریح اور عیب سے

وَاِذَا ارَادَ اللّٰهُ شَيْئًا فَهِيَ خَشِيعَةٌ
تَوَلَّوْا اِلٰهَ الْعَالَمِ الْغَاثِ غَاثًا وَنُورًا

طوبت اناج لغا لغا خشیعہ
مناحت لغا طوبت طوبت لغا

اور میں نے ہر ایک کی ہر صفت کو بیان کر دیا ہے۔ وہ اس کے لئے ماحول کی زبان بول رہا ہے۔ کیونکہ اس کے اپنے پرانے ہیں۔ ہر زمانہ و امر کی فتنے کا قلم چوب کو کی خوشی کی طرح ہر صفت کو لکھی۔

وہاں کر رہے ہیں کہ ان کی آفتاب گریا ہے اور برتری اور پستی کی محبت نے انہیں لاف میں مبتلا کر کے اندھ اور ہم ادا کیا ہے۔ انہیں نے ہم شریعت سے متوجہ نہ کیا ہے اور اسے بھول گئے ہیں اور غلط و جھگڑے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک آدمی اس کے بڑھتا چاہتا ہے کہ خود کو کہیں کو جوہر سے کاٹا کر کہیں کہیں نہ دیکھتا ہے۔ ہر شخص بریل کی اور حد کا ہو۔ ہر جگہ اس کے طریق مصلحتی سے بے خبر اور اس نے اس کو کوئی دگر راہ دیکھ کر نہیں سیکھا۔

وَالْعَشَى الْغَوَاغِي تَحْتَ عَيْرِ لُؤْلُؤَا
وَيَضَعْنَ عَنَى الْغَوَاغِيهَا مُسْرَاةً

حیرت انگیز کہ جس کو کچھ لوگوں کی کی لپٹا ہے اور جس کو کچھ اور لوگوں سے دماغی پلے پاتا ہے اور ہر قسم کے ہیں تو ہر طرف سے ہر صفت ہوئی۔ ہر زمانہ کو ماحول و ماحول کا گونا گونا ہر زمانہ کو ہر زمانہ کی ہر صفت کا معلوم ہوتا ہے کہ اندھ قلم نے ان کے اعمال اور اقوال کا کوئی نہ لکھا ہے ان پر مقرر نہیں فرمایا ہے۔

عرض مترجم

فاسرار مترجم محمد عظیم انصاری، الہامی دین محمد علیہ السلام، افسانہ حسن و کرم کا، جس قدر بھی شہزاد اکبر و دکنم ہے کہ اس بار، سب سے بڑا کتاب کا ترجمہ اس کے ہاتھوں انجام دیا گیا۔ بیجا پھر ادب باب بصیرت کی خدمت میں باب پہنچا ہے کہ اس ترجمہ میں کسی قسم کی غلطی، تفسیر کی نظر سے گزرے تو زور و کرم نفا پڑی سے کام لیں اور چیز کو اس سے آگاہ فرمائیں۔ آگاہی کی اصلاح کر دی جائے۔ دین میں خود غلطی جانتا ہوں کہ اس باب کا نقل میری طاقت سے بہت بڑھ کر تھا۔ تاہم ایک علمی خدمت سمجھ کر میں نے اس کام کو انجام دیا، یاد رکھو۔ ہے کہ یہ نظم جو کیا۔ گو میں نے اس کو قسمان اور عام فہم بنانے کی کوشش میں جہاں بہت ماحول و وقت صرف کیا ہے تاہم میں خود دیکھتا ہوں کہ اس کے آخر قریب وہ علمی مخالفت ایسے مسائل نہیں ہو سکتے اس کو مافی لٹ کے بھیجیں اور نہ اس کے نام کے لئے ان کو ترجمہ ہونا یا نہ ہونا کیساں تھا۔ یہ مجبور زبان کے دعوے کی تھی سے جتنی آئی کی تہذیب زبان اردو میں ان علمی اصطلاحوں کے واسطے آسان اور مناسب الفاظ نہیں ملے ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا إِتْيَانُ الْفَلَاحِ بِإِذْنِهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا إِتْيَانُ الْفَلَاحِ بِإِذْنِهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا إِتْيَانُ الْفَلَاحِ بِإِذْنِهِ

